



فتاویٰ الحشمتیہ

فتاویٰ الائت حضرت مولانا شیخ محمود بن گنگوہی فوز اللہ مرقدہ

تبییب تخریج اور علیق

جلد ۲۰

زیر نظر پرنسپل

شیخ الحدیث حضرت مولانا ملیم اللہ خاں صاحب زید مجذوم

زیر نگرانی

ڈرالافتاجا مجمع فاروقیہ کراچی

فَلَمَّا دَعَاهُ اللَّهُ كَرِيمٌ فَلَمْ يَعْتَدْ

فَتاوِی احْسَنْ وَہ

فتیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود بن گنگوہی نوزاں اللہ مرقدہ

بُویب تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا میم اللہ خان صاحب عجمی

زیر نگرانی

کل الافتتاح مجمع فاروقیہ کراچی

فتاویٰ محدثہ

فتاویٰ

فتیلانت حضرت مولانا مفتی محمود بنگوٹی فراہمی

تبیہ تحریر اور تعلیق

کتاب الفتاویٰ محدثہ فاروقیہ کلکشن

کل صفحات ————— ۵۶۸

تعداد ————— گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ الفاروق کراچی پاکستان، محفوظ ہیں
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ الفاروق سے تحریری اجازت کے
 بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا
تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جمعیت حقوق الملکیۃ الادبیۃ والفنیۃ محفوظة لادارہ الفاروق کراچی پاکستان

لا يسمح بإعادة نشر هذا الكتاب، أو أي جزء منه، أو
نسخه، أو حفظه في برنامج حاسوبي، أو أي نظام
آخر يستفاد منه إرجاع الكتاب، أو أي جزء منه.

All rights are reserved exclusively in favour of:
Idarah Al-Farooq Karachi-Pak.

No part of this publication may be
translated, reproduced, distributed in any
form by any means, or stored in a data
base or retrieval system, without the prior
written permission of the publisher.



06007-S.F.M.D.J.00428.28.09.J.F.

فتاویٰ محدثہ

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

جامع فارودیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

فون: 4599167, 4571132، ایمیل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

— مطبع.....ال قادر پرنگ پریس —

گرافس و کپریز: عزف قازی لفڑی

اجمالي فهرست

.....☆..... بقية كتاب المظفر والبراحة☆.....

٢٠	باب مايتعلق بالجنا.....	☆☆
٤٨	باب مايتعلق بالسحر والعود.....	☆☆
٩٧	باب الأشتات.....	☆☆
١٢١	كتاب الرهن.....	☆☆☆
١٤٧	كتاب الفرائض.....	☆☆☆
٥١١	رساله آسان فرائض.....	☆☆



﴿قُلْ أَوْجِي إِلَى أَنْهَا اسْتَمِعْ
تَفَرُّ مِنَ الْجِنِ فَقَالُوا إِنَّا
سَمِعْنَا قَرَآناً عَجَباً يَهْدِي
إِلَى الرُّشْدِ فَأَمْنَا بِهِ، وَلَنْ
نَشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾.

(سورة الجن: ١)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست عنوانات

نمبر شمار	موضوع	صفہ نمبر
۱	انسان افضل ہے یا جنات.....	۲۰
۲	کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ.....	۲۱
۳	جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا.....	۲۲
۴	دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا.....	۲۲
۵	جنات اور شیاطین انسان کو ستاسکتے ہیں یا نہیں؟.....	۲۵
۶	جن کا مختلف صورتوں میں آنا.....	۲۶
۷	مزارات پر جنات کا آنا.....	۲۷

۲۹	جن اور پیر کا عورتوں پر آنا.....	۸
۳۰	جنت سے حمل.....	۹
۳۱	جماع جن سے استقرار حمل.....	۱۰
۳۱	کیا آسمی اثر سے زبان گنگ ہو سکتی ہے؟	۱۱
۳۲	جنت کو جلانا.....	۱۲
۳۲	جنت کا عمل.....	۱۳
۳۳	جنت کی مالی اعانت.....	۱۴
۳۳	مرغ کیوں بولتا ہے؟	۱۵
۳۴	گدھا کیوں بولتا ہے؟	۱۶
۳۵	گدھا کیوں بولتا ہے.....	۱۷
۳۵	ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ	۱۸
۳۶	ہمزاد کیا ہے؟.....	۱۹
۳۷	طويل العرجن صحابی کاظہور.....	۲۰

باب ما يتعلّق بالسحر والوعذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

۳۸	سحر کا حکم.....	۲۱
۳۹	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم.....	۲۲
۵۰	جادو کرنے والے کا حکم.....	۲۳
۵۱	دفع سحر کے لئے سحر سیکھنا.....	۲۴
۵۲	دفع سحر کے لئے سحر کرنا.....	۲۵
۵۳	دفع سحر کی ترکیب.....	۲۶

۵۳	مشرکانہ منتر سے علاج.....	۲۷
۵۵	منتر کے ذریعہ علاج کرنا.....	۲۸
۵۵	قرعہ کے ذریعہ ساحر یا مجرم معلوم کرنا.....	۲۹
۶۱	جادو، گندہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا.....	۳۰

الفصل الثانی فی العودۃ

(تعویذ کا بیان)

۶۳	کیا تعویذ میں اثر ہے؟.....	۳۱
۶۴	تعویذ اور عملیات.....	۳۲
۶۵	خون سے تعویذ لکھنا.....	۳۳
۶۶	مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا.....	۳۴
۶۷	ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا.....	۳۵
۶۸	تعویذ، گندے کے لئے نامحرم سے میل جوں.....	۳۶
۷۲	عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرنا.....	۳۷

الفصل الثالث فی العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

۷۳	عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات.....	۳۸
۷۵	قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا.....	۳۹
۷۶	آیتِ قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا.....	۴۰
۷۷	چور کا نام نکالنا.....	۴۱
۷۷	کافر سے جھاڑ پھونک.....	۴۲
۷۸	غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرنا.....	۴۳

۷۹	غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۳۲
۸۰	حضرات نکلوانا.....	۳۵
۸۱	نظر بد کے لئے مرچیں جلانا.....	۳۶
۸۲	نظر بد سے حفاظت کے لئے پھوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا.....	۳۷
۸۳	علم جفر کا حکم.....	۳۸
۸۵	جھاڑ پھونک سے سائب کے کائٹنے کا علاج.....	۳۹
۸۶	غیر مسلم سے سائب کے کائٹے کو جھڑوانا.....	۴۰
۸۷	سفلی عمل کے ذریعے سڑک کا نمبر بتانا.....	۴۱
۸۸	عمل برائے امداد مظلومین و اجرت توحید.....	۴۲
۸۹	عمل برائے گم شدہ.....	۴۳
۸۹	کشف ارواح کا عمل.....	۴۳
۸۹	شادی ہونے کے لئے عمل.....	۴۵
۹۰	وسعت رزق کا عمل.....	۴۶
۹۰	وسعت معیشت کا علاج.....	۴۷
۹۰	وسعت غیب کا عمل.....	۴۸
۹۱	یا جبرائیل بحق یا وہاب کا وظیفہ.....	۴۹
۹۱	”قل هو اللہ اُحد، یا جبرائیل“ کا وظیفہ.....	۵۰
۹۲	”ناد علی“ کا وظیفہ.....	۵۱
۹۳	عمل کو پلٹنے کا حکم.....	۵۲
۹۲	جوانی میں عملیات کرانا.....	۵۳
۹۲	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج.....	۵۴
۹۵	عذاب قبر سے حفاظت کا عمل.....	۵۵

باب الاشتات

(حضر و اباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

۹۷	سبز پتوں اور شاخوں کو کاشنا.....	۶۶
۹۸	پھل دار درخت کو کاشنا.....	۶۷
۹۹	پانچ سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا.....	۶۸
۱۰۰	نئی صدی کا استقبال.....	۶۹
۱۰۱	غلط پروپیگنڈہ کی مذمت.....	۷۰
۱۰۲	چراغ پھونک مار کر بجھانا.....	۷۱
۱۰۳	رُدّی کا غذ کا گتابنا.....	۷۲
۱۰۴	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا.....	۷۳
۱۰۵	اکہ مکبر الصوت.....	۷۴
۱۰۶	جس لاوڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا.....	۷۵
۱۰۷	بھلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟.....	۷۶
۱۰۸	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا.....	۷۷
۱۰۹	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش.....	۷۸
۱۱۰	غلامی کو ناپسند کرنا.....	۷۹
۱۱۱	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا.....	۸۰
۱۱۲	خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا.....	۸۱
۱۱۳	”انشاء الله“ کہنا.....	۸۲
۱۱۴	”خدا رسول کو منظور ہو تو“ کہنا کیسا ہے؟.....	۸۳
۱۱۵	بُشِن بخاری شریف.....	۸۴

۱۱۳	کھانا کھاتے وقت چار پائی کی پائی کی طرف بیٹھنا.....	۸۵
۱۱۴	کسی کی بات کا ثنا.....	۸۶
۱۱۵	اپنی بات کو اونچا رکھنا.....	۸۷
۱۱۵	آب حیات.....	۸۸
۱۱۵	کیا لڑ کے والا افضل ہے لڑ کی والے سے؟.....	۸۹
۱۱۶	شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا.....	۹۰
۱۱۶	نابالغ شاگرد سے خدمت لینا.....	۹۱
۱۱۷	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا.....	۹۲
۱۱۸	امرد کی تعریف.....	۹۳
۱۱۹	امرد سے خط و کتابت.....	۹۳
۱۱۹	امرد کو کون کون سے احتراز کرنا چاہیے؟.....	۹۵
۱۲۰	خودداری کا مفہوم.....	۹۶

کتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

۱۲۱	توسیعِ مدتِ رہن پر معاوضہ لینا.....	۹۷
۱۲۲	مکانِ مرہون میں رہنا.....	۹۸
۱۲۳	مرہون سے نفع اٹھانا.....	۹۹
۱۲۵	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا.....	۱۰۰
۱۲۶	انتفاع از رہن.....	۱۰۱
۱۲۸	انتفاع بالمرہون.....	۱۰۲
۱۳۰	انتفاع بالمرہون.....	۱۰۳
۱۳۰	موروثی زمین کو رہن رکھنا.....	۱۰۴
۱۳۳	کھیت کا رہن.....	۱۰۵

۱۳۲ زمین رہن پر دینے کی صورت	۱۰۶
۱۳۶ رہن اور اجارہ	۱۰۷
۱۳۹ خمانِ مرہون میں کوئی قیمت معتبر ہو گی اور امانت کو رہن رکھنا	۱۰۸
۱۴۰ بیع و رہن کی ایک صورت	۱۰۹
۱۴۵ رہن کی واپسی ورثائے را، رہن کے لئے	۱۱۰

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی الترکة وتصرف الميت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

۱۴۷ اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا	۱۱۱
۱۴۹ مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت	۱۱۲
۱۵۰ مالی شرکت کی وراثت	۱۱۳
۱۵۲ کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟	۱۱۴
۱۵۲ مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟	۱۱۵
۱۵۳ ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق	۱۱۶
۱۵۴ اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا	۱۱۷
۱۵۶ اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟	۱۱۸
۱۵۶ غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا	۱۱۹
۱۵۸ جائیداد میکرو اپسی	۱۲۰

الفصل الثاني فی ما يتعلّق ببدن الميت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

۱۶۰ میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم	۱۲۱
-----	--------------------------------------	-----

۱۶۲ قرضہ میت کون ادا کرے؟	۱۲۲
۱۶۲ باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۱۲۳
۱۶۲ مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا	۱۲۴
۱۶۵ میت پر دعائے دین	۱۲۵
۱۶۶ ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت	۱۲۶
۱۷۲ ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۱۲۷
۱۷۲ دین مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر	۱۲۸
۱۷۳ ودیعت کاروپیہ وفات مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا	۱۲۹
۱۷۷ میت کی امانت ورثاء کو دی جائے	۱۳۰
۱۷۸ میت کا مہربیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۱۳۱

الفصل الثالث فی وصیة المیت و إقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

۱۸۱ وصیت بحالت سکرات	۱۳۲
۱۸۳ وارث کے لئے وصیت	۱۳۳
۱۸۳ وصیت بحق وارث	۱۳۴
۱۸۶ وارث کے حق میں وصیت	۱۳۵
۱۸۸ پچاڑ اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت	۱۳۶
۱۹۰ لڑکی کے حق میں وصیت	۱۳۷
۱۹۲ لڑکی کے لئے وصیت یا یہہ	۱۳۸
۱۹۵ وارث اور جنہی کے لئے وصیت	۱۳۹
۲۰۲ وارث کے حق میں وصیت	۱۴۰
۲۰۳ أيضاً	۱۴۱
۲۰۸ بجانب، بمحیج، پھوپھی، قربانی اور ایصال ثواب کے لئے وصیت کرنا	۱۴۲

۲۱۰	بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ.....	۱۳۳
۲۱۲	وصیت ایک تھائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے.....	۱۳۴
۲۱۶	وصیت ایک تھائی میں.....	۱۳۵
۲۱۷	وصیت اور تقسیم ترکہ.....	۱۳۶
۲۱۹	مال وصیت کے بارے میں اختلاف.....	۱۳۷
۲۲۰	میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ.....	۱۳۸
۲۲۳	وصیت پورا کرنے کی ایک صورت.....	۱۳۹
۲۲۲	قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟.....	۱۵۰
۲۲۵	وصی اور وارث میں اختلاف.....	۱۵۱
۲۲۹	بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت.....	۱۵۲
۲۳۱	کنوں کھداونے کے لئے سوروپے کی وصیت.....	۱۵۳
۲۳۲	والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن و فن میں شریک نہ ہو.....	۱۵۴
۲۳۵	مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار.....	۱۵۵
۲۳۶	عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟.....	۱۵۶
الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه		
(استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)		
۲۳۷	حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے.....	۱۵۷
۲۳۸	حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا.....	۱۵۸
۲۳۹	حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی.....	۱۵۹
۲۴۱	پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟.....	۱۶۰
۲۴۶	پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟.....	۱۶۱
۲۴۸	مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقايا تاخواہ کا مستحق اس کا بردالٹر کا ہوگا یا سب اولاد؟.....	۱۶۲

۲۵۰	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۱۶۳
۲۵۱	خصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی	۱۶۴
۲۵۲	دادا اور مریبی کے مال میں حق	۱۶۵
۲۵۵	غائب غیر مفقود کا حصہ وراثت	۱۶۶
۲۵۶	گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی	۱۶۷
۲۵۷	کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟	۱۶۸
۲۵۹	ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے	۱۶۹
۲۶۰	بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟	۱۷۰
۲۶۱	کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے؟	۱۷۱
۲۶۳	سوال متعلق استفتائے بالا	۱۷۲
۲۶۵	دین مہر کی وراثت	۱۷۳
۲۶۶	جہیز، مہر، وراثت	۱۷۴
۲۶۹	متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا	۱۷۵
۲۷۱	بیوی کے انتقال کے بعد ادا بیگنی مہر کی صورت	۱۷۶
۲۷۲	وفات شوہر پر مطالبہ مہر اور حصہ میراث	۱۷۷
۲۷۳	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا	۱۷۸
۲۷۶	کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟	۱۷۹
۲۷۷	کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو ہبہ میں برابری اور ان کے حصے	۱۸۰
۲۷۹	عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں	۱۸۱
۲۷۹	داماد وارث نہیں	۱۸۲
۲۸۰	حق وراثت جبراً وصول کرنا	۱۸۳
۲۸۱	دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا	۱۸۴
۲۸۳	والد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق	۱۸۵

۲۸۳	مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا.....	۱۸۶
۲۸۵	باپ کی جائیداد پر بردستی قبضہ کرنا.....	۱۸۷
۲۸۶	غیر کفو میں نکاح اور مکانِ مورث پر قبضہ.....	۱۸۸
۲۸۸	متوفی کی زمین کو صرف نام کر دینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے.....	۱۸۹

الفصل الخامس فی موائع الارث

(موائع ارث کا بیان)

۲۹۱	کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟.....	۱۹۰
۲۹۲	کیا مرتدہ وراثت کا حق دار ہے؟.....	۱۹۱
۲۹۶	جوعورت قادریانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟.....	۱۹۲

الفصل السادس فی التصرف فی الترکة

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

۲۹۸	میراث میں بعض ورثاء کا تصرف.....	۱۹۳
۳۰۷	ادائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا.....	۱۹۴
۳۰۹	ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟.....	۱۹۵
۳۱۰	ترکہ مشترک سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ.....	۱۹۶
۳۱۱	میت کا زمین پیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف.....	۱۹۷
۳۱۲	مشترکہ موروث جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا.....	۱۹۸
۳۲۱	مال موروث مشترک سے صدقہ دینا.....	۱۹۹
۳۲۲	مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت.....	۲۰۰
۳۲۲	ترکہ میت سے ضیافت والیصال ثواب.....	۲۰۱
۳۲۵	بھیجوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا.....	۲۰۲
۳۲۷	موت زوج کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ.....	۲۰۳

۳۲۸ دوسرے کی ملک و راثت کو وقف کرنا	۲۰۴
۳۲۹ بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں	۲۰۵
۳۳۰ اگر کسی وارث کے متعلق اندریشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے گا	۲۰۶
۳۳۲ مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا	۲۰۷
۳۳۳ شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاح ثانی، غیر ملوك مکان کی بیع اور وقف	۲۰۸

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام

(مال حرام میں وراثت کا بیان)

۳۳۸ مال حرام میں وراثت	۲۰۹
۳۳۹ ترکہ حرام کا حکم	۲۱۰
۳۴۰ مال حرام ورثاء کیلئے	۲۱۱
۳۴۱ نشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث	۲۱۲
۳۴۲ جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم	۲۱۳
۳۴۳ ناجائز میراث میں حصہ	۲۱۴
۳۴۴ مورث کا حرام مال وارث کے لئے	۲۱۵

الفصل الثامن فی ذوی الفرض

(ذوی الفرض کا بیان)

۳۴۶ لڑکی کا حصہ میراث	۲۱۶
۳۴۷ لڑکی کا والدکی میراث میں حصہ	۲۱۷
۳۴۸ بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ	۲۱۸
۳۴۹ زوجہ اور ہمیشہ کو میراث	۲۱۹
۳۵۱ بیوی اور بھانجہ میں تقسیم وراثت	۲۲۰

۳۵۳	ورثاء میں زوجہ، دو بیٹاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیمِ میراث.....	۲۲۱
۳۵۴	ورثہ میں بہن اور بیوی کا پچاہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟.....	۲۲۲
۳۵۶	بہن اور پچاہ کا حصہ میراث.....	۲۲۳
۳۵۷	بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث.....	۲۲۴
۳۵۸	زوج، ام، حقیقی بہن اور پچاہ کے درمیان تقسیمِ میراث.....	۲۲۵
۳۵۹	ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاقی بہن ہو تو تقسیم میراث.....	۲۲۶
۳۶۱	تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ.....	۲۲۷
۳۶۲	تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ میراث.....	۲۲۸
۳۶۵	ایک بیٹی اور تین بیٹیوں میں تقسیمِ میراث.....	۲۲۹
۳۶۷	دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیمِ میراث.....	۲۳۰
۳۶۹	ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیم ترکہ.....	۲۳۱
۳۷۱	نانی کو میراث.....	۲۳۲
۳۷۲	بعض ورثاء کو کچھ دیکھ فارغ کر دینا.....	۲۳۳
۳۷۳	تقسیمِ میراث کی ایک صورت.....	۲۳۴
۳۷۵	سو تیلے بیٹی کی موهوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟.....	۲۳۵
۳۷۷	مناسخہ کی ایک صورت کا حکم.....	۲۳۶
۳۷۹	مناسخہ کی ایک صورت.....	۲۳۷
۳۸۲	ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیم و راثت.....	۲۳۸
۳۸۳	شوہر اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ.....	۲۳۹
۳۸۴	باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم.....	۲۴۰
۳۸۸	صورتِ عائلہ میں باپ کا حصہ.....	۲۴۱
۳۸۹	تقسیمِ میراث کی ایک صورت.....	۲۴۲
۳۹۲	بلا ضابطہ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت.....	۲۴۳

۳۹۴	بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ.....	۲۲۳
۳۹۵	فرائض اور تعین ترکہ.....	۲۲۵
۳۹۷	رو علی الروجین اور ابن و بنت متعلق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب.....	۲۲۶
۴۰۰	توريث اخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب.....	۲۲۷
۴۰۲	مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا.....	۲۲۸
۴۰۲	پیشن اور گریجوئی فنڈ میں میراث کا حکم.....	۲۲۹
۴۰۲	بیمه فنڈ میں میراث کا حکم.....	۲۵۰
۴۰۲	پیشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق.....	۲۵۱
۴۰۲	میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق.....	۲۵۲
۴۰۲	بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق.....	۲۵۳
۴۰۳	سامان آرائش میں وراثت.....	۲۵۳
۴۰۳	دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پرمیت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ.....	۲۵۵
۴۰۷	فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوادیتا.....	۲۵۶
۴۰۹	جاسیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم.....	۲۵۷
۴۱۲	جاسیداد اور وراثت.....	۲۵۸
۴۱۷	بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی اڑکی کے لئے وصیت.....	۲۵۹
۴۱۸	ترکہ سے نفقہ، عدالت وفات اور خرچ، رضاعت کا ثنا اور تقسیم ترکہ.....	۲۶۰
الفصل التاسع فی العصبات و ذوی الأرحام و توريث الحمل		
(عصبات، ذوی الارحام اور توريث حمل کا بیان)		
۴۲۰	عصبات کی انتہا کیا دادا کے چپا تک ہے؟.....	۲۶۱
۴۲۱	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟.....	۲۶۲

۳۲۳	چوتھی پشت کا عصبه بھی وارث ہے.....	۲۶۳
۳۲۴	عینی مقدم ہے علائی پر.....	۲۶۴
۳۲۵	علائی بھتیجا، عینی کی موجودگی میں وارث نہیں.....	۲۶۵
۳۲۶	عینی بھائی کی موجودگی میں علائی بھائی کو کچھ نہیں ملتا.....	۲۶۶
۳۲۸	علائی بہن اور پچازاد بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ.....	۲۶۷
۳۲۹	بھتیجوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم.....	۲۶۸
۳۳۰	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث.....	۲۶۹
۳۳۱	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ.....	۲۷۰
۳۳۳	سوال متعلق استفتاء بالا.....	۲۷۱
۳۳۴	عصبه کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت.....	۲۷۲
۳۳۸	میراث ذوی الارحام.....	۲۷۳
۳۴۰	ذوی الارحام کا مسئلہ.....	۲۷۴
۳۴۱	ذوی الارحام کی حد بندی.....	۲۷۵
۳۴۲	بیوہ، علائی بھتیجا اور حقیقی بھانجیوں میں تقسیم ترکہ.....	۲۷۶
۳۴۳	بیوہ، حقیقی مامانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ.....	۲۷۷
۳۴۷	ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت.....	۲۷۸
۳۵۱	پچانے بھتیجا کی پروش کی، کیا پچانے کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے؟.....	۲۷۹
۳۵۳	توریٹِ حمل کی ایک صورت.....	۲۸۰
۳۵۶	طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟.....	۲۸۱
۳۵۷	توریٹِ حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات.....	۲۸۲
۳۵۸	سوال متعلق استفتاء بالا.....	۲۸۳
۳۶۱	الیضاً.....	۲۸۴

۳۶۳

الیضا.....

۲۸۵

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

۳۶۴

۲۸۶

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

۳۶۵

۲۸۷

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں.....

۳۶۶

۲۸۸

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

۳۶۷

۲۸۹

بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں.....

۳۶۸

۲۹۰

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں.....

۳۶۹

۲۹۱

عقدِ ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا.....

۳۷۰

۲۹۲

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟.....

۳۷۱

۲۹۳

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق وراثت.....

۳۷۲

۲۹۴

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث.....

۳۷۳

۲۹۵

پوتا وارث کیوں نہیں؟.....

۳۷۴

۲۹۶

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا.....

۳۷۵

۲۹۷

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا.....

۳۷۶

۲۹۸

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالتِ مرض لڑکے کو جائیداد دینا.....

۳۷۷

۲۹۹

جائیداد بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا.....

۳۷۸

۳۰۰

باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں.....

۳۷۹

۳۰۱

لے پا لک بنانا.....

۳۸۰

۳۰۲

حج بدلت اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا.....

۳۸۱

۳۰۳

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا.....

۳۸۲

۳۰۴

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا.....

۳۸۳

۳۰۵

نافرمان اولاد کو عاق کرنا.....

۳۹۱	ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا.....	۳۰۶
۳۹۲	بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورشائے شوہر کا دعوائے طلاق.....	۳۰۷

الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

۳۹۵	نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟.....	۳۰۸
۳۹۶	سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟.....	۳۰۹
۳۹۷	کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟.....	۳۱۰
۳۹۸	ولی عہد بنانا.....	۳۱۱
۳۹۹	بھائی کے وعدے.....	۳۱۲
۴۰۰	اگر سوال شیعہ سنی کے توارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟.....	۳۱۳
۴۰۲	شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف.....	۳۱۴
۴۰۳	کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟.....	۳۱۵
۴۰۴	فرائض کے قواعد.....	۳۱۶

بَابُ

رسالہ آسان فرائض

۵۱۱	علم الفرائض کی فضیلت.....	۳۱۷
۵۱۲	اصطلاحات فرائض کی وضاحت.....	۳۱۸
۵۱۳	ترکہ میت میں حقوق واجبہ.....	۳۱۹
۵۱۴	وراثہ کی قسمیں.....	۳۲۰
۵۱۵	حصہ معینہ کی قسمیں.....	۳۲۱

فصلٌ فی ذوی الفروض

۵۱۵	ذوی الفروض کی اقسام.....	۳۲۲
-----	--------------------------	-----

۵۱۵	ذکور کے حالات.....	۳۲۳
۵۱۵	آب کے حالات.....	۳۲۴
۵۱۶	جد کے حالات.....	۳۲۵
۵۱۶	ابن الام کے احوال.....	۳۲۶
۵۱۷	زوج کے احوال.....	۳۲۷
۵۱۷	اناث کے حالات.....	۳۲۸
۵۱۷	زوجہ کے احوال.....	۳۲۹
۵۱۷	بنت کے احوال.....	۳۳۰
۵۱۸	بنت الابن کے حالات.....	۳۳۱
۵۱۸	اخت عینی کے حالات.....	۳۳۲
۵۱۸	اخت علائی کے احوال.....	۳۳۳
۵۱۹	اخت اخیانی کے احوال.....	۳۳۴
۵۱۹	ام کے حالات.....	۳۳۵
۵۲۰	جده کے حالات.....	۳۳۶
فصل فی العَصَبَةِ		
۵۲۰	عصبات کی قسمیں.....	۳۳۷
فصل فی الحِجْبِ وَالْحِرْمَانِ		
۵۲۲	حجب.....	۳۳۸
۵۲۳	حرمان.....	۳۳۹
فصل فی مُخَارِجِ ذُوِّ الْفَرْوَضِ		
۵۲۳	مخارج فروض.....	۳۴۰

بَابُ فِي الْعُول

۵۲۷	چھ کا عول	۳۲۱
۵۲۸	بارہ کا عول	۳۲۲
۵۲۹	چوپیس کا عول	۳۲۳

بَابُ الرَّد

۵۳۱	مسائل رد	۳۲۴
۵۳۱	رد کی قسم اول	۳۲۵
۵۳۲	رد کی قسم ثانی	۳۲۶

فصلٌ فِي التَّمَاثِلِ وَالتَّدَاخِلِ وَالتَّوَافِقِ وَالتَّبَاعِينَ

۵۳۸	معرفت نسبت کا طریقہ	۳۲۷
-----	---------------------	-----

فصلٌ فِي التَّصْحِيحِ

بَابُ الْمَنَاسِخَة



بقیة کتاب الحظر والإباحة

باب ما يتعلق بالجنتات

(جنتات کا بیان)

انسان افضل ہے یا جنات

سوال [۹۵۶۹]: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّاً وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱) کیا جن انسان سے افضل ہیں، کیونکہ جن کو اول ذکر کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

انسان کو اللہ پاک نے جنات سے اشرف و اکرم بنایا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر (۲)، شرح عقائد وغیرہ میں ہے (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۸۸۵۔

(۱) سورۃ الذریت: ۵۲

(۲) ”أَمَا الْمَكْلُوفُونَ فَهُمْ أَرْبَعَةُ أَنْوَاعٍ: الْمَلَائِكَةُ وَالْإِنْسَانُ وَالْجِنُّ وَالشَّيَاطِينُ. وَلَا شُكَّ أَنَّ الْإِنْسَانَ أَفْضَلُ مِنَ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِينَ“۔ (التفسیر الكبير، [سورة البقرة: ۳۲]، ۲۲۲/۲، دارالكتب العلمیہ طهران)

(۳) شرح عقائد میں یہ بات صراحتہ مذکور نہیں ہے، البتہ ”وَعَامَةُ الْبَشَرِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الْمَلَائِكَةِ“ سے دلالۃ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان جب ملائکہ سے افضل ہے تو جنات سے توبطريق اولیٰ افضل ہوگا، راجع: (شرح العقائد، ص: ۷۷، قدیمی)

”وَجَعَلَ الطَّيْبَيِّ “من“ بِيَانَةً كَمَا فِي قَوْلِكَ: بِذَلِكَ لَهُ الْعَرِيضُ مِنْ جَاهِي: أَىٰ فَضْلُنَا هُمْ عَلَى الْكَثِيرِينَ الَّذِينَ خَلَقْنَا هُمْ مِنْ ذُوِّ الْعُقُولِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنْ ”من“ وَهُمْ مُنْحَصِرُونَ فِي الْمَلَكِ وَالْجِنِّ وَالْبَشَرِ: فَحِيثُ خَرَجَ الْبَشَرُ؛ لَأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَفْضُلُ عَلَى نَفْسِهِ، بَقِيَ الْمَلَكُ وَالْجِنُّ، فَيَكُونُ المراد بِبِيَانِ تفضیلِ الْبَشَرِ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا، وَهُوَ الَّذِي يَقْنَصِيهِ مَقَامُ الْمَدْحُ“۔ (روح المعانی، [سورة الإسراء: ۷۰]: ۱۱۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ

سوال [۹۵۷۰]: جو انگشتی کے دیو کے پاس چلے جانے کا اور نبی اللہ کی شکل و صورت کو دیو وغیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو، شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ عقیدہ لغو اور غلط ہے، اس کو اپنے اس عقیدہ سے توبہ لازم ہے۔ علمائے اسلام نے تصریح کی ہے کہ کوئی شیطان کسی نبی کی شکل میں نہیں آ سکتا (۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنایا سکتا (۲)۔ اور محققین اور مفسرین نے جمیع انبیاء علیہم السلام کے متعلق تحریر کیا۔

(۱) ”یشیر إلى أن الله تعالى وإن أمكنه (أى الشيطان) من التصور في أي صورة أراه، فإنه لم يمكنه من التصور في صورة النبي صلی الله تعالى عليه وسلم، الخ“۔ (فتح الباری، کتاب التعبیر، باب من رأى النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام : ۱۲، ۳۸۶، ۳۸۷، دار المعرفة بیروت)

”ولا يتمثل الشيطان بي“: أي، لا يحصل له مثال صورتي ولا يتشبه بي. قالوا: كما منع الله الشيطان أن يتصور بصورته في اليقظة، كذلك منعه في المنام لئلا يشتبه الحق بالباطل۔ (عمدة القاري، کتاب التعبیر، باب من رأى النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام : ۲۳، ۲۱۰، دار الكتب العلمية بیروت)

”فإن الشيطان لا يتمثل بي“: أي لا يستطيع أن يتصور بشكلي الصوري، وإن فهو بعيد عن التمثال المعنوي۔ (جمع الوسائل في شرح الشمائی للملاء علي القاري، باب ما جاء في رؤية صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام : ۲۹۱ / ۲، اداره تالیفات اشرفیہ)

”قال القاضی رحمه الله تعالیٰ: قال بعض العلماء: خص الله تعالیٰ النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم بأن رؤیة الناس إیاھ صحيحة و كلها صدق، و منع الشیطان أن يتصور في خلقته لئلا يکذب على لسانه في النوم كما خرق الله تعالیٰ العادة للأنبیاء علیهم السلام بالمعجزة، و كما استحال أن يتصور الشیطان في صورته في اليقظة، ولو وقع، لاشتبه الحق بالباطل و لم یوثق بما جاء به مخافاة من هذا التصور، فحـماها الله تعالیٰ من الشیطان و نزغـه و وسـوستـه وإـلـقـائـه و كـيـدـه، قال: و كـذا حـمى رؤـیـتـهم بـأنـفـسـهـم“۔ (شرح النـوـوى عـلـى الصـحـيـح لـمـسـلـم، کـتـاب الرـؤـیـا: ۲۲۳ / ۲، قدیمی)

(۲) ”أن أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم يقول: “من رأى في

ہے کہ شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آ سکے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا

سوال [۹۵۷۱]: کیا شیطان و جنات دوسری مخلوق بالخصوص انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر ہو سکتے ہیں حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱ھ / ۲/۶۔

دیوکا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال [۹۵۷۲]: مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلاء وغیرہ اپنی
انگشتی خادم کو دے جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک دیو سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتی خادم سے لے کر

= المنام فسیرانی فی اليقظة، ولا يتمثل الشیطان بی۔ (صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب: من رأى
البی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام : ۲/۳۵۰، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قال: “تسموا باسمی
ولاتكتنوا بكنیتی، ومن رأی فی المنام فقد رأی، فإن الشیطان لا يتمثل فی صورتی”。 (صحیح
البخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم : ۱/۲۱، قدیمی)

”عن عبد الله رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم قال: “ومن رأی فی
المنام فقد رأی، فإن الشیطان لا يتمثل بی”。 (جامع الترمذی، أبواب الرؤیا، باب ما جاء فی قول النبي
صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم: ”من رأی فی المنام فقد رأی“: ۲/۵۳، سعید)

(والصحیح لمسلم، کتاب الرؤیا: ۲/۲۲، قدیمی)

(۱) ”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: إن الشیطان يتمثل فی صورة الرجل، فيأتی القوم
فيحدثهم بالكذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدری ما
اسمه يحدّث”。 (مشکوٰۃ المصایب، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، ص: ۱۲، قدیمی)

(وکذا فی آکام الرجال، ص: ۱۸، الباب السادس، مکتبہ خیر کشیر کراچی)

تخت شاہی پر جا بیٹھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان نہیں ہیں، وہ تو انگلشتری لے گئے۔ اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے۔ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ نبی اللہ کی شکل و صورت کوئی جن وغیرہ بناسکتا ہے یا نہیں؟ اگر بناسکتا ہے تو تبلیغِ احکام کیسے ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف تفسیر مدارک، تفسیر معالم التزیل، قاضی عیاض وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے (۱)، امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زور شور سے اس قصہ پر

(۱) ”قوله تعالى: ﴿ولقد فتنا سليمان﴾ وهذا ونحوه مما لا يأس به، وأما ما يروى من حديث الخاتم والشياطين وعبادة الوثن في بيت سليمان فأخبر أصف سليمان بذلك، فكسر الصورة وعاقب المرأة، ثم خرج وحده إلى فلأة، وفرش له الرماد، فجلس عليه تائباً إلى الله متضرعاً . وكانت له أم ولد، يقال لها: أمينة، إذا دخل للطهارة أو لإصابة امرأة وضع خاتمه عندها، وكان ملکہ فی خاتمه، فوضعه عندها يوماً، وأتاهها الشيطان صاحب البحر وهو الذي دلَّ سليمان على الماء حين أمر ببناء بيت المقدس، وأسمه ضحر على صورة سليمان فقال: يا أمينة! خاتمي، فتحتم به وجلس على كرسى سليمان، وعكفت عليه الطير والجن والإنس، وغير سليمان عن هيئته، فأتى أمينة لطلب الخاتم، فأنكرته وطردته، فعرف أن الخطيبة قد أدركته، فكان يدور على البيوت يتکفف، فإذا قال: أنا سليمان حثوا عليه التراب وسبوه . ثم عمد إلى السماسکين ينقل لهم السمک، فيعطونه كل يوم سمکتين، فمكث على ذلك أربعين صباحاً عدد ماعبد الوثن في بيته، فأنكر آصف وعظماء بنى إسرائيل حکم الشیطان“.

وسائل آصف نساء سليمان، فقلن: ما يدع امرأة منها في دمها ولا يغسل من جنابه، وقيل: بل نقد حکمه في كل شيء إلا فيهن، ثم طار الشیطان، وقدف الخاتم في البحر، فابتلعه سمكة ووقدت السمكة في يد سليمان، فبقر بطنها، فإذا هو بالخاتم، فتحتم به ووقع ساجداً، ورجع إليه ملکہ وجاب صخرة لصخر، فجعله فيها وسد عليه بأخرى، ثم أوثقهما بالحديد والرصاص، وقدفه في البحر.

وقيل: لما افتن، كان يسقط الخاتم من يده لا يتماسك فيها، فقال له آصف: إنك المفتون بذنبك، والخاتم لا يقر في يدك، فتب إلى الله عزوجل . ولقد أبى العلماء المتفنون قبوله، وقالوا: هذا من أباطيل اليهود، والشياطين لا يمكنون من مثل هذه الأفاعيل ، وتسلط الله إياهم على عباده حتى يقعوا في تغيير الأحكام وعلى نساء الأنبياء حتى يفجروا بهن“ . (تفسیر الكشاف، (سورة ص: ۳۲): =

اشکالات کئے ہیں (۱)۔ اصولاً بھی یہ قصہ غلط ہے، کیونکہ اس صورت میں تبلیغی احکام میں بہت کچھ خلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جوانبیاء علیہم السلام۔ جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وہ واقعۃ نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی دیو اور شیطان ان کی صورت بنا کر آگیا وغیرہ وغیرہ۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ۹۳، ۹۳، دارالکتاب العربي بيروت)

(وكذا في تفسير المدارك (سورة ص: ۳۲) : ۲/۲۳۷، قديمي)

(وكذا في تفسير البغوي المسمى معالم التنزيل، (سورة ص: ۳۲) : ۲۲/۲۲ - ۲۳، اداره تاليفات اشرفیہ، ملتان)

(۱) ”واعلم أن أهل التحقيق استبعدوا هذا الكلام من وجوه: الأول أن الشيطان لو قدر على أن يشتبه بالصورة والخلقة بالأنبياء، فحينئذ لا يبقى اعتماد على شيء من الشرائع، فعلل هؤلاء الذين رآهم الناس في صورة محمد وعيسى وموسى عليهم السلام ما كانوا أو لئن بل كانوا شياطين تشبهوا بهم في الصورة لأجل الإغواء والإضلal، ومعلوم أن ذلك يبطل الدين بالكلية.

الثانی: أن الشيطان لو قدر على أن يعامل نبی اللہ سلیمان بمثل هذه المعاملة، لوجب أن يقدر على مثلها مع جميع العلماء والزهاد، وحينئذ وجب أن يقتلهم، وأن يمزق تصانيفهم، وأن يخرب ديارهم، ولما بطل ذلك في حق آحاد العلماء، فلأن يبطل مثله في حق أکابر الأنبياء أولی.

والثالث: كيف يليق بحكمة الله وإحسانه أن يسلط الشيطان على أزواج سلیمان؟ ولاشك أنه قبيح.

الرابع: لو قلنا: إن سلیمان أذن لتلك المرأة في عبادة تلك الصورة، فهذا كفر منه، وإن لم يأذن فيه ألبته، فالذنب على تلك المرأة، فكيف يؤخذ اللہ سلیمان بفعل لم يصدر عنه؟ فأما الوجه التي ذكرها أهل التحقيق في هذا الباب فأشياء: الأول: أن فتنة سلیمان أنه ولدله ابن، فقالت الشياطين: إن عاش صار مسلطاً علينا مثل أبيه، فسببنا أن نقتله، فعلم سلیمان ذلك، فكان يربيه في السحاب في بينما هو مشتغل بمهماته إذا ألقى ذلك الولد ميتاً على كرسيه، فتبته على خطيبته في أنه لم يتوكل فيه على الله فاستغفر له وأناب الخ۔ (التفسیر الكبير للإمام الفخر الرازی)، (سورة ص: ۳۲) :

۲۰۸/۲۶، دارالكتب العلمية طهران)

جنت اور شیاطین انسان کو ستاسکتے ہیں یا نہیں؟

سوال [۹۵۷۳]: زید کی بیوی بہت پریشان ہے، وہ اکثر کہا کرتی ہے کہ میں جنات میں سے ہوں۔ کیا دراصل جنات اور شیطان انسانوں کو لگتے ہیں؟ شریعتِ مطہرہ میں کہیں اس قسم کی کوئی چیز آئی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

انسان میں جن اور شیطان کا داخل ہو جانا ممکن ہے: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الْأَنْسَانُ مِنْ كُلِّ أَنْوَارٍ". الحدیث. بخاری شریف (۱)۔ آکام المرجان فی أحكام الجن میں اس کی تفصیل مردوی ہے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹۔

(۱) الحدیث بتمامہ: "عن علی بن حسین عن صفیة بنت حبیب رضی الله تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم معتکفاً فاتیته ازورہ لیلاً فحدثہ ثم قمت، فانقلبت فقام معی لیقلبني، وکان مسکنها فی دارِ اسامة بن زید، فمرّ رجلان من الانصار، فلما رأیا النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم أسرعاً، فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم: "علی رسلکما إنّها صفیة بنت حبیب". ف قالا: سبحان الله، يا رسول الله! فقال: "إنَّ الشَّيْطَانَ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الْأَنْسَانُ مِنْ كُلِّ أَنْوَارٍ". (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده: ۱/۳۶۳، قدیمی)

قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ الله تعالیٰ: "إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لِلنَّشِيطَانِ قُوَّةً عَلَى التَّوْصِلِ إِلَى بَاطِنِ الْإِنْسَانِ". وقيل: ورد على سبيل الاستعارة: أى أنَّ وسنته تصل في مسام البدن مثل جري الدم من البدن". (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده: ۱/۳۶۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه يستحب لمن رأی خالیاً بامرأة، الخ : ۲/۲۱۶، قدیمی)

(۲) "و ذکر أبوالحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الجن تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالى: ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخطبه الشيطان من المس﴾ الآية. قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: قلت لأبي: إن قوماً يقولون: إن الجن لا تدخل في بدن الإنس. قال: يا بُنْيَ! يكذبون، هوذا يتکلم على لسانه". (آکام المرجان فی غرائب الأخبار وأحكام =

جن کا مختلف صورتوں میں آنا

سوال [۹۵۷۲]: جن عورت میں آ سکتا ہے یا نہیں اور بیل وغیرہ بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً:

آ سکتا ہے (۱) بیل وغیرہ بھی بن سکتا ہے (۲)۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

= الجن، بيان دخول الجن في بدن المتصروع :ص: ۱۰ مكتبه خير كثير كراچي)

”تصريف جن وشياطين در بدن آدمی یعنی در روح هوائی وتسمية او که حامل قوی است، و آنرا بصرع الجن در عربی می نامند، و باسیب و خبط در عرف تعبیر میکنند، نزد اهل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است، چنانچہ در تفسیر نیشاپوری وغیرہ در آیت: ﴿يَخْبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِ﴾ مذکور است: ”وأكثُرُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنَّ الشَّيْطَانَ قَادِرٌ عَلَى الصرعِ والقتلِ والإيذاء بتقدير الله تعالى“.

(فتاویٰ عزیزی : ۱۱۲ ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوبی)

(وكذا في مجموعة الفتاوى (اردو)، ص: ۹۱۳ / ۱، سعید)

(۱) (تقدیم تحریجه تحت المسئلة السابقة آفناً)

(۲) ”لا شک أن الجن يتظرون و يتشكلون في صور الإنس والبهائم، فيتصورون في صور الحيات والعقارب، وفي صورة الإبل والبقر والغنم والخيل والبغال والحمير، وفي صور الطير، وفي صور بني آدم، كما أتى الشيطان قريشاً في صورة سراقة بن مالك بن جعشن لما أرادوا الخروج إلى بدر“.
آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجن، الباب السادس في بيان تطور الجن وتكلفهم في صور شتى: ص: ۱۸ ، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

”زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرف وتأثير في الأجسام العنصرية من غير تعلق بها تعلق النفوس البشرية بأبدانها“. (شرح المقاصد، الفصل الثاني في العقل، المبحث الثالث في الملائكة والجن والشياطين: ۲۹۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

”وأما من ادعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صورٍ شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم في الصور“ . (فتح الباري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الجن وثوابهم وعقابهم : ۳۲۳/۶، قدیمی)

مزارات پر جنات کا آنا

سوال [۹۵۷۵]: ہمارے گاؤں میں غیر مسلم لوگوں کے دو تین منڈھ یعنی مزار ہیں، جن پر عقیدہ ہے کہ یہ سب کی سنتے ہیں۔ ہر سال میلہ بھی لگتا ہے، کافی دور سے لوگ آ کر منت مانگتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اکھاڑہ ہوتا ہے (۱)، بھگتوں پر ان کی روح آ جاتی ہے (۲)، باقاعدہ بیان ہوتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں، بیکاریاں بھی دور کی جاتی ہیں اور کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھگت لوگ جو بے قابو ہو کر مدھوش شکل میں جب کہ آواز بھی بدلت جاتی ہے اور طرح طرح کی باتیں غیبی بھی بتلاتے ہیں۔ کیا یہ شیطانی نصرت ہے یا کہ جنات کا فعل ہے، یا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ ان کی روح سوار ہوتی ہے جن کے اوپر یہ اثر ہوتا ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد وہ پھر انسانیت پر آ جاتا ہے، جب وہ اکھاڑہ ہوتا ہے جب تھی ان پر یہ اثر ہوتا ہے، دیر ہو جانے پر وہ بھگت لوگ ان منڈھ میں جاتے ہیں، وہیں سے اثر شروع ہوتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی اصل کیا ہے؟

کافی تجرب بھی ہوتا ہے، کافی لوگوں کے عقیدے بھی خراب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان منڈھوں کی طرف منہ کر کے پائخانہ پیش اب بھی نہیں کرتے، یہ بھی عقیدہ ہے کہ منت مانے پر پوری ہوتی ہے۔ ان کے خاص عام بھگتوں پر یہ روح سوار ہوتی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس کی کیا اصل ہے؟ عنایت ہو گی تاکہ یہ اشکال دور ہو۔

چند ساتھی کہتے ہیں کہ شیطانی نصرت ہے، اگر شیطانی ہے تو پھر استغفار، لا حول وغیرہ سے ایسا نہیں ہونا چاہیے، اگر جنات کا معاملہ ہے تو پھر دوسری بات ہے، اس لئے براہ کرم مفصل مطلع فرمائیں، عنایت ہو گی۔

(۱) ”اکھاڑہ: وہ جگہ جو کشتی لڑنے اور کسرت کرنے کے لئے بنائی گئی ہو، سادھوؤں کی منڈلی، تماشہ دکھانے والوں یا گانے بجانے والوں کی منڈلی، ناج رنگ کی محفل، حسینوں کا حکمگٹ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۸، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”بھگت: گنڈے تعویذ کرنے والا، بہوت پریت اتارنے والا، سازنہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۶، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

انسان کے جسم میں جنات گھس جاتے ہیں (۱) اور تماشے بناتے ہیں، ان کا مقصد تفریح ہے اور عقائد و اعمال کو خراب کرنا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے لگتے ہیں، ایسی جگہ سے دور رہنا چاہیے۔ غیر اللہ کی نذر ماننا معصیت بلکہ شرک ہے (۲)، کبھی ان کے

(۱) ”وَذَكْرُ أَبُو الْحَسْنِ الْأَشْعَرِي فِي مَقَالَاتِ أَهْلِ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ الْجِنَّةِ تَدْخُلُ فِي بَدْنِ الْمُصْرُوعِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَوَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُولُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَس﴾ الایة۔ (آکام المرجان فی غرائب الأخبار وأحكام الجنان، بیان دخول الجن فی بدن المصور، ص: ۷۰، مکتبہ خیر کثیر، کراچی)

”زعموا أن الجن جواهر مجرية، لها تصرف وتأثير في الأجسام العنصرية من غير تعلق بها تعلق النفوس البشرية بأبدانها“۔ (شرح المقاصد، الفصل الثاني في العقل، المبحث الثالث في الملائكة والجن والشياطين: ۳۹۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

”وأما من ادعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن يتطور على صورٍ شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأخبار بتطورهم في الصور“۔ (فتح الباري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الجن وثوابهم وعقابهم: ۳۲۳/۶، قديمي)

(۲) ”وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض أوله حاجة ضرورية، فيأتي بعض الصلحاء، فيجعل مبشره على رأسه فيقول: يا سيدى فلان! إن رد غائبى أو عوفى مريضى أو قضيت حاجتى، فلك من الذهب كذا، أو من الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء كذا، أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع، لوجوه منها: أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها: أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر“۔ (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۵۲۰/۲، رشیدیہ)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب ما يلزم الوفاء به، ص: ۲۹۳، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في النذر الذي يقع للإماءات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه: ۳۳۹/۲، سعید)

کاموں میں شرکت نہ کریں۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۵، ۸۸۔

الجواب صحیح، بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۵، ۸۸۔

جن اور پیر کا عورتوں پر آنا

سوال [۹۵۷۶]: ا..... یہ جو سما جاتا ہے کہ عورتوں کو جنات چھٹ جاتے ہیں اور ان سے برافع کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ نہیں؟

۲..... نیز پیر صاحب آکر بھی چھٹ جاتے ہیں، یہ بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جنات عورتوں کو مردوں کو بچوں کو چھٹ سکتے ہیں (۱) اور برافعل بھی کر سکتے ہیں (۲)۔

۲..... کوئی پیر صاحب یا بزرگ انتقال کے بعد کسی کو نہیں چھٹتے بلکہ جنات اور شیاطین آتے ہیں اور بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں (۳)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۲، ۸۹۔

(۱) ”من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”ما من بني آدم من مولود إلا نخسه الشيطان، فيستهل صارخاً من نحسه إياه، إلا مريم وابنها“۔ (آكام المرجان، ص: ۱۷۸، الباب الثالث بعد المائة، فی بیان حضور الشیطان المولود، مکتبہ خیر کثیر، آرام باغ، کراچی)

(۲) ”وعن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لو أن أحدكم إذا أراد أن يأتي أهله قال: بسم الله فإنه إن يقدر بينهما ولد في ذلك لم يضره الشيطان أبداً“.

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجْلَ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهِيَا أَنْ يَأْتِي الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَإِذَا أَتَاهَا، سَبَقَهُ إِلَيْهَا الشَّيْطَانُ، فَحَمَلَتْ“۔ (آكام المرجان، ص: ۱۷، الباب الرابع والثلاثون، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

(۳) ”عَنْ أَبْنَى مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لِيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ، فَيَأْتِي الْقَوْمَ =

جنت سے حمل

سوال [۹۵۷]: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنات کی صحبت سے بھی استقرارِ حمل ہو کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "هَلْ رَئِیْ فِیْكُمْ الْمُغَرَّبُونَ؟ قَلْتُ: وَمَا الْمُغَرَّبُونَ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَشْتَرِكُ فِيهِمُ الْجَنُّ" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۱۔

= فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدرى ما اسمه يحدّث". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۳۹، قديمي)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، ص: ۰۰، قديمي)

قال العلامة الملا على القارى رحمة الله تعالى: "وقوله: "المغربون" بتضليل الراء المكسورة: أى المبعدون، ولما كان للتبسيط معنى مجمل بهم، احتاجت إلى بيانها، فقالت: "قلت: وما المغربون" وقع السؤال عن الصفة أعني التغريب، ولذلك لم تقل: ومن المغربون، فأجاب: بأن التغريب الحقيقي المعتمد به اشتراك الجن "قال: الذين يشتركون فيهم الجن": أى في نطفهم، أو في أولادهم لتركهم ذكر الله عند الواقع، فيلوي الشيطان إحليله على إحليله، فيجامع معه. قال الله تعالى: ﴿وَشَارَكُوهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأُولَادِ﴾ فيجب على الإنسان في الحديث: "إذا خالط أمراته أن يقول: بسم الله، اللهم! جنينا الشيطان وجنب الشيطان مارزقنا" فإذا ترك هذا الدعاء أو التسمية شاركه الشيطان في الواقع، ويسمى هذا الولد مغرباً؛ لأنه دخل فيه عرق غريب، أو جاء من نسب بعيد. وقيل: أراد بمشاركة الجن فيهم أمرهم إياهم بالزناء، وتحسينه، لهم، فجاء أولادهم من غير رشده، ويحتمل أن يراد به من كان له قرین من الجن يلقى إليه الأخبار وأضاف الكهانة". (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۵۶۵) : ۸/۳۳۱، رشیدیہ)

(وكذا في آكام المرجان في غرائب الأخبار واحکام الجان، ص: مكتبة خير كراچی)

جماعِ جن سے استقر احمد

سوال [۹۵۷۸]: اگر جن لوگ کسی عورت سے صحبت کریں تو کیا اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمل ٹھہر سکتا ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره محمود غفرله۔

کیا آسمی اثر سے زبان گنگ ہو سکتی ہے؟

سوال [۹۵۷۹]: کیا جنات قوم میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ کسی انسان کی زبان بند کر دیں یا بہرا گونگا اندھا وغیرہ تصرفات کر دیں۔ ہمارے یہاں ایک نوجوان تدرست اور صحیح سالم ہے، لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ دن ورات میں کبھی ایک دو گھنٹہ اور کبھی تین چار گھنٹہ تک بولتا نہیں۔ اس کا بہت ہی زیادہ علاج کیا گیا لیکن فائدہ بالکل نظر نہیں آتا۔ یہاں پر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک جن عورت کا اثر ہے، تو ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں جنات قوم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی زبان بند کر دے یا کسی کو نابینا یا بہرا بنا دے۔ صحیح کیا ہے؟

(۱) ”هذا الباب في بيان المناكحة بين الإنس والجن، والكلام ها في مقامين: أحدهما في بيان إمكان ذلك ووقوعه، والثانى في بيان مشروعيته. أما الأول فنقول: نكاح الإنسى الجنية وعكسه ممكن، قال الشعابى: زعموا أن النكاح والتلاعچ قد يقعان بين الإنس والجن، قال الله تعالى: ﴿وَشَارَكُهُمْ فِي الأموال والأولاد﴾، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا جامع الرجل امرأته ولم يسم، انطوى الشيطان إلى إحليله فجامع معه“ . وقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهم: إذا أتى الرجل امرأته وهي حائض، سبقه الشيطان إليها، فحملت، ف جاءت بالمحنة“. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجن، الباب الموفي ثلاثة في بيان مناكحة الجن، ص: ۲۶، مكتبة خير خثير، آرام باغ کراچی)

”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال لى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : “هل رئى فيكم المغربون؟“ قلت: وما المغربون؟ قال: ”الذين يشترک فيهم الجن“ . (مشكوة المصايب، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، ص: ۲۹۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلياً:

جنتی تصرفات سے بھی اس قسم کے اثرات ہو سکتے ہیں (۱)۔ فقط اللہ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۶۔

جنتات کو جلانا

سوال [۹۵۸۰]: جنتات کو جلانے سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کیے جل سکتے ہیں؟ اور شرعاً یہ فعل عالمین کا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کسی اور تدبیر سے وہ پیچھانہ چھوڑیں بلکہ ستاتے ہی رہیں تو جلانا بھی درست ہے (۲)، انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی کا ذہنیاً مارنے سے چوتھی لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے مٹی کی چھٹت یاد یوار اور پر گرنے سے دب کر مر بھی جاتا ہے۔ اسی طرح جنتات کو آگ سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور آگ سے جل سکتا ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنتات کا عمل

سوال [۹۵۸۱]: مسیحی محمد قاسم پر ایک جن آتا ہے اور حالت نماز میں آکر پریشان کرتا ہے اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

(۱) "يَجُوزُ إِرَادَةُ الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ أَجْسَامٌ لَطِيفَةٌ قَادِرَةٌ بِأَقْدَارِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى كَمَالِ التَّصْرِيفِ ابْتِلَاءً لِلْبَشَرِ". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب فی الوسوسة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۲۸)؛ ۲۳۶، رشیدیہ)

"إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لِلشَّيْطَانَ قُوَّةً عَلَى التَّوْصِلِ إِلَى بَاطِنِ الْإِنْسَانِ". (فتح الباری، کتاب بدء الخلق:

۳۲۱/۶، قدیمی)

(۲) قال الشیخ التھانوی رحمہ اللہ: "بہتر ہے کہ اس تعویذ میں یہ عبارت لکھ دیں کہ: گرنے جائے تو جل جائے"۔ (امداد الفتاوی: ۸۸/۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

جنتات کی مالی اعانت

سوال [۹۵۸۲]: وہ جن محمد قاسم کی مالی اعانت بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو قبول کر سکتا

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کسی عامل سے اس کی ترکیب دریافت کی جائے، بندہ جنتات کا عامل نہیں۔

۲..... مالی اعانت قبول نہ کریں (۱)۔ فقط اللہ اعلم۔

حرہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۰۔

مرغ کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۳]: مرغ کی آواز سن کر کیا پڑھنا چاہیے اور اس کے بولنے کی کیا اعلامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغ اکثر جب بولتا ہے تب فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرنا چاہیے، کذا

(۱) کیونکہ اس رقم کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ جنتات نے کہاں سے حاصل کی، اور کس ذریعے سے حاصل کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ عملیات حاصل شدہ رقم کو حرام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

”دست غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنتات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو، وہاں سے اٹھا لاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے نکال لاتے ہیں، سواس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نو کر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جناب سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کسی کو انکار ہو سکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوئی؟

سوال تو اماکان سے دوسرے اختلافات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لا کیں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی سے نہیں لاتے ورنہ اور وہ کو لا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جریے لاتے ہیں تو کسی کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے اور اس تقریر سے تفسیر جنتات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آگیا۔ (عملیات و تعویذات اور اس کے شرعی احکام، دست غیب اور جنتات سے پیسے یا کوئی چیز منگانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فی المشکوہ، ص: ۲۹۳ (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

گدھا کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۲]: گدھے کا رینگنا اس کی کیا علت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شیطانی اثر ہے، اس وقت "أعوذ" پڑھنی چاہیے (۲)۔ فقط اللہ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى وسلم: "إذا سمعتم صيام الديكة فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً. وإذا سمعتم نهيق الحمار، فتغدووا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطاناً". (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شفیع الجبال:

۳۶۲، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الدُّكْر والدُّعاء والتُّوبَة والاستغفار، باب استحباب الدُّعاء عند صيام الديك: ۳۵۱، قدیمی)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى: "قوله: "فإنها رأت ملكاً" بفتح اللام، قال عياض: كان السبب فيه رجاء تأمين الملائكة على دعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالإخلاص، ويؤخذ منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبو داؤد وأحمد من حديث زيد بن خالد رفعه: "لاتسبوا الديك، فإنه يدعو إلى الصلوة". وعند البزار من هذا الوجه سبب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك وأن ديك صرخ فلעنه رجل، فقال ذلك.

قال الحليمي: يؤخذ منه أن كل من استفيد من الخير، لا ينبغي أن يسب ولا أن يستهان به، بل يكرم ويسهل إليه. قال: وليس معنى قوله: "فإنه يدعو إلى الصلوة". أن يقول: بصوته حقيقة صلوا أو حانت الصلوة، بل معناه: أن العادة جرت بأنه يصرخ عند طلوع الفجر، وعند الزوال فطرة فطره الله عليها".
(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتابع بها شفیع الجبال: ۳۳۲/۶، ۳۳۵، قدیمی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا سمعتم

گدھا کیوں بولتا ہے

سوال [۹۵۸۵] : جب گدھا ڈھینچتا ہے تو اس کی کیا علامت ہے، اور کیا پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب گدھا بولتا ہے تو شیطان رجیم سے پناہ مانگنی چاہیے، کیونکہ وہ عامۃ شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے، کذا فی المشکوہ، ص: ۱۳ (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ

سوال [۹۵۸۶] : تارے کا ٹوٹنا اور مرغ کے بولنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

شیطان کو دفع کرنے کے لئے انگاراما راجاتا ہے، جس کو تارا ٹوٹنا کہتے ہیں (۲)، مرغ کبھی تو ویسے ہی بولتا ہے، کبھی کسی فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= صیاح الديکة فسلوا الله من فضله، فإنها رأت ملکاً، وإذا سمعتم نهیق الحمار، فتعوذوا بالله من الشیطان الرجیم، فإنه رأى شیطاناً۔ متفق عليه۔ (مشکوہ المصابیح، کتاب أسماء الله تعالیٰ، باب الدعوات فی الأوقات، الفصل الأول، ص: ۲۱۳، قدیمی)

(۱) ”إذا سمعتم نهیق الحمار، فتعوذوا بالله من الشیطان الرحیم، فإنه رأى شیطاناً۔ متفق عليه۔“ (مشکوہ المصابیح، باب الدعوات فی الأوقات، ص: ۲۱۳، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِلَّا مَنْ خَطَفَ الْخَطْفَةَ فَأَتَبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ (سورة الصافات: ۱۰)

قال العلامۃ الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ تعالیٰ: ﴿يجد له شهاباً رصاداً﴾: ای یجد شهاباً راصداً لہ، ولأجلہ یصدہ عن الاستماع بالرجم، فـ ”رصاداً“ صفة ”شهاباً“ قیل: یجد له ذوی شهاب راصدین بالرجم، وهم الملائکۃ علیہم السلام، الذین یرجمونہم بالشہب ویمنعونہم من الاستماع۔ (روح المعانی، سورۃ الجن: ۹، ۸۷/۲۹، دار إحياء التراث العربي بیروت)

(۳) ”عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى وسلم قال: إذا سمعتم صیاح الديکة =

ہمزاد کیا ہے؟

سوال [۹۵۸]: کیا یہ صحیح ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جس کو ”ہمزاد“ کہتے ہیں، واقع میں شیطان پیدا ہوتا ہے، یا صرف لوگوں کی کہاوت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حدیث پاک میں موجود ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے (۱)، عوام اس کو ”ہمزاد“

= فسلوا اللہ من فضله، فإنها رأت ملکاً. وإذا سمعتم نهیق الحمار، فتعوذوا بالله من الشیطان؛ فإنها رأت شیطاناً۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شفف الجبال :

(۳۶۶، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الذکر والدعاة والتوبۃ والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صيام الديک: ۳۵۱/۲، قدیمی)

قال العلامہ الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قوله: ”فإنها رأت ملکاً“ بفتح

اللام، قال عیاض: کان السبب فيه رجاء تأمين الملائكة على دعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالإخلاص، ويؤخذ منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم. وصح ابن حبان. وأخرجه أبو داؤد وأحمد من حدیث زید بن خالد رفعه: ”لاتسبوا الديک، فإنه يدعوا إلى الصلة“. وعند البزار من هذا الوجه سبب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك وأن دیک صرخ فلعنه رجل، فقال ذلك.

قال الحلیمی: يؤخذ منه أن كل من استنجد من الخیر، لا ينبغي أن يسب ولا أن يستهان به، بل يکرم ویحسن إلیه. قال: وليس معنی قوله: ”فإنه يدعوا إلى الصلة“. أن يقول بصوته حقیقته: صلوا، أو حانت الصلة، بل معناه أن العادة جرت بأنه يصرخ عند طلوع الفجر، وعند الزوال فطرة فطره اللہ علیها“.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شفف

الجبال: ۲۳۲/۶، ۲۳۵، قدیمی)

(۱) ”عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: ‘قال رسول الله صلى الله تعالى وسلم: ’ما منكم من أحد إلا وقد وَكَلَ الله به قرينه من الجن‘. قالوا: وإياك يا رسول الله؟! قال: ’وإياتي، إلا أن الله أعانني عليه فأسلم، فلا يأمرني إلا بخير‘.“ (الصحيح لمسلم، کتاب صفة المنافقین وأحكامهم، باب تحريش

الشیطان وبعثه سرایاہ: ۳۷۶/۲، قدیمی)

کہتے ہیں۔ فقط اللہ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طویل عمر جن صحابی کاظہور

سوال [۹۵۸۸]: ذیل میں درج کردہ بعنوان ”حدیث ظہور صحابی“ (جوفٹوا اسٹیٹ کاپی ہے) کو بنیاد بنا کر مولوی محمد حنفی اسلم قاضی کے شمارے میں اس کی پرزو راشاعت کی، اس شمارے کا نام روحانی عالم مظفر گر تھا جو ماہ جنوری و فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا جس سے عوام میں انتشار ہوا۔ اور مستفتی نے موازاً محمد یوس صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مراجعت کی اور ان دونوں حضرات کے جوابات کے ساتھ دارالافتادارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا۔

حدیث ظہور صحابی

بسم الله الرحمن الرحيم

عن أمير المؤمنين خليفة المسلمين سلطان الأجنحة سيدنا حضرت
عمر بن خيام رضى الله تعالى عنه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أصحابي كلهم كالنجوم السماء
المشرقة، وواحد منهم يعيش طويلاً، ويحمل خليفة في الناس في أواخر أربع
مائة سنة وألف من الهجرة النبوية، فهو يظهر بستى، وتفترق أمتي على ثلات
وسبعين فرقاً كلهم في النار إلا واحدة“ . فقالوا: ومن ذاك يارسول الله؟! :
”هو من سن بستى وسنة خليفتي، أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“ .

أجزت الحكيم إحسان إلهي أن يروى هذا الحديث عنى.

دستخط عمر بن خيام، ۱۳۹۸ھ۔



”میں مکہ کا رہنے والا ہوں، مکان میرا میدان عرفات میں تھا اور آج بھی ہے، میرے والد عمر بن احسان نے مجھے بتایا کہ میں ۵۰۰ء میں پیدا ہوا، میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے اور بہت بڑے جادوگران کے پاس رہتے تھے، خود بھی جادو کے ماہر تھے۔ میرے والد کی عمر چھ سو سال ہوئی تھی، ۷۶ میں ۹/ ذیقعدہ کو میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں پندرہ دن کے بعد ۲۲/ ذیقعدہ / ۷ کو صحیح صادق کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، کچھ دیر میں نے انتظار کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اسلام میں داخل ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنا شروع کیا۔ جب ہجرت کی گئی، میں اور کچھ صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پہنچے، میں ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔

۷۶ نبوی سے ۱۰۰ تک جس قدر جنگ ہوئیں، میں بھی میں حضور کے ہمراہ رہا اور مدینہ میں رات کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سوتا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۰۰ میں مجھے حکم ہوا کہ تم تبلیغِ اسلام کے لئے اپنی قوم میں جاؤ، میں نے یہاں آ کر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر پھر میرے لئے حکم ہوا کہ ہندوستان میں جاؤ، میں نے یہاں آ کر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر نو سو ۹۰۰/ جنات کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کے بعد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مدینہ پہنچا اور نو سو جنات کی تعداد میرے ساتھ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد ہم سب ہی ہندوستان واپس آ گئے۔ حضور مجھ سے بہت خوش ہوئے اور ہم سب کے لئے دعاء کی، جب سے ہندوستان ہی میں رہتا ہوں۔

جب یہاں آیا تھا، یہاں کا بادشاہ عدال مسیح ابن عرفان تھا، میں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ہم نے بڑی تعداد میں جنات کو مسلمان بنالیا۔ بہت کوشش کرنے پر میں نے ۷۹۳ھ میں عدال مسیح بن عرفان کو (مسلمان) اسلام میں داخل کیا اور اس کا نام محمد قاسم رکھا

اور لقب اس کا مولائی بن عرفان رہا۔ اور میں قاضی شریعت بنادیا گیا۔ ایک مرتبہ مولوی اہل اللہ مجرم بن کر ہمارے سامنے پیش کئے گئے، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کر دی، مولوی شاہ اہل اللہ نے مجھ سے کلام کیا کہ کیا تم صحابی رسول ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ان کو پھر واپس پہنچا دیا گیا۔

۱۴۲۱ھ میں شاہ محمد قاسم بن عرفان ہم سے رخصت ہو کر عالم بقاء کو پہنچ گئے، قوم جنات نے مل کر مجھے تخت شاہی پر بٹھا دیا اور اپنا بادشاہ مان لیا۔ اس کے بعد بابا فرید گنج شکر سے میں لاہور میں ملا، پھر دوسری مرتبہ دہلی میں ملا۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے ۱۴۲۰ھ مرتبہ خود ہی میں نے مل کر گفتگو کی اور تب تبلیغ کا کام ترقی پر پہنچا۔ ایک مرتبہ خود ہی مولانا زکریا صاحب سے ملنے کے لئے بشكل انسان بن کر گیا، مگر ان سے گفتگونہ کر سکا۔ اس کے بعد ۱۴۲۹ھ میں حکیم احسان الہی میرے پاس آپ ہو نچے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کی، تب سے آج تک ہر ماہ چار پانچ مرتبہ میں خود حکیم احسان الہی کو اپنے پاس بلا تا ہوں۔ اور ۷۹ھ میں میں نے حکیم احسان الہی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ انسانوں کی بیعت کے لئے، ابھی تک کوئی دنیا کا انسان اس طرح سے میرے پاس نہیں آیا۔ اب امت محمدیہ پر ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ہے اور ساتھ ہی مولوی محمد حنیف کو بھی لگا دیا ہے تاکہ دونوں مل کر دین کی خدمت کر سکیں۔ میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمانے کی توفیق عطا فرمائے، عمر ابن خیام۔

ذیل کی معروضات کا جواب مرحمت فرمائیں:

کیا یہ مضمون صحیح اور صادق ہو سکتا ہے، اس کی صداقت اور اہل مضمون کی صداقت میں کوئی شبہ تو نہیں، ہے یعنی یہ صاحب جو قوم جن میں سے ہیں اور اب تک حیات ہیں اور صحابی ہونے کے دعویدار ہیں۔ سب کچھ صادق ہو سکتا ہے یا کہ حکیم احسان الہی اور مولوی محمد حنیف کی جعل سازی اور دو کانداری کا چکر ہے، کیونکہ یہ لوگ عملیات اور تعویذ گندے کرتے ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحابی جن کی طرف سے اپنے ماہنامہ رسالہ میں

اشاعت کے لئے دیا گیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی آدمی نے ہمارے حضرت شیخ سے ان صحابی جن سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے اجازت دی تھی، لیکن ان صحابی نے ملاقات سے منع کر دیا ہے، یہاں بھی کچھ لوگ حکیم احسان الہی سے متعلق ہیں، ان کے ذریعہ سے ان صحابی سے کچھ دینی و دنیوی امور کے متعلق معلومات کرتے رہتے ہیں، ان کے تحریری جواب آئے ہیں۔ بعض تحریرات پر ان کے نام پر ”امیر المؤمنین“ کا لفظ بھی تھا، اس پر میں نے اعتراض کیا۔ کہ ”امیر الجنات“ کہنا چاہیے، اس کے بعد سے ”امیر المؤمنین“ کا لفظ ختم کر دیا ہے۔

اب بات دریافت کرنی ہے کہ اگر ان سے بُشکل انسانی کوئی آدمی ملاقات لرے تو وہ تابعین میں داخل ہو گا یا نہیں؟ اور ان سے دینی فیض بذریعہ بیعت وغیرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور خیر القرون میں باہم جنات و انسان میں اس طرح بیعت اور رشد و ہدایت اور فیض رسانی کا سلسلہ قائم ہوا ہے یا نہیں اور اب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

شافی و کافی رائے عالیٰ کے ذریعہ تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱- اس میں شک نہیں کہ بعض جنات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن کریم پڑھنے کو سننا اور ایمان لائے، جیسا کہ سورہ جن میں مذکور ہے (۱)۔
- ۲- یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً جنات کی عمر طویل ہوتی ہے، جیسا کہ آکام المرجان فی احکام الجان میں ہے (۲)۔
- ۳- یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد مرتبہ تبلیغی احکام کے لئے جنات میں تشریف لے گئے، جیسا کہ بذل الحجود میں مذکور ہے (۳)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿قُلْ أَوْحى إِلَيْيَ أَنْهُ استَمْعَنَ نَفْرُ مِنَ الْجَنِّ، فَقَالُوا إِنَا سَمِعْنَا قَرَاءَ نَأْعَجَّا، يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَأَمَنَّا بِهِ، وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ (سورۃ الجن: ۱، ۲)

(۲) لم أجد

(۳) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ، قال له ليلة الجن : =

۳- یہ بھی ثابت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پرواپسی میں ایک جگہ سانپ کی شکل میں ایک جن خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جو حقِ ضیافت ادا کرنا چاہتا تھا، جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے (۱)۔ ان ثابت امور کے ساتھ کچھ منفی امور بھی قابل لحاظ ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے کسی جن کو نبی یا نذیر بنَا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا (۲)۔

= ”ما فی إدواتك“؟ قال: نبیذ، قال: ”تمرة طيبة وماء طهور“. (سنن أبي داؤد، کتاب الطهارہ، باب الوضوء بالنبیذ: ۱/۱۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

قال العلامہ خلیل احمد السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال له: أى لعبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”ليلة الجن“: أى ليلة ذهب الجن بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلى قومهم ليتعلموا منه الدين و كان معه عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفي رواية زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الخ“. (بذل المجهود في حل أبي داؤد، کتاب الطهارہ، باب الوضوء بالنبیذ: ۱/۵۵، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الطهارہ، باب أحکام المیاء، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۳۸۰):
۱۸۱/۲، رشیدیہ)

(۱) ”وروى ابن العربي بسنده إلى جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال: بينما أما مع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يمشي إذ جاءت حية، فقامت إلى جنبه، فأدنت فاحا من أذنه، وكأنها تناجيه أو نحو هذا، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”نعم“. فانصرفت، الخ“. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجن، الباب الحادی عشر فی بیان أن الجن يأكلون ويشربون، فصل فی تأویل أحادیث واردة فی هذا الباب، ص: ۳۰، مکتبہ خیر کشیر کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِبَيْنَ لِهِمْ فِي شَاءَ وَيَهْدِي مِنْ شَاءَ، وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (سورة إبراهیم: ۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَلَحَا، قَالَ يَقُومٌ أَعْبَدُوا اللَّهَ مَالَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (سورة هود: ۲۱)

”الجمهور على أنه لم يكن من الجن نبی قال البغوي في تفسير الأحقاف: وفيه دليل على أنه عليه السلام كان مبعوثاً إلى الإنس والجن جميعاً. قال مقاتل رحمه اللہ تعالیٰ: لم يبعث قبله نبی =

۲- حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی جن کو عہدہ امامت سپرد نہیں کیا، جیسا کہ سفر میں تشریف لے جاتے وقت اپنی جگہ کسی کو امام مقرر کر کے جانے کا معمول تھا (۱)۔

۳- کسی جہاد میں کسی جن کو امیر بنا کرنہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ میں سے کسی کو امیر بنا کر بھجنے کا معمول تھا (۲)۔

۴- کسی جن کو کسی بستی میں حاکم اور قاضی بنا کرنہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے (۳)۔

= إلى الإنسان والجن". (الأشباه والنظائر، أحكام الجن، ص: ۳۲۳، قديمي)

(۱) ”عن مصعب بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم خرج إلى تبوك، فاستخلف علىاً، قال: أتخلفني في الصبيان والنساء؟ قال: لا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس نبي بعدي“. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك وہی غزوة العسرة: ۲۳۳/۲، قديمي)

(۲) ”قال: حدثنا سفيان، قال: الذي حفظناه من عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهمما، يقول: بعثنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ثلث مائة راكب أميرنا أبو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه نرصد غير قريش، فأقمنا بالساحل نصف شهر، فأصابنا جوع شديد حتى أكلنا الخط، فسمى ذلك الجيش جيش الخط“. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة سيف البحر وهم يتلقون عيراً لقريش وأميرهم أبو عبيدة: ۲۲۵/۲، قديمي)

”عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهمما أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم بعث بعثاً وأمر عليهم أساميہ بن زید، فطعن الناس في إمارته، فقام رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ، فقال: إن تععنوا في إمارته، فقد كنتم تععنون في إمارۃ أبيه من قبل، وأیم الله! إن كان لخليقاً للإمارة، وإن كان لمن أحب الناس إلى، وإن هذا لمن أحب الناس إلى بعده“. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم أساميہ بن زید رضي الله تعالى عنهمما في مرضه الذي توفي فيه: ۲۲۱/۲، قديمي)

(۳) ”عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لما بعثه إلى اليمن قال: كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضى بكتاب الله، قال: فإن لم تجد في كتاب الله؟“ قال:

۵- کسی جن کو قاضی بن اکر بھی کوئی تبلیغی دعوت نامہ دے کر نہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا (۱)۔

غرض جنات کی کوئی ولایت، امامت، حکومت انسانوں پر ثابت نہیں فرمائی، بلکہ اشرف الخلوقات ہونے کی وجہ سے جنات کی قیادت سے آزاد رکھا ہے، یہاں تک کہ انسان عورت کا ناکاح قوم جن کے مرد سے جائز نہیں قرار دیا گیا، جیسا کہ کتب فقہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے (۲)۔ شوہر کی بیوی پر ولایت ہوتی ہے:

= فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، قال: ”فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِی سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ“؟ قال: أَجْتَهَدْ رأِی، وَلَا آلُو، قال: فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی صدره، وَقالَ: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِی وَفَقَ رَسُولُ اللَّهِ لِمَا يَرْضی بَهُ رَسُولُ اللَّهِ“۔ (مشکوٰۃ المصائب، کتاب الامارة والقضاء، باب العمل۔ فی القضاء والخوف منه، الفصل الثانی، ص: ۳۲۲، قدیمی)

”عن أبي بردۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: بعث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم أبا موسیٰ ومعاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنہما إلى اليمن، قال: بعث كل واحد منهما على مختلف، قال: واليمن مخلافان، ثم قال: ”يَسِّرَا وَلَا تَعَسِّرَا وَبِشِّرَا وَلَا تَنْفِرَا“۔ فانطلاق كل واحد منهما إلى عمله، الخ۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبي موسیٰ ومعاذ رضی الله تعالیٰ عنہما إلى اليمن قبل حجۃ الوداع: ۲۲۲/۲، قدیمی)

(۱) ”أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهم، أخبره أن أبا سفيان بن حرب رضي الله تعالى عنه أخبره أن هرقل أرسل إليه في ركب من قريش، وكانوا تجهازًا بالشام في المدة التي كان رسول الله صلی الله تعالى علیہ وسلم ما ذُكر فيها أبا سفيان وكفار قريش، فأتوه وهم يأليلاء، فدعاهم في مجلسه ثم دعا بكتاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم الذي بعث به مع دحية الكلبي إلى عظيم بصرى، فدفعه عظيم بصرى إلى هرقل، فقرأه، فإذا فيه: ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ إِلَى هرقل عظيم الروم، سلام على من اتبع الهدى الخ“۔ (صحیح البخاری، باب کیف کان بدؤ الوحی إلى رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم وقول الله عزوجل: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ : ۱/۵، قدیمی)

(۲) قال العلامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وبقى من المحرمات الخنزی المشکل لجواز ذکورته والجنیة وإنسان الماء لاختلاف الجنس وقد نظمت السبعة مع الخمسة المزیدة بقولی:

﴿الرجال قوامون على النساء﴾ (۱) -

واقعہ مسؤولہ میں جس روایت کاظہور صحابی کے نام سے درج کیا گیا ہے اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ: چودھویں صدی کے اخیر میں طویل العمر جن صحابی کاظہور ہو گا اور امت کے ۳۷ فرقے ہوں گے، ایک فرقہ جو اس طویل العمر کی اطاعت کرے گا، صرف وہی نجات پائے گا، باقی ۲۶ فرقے جو اس کی اطاعت نہیں کریں گے اگرچہ وہ قرآن کریم اور سند سے صحیح ثابت شدہ احادیث پر عمل کریں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ حالانکہ ۳۷ فرقوں کی تفصیل اکابر اسلاف کی کتابوں میں صدیوں پہلے سے مذکور ہے، جیسا کہ سید عبدال قادر جیلانی قدس سرہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں تفصیلًا تحریر فرمایا ہے (۲)۔ مولانا محمد یونس

قرابة ملك رضاع جمع	أنواع تحريم النكاح سبع
وأمة عن حرة مؤخرة	كذلك شرك نسبة المصاهرة
تطليقة لها ثلاثة واللعان	وزيد خمسة أتكل بالبيان
أو عدة خنوثة بلا اتضاح	تعلق بحق غير من نكاح
كالجن والماء لنوع الإنس	والآخر الكل اختلاف الجنس

(رد المحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

”ونهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن نكاح الجن، وقول الفقهاء: لاتجوز المناكحة بين الإنس والجن وكراهيته من كرهه عن التابعين دليل على إمكانهم؛ لأن غير الممكن لا يحكم عليه بجواز ولا بدمه في الشرع“۔ (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجن، الباب الموفي ثلاثين في باب مناكحة الجن، ص: ۲۶، مكتبة خير كثير، كراجي)

(۱) سورۃ النساء: ۳۲

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : افترقت اليهود على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفرقت النصارى على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفرق أمتي على ثلث وسبعين فرقة“.

”عن معاوية بن سفيان رضي الله تعالى عنهما أنه قام، فقال: ألا إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قام فينا، فقال: ألا إن من قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين وسبعين ملة، وإن هذه الملة ستفرق على ثلث وسبعين، ثنتان وسبعين في النار، وواحد في الجنة، وهي الجماعة“۔ زاد ابن

صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے خوب وضاحت سے کلام کیا ہے۔

مزید برآں غور طلب یہ بات تھی کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی درخواست پر اپنی کتاب موطاء تصنیف فرمائی جس پر خلیفہ نے چاہا کہ اس کتاب کو بیت اللہ میں آؤزیاں کیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ تمام لوگ اس کے موافق عمل کریں تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید انکار کیا اور فرمایا کہ: صحابہ کرام مختلف اطراف میں احادیث کو لے کر گئے ہیں، جو حدیث جس کے پاس مستند ذرائع سے پہنچی ہے وہ تو اس پر ہی عمل کرے گا، سب کو موطاء پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے (۱)۔

اس کے برخلاف واقعہ مسولہ میں صرف ایک شخص کی اتباع پر نجات کو منحصر کر دیا گیا ہے اور وہ بھی ایسا کہ سب کی نظر وہ سے غائب، اس کو صرف ایک شخص اس کا خلیفہ دیکھتا ہے، بات کرتا ہے۔ تو یہ درحقیقت اس طویل العمر جن کی اتباع کی دعوت نہیں، بلکہ اس خلیفہ کے لئے مسلمانوں کی گردان کو جھکانا ہے، حالانکہ اس خلیفہ کو شرعاً کسی جن سے کسی حدیث کا روایت کرنا بھی جائز نہیں ہے:

= يحيى و عمرو في حديثهما وأنه سيخرج في أمتى أقوام تجاري بهم تلك الأهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه۔ (سنن أبي داؤد، كتاب السنّة، باب شرح السنّة: ۲۸۳/۲، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

”عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهمَا قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”ليأتينَ على أمتى ما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إنْ كانَ منهمُ من أتى أمه علانية، لكانَ في أمتى من يصنع ذلك، وإنْ بني إسرائيل تفرقَتْ على ثنتين وسبعين ملةً، وتفترق أمتى على ثلاث وسبعين ملةً كلهم في النار إلا ملة واحدة“۔ قالوا: ومن هى يارسول الله ؟ قال: ”ما أنا عليه وأصحابي“۔

(جامع الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة: ۹۳/۲، سعید)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب افتراق الأمم، ص: ۲۸۷، قدیمی)

(ومشکوہ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنّة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قدیمی)

(۱) ”قال أبو نعیم فی الحیلۃ عن مالک: قال: شاورنی هارون الرشید فی أن یعلق المؤٹا علی الكعبۃ ويحمل الناس علی ما فيه، فقلت: لاتفعل، فإن أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اختلقو فی الفروع وتفرقوا فی البلدان وكل مصیب“۔ (مقدمة أو جز المسالک، الباب الثاني فی الكتاب، الفصل الثاني فی المؤلف، وفيه فوائد: ۱/۱۹، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

”ومنها قبول روایة الجنی ذكره صاحب أکام المرجان، وذكر السیوطی أنه لاشک فی جواز روایتهم عن الإنس ماسمعوه، سواء علم الإنسی بهم أولاً. وإذا أجاز الشیخ من حضر دخل الجن كما فی نظیره من الإنس. أما روایة الإنس عنهم فالظاهر متعها، لعدم حصول الثقة بعد التهم“. الأشیاء والنظائر (۱)۔

یعنی جنات کو تو انسانوں سے حدیث روایت کرنے کا حق ہے، مگر انسان کو جنات سے روایت کرنا منوع ہے، کیونکہ جنات کے عادل ہونے پر اعتماد حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ مختلف صورتیں بھی بناسکتے ہیں اور اپنے نام بھی مختلف بتاسکتے ہیں۔ مجھے خود بھی واسطہ پڑا ہے، ایک جن نے اپنا نام بتایا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، ایک جن نے کہا کہ ہم ختم المرسلین ہیں۔

علاوہ ازیں دستخط اور مہر میں ”سلطان الأجنۃ“ لکھا ہے، حالانکہ ”أجنۃ“ تو ”جنین“ کی جمع ہے ”جن“ کی جمع نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِذْ أَنْتُمْ أَجْنَةٍ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ﴾ (۲)۔ اور جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو مان کے پیٹ میں ہو، ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔

اگر کوئی شخص ان طویل العرب جن سے ملاقات کرنا چاہے، یا ان سے تعلیم یا حدیث کی سند لینا چاہے تو اس کو زخنامہ دیکھ کر ہی حیرت ہو گی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بہت بلند مرتبہ تھے، زہد و قناعت کا مجسم تھے، ان کے اتباع کرنے والے بھی اس طرز سے ہمیشہ دور اور متنفر رہے۔ بعض اکابر سے کسی حدیث کا کسی دین سے نقل کرنا بعض کتب میں مذکور ہے، مگر وہ بطور اجحوبة اور غریبیہ اور نادرہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ ”النوار“ میں نقل فرمایا ہے (۳)، اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس

(۱) (الأشیاء والنظائر فی الفقه الحنفی، الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الجن، ص:

۳۲۲، قدیمی)

(۲) (سورة التجم: ۲۲)

(۳) ”وَقَعَتْ قَصَّةً كَذَلِكَ لِأَخِي الْمُؤْلِفِ الشَّاهِ أَهْلِ اللَّهِ رَحْمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَمَا ذَكَرَهُ صَاحِبُ تَذْكِرَةِ الرَّشِيدِ فِي هَامِشِ كِتَابَةٍ (۱۰۱/۱) وَهِيَ أَنَّ الشَّاهَ أَهْلَ اللَّهِ كَانَ يَتْلُوُ الْقُرْآنَ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا بَحِيَّةٌ صَغِيرَةٌ، فَقَتَلَهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ: إِنَّ الْمَلَكَ يَطْلُبُكَ (وَظَنَّ الشَّیْخُ أَنَّهُ يَطْلُبُهُ مَلَكُ الْإِنْسَنِ وَكَانَ دُولَةُ الْغُولِ تَحْكُمُ عَلَى الْهَنْدِ حِينَئِذٍ) فَقَامَ الشَّیْخُ مَعْهُمَا وَذَهَبَا إِلَى الْبَرِّيَّةِ، وَالشَّیْخُ يَسِيرُ مَعْهُمَا وَهُوَ =

رسالہ کا نام ہی ”النواور“ رکھا ہے۔ اس پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھنا مقصود نہیں چہ جائیکہ نجات ہی اس پر مخصر کردی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب لاریب فیہ، سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۳/۲۔



= يحسب أن ملك الإنس خرج إلى الاصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يزل يمشي معهما حتى رأى باباً في الأرض، فدخل فيه فإذا هناك ملك الجن يحكم في المخاصمات، فسلم الشيخ وجلس في ناحية المجلس، فلما فرغ الملك من القضايا، طلب الشيخ وبرز المدعى قائلاً: إن هذا قتل ابني، وأطلب القود منه. قال الشاه أهل الله: إنني لم أقتل أحداً، ثم بيان أن المراد بقتل ولده هو مقاتلته في صورة الحية، فأقرَّ الشيخ بقتله، وكاد أن يقتل قصاصاً بأمر الملك، لكن ظهر هناك في ذلك الجن صحابي جنى وقرأ حديث: "من قتل في غير زية ودمه هدر" فأنبطل الملك دمه مما سمع من حديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبلغوا الشاه أهل الله مأمونه.

وطلب حکیم الأمة التہانوی قدس سره إجازة هذا الحديث من القطب الکنکوہی قدس سره، فكتب له الإجازة، وذكر سنده هكذا: حدثني شيخي الشاه أحمد سعيد المجدد قال: حدثني أبي الشاه أبو سعيد المجدد، قال: حدثني شيخ الشیوخ الشاه عبدالعزيز الدهلوی، قال: حدثني عمی الشاه أهل الله الدهلوی، عن القاضی الجنى المعمر، قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من قتل في غير زية فدمه هدر". (الرسائل الثلاث الفضل المبين في المسیسل من حديث النبي الأمین صلى الله تعالى عليه وسلم : النواور من أحادیث سید الأولیاء والأوائل والأواخر صلى الله تعالى عليه وسلم ، ذکر مسند الجن، ص: ۱۸۰، ۱۷۹، المکتبۃ البیحیویة، بسہارنفور الہند)

باب ما يتعلق بالسحر والوعذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال [۹۵۸۹]: ۱..... کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے، اور جو جادو کا عمل کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲..... کسی شخص کی چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عملی جادو ہو یا قرآن پاک سے ہوا پنی چیز کے

ملنے کے لئے کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... سحر کرنا اکبرہ گناہ ہے، کذا فی شرح الفقه الأکبر (۱)۔

۲..... آیات قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے کرنا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے، درست ہے۔

حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے۔ لیکن سحر کرنا درست نہیں (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”الکاهن: الساحر، والمنجم إذا أدعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن وما يعطي

هؤلاء حرام بالإجماع، كما نقله البغوى والقاضى عياض وغيرهما“۔ (شرح الفقه الأکبر، ص:

۱۳۹، قدیمی)

(۲) ”في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم“۔ (رد المحتار، مطلب في الساحر والزنديق:

۲۲۰، سعید)

(ومعارف القرآن: ۱/۲۷۹، ادارة المعارف کراچی)

سحر کا اثر اور ساحر کا حکم

سوال [۹۵۹۰]: زید وجع المفاصل کی بیماری میں چار ماہ سے بیمار رہا، علاج کرتا رہا مگر بے سود۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ کسی نے جادو کیا ہے، مکان کی تلاشی لی گئی اور کچھ تعویذ نکل آئے جس کے بعد مریض کو افاقہ ہوا۔ ایک صاحب نے اپنے عمل (جادو) سے رکھنے والے کو معلوم کیا جو اس گھر کی رہنے والی ہندہ ہے، مگر وہ اس فعل سے انکار کر رہی ہے۔ مریض اس کے بعد بھی سخت بیمار رہا۔

۱..... کیا جادو کے ذریعہ بیمار ہونا شرعاً درست ہے؟

۲..... بغیر دیکھے تعویذ رکھنے والے کو معلوم کرنا ممکن ہے؟

۳..... اگر جواب اثبات میں ہوتا تعویذ رکھنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۴..... اور نفی کی صورت میں اس قسم کے اعتقاد رکھنے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شرعاً یہ محال نہیں، بلکہ ممکن ہے (۱)۔

۲..... عملیات کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہے، لیکن بغیر جنت شرعیہ کے شرعاً مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۳..... جب تک وہ عورت اقرار نہ کرے یا شرعی شہادت سے ثبوت حاصل نہ ہو، اس کو سزاد دینا درست نہیں۔

۴..... جو لوگ سحر (جادو) کے منکر ہیں ان کا یہ انکار اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے:

(۱) راجع: (معارف القرآن، سحر کی حقیقت: ۱/۲۷۳، ادارۃ المعارف کراچی)

”إنه قد يؤثر في موت المبحور ومرضه من غير وصول شيء ظاهر إليه“۔ (شرح الفقه الأکبر،

ص: ۱۵۰، قدیمی)

”السحر حق عندنا وجوده وتصوره وأثره“۔ (رد المحتار، مطلب فی التجیم والرمل:

۱/۳۲، سعید)

”قال المحقق فی الفتح: قال أصحابنا: للسحر حقيقة وتأثير في الأجسام، خلافاً لمن منع

ذلك“۔ (اعلاء السنن، کتاب السیر، حکم السحر وحقیقتہ: ۱۲/۲۰۰، إدارۃ القرآن کراچی)

”اختلقو: أله (أی للسحر) تأثیر فقط بحیث یغیر المزاج، فیکون نوعاً من الأمراض، أو ینتھی إلی الحالۃ بحیث یصیر الجماد حیواناً مثلاً وعکسه؟ فالذی علیه الجمهور هو الأول، وذهبت طائفة قليلة إلی الثانی والحق أن بعض أصناف السحر تأثیراً فی القلوب كالحب والبغض وإلقاء الخير والشر، وفي الأبدان بالألم والسمّ اه“ . فتح الباری: ۱۸۸/۱۰۔

”والسحر فی نفسه حق أمر کائن، إلا أنه لا يصلح إلا للشر والضرر بالخلق، والوسيلة إلى الشر شرفیصیر مذموماً، اه“ (۲)۔ ”قال أبوحنیفہ رحمه الله تعالیٰ: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبینة، یقتل ولا یستتاب منه“. الدر المختار: ۳۵۶/۱۔

”فلو فعل ما فيه هلاك إنسان، أو مرضه، أو تفرق بينه وبين امرأته وهو غير منكر لشيء من شرائط الإيمان، لا يکفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، فيقتل الساحر والساحرة؛ لأن غلة القتل السعى في الأرض بالفساد، وهذه العلة تشتمل الذكر والأئمّة. وأما إذا كان سحراً هو كفر، فيقتل الساحر لا الساحرة؛ لأن علة القتل الردة والمرتد لا تقتل، كذا ذكره صاحب الإرشاد في الإشراق“ . شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۷۸ (۴)۔

لہذا صورت مسئولہ میں ہندہ کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جادو کرنے والے کا حکم

سوال [۹۵۹۱]: ہم پڑیڑھ سال سے کسی نے جادو کر دیا ہے، جو خصوصاً قوتِ مردانہ پر اثر انداز ہے جس کے باعث ہم بہت پریشان ہیں۔ توئی اس لئے لینا چاہتے ہیں کہ عامل کو چوٹ دی جائے یا کرانے

(۱) (فتح الباری، کتاب الطب، باب السحر: ۱۰/۲۷۳، ۲۷۴، قديمى)

(۲) (رد المحتار، باب المرتد، مطلب فی الساحر والزنديق: ۲۳۱/۲، سعید)

(۳) (رد المحتار، باب المرتد، مطلب فی الساحر والزنديق: ۲۳۰/۲، سعید)

(۴) (شرح الفقه الأکبر، السحر والعين حق، ص: ۱۳۵، قديمى)

والے کو؟ جب کہ شرعی ثبوت موجود ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں ہی مجرم اور مستحق سزا ہیں (۱) جادو بر جادوگر۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹۰۔

دفع سحر کے لئے سحر سیکھنا

سوال [۹۵۹۲]: عمر نے سحر اور سفلیات کے ذریعہ زید کی جان اور مال کو ہلاکت اور مصیبت میں ڈال رکھا ہے، ایسی صورت میں زید اپنی جان و مال کی حفاظت میں سیکھ کر مدافعت کرے یا کوئی دوسرا شخص سحر کے ذریعہ مدافعت کرے، مدافعت کے لئے سحر سیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس سحر میں ایسا کوئی عمل یا اعتقاد اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے ایمان باقی نہیں رہتا، اس کا سیکھنا اور کرنا یاد و سرے سے کرنا کچھ بھی جائز نہیں:

”قال الشیخ أبو منصور الماتریدی: القول بأن السحر كفر على الإطلاق خطأ، بل يجب المبحث عنه، فإن كان في ذلك رد ما لزمه في شرط الإيمان فهو كفر، وإن لا فلا، فلو فعل مافيه هلاك إنسان أو مرضه أو تفريق بينه وبين أمراته، وهو غير منكر لشيء من شرائط الإيمان، لا يكفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، اه“. شرح فقه أكابر، ص: ۱۷۸ (۲)۔

(۱) قال العلامة علاء الدين الطرابلسي: ”قال في النوازل: الخناق والساحر يقتلان إذ أقرّا، لأنهما ساعيان في الأرض بالفساد“. (معین الحکام، الباب الحادی والخمسون فی القضاء بما یظهر من قرائن الأحوال والأمارات وحكم الفراسة، فصل فی عقوبة الساحر والخناق الزنديق، ص: ۱۹۳، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

”قال أبو حنيفة: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبينة، يقتل ولا يستتاب منه“. (رد المحتار، مطلب فی الساحر والزنديق، باب المرتد: ۳/۲۳۰، سعید)

(۲) (شرح الفقه الأكابر، السحر والعين حق، ص: ۱۳۵، قديمي)

”یکفر الساحر بتعلمہ و فعلہ، اعتقد تحریمه أولاً، اه۔ در مختار (۱)۔ فقط واللہ عالم۔“

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۵۔

دفع سحر کے لئے سحر کرنا

سوال [۹۵۹۳]: ہمارے علاقے گجرات میں آج کل سحر کا بڑا ذریعہ ہے، ذرا سا اختلاف یادشیری ہوئی کہ فریق مخالف نے جان لینے پر پیشان کرنے کے لئے غیر مسلم ساحروں سے سحر کروا یا جاتا ہے، اس کے دفعیہ کے لئے تعویذات و عملیات سب کچھ کیا گیا، مگر فائدہ نہیں ہوا، البتہ تخفیف ہو جاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ سفلی اور ناپاک علم ہوتا ہے، اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سفلی اور ناپاک عاملوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ چند مشرک عالم بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ذر کی وجہ سے نہ تو آج تک خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی۔ اب تک بہت سے لوگ پریشان ہو چکے ہیں اور متعدد اموات بھی ہو چکی ہیں۔

تو کیا ایسی صورت حال میں غیر مسلموں سے مشرکوں سے سحر ٹوٹ کا وغیرہ تمام پلید چیزوں کے رد کے لئے کروانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیں کچھ کھانا پینا، باندھنا، پڑھنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے ذریعے خود دفع کرتا ہو، یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو تو کیا ان میں کوئی فرق ہو گا، یادوں و صورتیں مساوی ہوں گی؟
مولانا ابراہیم صاحب، مدرسہ اسلامیہ ڈا بھیل، سورت، گجرات۔

= (وَكَذَا فِي مِرْقَاهُ الْمَفَاتِيحِ، كِتَابُ الدِّيَاتِ، بَابُ قَتْلِ أَهْلِ الرَّدَّةِ وَالسَّعَةِ: ۷/۱۱، رَشِيدِيَّه)

(۱) (رَدِ الْمُحتَارِ، مَظْلُوبُ السَّاحِرِ وَالْزَنْدِيقِ: ۲۳۰/۲، سَعِيد)

”وَأَمَّا تَعْلِيمُهُ وَتَعْلِيمُهُ، فَفِيهِ ثَلَاثَةُ أُوْجَاءٍ: الصَّحِيفَ الَّذِي قُطِعَ بِهِ الْجَمِيعُ أَنَّهُمَا حَرَامٌ“۔ (مرقاۃ

المفاتیح، کتاب الديات، باب قتل اهل الردة والسعاة: ۷/۱۱، رشیدیه)

”تَعْلِيمُهُ وَتَعْلِيمُهُ حَرَامٌ“۔ (رَدِ الْمُحتَارِ، مَظْلُوبُ التَّنْجِيمِ وَالرَّمْلِ: ۱/۲۳، سَعِيد)

(ومعارف القرآن: ۱/۲۹، ادارۃ المعارف کراچی)

وَكَذَا فِي إِعْلَاءِ السَّنَنِ، كِتَابُ السَّبِيرِ، بَابُ حَدِ السَّاحِرِ ضَرْبَةً بِالسِّيفِ وَكَذَا فِي سَبِ اللَّهِ أَوَّلَ الرَّسُولِ أَوْ

وَاحِدًا مِنَ النَّبِيِّينَ، حَكْمُ السَّاحِرِ وَحَقْيَقَتِهِ: ۱۲/۵۹۹)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس ضرورت کی حالت میں اس سے علاج کرنا درست ہے (۱)، مگر اس طرح کہ جو کچھ کرنا ہو وہ خود کرے، کھانا، پینا، باندھنا، پڑھنا کوئی کام مسحور کونہ کرنا پڑے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۳۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۳۔

دفع سحر کی ترکیب

سوال [۹۵۹۲]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، مگر ہندہ کے گھروالوں نے زید پر جادو کرا دیا جس سے اپنے والدین سے بالکل بیزار ہو گیا، بہت عمل کیا مگر افاق نہیں ہوا۔ اب یہ بتلایا گیا کہ شیطانی عمل ہی سے دور ہو گا تو اگر ایسا عمل (جادو) کرایا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کہنا کہ ”عمل شیطانی ہی سے علاج ہوتا ہے“ نیت صحیح نہیں ہے، دفع سحر جائز اعمال سے بھی ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفع سحر کے لئے معوذ تین نازل ہوئی تھیں (۲)، مثلاً: اگر سحر کئے کوچا لیں روز تک سورۃ فاتحہ مع بسم اللہ الرحمن الرحیم چینی کے برتن پر زعفران کے پانی سے لکھ کر دھو کر پلایا جائے نہار منہ تو بارہ نہ لعلی شفا ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ سورۃ

(۱) ”وفي دخيرة الناظر: تعلمه فرض لرد ساحر أهل الحرب، وحرام ليفرق به بين المرأة وزوجها، وجائز ليوفق بينهما“. (ردا المختار، مطلب في التنجيم والرمل: ۱/۳۲، سعید)

(وكذا في رسائل ابن عابدين، ص: ۳۰۳، سهيل اكيدمي لاہور)

(۲) قال القرطبي رحمه الله تعالى: ”ثبت في الصحيح من حديث عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سحره يهودي من يهود بنى زريق، يقال له: لبيد بن الأعصم، حتى يخلي إليه أنه كان يفعل الشيء ولا يفعله فأنزل الله هاتين السورتين“. (تفسير القرطبي، سورة الفلق:

فاتحة سورۃ شفاء ہے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۸ھ۔

مشرکانہ منتظر سے علاج

الاستفتاء [۹۵۹۵]: زید جو کہ بے علم ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، دھوپی کا پیشہ کرتا ہے، ایک منتظر کے ذریعہ کچھ امراض کی مثلاً اندر و بیرونی پھوٹا اور کینسر کی جھاڑ پھونک کرتا ہے جس سے مریضوں کو صحت ہو جاتی ہے۔ جس منتظر سے وہ جھاڑتا ہے، اس میں غیر اللہ سے اعانت لی جاتی ہے، خدا کا بالکل ذکر نہیں کرتا۔ البتہ ابتداء میں بسم اللہ وہ ضرور پڑھ لیتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے کہ فلاں دیوی یادیوتا کے نام سے، یا ان کے حکم سے اچھا ہو جا، جل جا، پھنک جا۔ کیا اس سے علاج کرنا عام حالات میں جائز ہے یا نہیں؟

بکر کینسر کا مریض ہے اور دو مستند پابند شرع ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج بے سود ہے۔ چونکہ یہ مرض معدہ اور جگر کے درمیان ہے اس لئے آپریشن یا بھلی کا علاج بھی خطرناک ہے۔ اندر میں حالات ایسے مریض کو زید سے جھاڑ پھونک کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص سے بذریعہ جھاڑ پھونک علاج کرنا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا کوشافی اور متصرف مانا گیا ہے اور اس جھاڑ نے والے کو اس دیوی دیوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے (۲) اور ایسے شخص سے جھاڑ پھونک کرنے میں اس عقیدہ کی تصدیق کیا جائے۔ شافی مطلق،

(۱) "أَخْبَرَنَا قَبِيْصَةُ، أَخْبَرَنَا سَفِيَّاً عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شَفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ". (سنن الدارمی، باب فضل فاتحة الكتاب، (رقم الحديث: ۳۳۷۰ : ۵۳۸/۲، قدیمی)

(۲) "أَجْمَعَ الْعُلَمَاءَ عَلَى جُوازِ الرُّقْيَى عِنْدِ اجْتِمَاعِ ثَلَاثَةِ شَرُوطٍ: أَنْ يَكُونَ بِكَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ بِأَسْمَائِهِ وَصَفَاتِهِ وَبِاللُّسَانِ الْعَرَبِيِّ أَوْ بِمَا يَعْرَفُ مَعْنَاهُ مِنْ غَيْرِهِ، وَأَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّ الرُّقْيَةَ لَا تؤثِّرُ بِذَاتِهَا، بِلِ بِذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى". (تمکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب الطب والمرض والرقی: ۲۹۵/۲، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

حاجت روا، متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس کے حکم کے ماتحت زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی راحت ہے، اس سے بغاوت کر کے زندگی بھی و بال ہے اور موت بھی عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

منتر کے ذریعہ علاج کرنا

سوال [۹۵۹۶]: ہمارے یہاں بچوں کو سراور منہ وغیرہ میں گھاؤ پھوڑا پھنسی وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا تعویذ بنا کر دیتے ہیں اور دم بھی کرتے ہیں، مسلمان ہو کر، وہ یہ ہے: سیتاستی کو سات بیٹا پھوک پھوان، لڑیوان میل پوان، دودھ پوان، لڑیوان پوان، دھان سیتاستی، ایک لاکھ، ایک لاکھ، اولیاء کا یہ الفاظ ہوئے۔ آپ بتائیے کہ کیا ہے، نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ دہائی کا کیا معنی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دہائی پڑھنا اور اس کا دم کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا

سوال [۹۵۹۷]: ایک عورت بیمار ہے اور اس عورت کا علاج مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں سے کرایا گیا، لیکن کہیں بھی آرام نہیں ہوا۔ جب اس عورت کو کہیں بھی ان علاجوں سے فرق نہ پڑا تو برادری کے بڑے بڑے

= وکذا في فتح الباري، كتاب الطب، باب الرقى بالقرآن والمعوذات: ۱۰ / ۲۳۰، قدیمی)

(۱) ” وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدرى ما هو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به“۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة)

فصل في اللبس: ۳۲۳/۶، سعید)

(ومرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۵۳۵) : ۳۰۳/۸، رشیدیہ)

(وکذا في شرح مسلم للنووى، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى: ۲۱۹/۲، قدیمی)

لوگوں نے کمیٹی کی، اور ایک عامل سے کہا کہ تم اگر قرعہ ڈالنا چاہتے ہو تو قرعہ کے ذریعہ سے معلوم کرو، اس عورت کو جن کا اثر، یا کوئی جسمانی قدرتی مرض، یا جادو ہے۔

اس قرعہ ڈالنے والے شخص نے قرعہ کے ذریعہ معلوم کر کے بتالا یا کہ اس عورت پر جادو کا اثر ہے، حالانکہ قرعہ ڈالنے والا شخص کوئی خاص ماہر عملیات کے فن میں نہیں ہے۔ قرعہ اس طریقہ سے ڈالا گیا کہ اس عامل شخص نے ایک کوری ہائڈی منگائی اور لوگوں کے نام الگ الگ پر چیزوں پر لکھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ، حسین بن رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کا واسطہ دیا اور اس ہائڈی پر چار بڑے فرشتوں کے نام لکھے۔

اور اس ہائڈی کو ایک طرف سے اس عامل نے اور دوسری طرف سے ایک دوسرے شخص نے شہادت کی انگلی کے اگلے حصہ سے ہائڈی کے کناروں سے ہائڈی کو اٹھالیا، اور وہ پر چیاں ہائڈی میں ڈال دیں اور سورہ یسین شریف کو پڑھا، اور جب سورہ یسین کے پہلے میں پر پہنچا تو ہائڈی گھوم گئی اور سورہ یسین کو پڑھ کر سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس کو بھی پڑھا اور یہ الفاظ بھی پڑھے:

”اللہی بحرمت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ساحر یا مجرم

حاضر شود۔“

تو ہائڈی گھوم گئی۔ دوبارہ سب پر چیاں نکال لیں اور پھر الگ الگ پر چیاں ڈال دیں، دو پر چیزوں پر ہائڈی گھوم گئی، جبکہ وہی عمل کیا جو پہلے تھا۔ جن کے نام پر ہائڈی پھری، انہی دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا گیا۔

اس مسئلہ کے اندر چند چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کا جواب مطلوب ہے:

۱..... قرعہ شریعتِ محمدی علیہ السلام میں گذری ہوئی بات پر، یا جادوگر کو معلوم کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ قرعہ کی اصل حقیقت قرآن و حدیث میں کیا ہے؟ اس مسبق طریقہ سے قرعہ جائز ہے یا نہیں؟

۲..... جب یہ قرعہ جائز ہے تو اس قرعہ کی وجہ سے یہ دونوں آدمی جادوگر قرار دئے جائیں گے یا نہیں، جبکہ مدعاً و کمیٹی کے لوگوں کے پاس کوئی شرعی گواہ موجود نہیں ہے، صرف قرعہ کی وجہ سے ان دونوں آدمیوں کو ساحر و مجرم قرار دیا جا رہا ہے؟

۳..... اگر اس ہائڈی کے پھر نے سے ان دونوں آدمیوں کا نام آجائے، لیکن علاوہ اس قرعہ کے کوئی ثبوت مدعیان یا پنچایت کے پاس ان کے جرم کا نہیں ہے، حالانکہ یہ دونوں فریق مخالف عام میں قسم و حلف کے لئے تیار

ہیں، قسم اس طریقہ سے اٹھاتے ہیں کہ ”ہم خدائے تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں“، اور قسم دوبارہ اس طرح سے کھاتے ہیں کہ ”اگر ہم نے اس عورت پر جادو کیا ہو تو خدائے پاک ہم پر غضب نازل کرنے“۔

ایسی صورت میں اس قرعہ کا اعتبار ہو گایا اس حلف اور قسم کا؟ کیونکہ شرعی گواہ ان کے جادو کرنے کا کوئی کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔

مجرم جو قرار دئے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات ہانڈی پھیرتے ہوئے پڑھی گئی ہے، ان پر ہمارا یقین ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس قرعہ والے مولوی سے کچھ غلط ہانڈی پھرگئی ہو، ہم نے جادو نہیں کیا، ہم خدا کے مجرم ہوں گے اگر ہم نے جادو کیا۔

۳..... اگر یہ عمل قرعہ اندازی کا گذری ہوئی بات پر ناجائز ہے، نصویں قطعیۃ قرآن و حدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور قرعہ ڈالنے والا کہتا ہے: اگر مفتیان کرام حدیث و قرآن کریم سے ناجائز بتلا دیں تو اس گناہ کی وجہ سے توبہ واستغفار کرنے کے لئے تیار ہوں، اور جو برادری کے لوگ میرے اس دھوکہ میں آگئے ان سے بھی معافی کا طلبگار ہوں۔ اب اس عامل پر کوئی خاص مقرر سزا شریعت کی ہے یا توبہ واستغفار کرے؟ بعد کو پنجاہیت سے معافی کے بعد بری قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس عامل نے بھی دوسرے عامل کی اجازت سے یہ عمل کیا تھا۔

۴..... جن لوگوں کے سامنے یہ عمل کیا تھا انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس ہانڈی پر کسی کا نام آئے تو ہم اس کے مطابق مجرم کو سزا دیں گے، حالانکہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے علاوہ شرعی طور سے حلف و قسم پر کوئی طریقہ بری ہونے کا ہے یا نہیں؟ قرعہ قرار نہ دیا جائے، تو قوم یعنی پنجاہیت نے فتویٰ کے جواب تک کوئی سزا نہیں دی، تو کیا یہ پنجاہیت اس عہد کی وجہ سے گنہگار ہو گی یا نہیں، جبکہ مسئلہ سے بے خبر ہے؟

۵..... قرعہ یا استخارہ گذری ہوئی بات پر ڈالا جائے یا آئندہ والی بات پر قرعہ جائز ہے، یا استخارہ جائز ہے؟

۶..... اگر اس طرح قرعہ ڈالنا شریعت میں جائز ہے تو مجرمان کو اس قرعہ پر مجرم ہی قرار دیا جائے گا، یا قسم پر بری کیا جائے گا ”القسم علی المدعی والیمین علی من انکر“ پر عمل ہو گا؟

اگر اس طرح پر پرچیاں ڈال کر ہانڈی چلانا ناجائز ہے، عامل توبہ کرے تو وہ قابلٰ معافی ہے یا نہیں؟

اور جو شخص جادو کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے اور کیا سزا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

قرعہ کا خاصل یہ ہے کہ ایک کام میں دو صورتیں ہیں اور دونوں شرعاً برابر ہیں، جس صورت کو چاہے اختیار کر لیا جاوے، محض اطمینان کے لئے قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، مثلاً: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس کو سفر میں جانا ہے، شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جائے، دوسری کو اعتراض کا حق نہیں، وہ قرعہ اندازی کرتا ہے جس کے نام پر نکل آیا اس کو ساتھ لے جاتا ہے (۱)۔

یا مثلاً: ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے چار بیٹے چھوٹے اور ترکہ میں جائیداد (زمین، باغ، مکان) ہے، یہ چاروں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس تمام جائیداد کو قیمت اور حیثیت کے اعتبار سے چار قطعہ قرار دیئے جائیں گے جو کہ حیثیت اور قیمت میں برابر ہیں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کون سا قطعہ کس کو دیا جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، اس طرح کہ قطعوں کے نمبر مقرر کر دیئے جاتے ہیں، نمبراً: قطعہ فلاں کا ہے، نمبر: ۲ فلاں، نمبر: ۳ فلاں، پھر چار کاغذوں پر نمبر: ۱، ۲، ۳، ۴ / لکھ کر گولی بنادی جائے، تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس گولی میں کس نمبر کا قطعہ لکھا ہوا ہے، پھر کسی ناس بھچ پچ کو بلا کر کہا جاوے کہ ان چاروں گولیوں کو ان چاروں پر تقسیم کر دیں، یا یہ چاروں آنکھیں بند کر کے ایک ایک گولی اٹھائیں، جس کے حصہ میں جو گولی گزے، اس میں لکھا ہوا قطعہ اس کو مل جائے۔

ا..... غرض قرعہ آئندہ کاموں کے لئے ہوتا ہے، گذشتہ کے لئے نہیں۔ قرعہ شرعی دلیل نہیں ہے، محض

(۱) ”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد سفراً، أقرع بين نسائه، فـأيـتهـن خـرج سـهمـها خـرج بـهـا مـعـهـ“ . متفق عليه . (مشكوة المصايبح،، كتاب النكاح، باب القسم، الفصل الأول، ص: ۲۷۹، قديمي)

”وفي الهدایة: لاحق لها في القسم حالة السفر، ويصافر الزوج بمن شاء منهن، والأولى أن يقرع بينهن، فيصافر بمن خرجت قرعنها ولأنه قد يشق بإحداهم في السفر، وبالآخر في الحضر، والقرار في المنزل لحفظ الأمتعة، أو لخوف الفتنة، أو تمنع من سفر إحداهم كثرة سمنها، فتعين من يخاف صحبتها في السفر للسفر لخروج قرعنها إلزام للضرر الشديد، وهو مندفع بالتأفی للحرج“ . (مرقاۃ المفاتیح، كتاب النكاح، باب القسم، (رقم الحديث: ۳۲۳۲: ۶، ۳۸۰/ رشیدیہ)

اطمینان کے لئے ہے (۱)۔

۲..... عامل صاحب نے جو صورت اختیار کی ہے اس کی وجہ سے شرعاً ان دونوں شخصوں کو جادو کا مجرم قرار دینا جائز نہیں (۲)۔

۳..... جب وہ دونوں آدمی انکار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔

۴..... قرع شرعی جحت اور دلیل نہیں، عامل صاحب کو لازم ہے کہ بلا شرعی دلیل کے محض اپنے کسی عمل پر اعتماد کرتے ہوئے کسی کو مجرم قرار نہ دیں (۳)۔ اور توبہ واستغفار کر لیں، جب وہ توبہ واستغفار کر لیں اور جن دو

(۱) ”القسمة شرعاً: جمع نصیب شائع له في مکان معین، وسببها طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملکه على وجه الخصوص“۔ (رد المحتار، کتاب القسمة ۲/ ۲۵۳، سعید)

”کل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالکاً لصحته بالاستقلال، ولا يبقى لأحد بهم علاقة في حصة الآخر“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز اللبناني، الفصل الثاني من في أحكام القسمة، (رقم المادة: ۱۱۶۲) : ۱/ ۲۳۳، مکتبہ حنفیہ)

(۲) ”وَهَذِهِ الْأَضْرَبُ كُلُّهَا تُسَمَّى كَهَانَةً، وَقَدْ أَكَذَبُوهُمْ كُلَّهُمُ الشَّرْعُ، وَنَهَى عَنْ تَصْدِيقِهِمْ وَإِتَيَانِهِمْ. وَاللهُ أَعْلَمُ“۔ (شرح النروی علی الصحيح لمسلم، کتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/ ۲۳۲، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَبِوْا كَثِيرًا مِّنَ الظُّنُونِ إِنَّمَا﴾ (سورة الحجرات: ۱۲) قال العلامہ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَبِوْا كَثِيرًا مِّنَ الظُّنُونِ﴾: أی تباعدوا منه، وأصل اجتنبه کان علی جانب منه، ثم شاع فی التباعد اللازم له، وتنکیر ﴿كثیراً﴾ ليحتاط فی کل ظن ويتأمل حتی یعلم أنه من أی القبيل، فإن من الظن ما یا یح اتباعه کالظن فی الأمور المعاشریة، ومنه ما یجب کالظن حيث لا قاطع فیه من العمليات کالواجبات الثابتة بغیر دلیل قطعی، وحسن الظن بالله عزوجل، ومنه ما یحرم کالظن فی الإلهیات والنبوات، وحيث یخالفه قاطع وظن السوء بالمؤمنین، ففی الحديث: ”ان الله تعالى حرم من المسلم دمه وعرضه، وأن يظن به ظن اليسوء“۔ وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعاً: ”من أساء بأخيه الظن، فقد أساء بربه الظن إن الله تعالى يقول: ﴿اجْتَبِوْا كَثِيرًا مِّنَ الظُّنُونِ﴾“۔ (روح المعانی، (سورة الحجرات: ۱۲) : ۲۶/ ۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بیروت)

آدمیوں کو جادو گر قرار دیا ہے ان سے معافی مانگ لیں (۱) اور اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے، تو اب تک جو کچھ کیا غلط فہمی کی وجہ سے کیا تو ان کو معاف کر دیا جائے، ان کو سزا نہ دیجائے۔

۵..... یہ عہد بھی غلط فہمی اور نادانی کی وجہ سے کیا گیا، جب قرعد جبت شرعی نہیں ہے تو اس سے ثابت ہو جانے کی بناء پر مجرم قرار دیکر سزا دینا جائز نہیں (۲)، اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تھی تواب سزا نہ دینے کی وجہ سے قسم کا کفارہ ادا کریں، جس جس نے قسم کھائی تھی کفارہ دیں، وہ غریبوں کو شکم سیر دو وقت کھانا کھائیں، یا کپڑا پہنائیں، یا تین روزے مسلسل رکھیں (۳)، توبہ استغفارہ کریں اور آئندہ کبھی ایسی قسم نہ کھائیں (۴)۔

(۱) ”إِنْ لَهَا (أَيُّ التَّوْبَةِ) ثَلَاثَةُ أَرْكَانٌ: الإِقْلَاعُ، وَالنَّدَمُ عَلَى فَعْلِ تِلْكَ الْمُعْصِيَةِ، وَالْعَزْمُ عَلَى أَنْ لَا يَعُودَ إِلَيْهَا أَبَدًا، فَإِنْ كَانَتِ الْمُعْصِيَةُ لِحَقِّ آدَمِيٍّ، فَلَهَا رَكْنٌ رَابِعٌ وَهُوَ التَّحْلِلُ مِنْ صَاحِبِ ذَلِكَ الْحَقِّ“۔ (شرح النوى على الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۲، قدیمی)

(۲) ”صَلَّى مِنْ قَطْعَكَ، وَأَحْسَنَ إِلَى مِنْ أَسَاءِ إِلَيْكَ“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم الحديث ۵۰۰۲ : ۷/۳۷۱۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۳) ”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَكَفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مُسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِكُمْ، أَوْ كَسْوَتِهِمْ، أَوْ تَحْرِيرَ رَقْبَةِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصَيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ (سورة المائدۃ: ۸۹)

قال الآلوسی رحمہ اللہ: ”أی فکفارہہ ذلک، ویشتreq ط الولاء عندنا“۔ (روح المعانی: ۷/۱۲، دار إحياء التراث العربي بیروت)

(۴) ”عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوِيدٍ قَالَ: دَخَلَتْ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ أَعْوَدَهُ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَحَدَّثَنَا بِحَدِيثَيْنِ: حَدِيثًا عَنْ نَفْسِهِ، وَحَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: “لَلَّهُ أَشَدُ فَرْحًا بِتُوبَةِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ فِي أَرْضِ دُوَيْةٍ مَهْلَكَةٍ مَعَهُ رَاحْلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامٌ وَشَرَابٌ، فَنَامَ فَاسْتِيقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ، فَطَلَبَهَا حَتَّى أَدْرَكَهُ الْعُطْشُ، ثُمَّ قَالَ: أَرْجِعْ إِلَى مَكَانِ الذِّي كُنْتَ فِيهِ فَأَنَامَ حَتَّى أَمُوتَ، فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدَهُ لِيَمُوتَ، فَاسْتِيقَظَ وَعِنْدَهُ رَاحْلَتُهُ، عَلَيْهَا زَادَهُ طَعَامٌ وَشَرَابٌ، فَاللَّهُ أَشَدُ فَرْحًا بِتُوبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هَذَا بِرَاحْلَتِهِ وَزَادَهُ“۔ (الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۲، قدیمی)

قال الإمام النوى رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ التَّوْبَةَ مِنْ جَمِيعِ الْمُعَاصِي وَاجِبةٌ، وَأَنَّهَا وَاجِبةٌ عَلَى الْفُورِ لَا يَجُوزُ تَأْخِيرُهَا، سَوَاءَ كَانَتِ الْمُعَاصِي صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً“۔ (شرح النوى على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

۲..... استخارہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، قرعہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، دونوں جائز ہیں، عامل صاحب نے جو عمل کیا ہے وہ نہ قرعہ ہے نہ استخارہ ہے، استخارہ کی ترغیب آئی ہے، ابو داؤد شریف وغیرہ میں مذکور ہے (۱)۔

۳..... یہ قرعہ بھی نہیں ہے، نہ شرعی جحت ہے، اس سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، وہ دونوں شخص ایسی صورت میں بری ہیں (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۳۵۔

جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا

سوال [۹۵۹۸] : مسلمان مرد و عورت کا جادو کرنا کرانا، کافروں سے گنڈے، تعویذ منتر کرانا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جادو کرنا اور کرنا حرام ہے، اگر اس میں کوئی شیٰ عقیدہ اسلام کے خلاف ہو تو کفر ہے۔ اور ہندو سے منتر اور گنڈا اور تعویذ وغیرہ نہیں لینا چاہیئے کہ اس میں بسا اوقات شرک کی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تعظیم اور اس پر اعتقاد کفر ہے:

”فَإِنْ كَانَ فِي ذَلِكَ (أَى السُّحْرِ) رَدْ مَا لَزِمَهُ فِي شَرْطِ الإِيمَانِ، فَهُوَ كُفَّرٌ، وَإِلَّا فَلَا.“

(۱) ”عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَى وَسَلَّمَ يَعْلَمُنَا الْاسْتِخَارَةَ كَمَا يَعْلَمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ لَنَا: إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلَيْرَكُعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ وَلَيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَمُ الْغَيْبِ، إِلَّا فِي أَنْتَ“ (سنن أبي داؤد، کتاب الصلوة، باب الاستخارۃ: ۱/۲۱۵، دار الحديث ملتان)

(۲) ”وَهَذِهِ الْأَضْرَبُ كُلُّهَا تُسَمَّى كَهَانَةً، وَقَدْ أَكَذَبُوهُمْ كَلِّهُمُ الشَّرْعَ، وَنَهَىٰ عَنْ تَصْدِيقِهِمْ وَإِتِيَانِهِمْ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ“ (شرح النووي على الصحيح لمسلم، کتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۲، قدیمی)

فلو فعل مافیہ هلاک انسان او مرضہ او تفریق بینہ و بین امرأته وهو غیر منکر لشئ من شرائط الإيمان، لا يکفر، لكنه يكون فاسقاً ساعياً في الأرض بالفساد، فيقتل الساحر والساحرة؛ لأن علة القتل السعى في الأرض بالفساد، اه”。 شرح فقه أکبر، ص:

۱۸۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسه مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۹/ صفر ۱۳۵۹ھ۔



الفصل الثاني في العوذة

(تعویذ کا بیان)

کیا تعویذ میں اثر ہے؟

سوال [۹۵۹۹]: کیا عامل کے جائز عمل یعنی تعویذ وغیرہ کے استعمال سے اپنے مضر اور مفید مقاصد کی تکمیل ہو جائے، پھر اعتقاد رکھنا جائز ہے، یا مسنون طریقہ اور دعاء سے مقاصد کی تکمیل کا آرزو مندرجہ نہ اشراع درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حقيقي نفع وضرر لله تعالى کے قبضہ وقدرت میں ہے، مگر جس طرح غذا و دوا میں اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے، اسی طرح تعویذات میں بھی اثر رکھا ہے لیکن کسی چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرح نفع و ضرر کا مالک تصور کر لینا جائز نہیں (۱)۔ فقط دعاء پر اعتماد کر لینا اعلیٰ مقام ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸۔

(۱) ”عن عوف بن مالک الأشجعى رضى الله تعالى عنه قال: كنا نرقى فى الجahiliyah، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى فى ذلك، فقال: ”اعرضوا على رقاكم، لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك“.. (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، قبيل الفصل الثاني، ص: ۳۸۸، قدیمی)

”أن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربى، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه فى كتبه المنزلة.“ ”لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك“: أى كفر“.. (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۵۲۸، ۳۵۳۰، ۳۰۳، ۳۰۲، رشیدیہ)

”أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالى وبأسمائه وبصفاته، وباللسان العربى، أو بما يعرف معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لتأثير بذاتها بل بذات الله =“

تعویذ اور عملیات

سوال [۹۶۰۰]: ا..... ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو کہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے، کوئی تعویذ زعفران سے لکھتا ہے، کوئی تعویذ سفید مرغ کے خون سے لکھتا ہے، اور کوئی تعویذ پیاز کے عرق سے لکھتا ہے، اور وہ عالم نہیں ہے۔ کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟

۲..... ایک کتاب ”عملیات اور تعویذات“ ہے جس میں طرح طرح کے فائدے بتائے گئے ہیں، مثلاً: محبت کرنے کا عمل، دشمن پر فتح یا بہت سے عمل بتائے گئے ہیں اور لکھے گئے ہیں۔ کیا ان پر عمل کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر وہ اس فن کو جانتا ہے تو درست ہے، اگر دھوکہ دیتا ہے، یا شرکیہ چیزیں لکھتا ہے تو گنہگار ہے (۱)۔

۲..... جو عمل کرنا ہو، اس کو لکھ کر دریافت کر لیں، وہ کتاب میرے پاس نہیں۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۰۹۰۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۰۹۰۔

= تعالیٰ”。 (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/۱۹۵، دارالفکر بیروت)

(۱) ”عن عوف بن مالک الأشجعى رضى الله تعالى عنه قال: كنا نرقى فى الجahiliyah، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى فى ذلك، فقال: اعرضوا على رقامكم، لا يأس بالرقى مالم يكن فيه شرك“. (مشكوة المصابيح، کتاب الطب والرقى، الفصل الأول، قبیل الفصل الثاني، ص: ۳۸۸، قدیمی)

”أن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربى، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه فى كتبه المنزلة. لا يأس بالرقى مالم يكن فيه شرك“: أى كفر”。 (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقى، الفصل الأول، رقم الحديث: ۸/۳۵۲۸، ۳۰۳، ۳۰۳، ۳۵۳۰، رشیدیہ)

”أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط: أن يكون بكلام الله تعالى وبأسمائه وبصفاته، وباللسان العربى أو بما يعرف، معناه من غيره، وأن يعتقد أن الرقى لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى“。 (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/۱۹۵، دارالفکر بیروت)

خون سے تعویز لکھنا

سوال [۹۶۰۱]: اگر پرندہ وغیرہ جیسے مرغ، بیٹھ کے خون سے شیطان کے نام لکھ کر فتیلہ بنائے کر جلا دیا جائے (۱) جنات وغیرہ کے اثر کو دور کرنے کے لئے تو جائز ہو گا یا نہیں؟ اسی طرح اگر ہنس کے خون سے آیت قرآنی لکھ کر تعویز بنایا جائے (۲) تو کیا حکم ہو گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حروف کا بھی شریعت میں احترام لازم ہے اگرچہ ان کے مجموعہ سے کوئی قابل اہانت نام حاصل ہو جائے:

”إذا كتب اسم فرعون أو كتب أبو جهل على غرض، يكره أن يرموا إلية؛ لأن تلك الحروف الحرمة، كذا في السراجية، الخ“۔ عالمگیری: ۴/۹۸ (۳)-

دم مفسوح بخس ہے (۲)، اس سے شیطان یا کسی اور ملعون کا نام لکھنے سے بھی احترام حرف کے خلاف ہونے کی بناء پر منع کیا جائے گا، پھر آیات قرآنی کا تو بہر حال احترام فرض ہے، اس کے ساتھ اس معاملہ کی اجازت نہیں۔ بعض عامل خون سے آیات یا اسماء لکھتے ہیں اور علا جا اس کو درست کہتے ہیں کہ اضطراراً ناجائز چیز بھی جائز ہو جاتی ہے جب کہ وہ جائز طریقہ پر دفع نہ ہو سکے اور اسی ناجائز پر رفع اضطرار منحصر ہے (۵)۔ مگر یہ

(۱) ”فتیلہ: موئی بقی، بقی ہوئی چیز، تعویز کی بقی جس سے بیماریا آسیب زدہ کو دھونی دینے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص:

۹۳۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”ہنس: ایک قسم کی بیٹھ، ایک قسم کی آبی بط، روح، آتما، جان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما کتب فیہ شیء من القرآن: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجیۃ، کتاب الکراہیۃ، باب المتفرقات ص: ۲۷، قدیمی)

(۴) ”ودم مسفوح من سائر الحیوانات“۔ (الدر المختار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۹، سعید)

(۵) ”یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوى إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاءه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه“۔ (رد المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۳۸۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر فی التداوى والمعالجات، وفیه=

بات کہ اضطرار کا دفعیہ اسی پر محصر ہے بغیر جب قاطعہ کے قابل تسلیم نہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا

سوال [۹۶۰۲]: مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانوی (نوراللہ مرقدہ) نے بیاض یعقوبی، ص: ۱۹۲ اپاس کو ناجائز تحریر فرمایا ہے اور شامی جلد اول، مطبوعہ مصر، ص: ۱۹۲، پرنکشیر کے لئے پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھنے کو جائز لکھا ہے اور یہی ان کے نزدیک مفتی بھے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشدیہ: ۹۵/۳، کتاب الحظر والإباحة میں آیات قرآنیہ و اسماء الہمیہ کو نجاست سے لکھنا حرام قرار دیا ہے، مگر جس طرح حالت اضطرار میں کلمہ کفر کا تلفظ مباح ہے (۱) اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے، نہ کرنا اس عمل کا اور مرجاناً افضل ہے (۲)، فقهاء کے جائز فرمانے کا یہی مطلب ہے اور ناجائز فرمانا علی الاصل ہے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ربیعہ ۶۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ ربیعہ ۶۶۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ربیعہ ۶۶۔

= العزل وإسقاط الولد: ۵/ ۳۵۵، (رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقْلَبَهُ مُطْمَئِنٌ بِالإِيمَانِ﴾ (سورة النحل: ۱۰۶)

(۲) ”وَإِنَّ أَكْرَهَ عَلَى الْكُفَرِ، وَقَلْبَهُ مُطْمَئِنٌ بِالإِيمَانِ وَيُؤْجَرُ لَوْصِيرُ لَتْرَكَ الإِجْرَاءِ الْمُحْرَمِ، وَمُثْلُهُ سائر حُقُوقِهِ تَعْالَى“۔ (الدر المختار)۔ ”أَى يُؤْجَرُ أَجْرُ الشَّهَادَةِ، لَمَارُوا أَنْ خَبِيَاً وَعَمَارًا ابْتَلَيَا بِذَلِكَ، فَصَبَرُ خَبِيبٌ حتَّى قُتِلَ، فَسَمَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الشَّهَادَاتِ“۔ (رد المختار، کتاب الإکراه: ۶/ ۱۳۵، سعید)

(وَكَذَا فِي مُجْمِعِ الْأَنْهَرِ، کتاب الإکراه: ۲/ ۳۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وَكَذَا فِي الْفتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ، کتاب الإکراه، الباب الثانی فيما يحل للمرکره أن يفعل وما لا يحل: ۵/ ۳۸، رشیدیہ)

(۳) یعنی اصلاً تو کام ناجائز ہے، البتہ صحت یابی کی اس کے علاوہ کوئی اور ممکنہ صورت نہ ہو تو خون سے تعویذ لکھنے کی رخصت ہے، =

ڈاکوں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا

سوال [۹۶۰۳]: ایک گاؤں کے چند آدمی ڈاکہ زنی کے عادی ہو گئے ہیں جن سے عام لوگ بہت پریشان ہیں۔ ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ ہلاک کر دینے کے قابل ہیں؟ اگر تعویذات اور عملیات سے ان کو ہلاک کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ڈاکوؤں کی اصل سزا قرآن پاک میں قتل، صلب، قطع بھی مذکور ہے (۱)، مگر اس کو جاری کرنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے ایک خاص قسم کا تسلط و غلبہ والا امیر المؤمنین ہونا ضروری ہے، اس کی زیر نگرانی یہ سزادی جاسکتی ہے (۲)۔ لیکن جان، مال، اولاد، عزت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، اور تاہم اس رخصت یعنی عمل کرنے کی بجائے عزیمت یعنی عمل کر کے وہ آدمی مر جائے تو وہ مثاب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

"اتفق العلماء على أن الدم حرام نجس لا يؤكل ولا ينفع به". (أحكام القرآن لابن العربي:

١/٥٣، بيروت

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ١٣٩، ٢/ قدّيمي)

”وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن ”يس والكهف“ ونحوهما خوفاً من صدید المیت فالألسماء المعظمة باقية على حالها، فلا يجوز تعريضها للنجاسة تکره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدرارم والمحارب والجدران وما يفرض، وما ذک إلا لاحترامه ونحوه مما فيه إهانة، فالممنوع هنا بالأولى مالم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت.“.

(رِدَالْمُحْتَارُ، كِتَابُ الْصَّلَاةِ، قِبْلَهُ: بَابُ الشَّهِيدِ: ٢٣٦ / ٢، ٢٣٧، ٢٣٨، سَعِيد)

(١) قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا جزاء الَّذِينَ يَحْرَبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصْلَبُوا أَوْ تُقْطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خَلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ (سورة المائدة: ٣٣)

(٢) ”وأركانه ستة على مانظمها ابن الغرس بقوله:

أطراف كل قضية قضية حكمية سُت يلوح بعدها التحقيق

حكم، ومحكوم به قوله، ومحكوم عليه، وحاكم“.(الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمة

الله تعالى: ”قوله: وحاكم) هو إما الإمام أو القاضي أو المحكوم، أما الإمام، فقال علماؤنا: حكم السلطان =

اس سلسلہ میں حکومت سے تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔ خود بھی ہوشیار رہیں، غافل نہ رہیں۔ جو شخص جان، مال، اولاد عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے (۱)۔ جائز تعویذات کے ذریعہ سے اگر حفاظت ہو سکے تو شرعاً اجازت ہے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۸۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۸۔

تعویذ، گندے کے لئے نامحرم سے میل جول

سوال [۹۶۰۲]: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو تعویذ، گندے کرنے کو اپنای پیشہ بنالے اور غیر مسلم کو

= العادل ینفذ۔ (رد المحتار، کتاب القضاۃ: ۵/۳۵۳، سعید)

”وَأَمَا شرائط جواز إقامتها، فمِنْهَا مَا يعمُّ الحدود كلهَا، وَمِنْهَا مَا يخصُّ البعض دون البعض“.

”أَمَا الَّذِي يعمُّ الْحَدُودَ كُلَّهَا، فَهُوَ الْإِمَامُ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْمُقِيمُ لِلْحَدِّ هُوَ الْإِمَامُ أَوْ مَنْ وَلَاهُ الْإِمَامُ، وَهَذَا عِنْدَنَا“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الحدود، فصل فی شرائط جواز إقامتها: ۹/۲۵۰،

دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”عن سعيد بن زيع رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد“۔ (سنن الترمذی، أبواب الديات، باب ماجاء فيمن قتل دون ماله فهو شهيد:

۱/۲۲۱، سعید)

(وكذا في سنن النسائي، كتاب المحاربة وتحريم الدم، باب من قاتل دون دينه فهو شهيد: ۲/۷۲، قدیمی)

(وسنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في قتال الناس: ۲/۳۱۲، مكتبة رحمانیہ)

(وسنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من قتل دون ماله فهو شهید: ۲/۱۸۵، قدیمی)

”وَدَخَلَ فِيهِ الْمَقْتُولُ مَدَافِعًا عَنْ نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ الْمُسْلِمِينَ أَوْ أَهْلَ الدَّمَّةِ، فَإِنَّهُ شَهِيدٌ“۔

(رد المحتار، باب الشهید: ۲/۲۲۸، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الشهید: ۲/۳۲۵، رشیدیہ)

(۲) کیونکہ جائز امور کے لئے تعویذ کی شرعاً اجازت ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی کفریہ الفاظ نہ ہوں۔

بھی تعویذ قرآنی آیات سے لکھ کر دیوے، اور ان سے اجرت بھی لیوے، نیز نامحرم عورتوں سے بے پردگی سے ملے جلے، حتیٰ کہ نامحرم عورتوں کو مار پیٹ کرتا ہو؟ اور کہتا ہے کہ مجھے شیخ مدینی نے تعویذ کرنے کی اجازت دی ہے، یا ان کے خلفاء کا نام لیتا ہے، کیا اس شخص کا یہ فعل شریعت کے خلاف نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعائیں، یا ان کے اعداد لکھ کر شفا کے لئے دینا درست ہے (۱)۔ جس طرح نبض پر ہاتھ رکھ کر نامحرم کے مرض کی تشخیص کرنا درست ہے، اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو علاج بآجال پکڑنا بھی درست ہے (۲)۔ تعویذات پر اجرت لینا بھی درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ علاج

(۱) ”وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: “رخص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الرقية من العين، والحمبة، والنملة“.

”وكان صلى الله تعالى عليه وسلم قد نهى عن الرقى لما عسى أن يكون فيها من الألفاظ الجاهلية، فانتهى الناس عن الرقى والمراد بالرقية هنا ما يقرأ من الدعاء وآيات القرآن لطلب الشفاء، منها ما ورد من حديث مسلم والترمذى والنسائى وابن ماجة عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: “بسم الله أرقيك من كل شىء يؤذيك، ومن شر كل نفس أو عين حاسد الله يشفيك، بسم الله أرقيك“ (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۵۲۶) : ۳۰۱/۸، رشیدیہ)

”إنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدرى ما هو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شئ من الدعوات، فلا بأس به“. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۲۳/۶، سعيد)

(۲) ”والأصل أن لا يجوز النظر إلى امرأة؛ لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلوة والسلام: “المرأة مستورة، اه“. وينظر الطبيب إلى موضع مرضها، اه“. ”وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة، فيرخص لهم أحياناً حقوق الناس ودفعاً ل حاجتهم، فصار كنظر الختان والخافضة. وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان للمرض؛ لأنّه مداواة. وينبغي للطبيب أن يعلم امرأة إنّه ممكن؛ لأنّ نظر الجنس أخف. وإن لم يمكن، ستّر كلّ عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر يغضّ بصره عن غير ذلك الموضع ما استطاع؛ لأنّه مثبت للضرورة يقلّر بقدر الضرورة“. (تبیین الحقائق: ۷/۳۹، ۳۰، کتاب الكراهة، فصل في النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

سے واقف اور ماہر ہو، فریب کرنا جائز نہیں (۱)۔ نامحرم کے ساتھ تہائی بھی جائز نہیں ہے (۲)۔ نیز ایسا کوئی کام

(۱) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه، قال: بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أبي بن كعب طبيباً، فقطع منه عرقاً، ثم كواه عليه.“.

”قوله: ”طبيباً“ قال القرطبي: يدل على أنه لا يلي عمل الشيء إلا من يعرفه“. (تکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب: لكل داء دواء، واستجواب التداوى: ۳۳۹/۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)
”ذكر مالك في ”موطنه“: عن زيد بن أسلم أن رجلاً في زمان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أصابه جرح، فاحتقن الجرح الدم، وأن الرجل دعا رجلين من بنى أنمار، فنظرا إليه فزعموا أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لهما: ”أيكمما أطيب؟“؟ فقال: أوفي الطلب خير يا رسول الله! فقال: ”انزل الداؤ الذي أنزل الداء“.

ففى هذا الحديث أنه ينبغي الاستعانة فى كل علم وصناعة بأحدق، فإنه إلى الإصابة أقرب.“
(زاد المعاد فى هدى خير العباد، فصل فى هديه صلى الله تعالى عليه وسلم فى الإرشاد إلى معالجة أحدق الطبيبين، ص: ۸۱، دار الفكر بيروت)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لاتلنجوا على المغيبات، فإن الشيطان يجري من أحدكم مجرى الدم“.. الحديث. (مشكوة المصايح: ۲۶۹/۲، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قدیمی)

”إن الشيطان“: أى كيده ووسواسه ”ينجرى“: أى يسرى ”من الإنسان“: أى فيه، وقيل: عَدَى ”يجرى“، بـ ”من“ على تضمين معنى التمكّن: أى يتمكّن الإنسان في جريانه ”جري الدم“: أى في جميع عروقه شبه سريان كيده وجريان وسواسه في الإنسان بجريان دمه في عروقه وجميع أعضائه، فهو كنایة عن تمكّنه من إغواء الإنسان وإضلالة تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفًا كاملاً بواسطه نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاء للبشر“.. (مرقة المفاتيح: ۲۳۵، ۲۳۶، مشكوة المصايح: ۲۲۵/۲، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیہ)

”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”ألا! لا يتبيّن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم“.. رواه مسلم“.. (مشكوة المصايح: ۲۲۸/۲، كتاب النکاح، باب بيان العورات، قدیمی)

بھی نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کو بدگمانی پیدا ہوا اور تہمت کا موقع نکلے۔ غیر مسلم کو قرآنی آیات لکھ کر نہ دی جائے (۱)۔ ہاں! اگر غلاف کے ساتھ ہوا رہے ادبی کامظنہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔

غیر مسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاڑ پھونک کی اجرت لی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا ہے (۲)۔ فقط اللہ پاک اخلاص دے۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، ۷/۱/۸۸۔

= ”عن عمر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلي الله تعالى عليه وسلم قال: “لا يخلونَ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان”. رواه الترمذى“ (مشكوة المصايب: ۲۶۹ / ۲، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني)

وقال الحصکفی رحمة الله تعالى عليه: ”الخلوة بالأجنبيّة حرام“۔ (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالى: ”وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً“۔ (رد المختار، کتاب الصلة: ۳۶۸ / ۱، سعید)

(۱) قال الفقيه رحمة الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يجالس أهل التهمة ولا يخالطهم، فإنه يصير منها وروى عن النبي صلي الله تعالى عليه وسلم أنه قال: ”من كان يؤمن بالله واليوم الآخر. فلا يقفن موافق التهم“۔ (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض للتهمة، ص: ۵۳، رشیدیہ)

”وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لابنه: يابني! من يصاحب السوء لم يسلم، ومن يدخل مدخل السوء يتهم“۔ (تنبیہ الغافلین، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشیدیہ)

(۲) ”عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: انطلق نفر من أصحاب النبي صلي الله تعالى عليه وسلم في سفرة سافروها، حتى نزلوا على حىٍ من أحياء العرب، فاستضافوهم، فأبوا أن يضيفوهم، فلددغ سيد ذلك الحى، فسعوا له بكل شئ لا ينفعه شيء، فقال بعضهم: لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا علهم أن يكون عند بعضهم شيء، فأتوهم فقالوا: يا أيها الرهط! إن سيدنا لددغ وسعينا له بكل شئ لا ينفعه، فهل عند أحد منكم من شيء؟ فقال بعضهم: نعم والله! إنى لأرقى، ولكن والله! لقد استضفناكم فلم تضيفونا، فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جعلاً، فصالحوهم على قطيع من الغنم، فانطلق يتفل عليه ويقرأ فقال بعضهم: اقسموا، فقال الذى رقى: لافتعلوا حتى نأتى النبي صلي الله تعالى عليه وسلم، فنذكر له الذى =

عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا
سوال [۹۶۰۵]: کیا عورتوں کو تعویذ والے، نیز کاہنوں کے پاس جا کر جھاڑ پھونک کرانا شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نامحرم سے دور رہنا چاہیئے (۱)، کاہن کے پاس جا کر اس سے مخفی باتیں پوچھنا تو زیادہ خطرناک ہے (۲)۔ تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہو تو عامل سے اپنے شوہر، یا کسی محرم والد بھائی وغیرہ کے ذریعہ منگالیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶۹۱۔

الجواب صحيح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶۹۱۔

= کان، فننظر ما يأمرنا. فقدموا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكروا له، فقال: "وما يدريك أنها رقية؟" ثم قال: "قد أصبتم، اقسموا واضربوا لي معكم سهماً". فضحك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحیح البخاری، کتاب الإجارة، باب ما يعطى في الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب: ۱/۳۰۲، قدیمی)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : "ألا! لا يبيتن عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذاماً محرماً". (مشكوة المصايب، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۶۸/۲، قدیمی)

"في الأشباء: الخلوة بالأجنبيّة حرام". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۲/۳۶۸، سعید)

"والخلوة بالأجنبيّة يكره تحريراً". (الفتاوى البزايزية على هامش الفتاوى العالمكيرية، کتاب الكراهيّة، الفصل السابع في المتفرقّات: ۱/۳۷۱، رشیدیہ)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : من أتى كاهناً فصدقه بما يقول، أو أتى امرأته حائضاً، أو أتى في دبرها، فقد برأ مما أنزل على محمد". (مشكوة المصايب، کتاب الطب، باب الكهانة، الفصل الثاني: ۲/۳۹۳، قدیمی)

الفصل الثالث فی العمليات والوظائف والأوراد

(عمليات اور وظائف کا بیان)

عمليات سے متعلق چند ضروری سوالات

- سوال [۹۶۰۶]:** ۱..... ایک متوسط آدمی والا شخص جس کے کئی ذریعہ آدمی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہیں، کیا مزید آرام و آرائش کے لئے نقوش و تعویذات پر معاوضہ یا نذرانہ لے سکتا ہے؟
- ۲..... تعویذات و نقوش کو دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے استعمال کرنا کیسا ہے؟
- ۳..... کیا ضرورت منداور مریض کو بطور تعویذ آیت تحریر کر کے دے سکتا ہے تاکہ مریض بازو پر یا گل میں باندھے؟ اعداد کے ذریعہ نقوش پُر کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا عمليات میں عربی کے علاوہ دیگر زبان مثلاً عبرانی وغیرہ غیر نامنوس الفاظ کیا جاسکتا ہے؟
- ۴..... عمليات سے جن و شیاطین کو تابع کرنا، انہیں جلانا اور ہلاک کرنا یا عمل تسخیر سے لوگوں کو مسخر کرنا اور ان کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونا کیسا ہے؟
- ۵..... کیا عمليات سے ہلاکت اعداء اللہ اور ان کو مختلف قسم کی مضراتیں پہنچانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... ایک قسم کا معالجہ ہے جو شخص واقف ہوا و ر صحیح طریقہ پر علاج کرے تو نذرانہ لے سکتا ہے (۱)۔

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري أن رهطاً من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انطلقا في سفرة سافروها، فنزلوا بحى من العرب فاستضافوهם، فأبوا أن يضيفوهם. قال: فلدى سيد ذلك الحى، فشفوا له بكل شيء لا ينفعه شيء، فقال بعضهم: لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا بكم لعل أن يكون عند بعضهم شيء نفع صاحبكم، فقال: بعضهم إن سيدنا لدغ، فهل عند أحدكم يعني رقية؟ فقال رجل من القوم: إنّي لأرقى، ولكن استضفناكم فأبىتم أن تضييفونا، ما أنا براق حتى يجعلوا لي جعلاً فجعلوا له قطبيعاً من =

حَبْتَ اللَّهُ خَلْقَتْ كُونْفُعْ پِهْوْ نِچَانَا عَلَى بَاتْ هَےْ۔

۲..... جائز منافع دینویہ کے لئے جیسے دفعِ مرض کے لئے جائز تعویذات و نقوش کا استعمال کرنا جائز ہے (۱)۔

۳..... آیات دے سکتا ہے (۲)، مگر تعویذات کو موم جامہ کر کے ایسے طریقہ پر استعمال کرے کہ بے وضواس کا مس نہ ہو (۳)۔ اعداد کے ذریعہ بھی نقوش دینا درست ہے۔ اعداد آیت کے یا اسمائے الہیہ کے ہوں۔ جس عبارت کا مفہوم معلوم نہیں اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے خواہ کسی زبان کے ہوں (۴)۔

۴..... جنات و شیاطین کے شر سے تحفظ کے لئے جائز عملیات کرنا درست ہے (۵)۔ ان کے ذریعہ

= الشاء، فأتأه فقرأ عليه بأم الكتاب، ويتعل، حتى براء كأنما أنشط من عقال، فأوفاهم جعلهم الذى صالحوه عليه، فقالوا: اقتسموا، فقال الذى رقا: لاتفعلوا حتى نأتى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فنستأمره، فغدوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أين علمتم أنها رقية؟ أحسنتم، واضربوا على معكم بسهم". (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة، باب في كسب الأطباء: ۲/ ۲۹، إمدادیہ ملنٹان)

(۱) "ان الأمور بمقاصدها". (الأشباء والنظائر، الفن الأول، القواعد الكلية، القاعدة الثانية، ص: ۳۱، قدیمی)

(۲) "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة البوية، فلا يأس، بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقيةً أو نشرةً". (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۳۵۵۳ / ۸، رشیدیہ)

(۳) وقال الله تعالى : ﴿لَا يَمْسِي إِلَّا الْمُطَهَّرُون﴾ (سورة الواقعة: ۹)

"ولا يأس بتعليق التعويذ، ولكن ينزعه عند الخلاء والقربان، كذا في الغرائب". (الفتاوى العالمة کیریہ، کتاب الكراہیہ، الباب الثامن عشر في التداوى: ۵/ ۳۵۶، رشیدیہ)

(۴) "واما على لغة العبرانية ونحوها، فيمتنع، لاحتمال الشك فيها". (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۵/ ۳۲۱، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار: ۶/ ۲۳۶، سعید)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

دوسروں کو ضرر پہونچانے کے لئے عملیات کرنا درست نہیں، اس میں خطرات بھی ہیں، عملیات سے کسی کو مسخر کرنا و ماؤف کرنا درست نہیں (۱)۔

۵..... اگر اعداء اللہ کے شر سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو جائز عملیات کے ذریعہ بقصد تحفظ انتظام کرنا درست ہے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶۹۵۔

قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۷ ۹۶۰] : قرآن شریف کے ذریعے چیلنج دیکر کسی شخص کو مجرم اور یقینی طور پر چور بتانا

کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ناجائز ہے: ”لَا يَأْخُذُ الْفَالُ مِنَ الْمَصْحَفِ“۔ شرح فقه أکبر: ص: ۱۸۳ (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ هذا، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۵۹۵۔

(۱) البتہ فعل ظلم کے لئے ہو تو جائز ہے:

(إمداد الفتاوى، تعويذات واعمال: ۲/۸۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) جائز عملیات سے مراد یہ ہے کہ اس میں الفاظ کفریہ نہ ہو اور شیاطین وغیرہ سے استمداد بھی نہ ہو۔

(۳) (شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۳۹، مبحث: اليأس من رحمة الله كفر، قدیمی)

(وکذا فی نفع المفتی والسائل: ۳/۲۷، من مجموعۃ رسائل الکنوی، إدارۃ القرآن کراچی)

”قال الزرکشی رحمه الله تعالیٰ: ويحرم مذ الرجل إلى شيء من القرآن أو كتب العلم، انتهى.
وفى إطلاق الحرمة وقفه، بل الأووجه عدمها إذا لم يقصد بذلك ما ينافي تعظيمه والأولى أن لا
يستدبره، ولا يخططاه، ولا يرميه بالأرض بالوضع ولا حاجة تدعو لذلك، بل لو قيل: بكرامة الأخير لم
يعد“. (الفتاوى الحدیثیة لابن حجر المکی، مطلب فی أنه يکرهأخذ الفال من المصحف،
ص: ۳۰، قدیمی)

آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۹۶۰۸]: ایک شخص برابر قرآن کے ذریعہ چوروں کا نام نکالنے اور نکل جانے کو صحیح مانا ضروری قرار دیتا ہے۔ اور ان کے نام نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو ایک تاگے یا رسی میں باندھ کر لو ہے کی کیل کے نیچ میں لٹکا کر اس کیل کو دو شخص کیل کے دونوں سرروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اٹھا لیتے ہیں اور اٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے نیچ میں لٹکا رہتا ہے۔ اب نام نکالنے والے کا کہنا ہوتا ہے کہ جب اصل چور کا نام پر چہ پر لکھا ہوا قرآن میں ڈالا جائے گا تو قرآن گھونمنے و چکر لگانے لگے گا، بس سمجھ لیجئے کہ چور اصل یہی ہے جس کے نام پر گھوم گیا۔ جناب والا سے دریافت ہے کہ یہ اہانت قرآن ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرکت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے، بے ادبی ہے اور اہانت کو متلزم ہے (۱)۔ اگر کسی کا نام نکل بھی آئے تو یہ شرعی جماعت نہیں، اس کے ذریعہ اس کو چور قرار دینا جائز نہیں۔ اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے، اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں، بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، بدگمانی بھی پھیلتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین۔

(۱) (تقدیم تحریریجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) بدگمانی سے احادیث شریف میں ممانعت آئی ہے، ہذا ایسا کام کرنے سے بھی بچا ضروری ہے جس سے لوگ بدگمانی کریں:
قال الفقيه رحمه الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يجالس أهل التهمة ولا يخالف لهم، فإنه يصير متهمًا وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقف مواقف التهم". (بستان العارفين، الباب الرابع والستون في النهي عن التعرض للتهمة، ص: ۵۳، رشیدیہ)

”وذکر عن لقمان الحکیم أنه قال لابنه: يابنی! من يصاحب السؤلم یسلم، ومن یدخل مدخل السوء یتھم“۔ (تنبیہ الغافلین، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشیدیہ)

چور کا نام نکالنا

سوال [۹۶۰۹]: فال نکالنا یعنی نام نکالنا جائز ہے کہ نہیں؟ جب کہ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آگئی ہے کہ اس میں غلط نام آتا ہے، دوسرے آدمی کو غلط رسو اور بدنام کیا جاتا ہے اور اکثر چوری دستیاب بھی نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فال نکالنا شرعی دلیل نہیں ہے، جس کا نام نکلے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مال مسروقہ وصول کرنا، یا اس کو سزا دینا، گرفتار کرانا، یا اس کو ذلیل اور رسو اکرنا جائز نہیں ہے (۱)۔ البتہ اس مقصد کے لئے ہو کہ چور ہو گا تو وہ ڈر کر مال واپس کر دے گا تو یہ تدبیر درست ہے، لیکن اگر وہ اس تدبیر سے نہ دے تو اس کو یقینی چور نہیں کہا جائے گا اور کسی قسم کی زیادتی کا حق نہیں ہو گا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۹۔

کافر سے جھاڑ پھونک

سوال [۹۶۱۰]: زید کہتا ہے کہ جھاڑ پھونک مریض پر کافر سے کرانا جائز ہے، بکر کہتا ہے جائز نہیں، بلکہ شرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر سے جھاڑ پھونک کرنے میں اس کا اعزاز اور اس کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہو تو ناجائز ہے (۲)،

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : “المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، النقوى لهنا” ويشير إلى صدره ثلث مرار ”بحسب أمره من الشر أن يحقر أخيه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه“۔ (مشكوة المصايب، كتاب آداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول: ۳۲۲/۲، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۲۸) ”أنَّ كُلَّ مَا عَدَهُ الْعَرْفُ تَعْظِيْمًا وَ حِسْبَهُ الْمُسْلِمُونَ موَالَةً، فَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ وَ لَوْ مَعَ أَهْلِ الْذَّمَةِ، لَا سِيمَا إِذَا أَوْقَعَ شَيْئًا فِي قُلُوبِ ضُعْفَاءِ الْمُؤْمِنِينَ“۔ (روح المعانی: ۱۲۰/۳، سورۃ ال عمران: ۲۸) =

ورنہ جائز ہے جب کہ وہ جہاڑ پھونک میں شرک استعمال نہ کرے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرنا

سوال [۹۶۱] : ایک شخص نے آسیب زدہ کا غیر مسلم سے علاج کرایا، بعدہ وہ اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ آیا وہ استغفار کرنے سے عند اللہ مغفور ہو جائے گا، یا اس کی دوسری صورت ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غلطی سے علاج کرایا ہے تو توبہ واستغفار کر لے (۲)۔ اگر وہ کلماتِ کفریہ و شرکیہ کے ذریعہ علاج

= دار إحياء التراث العربي بيروت

(۱) ”إِنَّ الرُّقْىَ يُكَرَّهُ مِنْهَا مَا كَانَ بِغَيْرِ الْلِسَانِ الْعَرَبِيِّ، وَبِغَيْرِ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَصَفَاتِهِ وَكَلَامِهِ فِي كِتَابِهِ الْمَنْزَلَةِ..... وَلَا يُكَرَّهُ مِنْهَا مَا كَانَ عَلَى خَلَافَ ذَلِكَ كَالْتَعْوِذُ بِالْقُرْآنِ وَأَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى لَبَاسُ بِالرُّقْىِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شَرْكٌ: أَى كَفْرٌ“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۲۸؛ ۳۰۳، ۳۰۳، رشیدیہ)

(وكذا في رد المحتار، فصل في اللبس: ۳۲۳/۶، سعید)

”رقیہ فيها اسم صنم أو شیطان أو کلمة کفر أو غيرها مما لا يجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی: ۳۱۸/۸، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ (سورة التحريم: ۸)
قال النبوی: ”واتفقوا أن التوبة من جميع المعاishi واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة..... اه“۔ (شرح النبوی على صحيح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۲/۲، قدیمی)
(وكذا في روح المعانی تحت آیة ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”لو تاب عن القبيح لكونه قبيحاً، وجب أن يتوب عن كل القبائح“۔ (روح المعانی: ۳۶/۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نہیں کرتا، بلکہ جائز طریقہ پر علاج کرتا ہے تو اس میں مضافات نہیں (۱)، جیسا کہ غیر مسلم ڈاکٹر یا طبیب سے جسمانی علاج درست ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۹۔

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال [۹۶۱۲] : مسلمان ہندو سے منتر کرائیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس طرح کرانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ فنِ معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر ہے، حکیم ہے، وید ہے (۲) کہ اس میں محض اس کی مہارت فن سے فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ کسی وکیل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے، سواس میں شرعاً کوئی مضافات نہیں ہے (۳)۔ دوسری صورت معالجہ کی یہ ہے کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ با برکت و مقبول ہیں، جب وہ دم کرے گا تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرمادیں گے، اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی قرار دینا ہے، حالانکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس کے باوجود کافر ہونے کے بڑا اکرام و اعزاز ہے (۴)۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے عقائد فاسد ہوتے

(۱) (تقدیم تحریجہ تحت عنوان: ”غیر مسلم سے سانپ کا کٹا جھڑوانا“۔)

(۲) ”وید: ہندی طریقہ پر علاج کرنے والا طبیب“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۱۸، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”وفیه إشارة إلى أن المريض يجوز له أن يستطع بالكافر فيما عدا إبطال العبادة“۔ (رد المحتار)

(۴) ۳۲۳/۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۹۳/۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، رشیدیہ)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۲۳/۱، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

دار المعرفة بیروت)

(۵) کافر کو کوئی ایسا منصب و مقام دینا جس سے مسلمان کی طرح اس کا اعزاز و اکرام لازم آرہا ہو، جائز نہیں:

ہیں کہ آدمی بغیر ایمان لائے بھی کفر کی نجاستوں میں ملوث ہو کر بزرگ و مقبول بارگاہ الہی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حاضرات نکلوانا

سوال [۹۶۱۳]: ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ عامل لوگ بچوں کے ناخن میں سیاہی دے کر موکل یعنی جن سے جو چاہے سوال کرتے ہیں اور اس کا جواب موکل دیتا ہے۔ تو شرعاً یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جنات کو قبضہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاضرات (۱) میں کلمات کفریہ و شرکیہ نہ ہوں نہ استمد ادمی غیر اللہ ہو، تو درست ہے ورنہ نہیں (۲)۔ لیکن حاضرات میں نظر آنے والی چیز یقینی نہیں ہوتی، بعض اکابر کا خیال ہے کہ وہ صرف دیکھنے والے اور عامل کے تخیل کا اثر ہوتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے کوئی قطعی حکم نافذ کرنا، یا کسی پر کوئی الزام عائد کرنا درست

= ”عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: قلت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه: إن لى كاتباً نصرانياً فقال: ما لك؟ قاتلك الله! ألا اتخدت حنيفاً، أما سمعت هذه الآية؟ قلت: له دينه ولنى كتابته، فقال: لا أكرز بهم إذ أهانهم الله، ولا أعزّهم إذ أذلّهم الله، ولا أدنهم إذ أبعدهم الله.“ (تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان على هامش تفسير الطبرى: ۲۰/۱، دار المعرفة بيروت)

(۱) ”حاضرات: بحوث پریت کو جمع کر کے ان سے پوشیدہ حال معلوم کرنا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۶۱، فیروز سنز لاهور)

(۲) ”ولباس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أى الكفر“. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقى، الفصل الأول، رقم الحديث: ۳۵۳۰: ۸/۳۰۲، رشیدیہ)

”رقیۃ فیہا اسم صنم او شیطان او کلمۃ کفر او غیرها مما لا یجوز شرعاً، ومنها مالم یعرف معناها“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۳۱۸/۸، رشیدیہ)

نہیں۔ جنات کو قبضہ میں کرنے کے لئے کیا کرنا ہوتا ہے؟ اور اس سے کیا غرض ہوتی ہے؟ لکھ کر دریافت کریں۔
فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

نظر بد کے لئے مرچیں جلانا

سوال [۹۶۱۲]: بچہ کو یا کسی جانور مثلاً بھینس گائے کو نظر بد لگ جانے پر عورتیں عام طور پر مرچ یا سات کپڑے کی کتریں (۱)، یا صرف سلا ہوا کپڑا لے کر بچے یا جانور کی طرف سات مرتبہ یا کچھ کم و بیش اشارہ کر کے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں۔ اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟ پھٹکری وغیرہ سے بھی جھاڑتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نظر بد اتارنے کے لئے مرچیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے (۲)، جب کہ کوئی خلاف شرع چیزان پر نہ پڑھی جائے، مثلاً: کسی دیوی دیوتا وغیرہ کی دہائی، یا کسی جن و شیطان سے استعانت وغیرہ (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۲ھ۔

(۱) ”کتریں: کتر کی جمع، پڑھ کی چھانٹن، چھی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: أمرني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : أن استرقى من العين.“۔ (معانی الآثار للإمام الطحاوى، باب الكراهة، باب الکى هل هو مكروه ام لا؟، بحث الرقى: ۲/۷۲، سعيد)

”لابأس بوضع الجمامجم فى الزرع والمطبخة لدفع ضرر العين؛ لأن العين حق تصيب المال والأدمى والحيوان، ويظهر أثره فى ذلك عرف بالآثار روى أن امرأة جاءت إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقالت: نحن من أهل الحرث وإننا نخاف عليه العين، فأمر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أن يجعل فيه الجمامجم“۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۲/۳۶۳، سعيد)

(۳) ”لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أى الكفر“۔ (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۸/۳۰۳، شیدیہ) =

نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا

سوال [۹۶۱۵]: بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ نظر بد سے حفاظت کے لئے لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے (۱)، نظر کا لگ جانا حق اور ثابت ہے، حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اس سے حفاظت کے لئے جو علاج و تدبیر تجربہ سے ثابت ہواں کا اختیار کرنا درست ہے جب کہ اس میں کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو (۳)۔ پس اگر یہ غیر مسلموں کا طریقہ و شعار ہو تو اس سے بچنا چاہئے (۴)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۶ھ۔

= ”رقیۃ فیہا اسم صنم او شیطان او کلمة کفر او غیرہا مملاۃ یجوز شرعاً، ومنها مالم یعرف معناها“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثاني: ۸/۱۸، رشیدیہ)

(۱) اگر تجربے سے اس کا مفید ہو نا ثابت ہو تو اس کی اجازت ہے:

”ویجوز کی الصغیر وبط قرحته وكل علاج فیہا منفعة لها“۔ (الدر المختار، کتاب الختنی، مسائل شتی: ۲/۵۲، سعید)

”ولابأس بکی الصیبان لداء، إتقانی“۔ (رد المختار، فصل فی البيع، کتاب الحظر والإباحة:

۳۸۸/۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الكراہیة، الباب الثامن عشر فی التداوی: ۵/۳۵۶، رشیدیہ)
البته چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے:

”ویکرہ الکی فی الوجه، کذا فی الفتاوی العتابیہ“۔ (الفتاوی العالمکیریة، المصدر السابق)
(۲) ”حدثنا عبد البرزاق، نا معمراً عن همام بن منبه، قال: هذا ما حديثنا أبو هريرة رضي الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “العين حق“۔ (سنن أبي داؤد، کتاب الطب، باب ماجاء فی العین: ۲/۱۸۵، امدادیہ ملتان)

(۳) ”وأماماً كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس، بل يستحب، سواء كان تعويذة أو رقية أو نشرة“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۸/۳۲۱: ۳۵۵۳، رشیدیہ)

(۴) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳/۷۵، قدیمی)

علم جفر کا حکم

سوال [۹۶۱]: ایک شخص ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور وہ ہمارے گاؤں اور شہر کے ذورے پر ہے۔ وہ بوہرہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اس نے کویت دلیش میں جا کر چند سال سیر کی ہے اور وہاں علم جفر کی تعلیم پائی ہے، جس کے ذریعہ یہ نئے نئے شعبدے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔

یہ لوگوں کے ماضی کے حالات کسی حد تک بالکل صحیح بتاتا ہے اور کچھ مستقبل کے بھی حالات بتاتا ہے، جس کی وجہ سے دیندار مسلمان بھی اس کے شیدا ہو گئے۔ اور یہ دھوکہ بڑی زور سے ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ علم (جفر) صاحب اکرام و بزرگان دین کو بھی تھا، اس علم سے ان لوگوں نے کام لئے ہیں۔ اس کے عمل سے بہت سے مسلمانوں کے ایمان پر اثر آ رہا ہے، مگر صحیح معلومات نہ ہونے سے بہک رہے ہیں۔

نبوت: اگر اس شخص کو کسی آدمی کا نام کہہ دو تو وہ اس کے ماضی کے حالات بیان کر دیتا ہے، چاہے وہ سامنے حاضر ہو یا نہ ہو۔ بعض مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ علم ناجائز ہے اور بعض اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپس میں مسلمانوں میں اختلاف پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس سے بھی زیادہ حالات بگز نے کے امکان ہیں۔ اس لئے آپ جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علم جفر کی نہ قرآن کریم نے تعلیم دی، نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو سیکھا، نہ محدثین نے اس کی طرف توجہ دی، نہ فقهاء اور اولیائے کرام نے اس کو قبل التفات سمجھا، بلکہ کتب فقه: الأشباه والنظائر (۱) و در مختار (۲) وغیرہ میں اس کے سیکھنے کو منع کیا ہے۔

(۱) ”تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه لدینه. وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غيره. ومندوباً وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبنة والتجميم والرمل وعلم الطبيعين والسحر“. (الأشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، فائدة عن الإمام البخاري، فيما ينبغي لطلب العلم، ص: ۳۲۹، قدیمی)

(۲) ”واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين وحراماً وهو علم الفلسفة والشعبنة والتجميم =

یہ شرعی جحت نہیں، نہ اس کے ذریعہ سے کسی کا جرم ثابت ہوتا ہے، نہ براءت۔

اگر کوئی شخص علم جفر کے ذریعہ کسی کو چور بتائے تو اس کو چوری کی سزا دینا جائز نہیں (۱)۔ اس علم کے ذریعہ بہت سی چیزیں سامنے آ جاتی ہیں، جنات اور شیاطین سے بہت سی چیزیں معلوم کی جاسکتی ہیں، مگر یہ سب چیزیں بالکل لغو اور یقین ہیں۔ جوگی اور پنڈت بھی ہاتھ دیکھ کر بعض صرف صورت دیکھ کر، بعض نام سن کر بہت کچھ بتانے والے آج بھی موجود ہیں، بعض مسلمان بھی یہ سب کچھ بتادیتے ہیں، مگر ان کی نسبت صحابہ کرام کی طرف

= والرمل۔ (الدر المختار). قال ابن عابدین رحمه اللہ تعالیٰ: ”قوله: والرمل) هو علم بضروب أشكال من الخطوط النقط بقواعد معلومة تخرج حروفًا تجمع، ويستخرج جملة دالة على عواقب الأمور، وقد علمت أنه حرام قطعاً، وأصله لإدريس عليه السلام: أي فهو شريعة منسوخة. وفي فتاوى ابن حجر أن تعلمه وتعلمه حرام شديد التحريم، لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارك الله تعالى في غيبه“.

(الدر المختار مع رالمحhtar، مطلب فی النجيم والرمل: ۱/۳۲، سعید)

(۱) سوال: ”شah ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دزد (چور) کے معلوم کرنے کی ترکیب لکھی ہے اور یہاں بعض بزرگ یہی ترکیب کرتے ہیں کہ دزد معلوم کرنے کے لئے ایک آیت بیضہ مرغ پر لکھتے ہیں اور پھر سورہ یسوس یا کوئی اور سورہ پڑھتے ہیں اور ایک چھوٹے لڑکے سے بیضہ کو دھکلواتے ہیں، وہ لڑکا اس اندھے میں دیکھ کر بتاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں چیز لئے ہوئے ہے۔ اس ترکیب سے بعض چیزیں لوگوں کو لوگی ہیں، دزد کا پتہ لگ گیا ہے، ایسی ترکیب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شah ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس ترکیب پر یقین نہ کرے، قرآن کا اتباع کرے کہ یقین کرنا جائز نہیں، حالانکہ یقین یا ظن غالب پیدا کرنے کے لئے ایسا ہو رہا ہے۔

الجواب: نہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا شخص بطریق شرعی کریں، لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

تمته سوال بلا

سوال: یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب: میرے نزدیک بالکل ناجائز، اس لئے کہ عوام حد تھص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

(إمداد الفتاوى، تعويذات واعمال، عنوان مسئلہ: چور برآمد کرنے کے لئے عملیات : ۲/۸۸، ۸۶، مکتبہ

کرنے اغلط ہے، ان اکابر نے جفر سیکھا اور نہ سکھایا، نہ اس طرف توجہ کی۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج

سوال [۹۶۱]: ۱..... بنگال میں سانپ کثرت سے ہوتے ہیں، اکثر کاث بھی لیتے ہیں۔ وقت پر علاج کرنے والا کوئی مسلمان نہیں ملتا تو ہندوؤں سے علاج کرتے ہیں، وہ لوگ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے ہیں۔ تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

۲..... بعض دفعہ یہ لوگ ہاتھ چلاتے رہتے ہیں اور پتہ لگا لیتے ہیں کہ زہراتر گیا یا باقی ہے۔ لہذا اس پر

اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

۳..... اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر یہ متعین ہے کہ وہ اس جھاڑ پھونک میں شرکیہ کلمات پڑھتے ہیں تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا جائز نہیں (۱)۔ اگر محض احتمال ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۲..... یہ ایک تجربہ کی چیز ہے جس کو تجربہ ہو گا بتا سکے گا، کوئی شرعی اعتقادی چیز نہیں جس سے ایمان کا خطرہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مقیاس الحرارة سے بخار دیکھ لیتے ہیں، یا اطباء بیض سے بخار اور اس کی قسم معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱) ”رقیۃ فیہا اسم صنم او شیطان او کلمۃ کفر او غیرہا مملا بیجوز شرعاً، ومنها مالم یعرف معناها“.

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۵۵۲) : ۳۱۸/۸، رشیدیہ)

(۲) ”وإنما تکرہ العوذة إذا كانت بغير لسان العرب ولا يدری ما هو، ولعله يدخله سحراً أو كفراً وغير ذلك“.

(رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۶۳/۲، سعید)

(وکذا فی تکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب الطب والمرضی والرقی: ۲۹۵/۳، مکتبہ

دارالعلوم، کراچی)

۳..... اکتا لیں دفعہ الحمد شریف مع ”بسم اللہ“، سات مرتبہ ﴿وإذا بطشتم بطشتم جبارین﴾، تین مرتبہ ﴿قل يأيها الكافرون﴾ اول و آخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ نیز پانی پر دم کر کے پلا دیں۔ اگر بے ہوش ہو تو پانی اس پر چھڑک دیں۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

غیر مسلم سے سانپ کے کائے کو جھڑوانا

سوال [۹۶۱۸]: کافر سے سانپ کائے کو جھڑوانا کیسا ہے جب کہ ان میں کلماتِ کفر و شرک بھی ہوتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے نام ہوتے ہیں؟ اگر کوئی کافر صرف بھگوان، یارام وغیرہ کا نام لے تو کیا یہ تاویل صحیح ہے کہ وہ خدا کا نام ہے، کسی بھی لغت و زبان میں ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس رقیہ میں کلماتِ کفر ہوں، یا ایسے کلمات ہوں جس کے معنی معلوم نہ ہوں وہ رقیہ جائز نہیں (۱)۔ ہندو جھاڑ پھونک میں اپنے منتر وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے جس میں دیو دیوتاؤں سے استمداد مطلوب ہوتی ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔ اور بھگوان اور یارام خداوند قدوس کے نام نہیں ہیں اور ان کے مفہوم سے خدائے پاک کی ذات بالا و منزہ ہے۔ شامی: ۵/۳۵۷ میں ہے:

” وإنما تكره العودة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدرى ما هو، ولعله يدخله سحراً وكفراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ھ۔

(۱) ”رقیہ فیہا اسم صنم او شیطان او کلمۃ کفر او غیرہا مملا یجوز شرعاً، ومنها مالم یعرف معناها“.

(مرقة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۳۵۵۲) : ۸/۱۸، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۲/۳۶۳، سعید)

”إن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربى، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه فى =“

سفلی عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا

سوال [۹۶۱۹]: ایک شخص عالم ہے اور بظاہر متقی پر ہیزگار بھی ہے، امام مسجد بھی ہے، مگر وہ عالم سفلی عمل کے ذریعے سے ٹے کا نمبر بتلاتا ہے۔ اس کے پاس اگر کوئی شخص اس کا خادم بن کر جاتا ہے اور خوشامد کرتا ہے تو عالم صاحب اس کو سٹہ کا عمل بتلا دیتے ہیں۔ اور عالم صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبوراً اور مغلس ہو تو ٹے کا عمل ایسے شخص کے لئے پڑھنا جائز ہے اور جو روپیہ نمبر لگانے کا ملے وہ جائز بتلاتے ہیں۔ تو آپ شرعی رو سے بتلائیے کہ ایسے عالم کا عقیدہ کیسا ہے؟ اور ٹے کا عمل کرنا اور بتلانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ جو شریعت کا مسئلہ ہواں کو صاف صاف تحریر کجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عالم کا یہ طریقہ غلط اور خلاف شرع ہے، ایسی آمدنی بھی حرام ہے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= کتبہ المنزلة ولا يكره منها ما كان على خلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن وأسماء الله تعالى

لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك: أى كفر". (مرقة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل

الأول، (رقم الحديث: ۳۵۲۸) : ۳۰۳، ۳۰۳، رشیدیہ)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، باب الطب والمرض والرقى: ۲۱۹/۲، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكِلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصايب، كتاب البيوع،

باب الغصب، والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يدخل الجنة

لحم بنت من السحت، وكل لحم بنت من السحت كانت النار أولى به”. (مشكوة المصايب، كتاب

البيوع، باب الكسب، مطلب الحلال، الفصل الثاني، ص: ۲۳۲، قديمي)

عمل برائے امداد مظلومین واجر تی تعویذ

سوال [۹۶۲۰]: زید کے دل میں خلوص ہے اور وہ خلوص نیت سے کوئی قرآنی عمل کر رہا ہے کہ اس سے وہ قوت حاصل کر کے دین و قوم کی خدمت کرے گا۔ مراد مظلومین کی امداد اور ظالمین کا خاتمه ہے۔ زید کے لئے وہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ تعویذ کے لکھنے والے تعویذ دینے کے بعد جو پیسہ لیتے ہیں، ان کا لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک عمل کی پوری کیفیت سامنے نہ آئے اس کے متعلق حکم کیا لکھا جائے، نیز قرآن کریم ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے (۱)، ظالمون کے ظلم سے روکنے اور عدل کو پھیلانے کے احکام بھی موجود ہیں (۲)، دعاء اور بددعا بھی موجود ہے: ﴿رَبُّنَا أَطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِم﴾ (۳)۔ جو شخص تعویذ جانتا ہے اور اس میں کوئی غلط چیز استعمال نہیں کرتا، غلط کام کے لئے تعویذ نہیں دیتا، اس کے لئے نذرانہ کی بھی گنجائش ہے (۴)، مگر اس کو

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشَفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًىٰ وَرَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ﴾ (سورة یونس: ۷۵)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَا عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ (سورة النحل: ۹۰)

(۳) (سورة یونس: ۸۸)

(۴) ”أن الرقية ليست بقربة محضر، فجازأخذ الأجرة عليها“. (تکملة فتح الملهم، کتاب الطب، باب جوازأخذ الأجرة على الرقية بالقرآن: ۳/۳۳۰، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

”جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوی؛ لأنها ليست عبادة محضر بل من التداوى“. (رد المحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة والتهليل ونحوه: ۲/۵۵، سعید)

”لابأس بالاستیجار علی الرقی والعلاجات كلها وإن كنا نعلم أن المستأجر علی ذلك قد يدخل فيما يرقی به بعض القرآن؛ لأنه ليس علی الناس أن يرقی بعضهم بعضاً، فإذا استو جروا فيه علی أن يعملوا ما ليس عليهم أن يعملوا، جاز ذلك“: (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمه الله تعالى، کتاب الإجارت، باب الاستیجار علی تعلیم القرآن: ۲/۷۴، سعید)

پیشہ بنانا مناسب نہیں، حبیۃ اللہ خدمتِ خلق کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶۔

عمل برائے گمشدہ

سوال [۹۶۲۱]: گم شدہ چیز کے لئے کوئی عمل براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دور کعت تہائی میں صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھ کر درود شریف سات دفعہ، سورہ لقمان رکوع نمبر: ۲، کی آیت ﴿یا بُنی اِنْ تَك﴾ سے ﴿لطیف خبیر﴾ تک ۱۱۹/دفعہ پھر ﴿یا حفیظ﴾ ۱۱۹/دفعہ، پھر درود شریف ۷/دفعہ پڑھ کر دعاء کی جائے کہ: اے خدائے پاک! میں گنہگار ہوں، تو غفار ہے، میں عاجز ہوں تو قادر ہے، میں نادان ہوں تو دانا ہے، میں ضعیف ہوں تو قوی ہے، میں محتاج ہوں تو غنی ہے، فلاں چیز بلا استحقاق کے تو نے ہی عطا فرمائی اور سب کچھ تیراہی دیا ہوا ہے، وہ چیز گم ہو گئی حالانکہ اس کی حاجت بھی تیری ہی پیدا کی ہوئی ہے، وہ چیز واپس عطا فرمادے، مجھے محروم نہ فرم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۵/۹/۱۲۔

كشف ارواح کا عمل

سوال [۹۶۲۲]: عمر کا بیان ہے کہ ایک عمل یا وظیفہ ایسا ہے کہ جس کے پڑھنے سے آسمان وز میں، جنت و دوزخ، لوح و قلم کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور قبر کے حالات اور روحوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شادی ہونے کے لئے عمل

سوال [۹۶۲۳]: حنیف خان کا لڑکا معین خان ہے جو اس وقت بالغ ہے، لیکن ایک آنکھ خراب

ہونے کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ آپ دعاء کیجئے اور ایک تعویذ لکھ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معین کو بتا دیں کہ وہ بعد عشاء تہائی میں دور کعت نماز حاجت پڑھ کر "یا بدیع العجائبات بالخير یا بدیع" ۱۰۱/ دفعہ، اول و آخر درود شریف ۷/ دفعہ پڑھ کر دعاء کیا کریں۔ حق تعالیٰ کا میاب فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲۲/ ۹۶۔

وسعتِ رزق کا عمل

سوال [۹۶۲۲]: احقر کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے اور کچھ مقروض بھی ہے، اس لئے دعاء کریں اور وسعتِ رزق کے لئے کوئی عمل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فجر کے درمیان "سبحان الله وبحمده، وسبحان الله العظيم وبحمده، أستغفر الله" سوار، اول و آخر درود شریف گیاہ باز روزانہ پڑھا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۹/ ۸۷۔

وسعتِ معیشت کا اعلان

سوال [۹۶۲۵]: معیشت کے لئے اگر کوئی تدبیر یا عمل ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم الله ۳۱/ بار اول و آخر درود شریف ۱۱/ بار پابندی سے پڑھیں، حق تعالیٰ حلال روزی برکت والی دے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/ ۹۳۔

دستِ غیب کا عمل

سوال [۹۶۲۶]: دستِ غیب کا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دستِ غیب کا جو عمل آج کل راجح ہے، وہ جنات کے ذریعہ چوری ہے، الہذا ناجائز ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

یا جبرائیل بحق یا وهاب کا وظیفہ

سوال [۹۲۷]: ۱..... ”یا جبرائیل بحق یا وهاب“ اس طریقہ سے پڑھنا کیسا ہے؟

”قل هو اللہُ أَحَدٌ، يَا جَبْرائِيلٌ“ کا وظیفہ

سوال [۹۲۸]: ۲..... ”قل هو اللہُ أَحَدٌ يَا جَبْرائِيلٌ“ ہر آیت کے ساتھ موقوٰ کل کا نام لے کر پڑھنا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكِلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونْ تِجَارَةً عَنْ تِرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

”عن عمرو يشربى رضى الله تعالى عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: لا يحل لامرئ من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه“. (شرح معانى الآثار للإمام الطحاوى رحمه الله تعالى، كتاب الكراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟ : ۳۷۵/۲، قديمى)

”دستِ غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو، وہاں سے اٹھاتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے، نکال لاتے ہیں، سواس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جنات سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کس کو انکار ہو سکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو چوری کہاں ہوئی؟

سوال تو امکان سے دوسرے احتمالات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لا میں تو بھی ظاہر ہے کہ خوشی نہیں لاتے ورنہ اور وہ کو لا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کس کو مجبور کرنا کہ اپنامال مجھ کو دے دے خود حرام ہے، اور اس تقریر سے تسخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آ گیا۔ (عملیات و تعویذات، اور اس کے شرعی احکام، دستِ غیب اور جنات سے پمیسی یا کوئی اور چیز منگانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلياً:
ا..... ثابت نہیں۔

۲..... قرآن کریم جس طرح نازل ہوا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح تلاوت فرمائے کرام کو سنایا اور پڑھا، یا اسی طرح پڑھنا چاہیے، اس میں تغیر و تبدل کا کسی کو حق نہیں:

﴿وَإِذَا تَلَىٰ عَلَيْهِمْ أَيَّاتِنَا بَيِّنَاتٍ، قَالَ الَّذِينَ لَا يُرْجُونَ لِقَاءَنَا إِثْنَانِ بِقُرْآنٍ غَيْرَ هَذَا أَوْ بَدْلَهُ، قَلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَبْدَلَهُ مِنْ تَلَقَّاهُ نَفْسِي إِنْ اتَّبَعَ إِلَامًا يُوحَىٰ إِلَيَّ، إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتَ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ (سورة یونس، رکوع: ۲) (۱)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۵۔

”نادعلی“ کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۹]: ”نادعلی“ کے نام سے مشہور ایک عمل عملیات کی کتابوں میں ہے، کیا اس کو بطور وظیفہ کے پڑھنا جائز ہے۔ نادعلی یہ ہے:

”نادعلیاً مظہر العجائب، وتجده عوناً للك في النوائب كل هم وغم

سینجلی یا محمد بولایتک یا علی یا علی یا علی“۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نادعلی کا وظیفہ پڑھنا غلط ہے، خلاف شرع ہے، اس کو ہرگز نہ پڑھا جائے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۵۔

(۱) ترجمہ: ”اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آئیں ہماری واضح، کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی، لے آکوئی قرآن اس کے سوا، یا اس کو بدل ڈال، تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابع داری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف، میں ڈرتا ہوں اگرنا فرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے۔“ (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ سورہ یونس: ۱۵)

(۲) مذکورہ الفاظ ”نادعلیاً العجائب الخ“ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ان سے مدد مانگی جا رہی ہے، جب کہ مذکرنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنا تاجائز و حرام ہے، لہذا مذکورہ الفاظ کو بطور دعا یا =

عمل کو پلٹنے کا حکم

سوال [۹۶۳۰]: میری بہن کے شوہر کی دوسری بیوی نے میری بہن اور ان کے شوہر میں جدائی ڈالنے کا ایسا ساخت کوئی عمل کرایا کہ اگر اس کو پلٹا جائے تو عامل بتاتے ہیں کہ اس عمل کرانے والی کی جان کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً عمل پلٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے عامل سے اس کو پلٹایا جائے جو اس عمل کے اثر کو ختم کر دے اور کفر و شرک یا کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے (۱) اور جان نہ لے لے، ہلاک نہ کر دے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۲۷۔

= وظیفہ پڑھنا جائز نہیں، نیز اگر مذکورہ الفاظ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے سے پڑھا جائے تو یہ شرک ہے، اور شرک کی کبھی بھی معافی نہیں ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شاء اللَّهُ﴾ (سورہ یونس: ۳۹)

قال العلامہ الالوسي رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ﴾: ای لاؤقدر علی شئ منہما بوجه من الوجوه۔ وتقديم الضر لمان مساق النظم الکريم لإظهار العجز عنہ، وأما ذکر النفع فللتعظيم إظهاراً لكمال العجز”。 (روح المعانی، (سورہ یونس: ۳۹): ۱۱ / ۱۳۰، دار إحياء التراث العربي بیروت)

(۱) ”وقد روی عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في إباحة الرقى كلها مالم يكن شرك عن عوف بن مالك الأشجع رضي الله تعالى عنه قال: كنا نرقى في الجاهلية فقلنا: يا رسول الله! كنا نرقى في الجاهلية فما ترى في ذلك؟ قال: ”اعرضوا على رقакم، لا بأس بالرقى مالم يكن شرك عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: لما نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الرقى أتاه خالى فقال: يا رسول الله! إنك نهيت عن الرقى وإنى أرقى من العقرب، قال: ”من استطاع منكم أن ينفع أخيه، فليفعل“。 (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمة الله تعالى، كتاب الكراهة، باب الكراهة، مکروه ام لا، مبحث الرقی: ۲/۲۷، ۲۸، ۲۲۷، سعید)

”وإنما تكره العودة إذا كانت بغیر لسان العرب ولا يدری ما هو، ولعله يدخله سراً أو كفراً أو غير ذلك“。 (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الملبس: ۶/ ۳۲۳، سعید)

(وکذا فی تکملة فتح الملهم، كتاب الطب، باب الطب والمرضی والرقی: ۳/ ۲۹۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تقتلوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورہ الأنعام: ۱۵۱) =

جوانی میں عملیات کرانا

سوال [۹۶۳۱]: سنا ہے کہ اپنے اور عملیات کا استعمال جوانی کی عمر میں نہ کیا جائے، کیونکہ بھٹکنے کا خوف ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عملیات (تغیر وغیرہ) سے پرہیز کیا جائے، جو اعمال صالحہ احادیث سے ثابت ہیں، ان کو اختیار کرنے میں خطرہ نہیں اور وہ باعثِ خیر و برکت بھی ہیں اور موجبِ اجر و ثواب بھی ہیں (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۸۵۸۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۸۵۸۔

لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج

سوال [۹۶۳۲]: اگر پانی پر کوئی شخص (جو بترن وغیرہ میں رکھا ہو) لکھ جاوے اور اس کے پینے سے گلاد کھنے لگے تو اور پانی لے کر اس کو چاقو سے تین بار کاٹ کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک ٹوٹکا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر اعتقاد ہو کہ چاقو سے کاٹ کر پانی پینے سے گلاٹھیک ہو جائے گا تو چونکہ یہ شرعاً کوئی علاج ہے نہ طبا۔ لکھے ہوئے پانی کو نہ شریعت نے مضر بتایا، نہ طب نے، الہذا سے احتراز چاہیے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو یہ ایک فعلِ عبث ہے اور دوسروں کے حق میں مفسد عقیدہ، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے پانی کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہو گا کہ پانی کو لکھنا نہیں چاہیے اور اس میں ایک مضرت بھی تجویز کر دی کہ گلاد کھے گا، کیونکہ بلا مضرت بتلائے

= وقال الله تعالى: ﴿وَلَا يَقْتُلُنَّ النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورة الفرقان: ۲۸)

(۱) مثلاً ہر نماز کے بعد آیتِ الکرسی اور معوذ تین کا پڑھنا، اسی طرح ہر کام کی انجام دہی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو دعا مأثورہ ثابت ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شاید یہ مخصوص احترام نہ ہوگا، یا لکھنے سے پانی میں کچھ ذرات گرنے کی وجہ سے اس کو منع کیا۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۲/۱۱/۵۵۲ھ۔
صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/ذی قعده/۵۵۲ھ۔

عذاب قبر سے حفاظت کا عمل

سوال [۹۲۳]: کوئی ایسا عمل تحریر فرمائیں جس سے قبر میں عذاب نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاکی سے بچنا، ہمیشہ پاک رہنا (۱)، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنا، سنت کا پورا اتباع کرنا، سونے سے پہلے سورہ ملک پابندی سے پڑھنا (۲)، ہر نماز میں درود شریف کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا جس میں ”أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“ بھی ہے (۳)۔ چغل خوری سے پرہیز کرنا (۴)۔ یہ چیزیں ایسی ہیں

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا قال: مَرَّ الْبَنْىٰ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرِيْنَ يَعْذَبَانِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لِيَعْذَبَانِ، وَمَا يَعْذَبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَرُ مِنَ الْبَوْلِ“۔ وفي رواية مسلم: ”لَا يَسْتَرُهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ“۔ ثُمَّ أَخْذَ جَرِيدَةً رَطِبَةً، فَشَقَّهَا بِنَصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَّزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً۔ قالوا: يَارَسُولَ اللهِ! لَمْ صُنِعْتِ هَذَا؟ فَقَالَ: ”لَعْلَهُ أَنْ يَخْفَفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبِسَا“۔ (مشکوٰۃ المصاہیح، کتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الأول، ص: ۳۲، قدیمی)

(وَكَذَا فِي تَبْيَهِ الْغَافِلِينَ، بَابُ النَّمِيمَةِ، ص: ۹۰، رَشِيدِيَّه)

(۲) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا أَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ: أَلَا اتَّحِفُكَ بِحَدِيثٍ تَفَرَّجُ بِهِ؟ قَالَ: بَلِّي، قَالَ: اقْرَأْ تَبَارِكَ الدُّنْدُلَ الذِّي بِيَدِهِ الْمُلْكُ، وَعَلِمَهَا أَهْلُكَ وَجَمِيعَ وَلَدَكَ وَصَبِيَانَ بَيْتِكَ وَجِيرَانِكَ، فَإِنَّهَا الْمُنْجِيَّةُ وَالْمُجَادِلَةُ تَجَادِلُ أَوْ تَخَاصِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهَا لِقَارِئَهَا، وَتَطْلُبُ لَهُ أَنْ يَنْجِيَهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَيَنْجِيَ بَهَا صَاحِبَهَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لَوْدَدْتُ أَنَّهَا فِي قَلْبِ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أَمْتَى“۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الْمُلْك: ۳/۸۰، مکتبہ دارالسلام ریاض)

(۳) ”عن مسلم بن أبي بکر، قَالَ: كَانَ أَبِي يَقُولُ فِي دَبْرٍ كُلَّ صَلَاةً: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ“۔ فَكَنْتُ أَقُولُهُنَّ، فَقَالَ: أَى بَنِي! عَمِنْ أَخْذَتْ هَذَا؟ قَلْتُ: عَنِّكَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ =

کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اہتمام کے برکت سے عذاب قبر سے حفاظت رہے گی۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۶۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۲۶۔



= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان يقولهن فی دبر کل صلوٰۃ۔ (عمل اليوم والليل، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۱)، مكتبه الشیخ کراتشی)

(وكذا في سنن النسائي، كتاب الصلوٰۃ، باب التعوذ في دبر الصلوٰۃ: ۱۹۸/۱، قدیمی)

(۲) (راجع رقم الحاشية الأولى أعني من الصفحة المتقدمة)

باب الأشتات

(حضر واباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

سبر پتوں اور شاخوں کو کاشنا

سوال [۹۶۳۲] : سبز درختوں کو فروخت کرنا، ان کو کاشنا، ان کے تختہ نکالنا کیسا ہے، جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے لئے ایسے درختوں کو کاشنا، فروخت کرنا، آرہ مشین چلا کر تختہ نکالنا سب درست ہے۔ سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضروریات کو نہیں روکا جاتا، ورنہ جانوروں کو گھاس کھلانا، ہی منع ہو جائے گا اور سبزی کھانا بھی ختم ہو جائے گا۔ سبز شاخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی درخت سے جدا فرمائیا سے کام لیا ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، کیم / ربیع الاول ۸۸ھ۔

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: ”إنهما ليعذبان، وما ياعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول، وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة“. ثم أخذ جريدةً رطبةً، فشقّها بمنصفين، ثم غرز في كل قبر واحدةً. فقالوا: يا رسول الله! لم صنعت هذا؟ فقال: ”لعله أن يخفف عنهما مالم يبسا“۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید على القبر: ۱۸۲، قدیمی)

(ومسنن الإمام أحمد بن حنبل، مسنن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا : ۱/ ۳۷۳، (رقم الحديث: ۱۹۸۱)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، کتاب الجنائز، باب وضع الجرید على القبر: ۱/ ۲۹۱، قدیمی)

پھل دار درخت کو کاٹنا

سوال [۶۲۵]: پھل والے درخت کو یا بغیر پھل والے درخت کو سر برداشت ادب ہونے کی حالت میں کٹوا کر تجارت کرنا، یا اپنے ضروری کاموں میں صرف کر لینے کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حسب ضرورت یہ تصرف جائز ہے، بلا ضرورت نفع عام کی چیز کو کٹوانا سد منفعت اور اضاعتِ مال ہے۔ نیز سر برداشت تسبیح کرتا ہے (۱)، اس کو تسبیح سے روکنا ہے۔ اور بوقتِ ضرورت کٹوانے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ درخت وغیرہ انسانوں کی ضرورت کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں:

فی أحكام القرآن لأبي بكر الرازى الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ما قطعتم من لينة﴾ الآية: ”وروى عثمان بن عطاء عن أبيه قال: لما واجه أبو بكر رضى الله تعالى عنه الجيش إلى الشام، كان فيما أوصاهم به: ”ولا تقطع شجرةً مثمرةً“ . قال أبو بكر: ”تأوله محمد بن الحسن على أنهم قد علموا أن الله تعالى سيغنمهم إياها وتصير لل المسلمين إذا غزوا أرض الحرب وأرادوا الخروج، فإن الأولى أن يحرقوا شجرهم وزروعهم وديارهم، وكذلك قال أصحابنا في مواشيهم إذا لم يمكنهم إخراجها ذبحت ثم أحرقت . وأما ما رجوا أن يصير فيما لل المسلمين، فإنهم إن تركوه ليصير لل المسلمين، جاز، وإن أحرقوه غيظاً للمشركين، جاز استدلاً بالآية،

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: ”إنهما ليعذبان، وما يعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستر من البول، وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة“. ثم أخذ جريدةً رطبةً فشقها بنصفين، ثم غرز في كل قبر واحد. فقالوا: يا رسول الله! لم صنعت هذا؟ فقال: ”لعله أن يخفف عنها ما لم يبسا“ . (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر:

۱۸۲، قدیمی)

قال ابن حجر رحمه الله تعالى ”وقد قيل: إن المعنى فيه أن يسبح مadam رطباً، فيحصل التخفيف بسرقة التسبيح. وعلى هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الأشجار وغيرها“ . (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب: من الكبائر أن لا يستر من بوله: ۱/ ۳۲۵، قدیمی)

وَبِمَا فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ”。 أَحْكَامُ الْقُرْآنِ: ۳/۲۸ (۱)۔ فقط والله سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہاپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ذیقعدہ/۱۹۵۷ھ۔

پانچ سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا

سوال [۹۲۶]: آدمی یا عورت کلی دار پائچا مہ پہنے ہوئے ہے، اس صورت میں عورت کو پیشاب، پاخانہ یا شوہر سے وطی کرنا، یعنی آدمی کا جانگیا یا ڈھیلا پائچا مہ پہن کر بغیر ازاں بند کھولے ہوئے دائیں یا بائیں پیر اٹھا کر پیشاب یا پاخانہ یا عورت سے وطی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

پیشاب بھی ہو جائے گا، پاخانہ بھی ہو جائے گا، وطی بھی ہو جائے گی، شریعت کی طرف سے اس پر پابندی نہیں، لیکن اس طرح کرنے سے کثرا خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) (أَحْكَامُ الْقُرْآنِ، (سُورَةُ الْحُشْرِ: ۵): ۳/۲۲، قديمی)

(۲) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه أن النبي صلی الله علیه وسلم رأى أعرابياً يبول في المسجد فقال: “دعوه حتى إذا فرغ، دعا بما فصبه عليه”. (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ترك النبي صلی الله علیه وسلم والناس الأعرابي حتى فرغ من بوله في المسجد: ۱/۳۵، قديمی)

قال الحافظ في شرح الحديث المذكور: ”إنما تركوه يبول في المسجد أما أن لا يقطعه، فلا يأمن من تنجيس بدنـه أو ثوبـه“. (فتح الباري: ۱/۲۸، قديمی)

”وفيـه التـحـذـير مـن مـلاـبـسـة الـبـول“۔ (فتح الـبارـي، قـبـيلـ بـابـ مـاجـاءـ فـي غـسلـ الـبـولـ: ۱/۳۲۶، قديمی)

(وكذا في عمدة القاري، قبـيلـ بـابـ صـبـ المـاءـ عـلـى الـبـولـ فـي المسـجـدـ: ۲/۱۲۷، إدارـةـ الطـبـاعـةـ المنـيرـيةـ)

نئی صدی کا استقبال

سوان [۹۶۷]: کیا پندرہویں صدی کے استقبال میں جسے جلوس کرنا درست ہے، کیا قرآن و حدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جو لوگ ایسا کریں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مجھے اس کا ثبوت دلائل شرعیہ میں کہیں نہیں ملا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

(۱) مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کے ہر کام کی بنیاد خوشنودیِ خداوندی، وقار اور سنجیدگی پر ہو اور نئی صدی کے استقبال میں جسے جلوس اور اس قسم کے دیگر امور میں نہ خوشنودی ہے، نہ وقار، نہ سنجیدگی:

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لأشجع عبد القيس: “إن فيك لخصلتين يحبهما الله: الحلم والأناة”. رواه مسلم“.

”عن أنس رضي الله تعالى عنه أن زجلاً قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أوصني فقال: “خذِ الأمرا بالتدبیر، فإن رأيت في عاقبته خيراً، فامضه. وإن خفتَ غيّاً، فامسّك”. رواه في شرح السنة“.

”وعن مصعب بن سعيد عن أبيه رضي الله تعالى عنه - قال الأعمش: لا أعلم إلا عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم - قال: “الْتُّوْذَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ”. رواه أبو داؤد“.

”وعن عبدالله بن سرجس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالْتُّوْذَةُ وَالْإِقْتَصَادُ جُزُءٌ مِّنْ أَرْبَعِ وَعِشْرِينِ جُزْءًا مِّنَ النَّبُوَةِ”. رواه الترمذى“.

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الحذر والثانی فی الأمور، الفصل الثانی، ص: ۲۳۰، قدیمی)

قال الملا على القاری رحمه الله تعالى: ”الحلم“ مكافأة الظالم في الأصل، ثم يستعمل في العفو عن الذنب. قيل: والمراد به هنا عدم استعجاله وتراخيه حتى ينظر في مصالحة ”الأناة“ فقيل: معناه (أى معنى الأناة): الوقار والثبت. وقيل: الثبات في الطاعات. وقيل: المراد جودة نظرة في العاقب اه“. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحذر والثانی فی الأمور، الفصل الأول: ۸۵/۸، رقم الجدید: ۵۰۵۳)، (رشیدیہ)

وقال: ”خذِ الأمرا بالتدبیر“ أى بالتفكير في دبره، والتأمل في مصالحة ومفاسدہ، =

غلط پروپیگنڈہ کی نہ ملت

سوال [۹۲۳۸]: مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ قائم کرنا اور ان مسلمانوں کے جو کہ واقعی مسلمان ہیں یعنی نماز روزہ کے پابند، اور یہ پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کو شریعت کا پابند کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی بولے نہ ان کی معیت وغیرہ میں شریک ہو۔ اور جب وہ لوگ سلام کرتے ہیں تو شریعت کے پابند اشخاص جو کہ اپنے کو سمجھتے ہیں تھوکتے ہیں اور سلام کا جواب نہیں دیتے۔ تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

بلا وجہ ایسا کرنا حرام ہے (۱)، جس وجہ سے ایسا کرتے ہیں اس کی وجہ معلوم ہونے پر زیادہ تفصیل

= والننظر فی عاقبة أمره”。 (مرقاۃ المفاتیح، المصدر السابق، الفصل الثاني: ۸/۷۸، (رقم الحديث: ۵۰۵۶)، رشیدیہ)

باوجود اس کے اگر کوئی صرف خوشی کے طور پر بھی کرتا ہے تب بھی درست نہیں، کیونکہ اس میں کفار سے شبہ ہے اور فضول خرچی توہر حال میں ہے، لہذا اس عمل کو ترک کرنا چاہیے:

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَبْذِرْ تَبْذِيرًا، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ﴾ (سورة الإسراء: ۲۷، ۲۶)

”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهمَا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من شبَّهَ بِقَوْمٍ، فهو مِنْهُمْ“۔ (مشکوٰۃ المصاٰبیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا على القاری رحمه الله تعالى: ”أى من شبَّهَ نَفْسَهُ بِالْكُفَّارِ مثلاً فِي اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ” فهو مِنْهُمْ“: أى فِي الإِثْمِ وَالْخَيْرِ۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۳۲/۸): ۱۵۵، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشمیت العاطس“۔ متفق عليه۔ (مشکوٰۃ المصاٰبیح، کتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المريض، الفصل الأول، ص: ۱۳۳، قدیمی)

”عن أبي أيوب الأنباري رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا يحل للرجل أن يهجر أخيه فوق ثلاثة ليالٍ، يلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ =

اور تو پتھ کی جا سکتی ہے کہ اس وجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۷/۲۵۵۔

چونکہ سوال کو سائل نے مجمل رکھا اس لئے مفتی صاحب کا جواب بھی سائل کے سوال کے مطابق مجمل ہے، بہتر یہ تھا کہ سائل سوال کو تشریح تعیین سے معلوم کرتا، پس سوال کے مطابق مفتی صاحب کا جواب صحیح ہے۔
فقط والسلام۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۷/۲۵۵۔

چراغ پھونک مار کر بجھانا

سوال [۹۶۳۹]: چراغ منہ سے پھونک مار کر بجھانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲۶۸۹۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲۶۸۹۔

= بالسلام”。 (مشکوٰۃ المصایح، کتاب الاداب، باب ما ینہی عنہ من التهاجر اہ، الفصل الأول، ص: ۳۲۳، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وقال أکمل الدین من ألمتنا: فی الحديث دلالة علی حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلات أيام“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاداب، باب ما ینہی عنہ من التهاجر اہ، الفصل الأول: ۸/۵۸۷، (رقم الحديث: ۵۰۲)، رشیدیہ)

”وعن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ملعون من ضار مؤمناً أو مكربه“۔ (مشکوٰۃ المصایح، کتاب الاداب، باب ما ینہی عنہ من التهاجر اہ، الفصل الثاني، ص: ۳۲۸، قدیمی)

(۱) حدیث میں بجھانا مطلق آیا ہے، کسی معین طریقہ کا ذکر نہیں:

رذی کاغذ کا گتابنا

سوال [۹۶۰]: موجودہ دوسریں کاغذ کی افراط کے ساتھ رذی کی بھی بہت کثرت ہے، اس میں اردو اخبارات جس میں نزجمہ احادیث اور ترجمہ قرآن پاک بھی ہوتا ہے۔ نیز بہشتی زیور، اردو، فقہ یا عربی قواعد وغیرہ کے اوراق ہوتے ہیں۔ ان کا مصرف کیا ہے؟ آج کل گتاب میل گتابنانے کے واسطے یہ ردی خریدتا ہے اور وہ وہاں داخل کر صاف ہو کر گتابنانے کے کام میں آ جاتی ہے، جو انسان کی ضرورت کے کام آتا ہے اور رذی کی فروختگی میں مسلمان کو نفع بھی ہے۔ چونکہ اکثر اردو پر لیں اور اردو کتب خانہ مسلم آدمیوں کے ہیں اور اس میں ان کا کافی نقصان بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ان اوراق کی بے ادبی نہیں کرتے، نجاست میں استعمال نہیں کرتے (۱)، ان کو دھوکر گتابناتے ہیں تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰۔

= ”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : “أطهروا المصابيح عند الرقاد، فإن الفويسقة ربما اجترت الفتيلة، فأحرقت أهل البيت”. (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب تغطية الأواني وغيرها، قبيل كتاب اللباس، ص: ۳۷۲، قدیمی) (ومسنـد الإمام أحمد بن حنبل، مسنـد جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه: ۳/۸۷۸، رقم الحديث: ۷۳۷۴)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”وہ اوراق جو لکھنے کے کام آتے ہیں، وہ اگر چہ غالی اور صاف ہوں تب بھی ان کا احترام کرنا چاہیے:

”وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً، لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا عللـه في الساتر خانية: بأن تعظـيمـه من آدـابـ الـديـنـ. وـمـفـادـهـ الـحرـمـةـ بـالـمـكـتـوبـ مـطلـقاًـ. وـإـذـاـ كـانـ الـعـلـةـ فـيـ الـأـبـيـضـ كـوـنـهـ الـلـهـ لـلـكـتـابـةـ كـمـاـ ذـكـرـنـاـ،ـ وـيـؤـخـذـ مـنـهـ عـدـمـ الـكـرـاهـةـ فـيـمـاـ لـاـ يـصـلـحـ لـهـ إـذـاـ كـانـ قـالـعاـ لـلـنـجـاسـةـ غـيرـ مـتـقـومـ كـمـاـ قـدـمـنـاـ.“. (رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستجاجاء: ۱/۳۲۰، سعید)

(۲) ”قوله: لا يأس بکواغذ أخبار: أي يجعلها غالفاً لمصحف ونحوه والظاهر أن المراد بالأخبار =

تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعمت پڑھوانا

سوال [۹۲۱]: تعلیم کی غرض سے بچوں کو صبح کے وقت نعمت حضور پر نور پڑھوایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو شوق ہوا و دوسرے بچے تعلیم کے لئے آئیں۔ یہ شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چلوة وسلام مستقل قربت وسعادت ہے (۱)، بچے اور بڑے سب ہی پڑھا کریں، مگر ادب و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک جدا گانہ تہائی میں بیٹھ کر پڑھے، آواز ملا کر جس میں گانے اور قولی کا طرز پیدا ہو جائے نہ پڑھیں، نعمت کا بھی یہی حال ہے، ترانے کے طور پڑھنے سے اس میں لہو و لعب کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اس سے پوری احتیاط چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۵۔

= التواریخ”。 (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الیبع: ۳۸۶/۶، سعید)

وقال العلامة الرافعى رحمه الله تعالى تحت قوله: ”الظاهر“: إنه أشار بنقله إلى أن تصحيح الانتفاع بالخالصة تصحيح لجواز بيعها أيضًا”。 (تقريرات الرافعى على حاشية ابن عابدين رحمه الله تعالى، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الیبع: ۳۰۸/۶، سعید)

(۱) ”على أن المختار عند جماعة منهم أبو العباس المبرد وأبو بكر بن العربي أن نفع الصلة غير عائد له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل للمصلی فقط، وكذا قال السنوسي في شرح وسطاه: إن المقصود بها التقرب إلى الله تعالى لا كسائر الأدعية التي يقصد بها نفع المدعو له، اهـ. وذهب القشيري والقرطبي إلى أن النفع لهما. وعلى كل من القولين فهي عبادة يتقرب بها إلى الله“。 (رد المحتار، کتاب الصلة، باب صفة الصلة، مطلب: هل نفع الصلة عائد للمصلی أم له وللمصلی عليه: ۵۱۶/۱، سعید)

(۲) ”نعم إذا قيل ذلك على الملا هي امتنع، وإن كان مواعظ وحكمًا للآلات نفسها لا لذلك التغنى، اهـ وفي الملتقي: وعن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنازة والزحف والتذكير، فما ظنك به عند الغناء الذي يسمونه وجداً ومحبة، فإنه مكره لا أصل له في الدين“。 (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۳۹/۶، سعید)

آلہ مکبر الصوت

سوال [۹۶۲۲]: ایک شخص نے ایک ایسا آله ایجاد کیا ہے کہ بڑے بڑے مجمع میں (قرآن خواں، واعظ، مقرر) کی آواز تمام مجمع کے حاضرین کو اس آله کے ذریعہ سے بلا تکلف او بخوبی قاری صاحب، واعظ مقرر صاحب کی آواز پہنچ جاوے اور کوئی فرد واحد اس کیشہر میں حضرات فائض کے فیض سے محروم نہ رہ سکیں۔

استفسار طلب یہ امر ہے کہ ایسے آله کا استعمال ضرورت مذکورہ کے وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آله کے جواز و عدم جواز کی دلیل کتب شرعیہ سے ہونی چاہیئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ حض آواز کا پھونچانا مقصود ہوا اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہوا اور کوئی عبادت اس کے علاوہ نہ ہو، وہاں اس آله کا بھی استعمال جائز ہے کہ اصل مقصود کے حصول کا معین ہے، جب اصل مقصود مباح ہے تو اس کا وہ معین کہ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی مباح ہوتا ہے، وہذا مملا مخفی علی أحد ممن مارس علم الفقه والحدیث (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہاپور، ۱۹/۱۲/۵۸۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ ہذا، صحیح عبد اللطیف، ۹/ جمادی الاولی/ ۵۹۔

(۱) "الضرورات تبيح المخطورات. الضرورات تتقدر بقدرها". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۷۰، ۱۷۱)، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

"امام کے پیچھے دوسری صاف میں جو مبلغ کھڑے کئے جاتے ہیں کہ وہ زور سے تکبیرات کہتے رہیں تاکہ لوگوں کو تکبیراتِ زواند اور تکبیراتِ رکوع و سجود پہنچانے میں آسانی ہو، ان کے سامنے لاوڑا اپسیکر لگا دیا جائے تو جائز ہے جس سے صرف تکبیرات لوگوں کو پہنچ جائیں اور نماز صحیح طور پر ادا ہو جائے، امام کی قرات لاوڑا اپسیکر کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے۔ نماز کے بعد امام لاوڑا اپسیکر کے سامنے کھڑے ہو کر خطبه پڑھ دے تو جائز ہے۔" (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، سولہوال باب: ریڈ یو اور لاوڑا اپسیکر: ۹/۲۰۶، دارالاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (آلات جدیدہ، آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام، آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں، ص: ۳۸، ادارۃ المعارف کراچی)

جس لاڈا اپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا

سوال [۹۶۲۳]: لاڈا اپیکر فخش گانے ہوتے ہیں، کچھ قوالياں بھی ہوتی ہیں، اس طرح سحری کے لئے جگانا جائز ہے یا نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر لاڈا اپیکر لگا کر اس طرح گانے بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لاڈا اپیکر سے جور و پیہ کمایا جاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ کوئی عالم فاضل اگر ایسے شخص کے یہاں ٹھہرے یا کھانا کھاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاڈا اپیکر پر اس طرح فخش گانا گا کر سحری کے لئے جگانا منوع ہے، احترامِ رمضان کے بھی خلاف ہے، فی نفسہ بھی ناجائز ہے۔ شادی بیاہ میں بھی یہ چیز منع ہے۔ اس طرح روپیہ کمانا بھی منع ہے۔ اہل علم کو ایسے روپیہ سے دعوت قبول نہیں کرنا چاہیئے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۱۳۹۰ھ۔

بھلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟

سوال [۹۶۲۴]: کڑک اور بھلی کیا چیز ہے، اس بھلی سے انسان یا جانور مر جاتے ہیں، اس کی اصل

وجہ کیا ہے؟

(۱) ”ولا يجيز دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راض بفسقه، وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام ماله يخبر أنه حلال.“ (الفتاوى العالمة کیریۃ، کتاب الكراہیۃ، الباب الثاني عشر فی الهدایا والضیافات: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

”إذا أهدى الرجل إلى انسان أو أضافه، إن كان غالب مال المهدى من الحرام، ينبغي له أن لا يقبل الهدية ولا يأكل من طعامه ماله يخبر أنه حلال.“ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمة کیریۃ، کتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة: ۳۰۰/۳، رشیدیہ) (وکذا فی الفتاوی العالمة کیریۃ، کتاب الكراہیۃ، الباب الثاني عشر فی الهدایا والضیافة: ۳۲۲/۵، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کا مختصر بیان میں ہے (۱) اور تفسیر فتح العزیز میں زیادہ ہے (۲)۔ یہ مسئلہ نہ فقة کا ہے، نہ عقائد کا۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲۔

کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا

سوال [۹۶۲۵]: دونوں طرف کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے، اور دونوں ہاتھ کمر کے پیچے باندھ کر چلا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نامناسب ہے (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۵۔

(۱) ”وَأَمَّا الرُّعدُ وَالْبَرْقُ، فَسَبِّبَهَا أَنَّ الدُّخَانَ إِذَا ارْتَفَعَ وَاحْتَبَسَ (الدُّخَانُ فِيمَا بَيْنَ السَّحَابَ)، فَمَا صَدَعَ إِلَى الْعُلوِّ مِنْ مَرْقَ السَّحَابِ تَمْزِيقًا عَنِيفًا، فَيَحْصُلُ صَوْتٌ هَائِلٌ هُوَ الرُّعدُ بِتَمْزِيقِهِ. وَإِنْ اشْتَعَلَ الدُّخَانُ (لِمَا فِيهِ مِنَ الْدَّهْنِيَّةِ) بِالْحَرْكَةِ، كَانَ بَرْقًا (إِنْ كَانَ لَطِيفًا، وَيَنْطَفِي بِسُرْعَةِ) وَصَاعِقَةً (إِنْ كَانَ غَلِيلًا، وَلَا يَنْطَفِي حَتَّى يَصُلَّ إِلَى الْأَرْضِ، وَإِذَا وَصَلَ إِلَيْهَا فَرِبَّمَا صَارَ لَطِيفًا يَنْفَدِي فِي الْمُتَخَلِّلِ وَلَا يَحْرُقُهُ. وَيَذَبِّ الْأَجْسَامَ الْمَنْدَمَجَةَ فَيَذِيبُ الْذَّهَبَ وَالْفَضْةَ فِي الصَّرَّةِ مَثْلًا، وَلَا يَحْرُقُهَا إِلَّا مَا احْتَرَقَ مِنَ الذَّوْبِ. وَرِبَّمَا كَانَ كَثِيرًا غَلِيلًا جَدًا، فَيَحْرُقُ كُلَّ شَيْءٍ أَصَابَهُ، وَكَثِيرًا مَا يَقْعُدُ عَلَى الْجَبَلِ، فَيَدْكَهُ دَكَّاً.“ (المیڈی، ص: ۷، میر محمد کتب خانہ)

(۲) (تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ: ۱۹): ۱/۲۱۶-۲۲۳، سعید)

(۳) ”عَنْ أَبِي هَرِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: نَهَى أَنْ يَصْلِي الرَّجُلَ مُخْتَصِرًا“. (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب الخصر فی الصلوة: ۱/۱۶۳، قدیمی)

قال العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”الخصر وضع الید على الخاصر. وقد فسره الترمذی بقوله: والاختصار هو أن يضع الرجل يده على خاصرته في الصلوة. وكأنه أراد نفس الاختصار منهی عنہ، =

کیڑے مکوڑوں کی پیدائش

سوال [۹۶۲۶]: جس طریقے سے انسان کی پیدائش کے پہلے اس میں روح کا فرشتہ روح ڈال دیتا ہے، اسی طریقے سے کیا کیڑے مکوڑے، چیونٹی، یا اسی طریقے کے جاندار، کیا ان میں بھی روح ڈالی جاتی ہے، یا یونہی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے انہج میں ہو جاتے ہیں، محض ہو جاتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

کیڑے مکوڑے بھی سب پاڑن خداوندی پیدا ہوتے ہیں، خود بخود پیدا نہیں ہوتے (۱)۔ تفصیلی کیفیت پیدائش کی معلوم نہیں۔ فقط واللہ عالم۔
حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۲۷۔

غلامی کونا پسند کرنا

سوال [۹۶۲۷]: اگر کوئی شخص اسلام کے دستور "غلامی" کونا پسند کرتا ہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہو تو وہ مسلمان باقی رہ جائے گا یا کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

یہ ناپسندیدگی اصل حقیقت کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ دیگر اقوام آج کل ناپسند کرتی

= إلا فحقيقة الاختصار لا تقييد بكونها في الصلة أما الحكمة في النهي عن الخصر فقيل: لأن إبليس أهبط مختصراً، قيل: لأن اليهود تكثر من فعله، فنهى عنه كراهة للتشبه بهم". (عمدة القاري، باب الخصر في الصلة: ۷/۲۹، إدارة الطباعة المنيرية)

(والصحيح لمسلم مع شرحه للنووى، باب كراهة الاختصار في الصلة: ۱/۲۰۶، قديمى)

(وكذا في فتح الباري، باب الخصر في الصلة: ۳/۱۱۲، قديمى)

"وَكُرْهُ التَّخْصُرِ - وَضُعُّ الْيَدِ عَلَى الْخَاصَرَةِ - لِلنَّهِيِّ، وَيُكْرَهُ خَارِجُهَا تَنْزِيهِهَا". (الدر المختار، كتاب الصلة، باب ما يفسد الصلة وما يكره فيها، مطلب: مكريهات الصلة: ۱/۶۲۲، سعيد)
(وكذا في الهدایة مع الدرایة، كتاب الصلة: ۱/۱۲۰، شرکت علمیہ ملتان)
(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورة الأنعام: ۱۰۲)

ہیں اور وہ حقیقت سے واقف نہیں، اب بجائے اس کے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی سخت حکم حاصل کریں، آپ اس کو حقیقت سمجھا میں تاکہ وہ دیگر اقوام کا اتباع چھوڑ کر اسلام کا اتباع کرے (۱)۔ فقط اللہ عالم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا

سوال [۹۶۲۸] : زید کی دیوار جس کے نیچے سے پانی زید کے مکان کا نکلا کرتا تھا اور دونوں مکانوں میں حد فاصل تھی، اس پر عمر نے اپنے مکان کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینواو تو جروا۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر یہ دیوار زید کی ملک ہے تو زید کی دیوار پر عمر کو اپنے مکان کی بنیاد رکھنا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحيح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۸ / ربیع الثانی ۶۲ھ۔

(۱) ”ويحسن بنا قبل الشروع في شرح أحاديث العتق أن نورد هنا مقابلاً وجيزةً نبحث فيها عن حقيقة الرق ومكانته في الإسلام، فإنه قد كثر الشعب على المسلمين من قبل أصحاب الغرب ومقلديهم في إباحة الرق، وقد ذكره الناس في هذا الزمان وصمةً على جبين الدين، ومثاراً للشبه ضد الإسلام، ولا حول ولا قوة إلا بالله العظيم..... اهـ“۔ (تمکملة فتح الملهم: کتاب العتق، الرق في الإسلام: ۱/ ۲۲۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) ”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه“۔ (شرح المجلة، المقالة الأولى (رقم المادة: ۹۶)، ص: ۲۱، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

”وكذا لو كان مسیل ماء سطحه إلى دار رجل وله فيها میزاب قديم، فليس لصاحب الدار منعه عن مسیل الماء، اهـ“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ، کتاب الشرب، الباب الثاني في بيع الشرب وما يتصل بذلك: ۵/ ۳۹۲، رشیدیہ)

”وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۳۰/ ۲، المکتبۃ الغفاریۃ.....“

خدا کے واسطے معافِ مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا سوال [۹۶۲۹] : جہاں خدا اور رسول کا واسطے مانگنے پر معافی نہ ہو سکے، وہاں چند روپے دے کر معاف کر دیا، آپ اس بارے میں کیا اصلاح دیتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

کسی شخص سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معافِ مانگ تواعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے، خاص کر جبکہ وہ اللہ کے واسطے معافِ مانگے: ﴿وَلِيُعْفُوا وَلِيصفحُوا﴾ (۱)۔ خدا کے نام پر معافِ مانگنے سے نقصان کرنے، روپے لے کر معاف کرنا بڑی پست حوصلگی کی بات ہے، البتہ اگر کسی نے مالی نقصان کیا ہو تو اس نقصان کا معاوضہ لینا درست ہے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۹، ۹۳/۱۔

”إنشاء الله“ کہنا

سوال [۹۶۵۰] : عبادت کے کام میں جیسا کہ میں نے اعلان کیا کہ ”إنشاء الله تعالیٰ“ کل سے عصر کی نماز ۵/ بجے ہو گی۔ یہ ”إنشاء الله“ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مستحب ہے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ، كِتَابُ إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ، فَصْلُ فِي الشَّرْبِ: ۶/۲۳، سَعِيدٌ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلِيُعْفُوا وَلِيصفحُوا الاتّهبونَ أَن يغفرَ اللهُ لَكُمْ، وَاللهُغفورُ رَحِيمٌ﴾ (سورة النور: ۲۲)

(۲) ”لو أتلف مال غيره تعدياً، فقال المالك: أجزت أو رضيت، لم يبرأ من الضمان“. (الدر المختار مع رد المختار، كتاب الماذون: ۶/۱۹۸، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقُولُنَّ لِشَاءِ إِنِّي فَاعِلُ ذَلِكَ غَدًا。 إِلَّا أَن يَأْتِيَ اللَّهُ﴾ (سورة الكهف: ۲۳، ۲۳)

قال العلامہ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وجوز أن يكون المستثنى منه أعم الأوقات أى لا تقولن ذلك في وقت من الأوقات إلا في وقت مشيئة اللہ تعالیٰ ذلك القول منك“. (روح المعانی، (سورة

”خدا اور رسول کو منظور ہوتا“، کہنا کیسا ہے؟

سوال [۹۶۵]: ”اگر یہ کام خدا اور اس کے رسول کو منظور ہو جائے ہو تو ہو جاوے گا“، ایسا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

شک ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۸/ صفر ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۸/ صفر ۶۸ھ۔

جشن بخاری شریف

سوال [۹۶۲]: رسم و رواج کے مطابق جشن بخاری شریف منایا جا رہا ہے اور ہر طالب علم سے چالیس روپے لیتے ہیں، بعض طلبہ تو ایسے بھی ہیں جو ناشتا وغیرہ بھی نہیں کرتے ہیں، تقریباً تین سال سے یہ جشن منایا جا رہا ہے۔ نیز روپے ناظمِ انجمن یا ناظمِ رقم کو نہ دینے کی وجہ سے انجمن کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تمہارا نام انجمن سے خارج کر دوں گا۔ ان وجوہات کے پیش نظر اُڑ کے خائف ہو کر روپے ادا کرتے ہیں، اور ان روپیوں سے تمام انجمن والے بریانی پلاو وغیرہ نوش کرتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور ہمارے اکابر حبھم اللہ تعالیٰ کا اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

کسی نیک کام کی توفیق ہو تو اس پر بطور شکر کے اگر احباب و فقراء کو کچھ کھلادیا جائے تو ناجائز نہیں، مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورہ بقرہ یاد کر لی تو ایک اونٹ ذبح کر کے اعزہ واقریاء

= الكھف: ۲۳، ۱۵/ ۲۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت

(۱) قال الله تعالى: ﴿مَا كَانَ لَنَا أَن نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورة يوسف: ۳۸)

”عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! أى الذنب أکبر عند الله؟ قال: “أَن تدعُو لله نَذَارًا وَهُوَ خَلْقُكَ“. (مشکوٰۃ المصایح، کتاب الإیمان، باب الكبائر، الفصل الأول، ص: ۱۲، قدیمی)

وَكَلَّا دِيَا (۱)۔

لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اس میں قباحت زیادہ ہے، بعض غریب طلباء ہیں جن میں وسعت نہیں، ان سے چندہ لیا جائے وہ شرم کی وجہ سے انکار نہ کر سکیں، یاد باوڈال کران سے وصول کیا جائے اور وہ مجبور ہو کر دیں تو ایسا پیسہ لینا اور اس کو کھانا شرعاً درست نہیں، حدیث شریف میں ہے:

”لَا يَحْلُّ مَالٌ اَمْرٌ مُسْلِمٌ إِلَّا بَطِيبٌ نَفْسٌ مِنْهُ“ (۲)۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

”لَا يَجُوزُ لِأَحَدِ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَأْخُذَ مَالاً أَحَدٌ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرِعيٍّ“ (۳)۔
نیز اس میں تفاخر ہے اور زیادہ، اس لئے اس کی اجازت نہیں (۴)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳۰۶ھ۔

(۱) ”مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: تعلم عمر رضي الله تعالى عنه البقرة في الثنتي عشرة سنة، فلما ختمها، نحر جزوراً.“ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، مقدمة المؤلف، باب كيفية التعلم والفقه، لكتاب الله تعالى، وسنة نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم وما جاء أنه سهل على من تقدم العمل به دون حفظه: ۱/۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (كنز العمال، الفرع الثاني في أحكام الإيمان: ۱/۳۹، مكتب التراث الإسلامي حلب)
(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب البيوع، باب الغصب: ۱/۲۷، دار الفكر بيروت)
”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “ألا! لاتظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“. (مشكوة المصايح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) (الفتاوى العالمگیری، کتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱، رشیدیہ)
(وكذا في البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزير، ۵/۲۸، رشیدیہ)

(۴) ”وعن شداد ابن أوس رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: “من صلى برائي فقد أشرك، ومن صام برائي فقد أشرك، ومن تصدق برائي فقد أشرك“۔ (مشكوة المصايح، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الثالث، ص: ۲۵۵، قدیمی)
”عن محمود بن لبید رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: “إن أخوف ما

کھانا کھاتے وقت چار پائی کی پائٹی کی طرف بیٹھنا

سوال [۹۶۵۳]: زید کہتا ہے کہ چار پائی پر بیٹھ کر کھانا چاہیے، جو لوگ سرہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائٹی کی طرف ہوتا ہے، لہذا یہ رزق کی توہین ہے، سواس طرح کھانا ناجائز ہے۔ کیا زید کا خیال صحیح ہے؟

چار پائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہو گئی؟

سوال [۹۶۵۲]: ۲..... ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نبی نے چار پائی پر بیٹھ کر غسل کیا تھا، سو یہ گندگی کی چیز ہوئی، اس پر بیٹھ کر کھانا کھانا درست نہیں۔ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ چیز عرفًا کھانے کی توہین نہیں صحیح جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔

۲..... یہ بات بلا دلیل ہے، اگر کسی تخت یا فرش پر کسی نبی نے غسل کیا ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ تخت یا فرش نجس ہو کر کبھی پاک نہیں ہو سکے گا، اور اس کی وجہ سے ہر جگہ کا ہر تخت اور ہر فرش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بالکل نجس ہو جائے گا؟ زمین پر تو قضاۓ حاجت فرمانا صریح و صحیح احادیث سے ثابت ہے (۱) تو کیا کسی زمین پر بھی کھانا کھانا ناجائز نہیں ہو گا۔

= أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشَّرِكَ الْأَصْغَرَ”。 قالوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الشَّرِكُ الْأَصْغَرُ؟ قَالَ: ”الرِّيَاءُ“。 (مشکوہ

المصابیح، باب الریاء والسمعة، ص: ۲۵۶، قدیمی)

(ومسنن الإمام أحمد بن حنبل حديث محمود بن لبید رضى الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۳۳۱۱۹):

۵۹۶/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه قال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فقال: “يامغيرة! خذ الأدوة”. فأخذتها، ثم خرجت معه، فانطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى توارى عنى، فقضى حاجته، ثم جاء وعليه جبة شامية“. (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين: ۱۳۳/۱، قدیمی)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الخفين، ص: ۳۱، قدیمی)

نیز سوال نمبر: ا میں صرف سرہانے بیٹھ کر کھانا کھانے کو منع کیا ہے، پائیتی کی طرف بیٹھ کر سرہانے کی طرف کھانا کھوا کر کھانے کی اجازت دی ہے، اس کی کیا وجہ ہے، کیا وہ حصہ گندہ نہیں ہوا، استغفار اللہ۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲۔

کسی کی بات کا ثنا

سوال [۹۶۵۵]: جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو تیرے شخص کو درمیان میں بات کا ثنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

جب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بلا وجہ بات نہ کائی جائے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

اپنی بات کو اونچار کھنا

سوال [۹۶۵۶]: اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی راہ کے خلاف چل کر اپنی بات کو اونچی رکھے اور اپنے فلاں بہنوئی کی بات کو گرانا چاہتا ہو کسی وجہ سے، تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

وہ شخص کنہگار ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۲۔

(۱) ”حکایت: یکے راز حکماء شنیدم کہ می گفت: ہرگز کسے بھیل خود اقرار نکردا است، مگر آنکس کہ چوں دیگرے درخن باشد، ہچنان تمام ناگفته سخن آغاز کند مشنوی:

سخن را سرست ام خرد مندوین میاور سخن درمیان سخن

خداؤند تدبیر و فرهنگ و هوش نگوید سخن تانہ بیند خموش۔“

(گلستانِ سعدی، باب چہارم، حکایت نمبر: ۷، ص: ۱۲۱، قدیمی)

آب حیات

سوال [۹۶۵۷]: آب حیات کیا چیز ہے، آیا اس کے اجزاء ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

کتب حدیث و تفسیر میں اس کا وجود مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں آب حیات کی تفصیل ہے (۱)۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳۹۰ھ۔

کیا لڑکے والا فضل ہے لڑکی والے سے؟

سوال [۹۶۵۸]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والے کا درجہ اعلیٰ ہے اور لڑکی والے کا درجہ لڑکے والوں سے کم ہے۔ کیا شرعاً بھی درجہ میں تفاوت ہے؟

حافظ علیٰ احمد تھان، گاؤں سیتاپور۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ان باتوں کی وجہ سے شرعاً درجہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے، یہ درجہ کا فرق عوام کا تجویز کردہ ہے (۲)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹۲۶ھ۔

(۱) ”وروى خيثمة بن سليمان من طريق جعفر الصادق عن أبيه أن ذا القرنين كان له صديق من الملائكة، فطلب منه أن يدلّه على شيء يطول به عمره، فدلّه على عين الحياة وهي داخل الظلمة، فسار إليها والحضر على مقدمته، فظفر بها الحضر ولم يظفر بها ذو القرنين“۔ (فتح البارى، کتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث حضر مع موسى عليهما السلام: ۵۳۶/۶، قدیمی)

”مجمع البحرين وعندہا عین الحياة لا تصيب شيئاً إلا حبی“۔ (تفسیر الخازن
سورة الكهف: ۳/۲۱، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

”وقال سفيان يزعم ناسٌ أن تلك الصخرة عندها عين الحياة لا يصيب ماءها شيئاً إلا عاش“۔

(التفسیر المظہری: ۶/۳۸، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(وکذا فی تفسیر العثمانی، ص: ۵۲۱، تاج کمپنی کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَهْبِ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهْبِ لِمَنْ يَشَاءُ الذِّكْر﴾۔ (سورة الشوری: ۲۵)

شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا

سوال [۹۲۵۹]: اگر کوئی استاذ اپنے شاگروں سے احتلام کے کپڑے دھلواتا ہے تو وہ کپڑے شاگروں کے لئے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ عام لوگوں نے اس کو چند بار تنبیہ کی۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

یہ طریقہ نامناسب ہے، شرم و حیاء کے بھی خلاف ہے، بچوں پر بھی اس کے بُرے اثرات پڑیں گے۔
فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال [۹۲۶۰]: ایک معلم صاحب جو کہ پیش امام بھی ہیں، کیا وہ اپنے کسی شاگردن بالغ سے وضو کے لئے پانی منگا کر طہارت کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہی اور اسی وضو سے نماز بھی پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

۲..... بہت سے لوگ جو کہ دستکار ہیں، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے شاگروں سے جو کہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر پی سکتے ہیں، وہ خود آرام کرتے ہیں اور شاگرد بے چارے پنکھا جھلتے رہتے ہیں۔ کیا ان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ا..... ان کی تربیت کے لئے اور سلیقہ سکھانے کے لئے پانی منگانا اور اس پانی سے وضو کرنا اور اس وضو

= **وقال الله تعالى:** ﴿يَا يَهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذِكْرٍ وَأَنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شَعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعْرِفُوا، إِنَّ أَكْرَمَ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَانَكُمْ﴾ (سورة الحجرات: ۲۶)

”وناسب هذا المسايق أن يدل في البيان من أول الأمر على أنه تعالى فعل لمحضر مشيئته سبحانه لامدخل لمشيئة العبد فيه، فلذا قدمت الإناث وأخرت الذكور كأنه قيل: يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء، من الإنساني مالا يهواه، ويهب لمن يشاء منهم ما يهواه، فقد كانت العرب تعدد الإناث بلاء“.

(روح المعانی، سورة الشوری: ۲۵/۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

سے نماز پڑھنا پڑھنا سب درست ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقتاً فوتاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کام لیتے اور وہ اس وقت نابالغ تھے (۱)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی لا کر دیا جب کہ وہ نابالغ تھے (۲)۔

۲..... اس کا حکم بھی نمبر: اسے معلوم ہو گیا، لیکن بچوں پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہیے، جس سے وہ اکتا کر پریشان ہو جائیں، خاص کریہ صورت کہ وہ پنکھا جھلتے رہیں اور استاد آرام سے سوتے رہیں، اس سے غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکتا جاتے ہوں گے۔ اگر استاذ ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہیے جس سے وہ خوش ہو جائیں اور ان کی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو ہنر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۰۔

بچوں سے خدمت لینا

سوال [۹۶۱]: مصنف بہارِ شریعت نے لکھا ہے کہ: ”معلمين کو نابالغ لڑکوں سے پانی بھرو اک

(۱) ”عن أم سليم رضي الله تعالى عنها، أنها قالت: يارسول الله! أنس خادمك، ادع الله له، قال: “اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، الخ”. (مشكوة المصايب، كتاب المناقب والفضائل، باب خامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قديمي)

قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”أنس بن مالك بن النصر الخزرجي كنيته أبو حمزة، قدم النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهو ابن عشر سنين وانتقل إلى البصرة في خلافة عمر رضي الله تعالى عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين“. (مرقة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل، باب خامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۲۰۸)، ۵۷۵، رشیدیہ)

(۲) ”عن عبيد الله بن أبي يزيد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهمَا، أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءاً، قال: ”من وضع هذا؟“؟ فأخبر، فقال: ”اللهم فقهه في الدين“.

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء: ۱/۲۶، قديمي)

(ومسنن الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى، مسنن عبدالله بن عباس رضي الله تعالى عنهمَا، (رقم الحديث: ۳۳۶۹): ۱/۵۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

استعمال کرنا جائز نہیں،" - فقط۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

جن چھوٹے بچوں کو استاذ کے سپرد کیا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے، اس لئے ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہو جائے اور اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے، درست ہے۔ حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی خدمت لینا ثابت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمت اقدس میں لاکر پیش کر دیا تھا، یہ خدمت کیا کرتے تھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۸ھ۔

امرد کی تعریف

سوال [۹۶۶۲] : امرد کے کہتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

جس کی لیس معمولی سی ہوں اور داڑھی نہ نکلی ہو، یا اس سے قبل ہی اس قابل ہو کہ عورتوں کو اس کی طرف رغبت (شہوت) ہوتی ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

(۱) "عن أم سليم رضي الله تعالى عنها، أنها قالت: يارسول الله! أنس خادمك، ادع الله له، قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، والخ". (مشكوة المصابيح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قديمي)

قال العلامة الملا على القارى رحمة الله تعالى: "أنس بن مالك بن النصر الخزرجي كنيته أبو حمزة، قدم النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهو ابن عشر سنين وانتقل إلى البصرة في خلافة عمر رضي الله تعالى عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالبصرة من الصحابة سنة إحدى وتسعين". (مرقاۃ المفاتیح، كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۶۰۸): ۱۰/۵۷۸، رشیدیہ)

(۲) "أمرد هو الشاب الذي طرشا ربه ولم تنبت لحيته وهذا شامل لمن نبت عذاره، بل بعض =

امرد سے خط و کتابت

سوال [۹۶۶۳] : امرد سے خط و کتابت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ضرورت ہو تو درست ہے، فتنہ ہو تو پر ہیز کیا جائے (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰۔

امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہئے؟

سوال [۹۶۶۴] : امرد کو کن کن لوگوں سے احتراز کرنا چاہئے، مثلاً: ماموں، بچپاونگیر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ممانعت یا عدم ممانعت کا حکم اشخاص و افراد کے اعتبار سے ہوگا، یا حکم سب کے حق میں برابر ہوگا، یعنی حکم کا تعلق شہوت پیدا ہونے والے، یا نہ ہونے سے ہے، یا امرد کی ذات سے ہے کہ وہ مشتبی ہے؟ اگر حکم کا تعلق مشتبی سے مان لیا جائے تو ظاہر ہے اس کے لئے ہر آن و ہر لمحہ برابر نہ ہوگا۔

= الفَسْقَةِ يُفْضِلُهُ عَلَى الْأَمْرَدِ خَالِيِ الْعَذَارِ وَأَنْ ابْتَدَأَهُ مِنْ حِينَ بَلوغِهِ سِنَّاً تَشْتَهِيهِ النِّسَاءِ
وَالْمَرَادُ مِنْ كَوْنِهِ صَبِحَاً أَنْ يَكُونَ جَمِيلًاً بِحَسْبِ طَبِيعَ النَّاظِرِ وَلَوْ كَانَ أَسْوَدًا؛ لِأَنَّ الْحُسْنَ يَخْتَلِفُ بِالْخَتْلَافِ الطَّبَائِعِ". (رد المحتار، باب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۷۰، سعيد)

(۱) "فَحلَ النَّظرُ مِنْ وُطُّ بَعْدِ خَشْيَةِ الشَّهْوَةِ اهـ". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قال ابن القطان: "أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتحى بقصد التلذذ بالنظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على جوازه بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلك آمن الفتنة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۷۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱، دار

المعرفة بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة ۱/۱۸۳، رشيدية)

الجواب حامدًا ومصلياً:

جس جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو (۱)۔ ذاتِ امرد سے حکم کا تعلق ہے اور افراد اور اشخاص سے بھی تعلق ہے، افراد و اشخاص اپنا محسوبہ کرتے رہا کریں (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲۳، ۹۰/۵۔

خودداری کا مفہوم

سوال [۹۶۶۵]: اسلام میں خودداری کا کیا مفہوم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

خودداری کا مفہوم ہے: ”اپنی حیثیت کے موافق کام کرنا، ایسے کام سے بچنا جس سے ذلت پیش آئے“، فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲۲، ۹۱/۲۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲۲، ۹۱/۲۔



(۱) ”فحل النظر منوط بعدم خشية الشهوة اه“۔ (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قال ابن القطان: ”أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير الملتحى بقصد التلذذ بالنظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على جوازه بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلك آمن الفتنة“۔ (رذالمختار، كتاب الصلة، باب شروط الصلاة: ۱ / ۷۰، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الصلة، باب شروط الصلاة: ۱ / ۱، دار المعرفة بيروت) (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلة، باب شروط الصلاة: ۱ / ۸۳، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُبُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فِرْوَاجَهُمْ﴾ (سورة النور: ۳۰) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں پیچی رکھیں، یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا جائز ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفس دیکھنا جائز ہے، مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں۔“ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا اور لواط سب داخل ہے۔ (بيان القرآن: ۸/۵، حصہ دوم، سعید)

کتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

تو سیعِ مدتِ رہن پر معاوضہ لینا

سوال [۹۶۶]: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس باقسطہ مبلغ تین سورو پے پر دوسال کے لئے رہن رکھ دیا۔ اور فتح رہن کی تاریخ مقرر کر کے دستاویز پر تحریر کر دیا: ”اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا“۔ جب مدتِ رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سورو پے بکر سے لے کر فتح دین کی تاریخ میں اضافہ کر لیا۔ اور جب مزید تو سیع قریب لختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دوسرا پے بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی کہ: ”اگر میں ۱۹۶۷ء تک فتح رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا“۔ چنانچہ ۶۷ء شروع ہو گیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے تو شرعاً اس کو یقین حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تحrir رہن کی تاریخ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۱)، زید قرض واپس کر کے مکان بصورتِ رہن واپس لے سکتا ہے (۲)، بکر نے اس مدتِ رہن میں مکان سے نفع حاصل

(۱) ”البیع ینعقد بایجاجاب و قبول“. (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۵۷، (رقم المادة: ۱۶۷))
مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”وإذا طلب دينه، أمر بإحضار الرهن، فإذا أحضره أمر الراهن بتسلیم كل دينه أولاً، ثم أمر المرتهن بتسلیم الرهن“. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۳/۲۷، کتاب الرهن، غفاریہ کوئٹہ)
”ويؤمر المرتهن بإحضار رهنه، والراهن بأداء دينه أولاً“. (البحر الرائق: ۸/۲۳، کتاب الرهن، رسیدیہ)

”وإذا طلب المرتهن دينه، يؤمر بإحضار الرهن؛ لأن قبض الرهن قبض استيفاء، فلا يجوز أن =“

کیا تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۹۔

مکانِ مرہون میں رہنا

سوال [۹۶۷]: ایک شخص نے ایک مکان بعض مبلغ آٹھ سو روپیہ گروی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا ہے گروی رکھنے، اور گروی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے رشتہ دار کو رکھتا ہے۔ اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم از کم چار روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے۔ اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس گروی رکھنے والے کو مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر در صورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کر لے اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معاوضہ شرعاً دینا پڑے گا یا نہیں اور اگر نہیں دے تو اس کا مواخذہ شرعاً ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مرتهن کو مکانِ مرہون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلانے گا اور گنہگار ہو گا اور ایسی صورت میں منافع غصب کا توازن لازم نہیں:

”أَوْ عَقْدَ كَبِيتِ الرِّهْنِ إِذَا سُكِنَهُ الْمُرْتَهِنُ، ثُمَّ بَانَ لِلْغَيْرِ مَعْدَالًا لِلإِجَارَةِ، فَلَا شَيْءٌ عَلَيْهِ، أَهُ“۔ در مختار۔ قال الشامي: ”(قوله: فلا شيء عليه); لأنَّه لم يسكنها ملتمها للأجر، كما لو

= يقبض ماله مع قيام الاستيفاء؛ لأنَّه يتكرر الاستيفاء على اعتبار الظلَّاك في يد المترهن وهو محتمل، وإذا أحضره أمر الراهن بتسليم الدين أولاً، ليتعين حقه كما تعين حق الراهن تحقيقاً للتسوية كما في تسليم المبيع والثمن: يحضر المبيع ثم يسلم الثمن أولاً“۔ (الهدایۃ: ۳/۷۱، کتاب الرهن، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۱) ”قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: “کل قرض جر منفعة، فهو ربا“۔ (فیض القدیر: ۲۳۳۶، رقم الحديث: ۳۳۸۷/۹)

(وَكَذَا فِي الْهَدَايَةِ: ۲/۲۷۱، کتاب الكراہیہ، فصل فی البیع، شرکت علمیہ ملتان)

رہنها المالک سکنہا المرتہن، اہ۔“ رد المحتار: ۵/۱۸۱ (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵۶۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/رجب/۵۶۔

نفع اٹھانا مرہون سے

سوال [۹۶۶۸] : عام طور پر رہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً: مکان کا کرایہ اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے، لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے۔ کتاب ”مفید المفتی والمستقی“، اردو ”فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۹، ۶۰“ پر حسب ذیل عبارت مطالعہ سے گزری:

”مگر فقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج و عادات کے موافق ”ہبہ“ کے لفظ کو ”اباحت“ یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے۔ پس روپ داس نے جو باقی شاہ کو اپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھلوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی۔

اور اس پر دو شاہد دلالت کرتے ہیں: ایک یہ کہ فقهہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ

(۱) (الدرالمختار مع ردالمختار: ۲۰۸/۲، کتاب الغصب، سعید)

”ولَا يضمن منافع ما غصبه، سواء سكنه أو عطله، إلا في الوقف. قال في المجمع: وكذا السكنى بتأويل العقد لما تقدم عن القنية من سكنى المرتہن بتأويل عقد الرهن.“ (مجمع الأنهر: ۹۲/۳، کتاب الغصب، غفاریہ کوئٹہ)

”لا يقال: إن الغاصب تلزم به أجرة المغصوب إذا كان معداً للاستغلال كما إذا كان وقفاً أو مال يتيم؛ لأنما تلزم به الأجرة في المعد للاستغلال إذا لم يكن الغاصب بتأويل عقد كعقد الرهن في مسئلتنا، فإن كان كذلك، لا تلزم به الأجرة اتفاقاً.“ (شرح المجلة لخالد الأتاسي، ص: ۱۹۳، رقم المادة: ۷۵۰)، حقانیہ پشاور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۳۷، کتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

”العادة محكمة“ جیسا کہ ”الأشباه والنظائر“ میں موجود ہے (۱) اور عرف و عادت اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ راہن مرہن کو فع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ فقهہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ ”عقود اور معاملات میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا“ (۲)۔

اس واسطے فقیہ لوگ ہبہ بالوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جا رہا ہے، وہ جائز ہے (۳)۔
مہربانی فرمائے آپ ہر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں تاکہ الجھن رفع ہو۔

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة السادسة، ص: ۹۳، قدیمی)

(۲) ”العبرة في العقود للمقاصد والمعانى لا للألفاظ والمبانى“. (قواعد الفقه، ص: ۹۱، (رقم القاعدة: ۱۸۳)، الصدق پبلشرز)

(۳) مستفی نے فتاویٰ عزیزی (اردو) کی عبارت کو یا تو بہت اختصار سے نقل کیا ہے اور یا اس کے سامنے والا ترجمہ اور ہمارے ہاں کے ترجمہ میں فرق ہے، بہر حال دونوں کا مفہوم ایک جیسا ہے، لہذا فتاویٰ عزیزی کی مخولہ عبارت اس طرح ہے:
”لیکن فقیر کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں موافق رواج و عادت کے لفظ ہبہ سے مراد اباحت سمجھنا چاہیے، یعنی ایسی صورتوں میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت ہوتی ہے کہ مرہن شی مرحونہ سے فع اٹھائے تو روپ داس گسان نے جو باقی شاہ مرہن کو فاع اپنی زمین مرحونہ کا اور پھل درختوں کا دے دیا تو اس سے مراد یہ تھی کہ روپ داس گسان راہن نے یہ اجازت دے دی ہے کہ باقی شاہ مرہن زمین مرحونہ کے منافع اور درختوں کے پھل سے فائدہ اٹھائے، اور امر کے لئے دلیل یہ ہے کہ اصول فقه میں ثابت ہے کہ العادة محکمة یعنی عادت حکم آنے والی ہے، ایسا ہی کتاب أشباه والنظائر میں موجود ہے، اور باعتبار عرف و عادت کے یہی امر مروج ہے کہ راہن کہہ دیتا ہے کہ شی مرحونہ کے منافع مرہن کے لئے مباح ہیں تو اس مسئلہ میں بھی عرف و عادت کے موافق ایسا ہی سمجھنا چاہیے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ بھی اصول فقد میں ثابت ہے کہ: ”العبرة فی العقود للمعانی لا للألفاظ“ یعنی معاملات میں جو الفاظ مستعمل ہوں تو ان معاملات میں ان الفاظ سے جو اصل مقصود ہوا کرتا ہوا اسی کا اعتبار ہوگا، صرف الفاظ کی جانب لحاظ نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ کہتے ہیں ہبہ بالوض کے بارہ میں فی الواقع بیع کا حکم ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، مسائل رہن، رہن زمین کی ایک صورت، ص: ۵۳۶، ۵۳۷، سعید)

الجواب حامدًا ومصلياً:

یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے، خواہ راہن نے صراحةً اجازت دیدی ہو یا عرفًا واج ہو، جن لوگوں نے اجازتِ راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے ان پر علامہ شامی نے رد المحتار میں رد کیا ہے (۱) اور مولانا عبدالحق نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے (۲)۔

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف الدین عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۷ / محرم الحرام / ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۷ / محرم الحرام / ۶۸ھ۔

مالك کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال [۹۶۶۹]: اشیائے مرہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے: ”ولیس للمرتهن أَن ینتفع بالرهن لا باستخدام ولا سکنی

(۱) ”لا يحل له أن ینتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقي له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم“۔ (الدر المختار: ۳۸۲/۲،

کتاب الرهن، سعید)

(۲) ”وقد اغترَّ كثيرونَ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط وغيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضلوا وأضلوا. وقد التزمت أنا من مدة مديدة أنني كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقى والعرفي نادرٌ قطعاً“۔ (مجموعۃ رسائل الکنوی، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرہون: ۱۲/۳، إدارۃ القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاوی الكاملية، ص: ۲۳۳، كتاب الرهن، حقوقی پشاور)

(وكذا في حاشیة الطحطاوى على الدر المختار: ۲۳۶/۳، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الاتاسی: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، ۱، (رقم المادة: ۵۰۷)، مكتبة حنفیہ کوئٹہ)

ولا لبس، إلا أن يأذن له المالك”。 هداية: ۴/۵۰۶ (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ناجائز ہے: ”لا الانتفاع به مطلقاً إلا بإذن، أه“ تنویر۔ ”قال في المنح: و عن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندى - و كان من كبار علماء سمرقند - أنه لا يحل له أن يتتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم قال: والغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدرارهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع، والله تعالى أعلم، أه“. شامي: ۵/۴۲۷ (۲)۔

صاحب ہدایہ کے زمانہ میں عرف نہ ہوگا۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤیؒ نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام الفلك المشحون (ہے) (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حرره العبد محمود گنگوہی عفاف الدڈعنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/ ذی قعدہ ۱۴۶۵ھ۔

انتفاع از رہن

سوال [۹۶۷۰]: زید نے عمر کو ایک ہزار روپے دیئے اور اس کی دس بیگڑ میں اس سے لے لی، اس شرط کے ساتھ کہ میں روپے لگان کے انہیں روپوں سے کائے جائیں گے۔ تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بظاہر یہ ایک ہزار روپے قرض ہے اور دس بیگڑ میں رہن ہے، رہن سے نفع اٹھانا درست نہیں (۴)۔

(۱) (الهداية: ۳/۱۸، ۵، کتاب الرهن، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) (ردد المحتار: ۲/۲۸۲، کتاب الرهن، سعید)

(۳) (مجموعۃ رسائل اللکنوی، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۳/۱۲، إدارة القرآن، کراچی)

(۴) ”لا يحل له أن يتتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه =

اس کے ساتھ ہی طے کرنا کہ میں روپے لگان اسی ایک ہزار روپے سے لیا جائے گا تو یہ اجارہ ہو گا، ایک عقد میں دو معاملے کرنا (ایک رہن، دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں (۱)۔ زید کو چاہیے کہ اس معاملے کو فتح کر دے، پھر قرض

= یستوفی دینہ کاملاً، فتبقی له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم۔ (الدر المختار: ۳۸۲/۶،
کتاب الرهن ، سعید)

”وقد اغترَّ كثيْرٌ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط وغيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فضلُّوا وأضلُّوا. وقد التزمت أنا من مدة مديدة أنني كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقةً أو عرفاً، والإذن مجرد عن شوب الاشتراط الحقيقى والعرفى نادر قطعاً“۔ (مجموعة رسائل اللکنوی ، الفلک المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۳۳، كتاب الرهن ، حقانيہ پشاور)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲۳۶/۳، كتاب الرهن ، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۱۹۲/۳، ۱۹۷، ۱۹۲/۳، رقم المادة: ۵۰۷)، حقانيہ پشاور)

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن صفتين في صفة“۔ (إعلاء السنن: ۱۲/۳۷، كتاب البيوع، باب النهي عن بيعتين في بيعة، إدارة القرآن کراچی)

البیت اگر عقد رہن کے بعد عقد اجارہ کریں تو یہ جائز ہے، لیکن اس صورت میں رہن کا معاملہ باقی نہیں رہتا:
”اما الإجارة فالمستاجر إن كان هو الراهن، فهو باطلة وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة بطل الرهن، والأجرة للراهن“۔ (رد المختار: ۲/۶، ۵۱۱، كتاب الرهن، سعید)

”وكذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة“۔

(الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۵، الباب الثامن في تصرف الراهن، رشیدیہ)

سوال : ”ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنی زمین سروپے کے عوض گروی رکھی اس شرط پر کہ تمیں برس کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کریں گے اور اس درمیانی مدت میں جو کچھ پیداوار کا منافع ہو وہ اپنے تصرف میں لائے اور مالگزاری ادا کرئے۔“

جواب: ”رہن کی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ زمین میں مرتهن کو فقط حق جس ہوتا ہے اور شرط اتفاق مفضی =

کا معاملہ مستقلًا ایک ہزار کے ساتھ رہے اور زمین کو جدا گانہ کرایہ پر لے اور اس کا معاملہ جدا گانہ میں روپے طے کرے اور یہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو فقط واردا کر دیا کرے، مثلاً: میں ۲۰/ روپے کی قسط تجویز کر لی جائے، عمر جب قسط ادا کرے، زیداً سے وصول کر کے کرایہ زمین لگان میں عمر کو دے دیا کرے تو اس طرح یہ معاملہ درست ہو گا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہو گی، صرف کرایہ پر ہو گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انتفاع بالمرہون

سوال [۹۶۷۱]: ا..... روپیہ قرض دیکر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا

کرتے رہنا یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲..... بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرضخواہ کو زمین کھیتی کرنے کے لئے ۵، ۱۰/ من کے بدلہ میں لکھ دیتے ہیں خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو۔ یہ کیسا ہے؟

۳..... بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ روپیہ اس سے کاش دیتے ہیں۔

یہ کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

۱..... یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= إلى الربا ہے، مرہون کے منافع اور زائد رہن کی ملکیت میں اسی طرح کا نفقة بھی رہن کے ذمے پس مرہون زمین مرہون کی آمدنی یا جانور مرہون کے دودھ میں سے صرف اس قدر لے سکتا ہے جس قدر زمین کا سرکاری لگان ادا کرنا پڑے۔ (کفایت المفتی، کتاب الديون، دوسرا باب: خلی رہن، مرہون کارہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا: ۸/۱۳۱، دارالإشاعت کراجی)

(۱) ”وَكَذَلِكَ لَوْ اسْتَأْجَرَهُ الْمُرْتَهِنُ، صَحْتَ الْإِجَارَةِ وَبُطِّلَ الرَّهْنُ إِذَا جَدَدَ الْقَبْضُ لِلْإِجَارَةِ“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ، الباب الثامن فی تصرف الراهن: ۵/۳۶۵، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي ردِ المحتار، کتاب الرهن: ۲/۱۱، سعید)

(۲) ”لَا يحلُّ لِهِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ مِنْهُ مِنَ الْوِجْهِ إِنْ أَذْنَ لَهُ الرَّاهِنُ؛ لَأَنَّهُ أَذْنَ لَهُ فِي الْرَّبَا؛ لَأَنَّهُ يَسْتَوْفِي دِينَهُ كَامِلًا، فَتَبْقَى لَهُ الْمَنْفَعَةُ فَضْلًا، فَيَكُونُ رَبًا، وَهَذَا أَمْرٌ عَظِيمٌ“۔ (الدر المختار: ۶/۲۸۲، کتاب الرهن، سعید)

۱۰،۵ ۲ من غلہ اگر صحیح حساب سے قرض میں محسوب کر لیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہواں نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کر لیا (۱)۔

۳ ایسی زمین کا جو کچھ سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کافی دیں تو جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸۹۔

= ”وقد اغترَ كثيئرٌ من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يجوز الانتفاع للمرتهن بالإذن، فأفتووا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروع وغيره، و من دون أن يتامنوا في أن المعروف كالمشروع، فضلوا وأضلوا. وقد التزمنا أنا من مدة مديدة أنى كلما سُئلت من الانتفاع بالإذن، أجبت الكراهة، لعلمي منهم أن الإذن عندهم يكون مشروعأً حقيقةً أو عرفاً، والإذن المجرد عن شوب الاشتراط الحقيقى والعرفي نادرٌ قطعاً“۔ (مجموعۃ رسائل اللکھوی ، الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاوی الکاملیة، ص: ۲۲۳، کتاب الراهن، حقانیہ پشاور)

(وکذا فی حاشیة الطھطاوی علی الدر المختار: ۲۳۶/۲، کتاب الراهن، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی شرح المجلة لخالد الأتسی: ۱۹۲/۳، ۱۹۷، (رقم المادة: ۵۰۷)، حقانیہ پشاور)

(۱) ”قال الحموی فی شرح الکنز نقلأً عن العلامۃ المقدسی عن جده الأشقر عن شرح القدوری الأخطب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق، والفتوى الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة من أى مال كان“۔ (ردا المختار، کتاب الحجر: ۱۵۱، سعید)

(۲) یہ رہن کا معاملہ نہیں بلکہ اجارہ کا ہوا کہ قرض دینے والا جو کہ کرایہ دار بھی ہے، مقرض کی زمین کا کرایہ اپنے قرض میں محسوب کر سکتا ہے:

”وأما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهو باطلة وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة بطل الراهن، والأجرة للراهن“۔ (ردا المختار: ۱۱/۲، کتاب الراهن: سعید)
(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۲۵، الباب الثامن فی تصرف الراہن، رشیدیہ)

الانتفاع بالمرهون

سوال [٩٦٧٢]: مرتهنہ زمین سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح رہن رکھے ہوئے باغ کے پھل وغیرہ جو فصل میں پیدا ہوتے ہیں جس کے پاس رہن رکھا ہوا ہے، استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس کے پاس جوشی رہن رکھی جائے اس کو اس شی سے نفع حاصل کرنا منع ہے، کیونکہ یہ سود کے حکم میں ہے، خواہ وہ شی زمین ہو، یا باغ ہو، یا مکان وغیرہ ہو، سب کا حکم یکساں ہے:

قال الحصكفی بعد نقل الأقوال: "ثم نقل عن التهذیب أنه يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن. قال المصنف: وعليه يُحمل ما نقل عن محمد بن أسلم من أنه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالإذن؛ لأنه ربوا. قلت: تعليله يفيد أنها تحریمية، فتأمله، اهـ".

در مختار: ٥/٣٣٦ (١). فقط والله سبحانه وتعالى أعلم.

موروثی زمین کو رہمن رکھنا

سوال [٩٦٧٣]: مسمی زید نے (دو قطعہ کھیت تختینی پانچ بیگہ پختہ جس کا منافع بصورتِ لگان ۲۰

(١) (رد المحتار: ٥٢٢/٢، كتاب الرهن، فصل في مسائل متفرقة، سعيد)
 "يكره للمرتهن أن ينتفع بالرهن وإن أذن له الراهن. قال في المنح: لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم. وجزم في رد المحتار بما في جواهر الفتاوى: من أنه إن كان مشروطاً، صار قرضاً جرّ فيه منفعة وهو ربا، وإلا يكون مشروطاً فلا بأس
 قلت: والغالب من أحوال الناس إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لاما أعطاه الدرهم، وهذا بمنزلة المشروط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع". (شرح المجلة لخالد الأتاسي: ١٩٦/٣، رقم المادة: ٢٥٠/٧)، مكتبة حقانیہ پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل الللنوى ، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ١٢/٣ ، إدارة القرآن، کراچی)

(وكذا في الفتوى الكاملية، ص: ٢٢٣، كتاب الرهن ، حقانیہ، پشاور)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الرهن: ٢٣٦/٣ ، دار المعرفة بيروت)

سالانہ تجینا ہوتا ہے، داخلی رہن رکھ دیا یعنی مالک اراضی مثلاً: بکر کو دوسرو پے دیدیئے، کھیتوں پر قبضہ کر لیا اس شرط پر کہ جس وقت میرارو پیہ دوسو دین ادا کر دو گے، میں کھیت چھوڑ دوں گا اور منافع خود (یعنی زید) لیتا رہوں گا۔ اس عقدِ رہن پر باقاعدہ ضابطہ عدالت گورنمنٹ پورا کیا گیا یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی۔ مالک اراضی مسکی بکر کی ملک کاشتکارانہ تھی، وہ ایک زمیندار کا مالکذار تھا۔ اس عقدِ رہن کے انعقاد کا زمانہ تجینا دس سال ہے، کچھ دنوں سے تجینا چار سال سے جب کہ مسکی بکر کی مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مالگزاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔

یہ صورت مسئلہ کی ہے، اس میں صرف دو سوال ہیں:

- ۱..... آیا شرعاً عقدِ رہن یعنی دخلی رہن (جس صورت سے سمجھا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟
 - ۲..... اگرنا جائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے؟ مفصل سمجھایا جائے۔ زید توبہ کرنے کو تیار ہے۔ اب تک فک رہن نہیں ہوا۔ بکر دوسرو پیہ ادا نہیں کر سکتا۔ زید دس سال سے منافع کمارہا ہے۔ نیز چار سال سے مالکذاری بھی زمیندار کو دیتا ہے جو تجینا ۱۸/ روپے ہے۔
- امستقی: مہدی حسن، کانپور، محلہ بیکن گنج، مدرسہ مظہر العلوم۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھیت کسی اور شخص کی ملک ہے، بکر کے پاس اس کی موروثی کاشت ہے اور بکر نے بعض دوسرو پیہ قرض زید کے پاس اسے رہن رکھ دیا اور زید نے دس سال اس کی آمدی حاصل کی اور چار سال مالکذاری نمبر: ۱۸، بھی ادا کی۔ اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم تقییش طلب ہے: کھیت و قرض، دوسرو پیہ، مالکذاری ۱۸/ روپے معاملہ فاسد رفاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے۔

کھیت کا بصورت موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکر کو، اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے (۱)، اس کے

(۱) ”عن السائب بن يزيد عن أبيه رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “لا

يأخذ أحدكم عصا أخيه لاعباً جاداً، فمن أخذ عصا أخيه، فليرددها إليه“.

”وعن سمرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “على اليد ما أخذت حتى تؤدي“.

= (مشکوہ المصایح، ص: ۲۵۵، باب الغصب والعاریة، قدیمی)

بعد مالک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے، یا اپنی رضامندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پر دے، یا بعث، ہبہ جو دل چاہے کرے (۱)، کیونکہ موروثی ناجائز ہے۔ لہذا بکر غاصب ہے، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کر کے کسی کے پاس رکھ دے۔ اور دس سال تک جوزید نے آمدنی حاصل کی ہے، اپنا خرچہ بیج وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء و مساکین پر صدقہ کر دے کہ یہ ملک خبیث ہے (۲)۔ اور جس قدر آمدنی بکرنے بغیر مالک کی رضامندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قرض دوسرو پیہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرائے۔

مالگزاری نمبر : ۱۸، زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطور قرض ادا کی ہے تو اس کو بھی بکر سے وصول کر سکتا ہے، اگر تبرعاً و احساناً ادا کی ہے تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/۸/۵۵۸۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/۸/۵۵۸۔

= ”وحکمه وجوب الإثم إن علم، ووجوب رد عينه في مكان غصبه إن كانت باقية“۔ (ملتقى

الأبحـر مع مجمع الأنـهـر: ۲/۸، كتاب الغصب ، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”كل يتصرف في ملكه كيف شاء اه“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۲۵۳، رقم المادة: ۱۹۲)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”ومانقص منه: أى من العقار بفعله كسكناه: أى سكنى الغاصب فى الدار المغصوبة (وزرعه) فى الأرض المغصوبة (ضمنه): أى النقصان و يأخذ الغاصب رأس ماله و هو البذر و ما عزم من النقصان وما أنفق على الأرض، ويتصدق بالفضل“۔ (مجمع الأنـهـر: ۲/۸، كتاب الغصب ، غفاریہ، کوئٹہ)

”ويردونه على أربابه إن عرفوهـم، وإلا يتصدقوا بهـ؛ لأنـ سـبـيلـ الـكـسبـ الـخـبـيـثـ التـصـدـقـ إـذـاـ تعذرـ الرـدـ“۔ (البحر الرائق: ۸/۳۶۹، كتاب الكراہیہ، فصل فی البيع ، رشیدیہ)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع: ۲/۳۸۵، سعید)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۲۰، كتاب الكراہیہ، فصل فی البيع ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”الضمـانـاتـ تـجـبـ إـماـ بـأـخـذـ أوـ بـشـرـطـ، وـإـلاـ لـمـ تـجـبـ“۔ (قواعد الفقه، ص: ۸۹، الصـدـفـ پـيـلـشـرـزـ)

کھیت کارہن

سوال [۹۶۷۲]: ا..... زید نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں جتنی مالگزاری زمیندار کو ادا کرتا ہوں اس قدر مرہن ادا کر دیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کرے گا، یعنی راہن کو مرہن ادا کر دیا کرے۔ جب پٹانے کے لئے روپیہ ہو جائیں تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کر لے (۱)۔ اور مالگزاری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کر کے اپنا کھیت واپس لے لیوے۔ تو کیا صورت مذکورہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدل معدہ حوالہ تحریر فرمائیں؟
 ۲..... اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں۔

نعم الدین بستوی غفرلہ۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

ا..... یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی راہن کے یا مرہن کے، اگر مرہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، ”لأن كل قرض جر نفعاً فهو ربوا“ (۲)۔
 ۲..... جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگزاری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے اور پیداوار جو کچھ ہو وہ

= ”والأصل أن كل ما يطالب به الإنسان بالحبس والملازمة، يكون الأمر بأدائه مثبتاً للرجوع من غير اشتراط الضمان، وما لا فلا، إلا إذا شرط الضمان“. (رد المحتار: ۵/۲۰۲، کتاب الہبة، باب الرجوع في الہبة، سعید)

”وكل ما وجب على أحدهما فأداه الآخر، كان متبرعاً، إلا أن يأمره القاضي به، ويجعله ديناً على الآخر“. (رد المحتار: ۶/۲۸۴، کتاب الرهن، سعید)

(۱) ”پٹانا: وصول کرنا، آپ پاشی کرنا، چھٹ ڈلوانا، سودا کرنا، لین دین کرنا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (فیض القدیر: ۹/۳۲۸، رقم الحدیث: ۲۳۳۶)، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

”کل قرض جر منفعة، فهو ربا“۔ (اعلاء السنن: ۱۳/۳۹۸، ۳۹۹، إدارۃ القرآن کراچی)

”کل قرض جر نفعاً حرام“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۱۶۶، سعید)
 (وکذا فی الہدایة، کتاب الکراہیة، قبیل مسائل متفرقۃ: ۳/۱۷۱، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

مرتہن اپنے پاس محفوظ رکھے، پھر راہن قرض ادا کرے اور کھیت پیداوار مرتہن سے وصول کر لے (۱)، یا مرتہن اس کھیت کو بطور اجارہ راہن سے لے لے، اجرت پیشگوئی ادا کر دے اور میعاد اجارہ پوری ہونے پر کھیت واپس کر دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ میعنی مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

زمین رہن پر دینے کی صورت

سوال [۵ ۹۶]: ایک شخص اپنی زمین کسی کے پاس بالوض سورو پیہ یادو سور و پیہ رکھتا ہے اس شرط پر کہ میں زمین تھمارے قبضہ میں دیتا ہوں اور جو کچھ پیداوار ہوگی، تم کھاؤ پیو، اور سالانہ جو کچھ پیداوار ہوگی اس کے عوض دس روپیہ سالانہ سور و پیہ میں اور دو سور و پیہ میں بیس روپیہ سالانہ مجرما کر لینا، گویا میں نقد روپیہ نہیں دوں گا، گویا دس سال کو میں نے زمین تم کو دیدی، اس کے بعد زمین میری ہوگی، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، میں ذمہ دار نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میں نجی میں بقیہ روپیہ ادا کر دوں تو زمین میری ہو جائے گی۔ اس قسم کا لیں دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ”الزائد الذى يتولد من المرهون“ کولد الدابة والثمر واللبن والصوف والوبر والارش يكون للراهن، لتولده من ملكه غير أنه (یکون مرهوناً مع الأصل)۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۳۹۳، رقم المادة: ۱۵)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۵۲۱/۲، کتاب الرهن، فصل فی مسائل متفرقة، سعید)

(وکذا فی مجمع الأئمہ: ۳۰۳/۳، کتاب الرهن، فصل: رهن عصیراً، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”أما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهو باطلة وإن كان هو المترهن و جدد القبض للإجارة بطل الرهن، والأجرة للراهن“۔ (رد المحتار: ۵۱۱/۲، کتاب الرهن، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۳۶۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

اس صورت میں عقد اجارہ صحیح ہو گا، مگر عقد رہن باطل ہو جائے گا۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن میں راہن کو یا مرتهن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کما ہو مصريح فی کتب الفقه۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ پر دیدی جائے اور مدت اجارہ متعین کر کے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اجرت پیشگی وصول کیا جاوے اور اس مدت تک وہ شخص کھتی وغیرہ کر کے زمین سے نفع حاصل کر کے پھر واپس کر دے: ”لیس للمرتهن الانتفاع بالرهن، اه“۔ مرآۃ: ۳۸۹(۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ربیعہ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ربیعہ ۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ربیعہ ۶۲ھ۔

(۱) (ملتقى الأبحر مع مجمع الأئمہ: ۲/۳۷۳، کتاب الرهن، غفاریہ کوئٹہ)

”والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدرهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المعن‘. (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۳۳۲۲، کتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

”لا يحلّ له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم“. (رد المختار: ۲/۳۸۲)

كتاب الرهن ، سعید

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، رقم المادة: ۵۰/۷)، مكتبة حقوقیہ پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللکنوی ، الفلک المشحون: ۳/۱۲، إدارة القرآن کراجی)

(وكذا في الفتاوی الكاملیة، ص: ۲۲۳، کتاب الرهن ، حقوقیہ پشاور)

”وأما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهو باطلة وإن هو المرتهن و جدد القبض للإجارة بطل الرهن، والأجرة للراهن“. (رد المختار: ۴/۵۱۱، کتاب الرهن ، سعید)

”وكذلك لو استأجر المرتهن، صحت الإجارة، وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة“.

(الفتاوى العالمکیریۃ: ۵/۲۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن ، رشیدیہ)

رہن اور اجارہ

سوال [۹۶۲]: زید نے بکر کے پاس کچھ زمین رہن رکھی اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا اور اس رہن کے علاوہ کچھ پیسے اور مزید بکر زید کو دیتا ہے اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے اور نصف غلہ زید لیتا ہے۔ اب زید بکر سے زمین واپس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اور کس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات کو زحمت دی گئی تھی، اسی طرح ایک دوسرے مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دو فتووں میں بظاہر تعارض ہے، جو ہمارے لئے موجب تشویش ہے۔ اس لئے براہ کرام تشویش کا ازالہ فرمائیں۔

الجواب: من جافب مدرسه شمس العلوم

”صورت مسئولہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے۔ مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا اور سودی معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے۔ جو صورت سوال میں درج ہے، یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہن جو نفع زمین مرہون سے اٹھا رہے ہیں اور سب کو اپنے تصرف میں لارہے ہیں وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے ربا ہے، لقولہ علیہ السلام: ”کل قرض جرّ نفعاً، فهو ربوا“ (۱)۔

عام طور پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر منوع ہے:

”والغالب من أحوال الناس إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدرأهُم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعرف المنشروط، وهو مما يعين المنع إلى آخره، كذا في المضمرات“ (۲)۔

سرکاری محصول (لگان) بذمہ رہن ہوتا ہے، مرتہن سے یہ شرط کرنا کہ مرتہن

(۱) (فیض القدیر، (رقم الحديث: ۹/۲۳۳۶)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز (ریاض)

(۲) (حاشیة الطحطاوى على الدر المختار: ۳/۳۳۳، کتاب الرهن، دار المعرفة بیروت)

محصول ادا کرے بالکل ناجائز ہے:

”ونفقة الرهن والخرج والعشر على الراهن“۔ الدر المختار۔ ”وقال الشامي عن المنع: إنه لا يحل: أى للمرتهن أن يتتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن للربوا ثم رأيت في جواهر القتاوى: إن كان مشروطاً، صار قرضاً فيه منفعة، وهو ربوا، اهـ“^(۱)۔ ”ليس للمرتهن أن يتتفع الراهن لا باستخدام ولا سكناً ولا لبس“^(۲)۔

زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں حرام ہے۔ زید کو چاہئے کہ مرتهن سے اپنی زمین واپس لے اور جو رقم لی ہے، قرض ہے، کل کو ادا کر دیں۔ اور جو غلہ مرتهن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر کے زید سے رقم وصول کر لیں ورنہ ربا ہو گا۔ اگر زید اپنی زمین کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے تو پھر سے عقد کرے اور مرتهن قبضہ جدید کرے۔

رهن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہو سکتا، کما فی الدر المختار:

”بخلاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن ومن أجنبى إذا باشر أحدهما بإذن الآخر حيث يخرج عن الراهن“۔ وفي الشامي: ”أما الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهو باطل وإن كان هو المرتهن وجد القبض للإجارة، بطل الرهن“^(۳)۔ والله أعلم بالصواب۔

کتبہ: احرق محمد شعیب بھاگل پوری
خادم مدرسہ شمس العلوم ضلع سیتاپور۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۸۷، کتاب الرهن ، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۲/۳۸۲، کتاب الرهن ، سعید)

(۳) (الدر المختار مع رد المختار: ۲/۵۱۱، کتاب الرهن ، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

من دار العلوم دیوبند :

یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع اٹھانے کو حرام لکھا ہے (اس لئے کہ وہ سود ہے) (۱)۔ جب اجارہ کا معاملہ کر لیا تو رہن کا معاملہ ختم ہو گیا (۲)، پہلے قبضہ تکمیل مرتہن تھا، جب رہن ختم کر دیا اور اجارہ کا

(۱) ”ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إيجارته ولا إعارة: أى ليس للمرتهن الانتفاع بإيجاره أو بإعارة إذا لم يكن له الانتفاع بنفسه، فلا يكون مالكاً لتسليط الغير عليه إلا بإذن الراهن. وفي المنح: وعن عبدالله بن محمد بن مسلم السمرقندى - وكان من كبار علماء سمرقند - : أن من ارتهن شيئاً لا يحل له أن يستفغ بشىء منه بوجهه وإن أذن الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً فتبقى له المنفعة التي استوفى فضلاً فيكون ربا، وهذا أمر عظيم“ . (ملتقى الأبحاث مع مجمع الأئمہ: ۲۷۳/۳، کتاب الرهن ، غفاریہ کوئٹہ)

”والغالب من أحوال الناس أنهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما أعطاه الدرارهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع“. (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۳۳۳، کتاب الرهن ، دار المعرفة بیروت)

”لا يحلّ له أن يستفغ بشىء منه بوجهه وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفى دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم“ . (رد المحتار: ۳۸۲/۲، کتاب الرهن ، سعید)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۱۹۶/۳، ۱۹۷، ۱۹۸، رقم المادة: ۵۰۷)، مكتبة حقانيہ پشاور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللکنوی ، الفلک المشحون: ۳/۱۲، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاوی الكاملیة، ص: ۲۳۲، کتاب الرهن ، حقانيہ پشاور)

”وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة وإن كان هو المرتهن و جدد القبض للإجارة بطل الرهن، والأجرة للراهن“ . (رد المحتار: ۲/۱۱، ۵۱۱، کتاب الرهن ، سعید)

(۲) ”وكذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جدد القبض للإجارة“ . (الفتاوى العالمكیریۃ: ۵/۲۶۵، الباب الثامن في تصرف الرهن ، رشیدیہ)

(وكذا في العناية شرح الهدایۃ على هامش فتح القدير: ۹/۱۱، کتاب الرهن ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

معاملہ کر لیا تو پھر قبضہ بحیثیتِ مستاجر ہو گیا، رہن اور اجارہ کو جمع نہیں کیا گیا اور بحالتِ رہن اجازت نہیں دی گئی۔ الحاصل جو صورت اتفاقع بالمرہون یا جمع بین الرہن والا جارة حرام و منوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی اور جس صورت کی اجازت دی گئی ہے (اجارہ محسنه) وہ منوع نہیں۔ فقط اللہ عالم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰۔

ضمانِ مرہون میں کوئی قیمت معتبر ہو گی اور امانت کو رکھنا

سوال [۷۶۷]: زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سالے کوڑ کے والد نے کچھ قرضہ اپنی معرفت سے دلوایا تھا۔ انہوں نے کہایہ روپیہ ادا کرو تو فیصلہ ہو گا۔ اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کر دیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہذا ایک پان طلائی ایک تولہ، ایک گلو بند طلائی دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کر دی گئیں۔ تقریباً تین سال کے بعد وہ روپیہ زید کے سالے نے ادا کر دیا۔ اسی دورانِ جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھا تھا، کچھ پریشانیاں آئیں اور انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروی رکھدیں، پھر ان کی حالت خراب ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زیور بنیا کے یہاں ڈوب گیا۔

اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہو گیا، اس وقت سونے کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تھا۔ اس دورانِ جن صاحب کے پاس زیور جمع تھا ان کے لڑکوں نے زید کے داماد کے پاس کام کیا، اس کے ۱۲۲/ روپے ان کے داماد پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرما کر لینا۔ اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہو گئے۔ اب زید اپنا زیور لینا چاہتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا تھا، اُس وقت جو سونے کا بھاؤ تھا وہ میں دوں گا۔ زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھاؤ ہے اس حساب سے میں لوں گا۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

جس وقت روپیہ رہن کا معاملہ ختم کیا جا رہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہو گا، امانت دار کو حق نہیں تھا کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھ دے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے۔ اگر زیور

ڈوب گیا اور ہن میں ختم کر دیا گیا تو اس کی موجودہ قیمت لازم ہوگی، امانت دار موجودہ قیمت دے کر بری الذمہ ہو جائے گا (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۹۔

بیع و رہن کی ایک صورت

سوال [۹۶۷۸] : علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کرتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کرتے ہیں۔ بعد مدتِ طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے اور بیوی دو صاحزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں۔ بڑے صاحزادے کی نالائقی کی بنا پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن مرحوم تن تہارہن رکھتی ہیں اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کرجاتی ہیں۔

کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو فروخت کر دیتی ہیں، جس کے محکِ اعلیٰ مسمی عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیعنایہ پر صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں اور بیعنایہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بوقتِ بیعنایہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور شمس الحسن بھی بالغ ہیں، شمس الحسن کی عمر اس

(۱) "الوديعة متى وجب ضمانها، فإن كانت من المثليات تضمن بمثلها، وإن كانت من القيميات تضمن بقيمتها يوم لزوم الضمان". (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۳۳۶، رقم المادة: ۸۰۳)،
مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

"(وإن انقطع المثل) بأن لا يوجد في السوق الذي يباع فيه. وإن كان يوجد في البيت (فقيمه يوم الخصومة): أي وقت القضاء، وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى: يوم الغصب، وعند محمد رحمه الله تعالى: يوم الانقطاع، ورجحاً". (الدرالمختار مع ردالمختار: ۲/۱۸۳، کتاب الغصب، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۳۱، کتاب الغصب ، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۳/۲۹۶، حقانیہ پشاور)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۷۸، ۷۹، کتاب الغصب ، غفاریہ کوئٹہ)

وقت ۱۹/سال کی ہوتی ہے۔ عرصہ دو سال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم و شمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے بینچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔ مسمی شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم نابالغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود بالغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

امور قابلِ تنقیح حسب ذیل ہیں:

۱- رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ ”مکان میں تن تھا مالک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینان مہاجن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جارہے ہیں، لیکن جب بیننا مہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں اور بیننا مہ پر فاطمہ بیگم کی دستخط نہیں ہے اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بائع ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔

۲- مدعايان کہتے ہیں کہ بیننا مہ ناجائز ہے، لہذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔

۳- شمس الحسن اپنی نابالغی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

۴- دعویٰ بیع کے دو سال بعد ہوا ہے۔

۱..... اب دریافت طلب یا امر ہے کہ از روئے شرع والدہ جو حیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے اور صرف تن تھا رہن اور بائع بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دو سال تک خاموش رہے؟

۲..... اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

۳..... زمین تن تھا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے؟

نوت: مدعايان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قابض ہو جائیں اور روپیہ نہ دیں۔ اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد وفات والد سراج

احسن مرحوم ہماری والدہ مسماۃ شفیق النساء کو تہا بیع و رہن کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا اہم لوگوں کا حصہ ملنا چاہئے۔

(ب) مدعا علیہم زمین کے بیعنا مہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو جائز سمجھتا ہے اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعتراض تھا تو رہن نامہ پر دستخط کیوں کیا؟ جب کہ تہا ملکیت مسماۃ شفیق النساء نے اس میں لکھدی تھی۔

(ج) اصل بالع بھی یعنی مسماۃ شفیق النساء بھی عدالت میں بیعنا مہ سے انکار کر رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم کو دھوکہ دے کر ایسا کیا گیا (یہ خلاف واقعہ ہے)۔ اصل بات یہ ہے کہ مدعا مفت میں قبضہ چاہتے ہیں۔

(د) اگر سچی گواہی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وکیل کہتا ہے کہ مقدمہ ہار جاؤں گا، بلکہ تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شفیق النساء نے خود اپنے روپ سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف سے مائل کر دیا ہے، وہ لوگ غلط گواہی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب شرعاً یہ بتایا جائے کہ سچی گواہی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ بیع و رہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے؟ قدرے تفصیل ہوتوزیادہ بہتر ہے۔

بندہ: محمد شفیع آلہ آبادی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعنا مہ کر دیا ہے خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے اور صرف تعمیر کا بیعنا مہ کیا ہوا اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو، یا زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین و تعمیر ہر دو کا بیعنا مہ بیوی کے نام بعوض دین مہر کیا ہوتوزوجہ اس کی تہما مالک ہے (۱)، اس کو ترکہ سراج الحسن تجویز کر کے دیگر ورشہ کا مطالبه میراث کرنا بے محل ہے (۲)، تہا شفیق النساء کو اس کے رہن و بیع کا پورا پورا اختیار ہے (۳)۔ ایسی

(۱) "إِنَّ الْمُلْكِيَّةَ تُثْبَتُ بِمُجْرِدِ الْعَدْدِ إِذَا اسْتَجَمَعَ الْبَيْعُ شَرَائِطُ الْانْعَقَادِ وَالصَّحَّةُ وَاللَّزُومُ وَالنَّفَاذُ".

(شرح المجلة لخالد الأتاسي: ۲/۳۵، ۷/۲، حقانیہ پشاور)

(۲) اس لئے کہ یا ب مرحوم کا ترکہ نہیں رہا، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأن التركة ماتر كه الميت من الأحوال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاتِقِ، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

(۳) اس لئے کہ وہ اس کی مالک بی اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے جائز تصرف کرنے کا اختیار۔ فی المجلة: "كُل =

صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے بحیثیت متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تن تہنا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے اور دوسروں کے دستخط کی وجہ مخصوص حصول اطمینان ظاہر کی گئی ہے۔

شرع سوال میں مسماۃ کے نام بیع نامہ کا ذکر ہے اور صفحہ ۳(ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیع نامہ کہاں گیا، یعنی نامہ پر بالعہ کے دستخط کافی ہیں، کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ عین الحسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی یعنی مدعی صحیح تھا۔ یعنی نامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعايان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں، اتنی مدت تک مدعايان کیوں خاموش رہے۔ درختار مسائل شتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے اور بالعہ کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فتح کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے تو ان کا قول معتب نہیں ہوگا (۱)۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آگیاتا ہم نمبروار جواب بھی تحریر ہے:
ا..... صورت مسؤولہ میں والدہ تن تہنا مالک ہے، کیونکہ سراج الحسن مرحوم نے یہ مکان بعض مہر مسماۃ کے نام بیع کیا ہے اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے گواہ ہیں، لہذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے (۲)۔

۲..... بیع کے باطل اور فاسد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں، لہذا نہ بیع فتح کی جائے گی، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائے گا (۳)۔

= يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۱) "باع عقاراً أو حيواناً أو ثوباً، وابنه أو امرأته أو غيرهما من أقاربه حاضر يعلم به، ثم ادعى الابن مثلاً أنه ملكه، لا تسمع دعواه". (الدر المختار، مسائل شتی: ۶/۲۳۷، ۲۳۷/۶، سعید)
(وكذا في الأشباح والظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية: ۱/۱۸۰، دار الفكر بيروت)

(۲) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) "البيع النافذ يفيد الحكم في الحال إذا كان البيع لازماً نافذاً وليس لأحد المتابعين الرجوع عنه".
(شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص: ۲۱۱، رقم المادة: ۳/۳، ۳/۲۵۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

۳..... اگر مسماۃ شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے سراج الحسن مرحوم نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے تو وہ مکان مسماۃ ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے وہ مسماۃ کے ذمہ ہے، پھر اگر بعض مہر سراج الحسن نے ساقط کر دی تو اب کسی کو اس کے طلب کرنے کا اختیار نہیں (۱)۔ اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مسماۃ کا ہی ہے اور مسماۃ کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں۔ اور اگر سراج الحسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے تو وہ تعمیر سراج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مسماۃ کو بعض مہر دیدیا تو وہ مکان بھی مسماۃ کا ہو گیا، اگر مسماۃ کو نہ دیتا تو مسماۃ کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مسماڑ کرنے کا مطالبہ کرتی (۲)۔

نوٹ: یہ ظلم ہے (۳)۔

(ب) مدعی علیہم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سارے کاغذ و سخن طک کرالئے گئے اور کیا اس بیعتنا مہ پر کوئی گواہ موجود نہیں، اگر شرعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہو گی اور مسماۃ کا انکار غیر معتبر ہو گا (۲)۔ اور کیا رہن نامہ بھی دھوکہ دیکر کرایا گیا ہے؟

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأن الشركه ماتر كه الميت من الأحوال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردد المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، سعید)

(وَكذا فِي الْبَحْرِ الرَّاتِقِ، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

"کل يتصرف في ملکه كيف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) "عمر دار زوجته بإذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها؛ لصحة أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرضة فيؤمر بالتفريغ بطلبها ذلك، ولها بلا إذنها، فالعمارة لها، وهو متطوع في البناء فلا رجوع له". (الدر المختار، مسائل شتنی: ۷/۲۷، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بِيُنْكِمْ بِالْبَاطِلِ، وَتَدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَمِ لَتَأكُلُوا فِرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه". (مشکوٰۃ المصایح، باب الأقضیۃ والشهادات: ۲/۳۲، قدیمی)

"وَإِذَا صَحَّ الدَّعْوى سَأَلَ القاضِي المُدْعى عَلَيْهِ عَنْهَا، فَإِنْ اعْتَرَفَ قَضَى عَلَيْهِ، وَإِنْ أَنْكَرَ سَأَلَ =

(د) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو توریہ اور تعریضًا کذب کی اجازت ہے، صریح جھوٹ سے احتراز کریں۔ (۱) - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عقا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ربیع الاول/۱۴۷۵ھ۔

جب تک بیعنایہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں، اس وقت تک فریقین کی تصدیق و تکذیب مشکل ہے، معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزوں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ سوال سے کچھ متعارض باتیں ظاہر ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھدیئے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدلنے سے جوابات بھی بدل جائیں گے۔ اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں، اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کر لی جائے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ ربیع الاول/۱۴۷۵ھ۔

رہن کی واپسی و رثائے را رہن کے لئے

سوال [۹۶۹] : زید نے اپنا مکان بعوض تین سوروں پے پانچ سال تک کی مدت کے لئے بعض تین سوروں پے ماہوار خالد کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اگر اس مدت مقررہ میں رقم ادا نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو رثائے شرعی زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

= المدعى بالبينة، لقوله عليه الصلة والسلام: "ألك بينة؟"؟ فقال لا فقال "لک یمینہ". وإن أحضرها قضى بها". (الهدایۃ، کتاب الدعوی: ۳/۱، ۲۰۱، إمدادیہ ملتان)

(۱) ”والتعريض والتوريۃ“: إطلاق لفظ ظاهر فی معنی وخفی فی آخر مع ارادۃ خفیة، وهو ضرب من الغرر والخدع . قال العلماء: فإن دعتنا إلیه مصلحة شرعية راجحة على خداع المخاطب، أو حاجة لامندوحة عنها إلا بالكذب، فلا بأس بالتعريض. وإن لم تدع إلیه مصلحة كذلك، كرهه“ . (الفتاوى الحديبية، مطلب: فی التعريض والتوريۃ، ص: ۱۹۷، قديمی)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۳، سہیل اکڈمی لاہور)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۲۷، ۵۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ رہن ہے، بیع نہیں، نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گزر نے پر، زید قرض واپس کر دے اور اپنا مکان لے لے، چاہے فروخت کر دے (۱)، قرض جتنا لیا ہے اسی قدر واپسی ہو گی، زیادہ کی نہیں (۲)۔ زید کے بعد اس کے ورثاء کو بھی اس کا حق حاصل ہو گا (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۵، ۸۸۔



(۱) ”توقف بيع الرهن رهنه على إجازة مرتئنة أو قضاء دينه، فإن وجد أحدهما، نفذ“۔ (الدر المختار: ۵۰۸/۵، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجناية عليه، سعید)

(وَكُلُّا فِي الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۵/۲۶۲، کتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الرهن، رشیدیہ)

(۲) قرض پر زیادتی بغیر کسی عوض کے وصول کرنا سود ہے جو کہ حرام ہے:

”کل قرض جر نفعاً حرام“۔ (الدر المختار: ۵/۲۲، کتاب البيوع، فصل في القرض، سعید)

(۳) ”قَيْدٌ بِالْتِرْكَةِ؛ لِأَنَّ الْإِرْثَ يَجْرِي فِي الْأَعْيَانِ الْمَالِيَّةِ، أَمَّا الْحُقُوقُ فَمِنْهَا مَا يُورَثُ كَحْقَ حَبْسِ الْمَبْيَعِ وَحَبْسِ الرَّهَنِ، وَمِنْهَا مَا لَا يُورَثُ كَحْقَ الشَّفْعَةِ وَشَرْطِ الْخِيَارِ“۔ (الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

”مات الراهن، باع وصيه رهنه فإذا مرتئنه وقضى دينه لقيمه مقامه“۔

(الدر المختار: ۶/۱۹، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن، سعید)

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی الترکة وتصرف المیت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا

سوال [۹۶۸۰]: ا..... زیدابھی حیات ہے لیکن بطور خفظ ماقدم کہ آئندہ اہل میں بھگڑاوفساد نہ ہو، اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرمار ہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

۲..... کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس لئے اپنی زندگی میں جس کو جتنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

۳..... اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حب ذیل حالات ہیں جو درج ذیل ہیں۔ براہ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہیئے، تحریر فرمادیا جائے تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے زید اور اس کے ورثاء عند اللہ ما جور ہو سکیں۔ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں: ایک کا نام حفیظ نیگم مرحوم ہے جس کے بطن سے ۲/مرد ولد ہیں اور دو لڑکیاں ہیں جو بالغ ہیں، ان میں سے دو لڑکوں کی اور لڑکیوں کی شادی ہو گئی۔ نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات ہیں ان کا نام بی پاشا جہاں ہے، ان کے بطن سے ۳/لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکی بالغ ہے اور شادی بھی ہو گئی ہے، باقی دو لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں۔

ترکہ کی تقسیم میں لڑکے کو کتنا حصہ ملے گا اور لڑکی کو کیا اور بیوی کا کیا حصہ ہوتا ہے۔ نیز مرحوم بیوی کا حصہ بھی نکلا جانا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر نکلا جانا ضروری ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد ہو سکتی ہے یا کل ورثاء میں؟ زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے۔ براہ کرم اس کا جواب جلد از جلد

مطلوب ہے۔ فقط۔

عبدالعلیم عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد میں تصرف کا اختار ہے (۱)، جس کو جس قدر مناسب سمجھے دے دے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو (۲)، اس لئے ایسی حالت میں مفتی بے قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے (۳)۔ آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے (۴)، بقیہ کو گیارہ حصے بنائے کہ ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دے دیا جائے (۵)۔ مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں (۶)، لیکن اگر اس کا مہربانی ہو،

(۱) ”ولکل واحد منهم أن يتصرف في حصته كي فما شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۲۳، رقم المادة: ۱۱۲۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، دار الكتب العلمية بيروت)

”وَمَا مَا يرْجِعُ إِلَى الْوَاهِبِ، فَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْوَاهِبُ مِنْ أَهْلِ الْهَبَةِ وَكُونُهُ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ يَكُونَ حَرَّاً عَاقِلاً بِالْغَايَا مَالِكًا لِلْمُوْهُوبِ“۔ (الفتاوى العالمةکیریۃ، کتاب الہبة، الباب الأول: ۳/۲۷۳، رشیدیہ)

(۲) ”ولو وُهِبَ رَجُلٌ لِأَوْلَادِهِ فِي الصِّحَّةِ وَأَرَادَ تَفْضِيلَ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار، سوئي بينهم“۔ (الفتاوى العالمةکیریۃ، کتاب الہبة، الباب السادس في الہبة للصغریں: ۳/۱۳۹، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاتِقِ، کتاب الہبة: ۷/۰۳۹، رشیدیہ)

(۳) ”وَفِي الْخَلَاصَةِ: الْمُخْتَارُ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الذِّكْرِ وَالْأَنْثَى فِي الْهَبَةِ“۔ (البحر الرائق، کتاب الہبة: ۷/۰۳۹، رشیدیہ) (وَكَذَا فِي خَلَاصَةِ الْفَتاوِيِّ، کتاب الہبة: ۳/۰۰۳، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ العَالْمَكِيرِيَّةِ، کتاب الہبة، الباب السادس في الہبة للصغریں: ۳/۱۳۹، رشیدیہ)

(۴) اس لئے کہ جب میت کی اولاد موجود ہو تو بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا، قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ ولد فَلَهُنَّ
الثَّمَنُ مَمَاتِرْ كُتُم﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۶) مرحومہ بیوی کو حصہ اس لئے نہ ملے گا کہ وارث کا مورث کی موت کے وقت زندہ ہونا شرط ہے اور وہ زندہ نہیں:

ادانہ کیا گیا ہو، نہ اس نے معاف کیا ہو تو اس کے ورثاء کو ملے گا (۱)، جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے (۲)۔
فقط واللہ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲۰۶/۱۴۰۶ھ۔

مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت

سوال [۹۶۸۱]: باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں اڑکی بھی مستحق میراث ہوگی، یا ساری زمین اڑکے کو مل جائے گی؟ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالباً حکومت ہوگئی ہے، یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں، تو اگر اڑک ساری زرعی زمین خود لے لے اور اپنی بہن کو کچھ نہ دے تو گنہگار ہو گا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوز میں ملک سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی، اس کے انتقال پر اس زمین میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جوز میں کسی کی مملوکہ ہے، اس میں

= ”وَشَرُوطُهُ ثَلَاثَةٌ: مَوْتُ مُورِثٍ وَوُجُودُ وَارِثٍ عِنْدِ مَوْتِهِ حَيَاً“۔ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۵۸، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۳/۳۹۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”كما أن أعيان المتوفى المترفة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة، رقم المادة: ۱۰۹۲: ۱/۲۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَكُمْ نَصْفُ مَا ترَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الْرِّبْعُ مِمَّا ترَكْنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) ”يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن والعبد الجانى والمبيع المحبوس بالثمن والدار المستأجرة“۔ (الذر المختار). ”لأن التركة في الاصطلاح: ماتركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال“۔ (رد المحتار: ۶/۵۹، كتاب الفرائض، سعید) =

وراثت جاری ہوگی (۱)۔ اور لڑکی کو حصہ نہ دینا ظلم اور غصب ہوگا (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مال شرکت کی وراثت

سوال [۹۶۸] : جس وقت حسین بخش واللہ بخش کے تینوں لڑکوں نے ایک جائیداد مساوی حصہ پر خرید کی تھی تو اس وقت حسین بخش واللہ بخش دونوں بھائی زندہ تھے، کچھ عرصہ کے بعد یہی بعد دیگرے انتقال ہوا ہے۔ تو ایسی صورت میں یہ جائیداد جو کہ تینوں فریق نے مساوی طور پر خرید کی ہے کیسے تقسیم ہونی چاہیئے؟ فقط السلام۔

محمد حنیف، راجپور،

صلع دھرہ دون، ۲۱/ فروری ۵۳ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر جائیداد خریدتے وقت حسین بخش واللہ بخش زندہ تھے اور پھر بعد میں ان کا انتقال ہوا تو اس سے تقسیم

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۱۷۳، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) (تقدیم تخریجہ تحت المسئلة السابقة)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “من قطع ميراثه، وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة”. رواه الترمذی“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

”ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردّه“ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۲، رقم المادة: ۷۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۵/۱۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوى العالمکیریة، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۲/۱۷، رشیدیہ)

پر کوئی اثر نہیں پڑتا (۱)، اس جائیداد کے برابر ۳/ حصہ کر کے تینوں لڑکوں کے ورثاء کو دیدیے جاوے گے (۲)۔ اگر ان کے ورثاء میں اللہ بخش و حسین بخش بھی ہیں یعنی ان کا انتقال لڑکوں کے بعد میں ہوا ہے تو ان کو بھی حصہ ملے گا، ہر ایک کے انتقال کے وقت جس قدر ورثاء اس کے زندہ رہے (۳)۔ اگر سوال میں اس کی تفصیل ہوتی تو پوری طرح جائیداد کی تقسیم اور اس کے حصص کا حال معلوم ہو جاتا، اب جس قدر سوال ہے اس قدر جواب ہے (۴)۔

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۲۔

(۱) واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جائیداد سب بیٹوں کی ہو، والدین کا حصہ اس میں نہ ہو:

”(سُئَلَ) فِي إِخْوَةِ خَمْسَةٍ سَعَيْهِمْ وَكَسَبَهُمْ وَاحِدٌ وَعَائِلَتُهُمْ وَاحِدَةٌ حَصَلُوا بِسَعْيِهِمْ وَكَسَبِهِمْ أَمْوَالًا، فَهُلْ تَكُونُ الْأَمْوَالُ الْمَذَكُورَةُ مُشَتَّرَكَةً بَيْنَهُمْ أَخْمَاسًا؟“

الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعیهم وكسبهم يكون بينهم أخماساً۔ (تنقیح الفتاوى الحامدية، کتاب الترکة: ۹۵/۱، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۲) ”القسمة سببها طلب الشرکاء أو بعضهم الانتفاع بملکه ورکھا هو الفعل الذي يحصل به الإفراز والتمیز بين الأنصباء وحكمها تعین نصیب كل من الشرکاء على حدة.“

(الدرالمختار : ۶/۲۵۲، کتاب القسمة، سعید)

”وأما بتقسيم العين الواحدة وتعيين كل حصة شائعة بكل جزء من أجزائها في قسم منها كقسمة العرصنة الواحدة بين اثنين، ويقال لها: قسمة تفريق وقسمة فرد“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۸، رقم المادة: ۱۱۵)، کتاب الشرکة، الباب الثاني فی القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وكذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۲۰۳ کتاب القسمة، الباب الأول فی تفسیرها وبيان ماهیۃ القسمة الخ، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا بُویہ لکل واحد منهما السدس مماترک﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) ”وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حکماً، وجود وارثه عند موته حياً والعلم بجهة الإرث“۔ (ردالمختار : ۶/۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا فی مجمع الأنہر: ۳/۲۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟

سوال [۹۶۸۳]: اگر بیوی نے مہر معاف نہ کیا ہوا اور شوہر کی طرف سے ادا بھی نہ کی گئی ہو، اسی درمیان بیوی کا انتقال ہو جائے تو مہر کا کیا ہو گا جب کہ شوہر پر واجب ہے، کیا غریبوں، مسکینوں میں مہر کی رقم تقسیم کر دینے سے مہرا دا ہو جائے گی؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

یہ مہر مرحومہ بیوی کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور حسب حصہ شرعیہ ورثاء پر تقسیم ہو گا جیسا کہ اور ترکہ تقسیم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۱۴۰۱ھ۔

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال [۹۶۸۲]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کروں۔ زید صاحب اولاد ہے، لگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادائیگی مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مہر اب ترکہ زوجہ بن گیا ہے (۲)، اب اس میں شرعی میراث جاری ہو گی، ایک چوتھائی کا مستحق

(۱) ”کما أن أعيان المتوفى المتوفى المشتركة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركة بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۱۰۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث، حنفیہ کوئٹہ

”يبدأ من تركة الميت الحالية لأن التركة في الاصطلاح: ما ترکہ الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال“۔ (ردد المحتار: ۲/۵۹، کتاب الفرائض، سعید) (وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”کما أن أعيان المتوفى المتوفى المشتركة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركة بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۱۰۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

شوہر ہے (۱)، وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دوہرالڑکے کو، اکھرالڑکی کو دیدیا جائے (۲)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجین کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کر لیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۳/۵۔

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سوال [۹۶۸۵] : ایک شخص نے انتقال کیا، ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیتے تھے اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں لا اور ہم کو واپس نہ دینا۔ اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے، مگر متوفی کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے تو اس صورت میں وارثان متوفی مذکور کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

نیز اگر گواہان کے ذریعہ متوفی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا، یا معاف کر دیا ہے تو کیا یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفی کوئی عالم نہیں تھے کہ اس بات کو جانتے۔ کیا اس صورت میں اس فعل کو عبث سمجھا جائے گا؟

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الْرِّبْعُ مَا تَرَكُنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أُولَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مُثْلَ حَظِ الْأَنْثَيْنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) ”لَا يَحُوزُ لَأَحَدٍ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مَلْكٍ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِهِ“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۰، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرَرِ الْمُخْتَارِ: ۲/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

”کلٌّ يتصرف في ملکه کيف شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۵۲، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشرکة، الباب الثالث في أحكام الأموال، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

”لأنَّ الْمُلْكَ مَامِنْ شَانَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيْهِ بِوَصْفِ الْاِختِصَاصِ“۔ (رد المحتار: ۳/۵۰۲، أول كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دیگرو رثاء کو اس لڑ کے کا یقین ہے کہ والد نے بحالت صحت وہ روپیہ دیدیا، واپس لینے کے لئے نہیں دیا، بلکہ ہبہ کر دیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑ کے کا ہے، دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں (۱)۔ اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہو گا اور سب ورثاء اس میں شریک ہوں گے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۰/شوال/۶۷۵۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/شوال/۶۷۵۔

اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا

سوال [۹۶۸۶]: ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بھورے خان کی کچھ زمین زائد ہے اور

(۱) "يَمْلُكُ الْمَوْهُوبُ لِهِ الْمَوْهُوبُ بِالْقَبْضِ، فَالْقَبْضُ شَرْطُ لِثَوْبِ الْمَلْكِ". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۲۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث فی أحكام الہبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)
"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولایة عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۱۱، (رقم المادة: ۹۲)، المقالة الثانية فی بيان قواعد الفقهیه، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۰۲۹، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/۳۷۳، کتاب الہبة، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في خطبته: "البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه". (جامع الترمذی: ۱/۲۲۹، أبواب الأحكام، باب ماجاء أن البينة على المدعى، سعید)

"فإذا صحت الدعوى من المدعى، سأله القاضى المدعى عليه فإن اعترف بدعواه، قضى عليه بها؛ لأنه غير متهم فى حق نفسه. وإن أنكر سأله المدعى البينة لإثبات ما ادعاه، فإن أحضرها، قضى بها لظهور صدقها". (اللباب فی شرح الكتاب: ۳/۱۲۲، کتاب الدعوى، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/۳۲۵، کتاب الدعوى، رشیدیہ)

ان کے آگے پیچھے لڑکا لڑکی کچھ نہیں، ہاں! تائے، پچ، پوتے، بھتیجے موجود ہیں۔ اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں۔ سوال طلب یہ مسئلہ ہے کہ آیا وہ اپنی جائیداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں، یا پوتے وغیرہ کو دیں؟ اور ہمارے گاؤں کی مسجد قریب ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محروم کر کے نقصان پہنچانا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائیداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کر دیں (۱) تاکہ صدقۃ جاریہ بن جائے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی کی وصیت مدرسہ و مسجد کے لئے کر دیں، بقیہ ورثاء کو مل جائے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱/۹۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۱/۱۰۔

(۱) ”الوقف وسیه ارادۃ محبوب النفس فی الدنيا ببر الأحباب، وفی الآخرة بالثواب، یعنی بالنیة من أهلها. ومحلہ المال المتقوم، ورکھے الألفاظ الخاصة: کارضی هذه صدقۃ موقوفة مؤبدۃ على المساکین ونحوه“. (الدرالمختار: ۳۳۹/۲، کتاب الوقف، سعید)

(وکذا فی البحر البرائق: ۳۱۸/۵، کتاب الوقف، رشیدیہ)

(۲) ”عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: مرضت عام الفتح حتى أشفقت على الموت، فعادني رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت: أى رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يوثنى إلا ابنة لى فأتصدق بثلثي مالي؟ قال: لا“ قلت: فالشطر؟ قال: لا“ قلت: فاثلث؟ قال: الثالث، والثالث كثیر، أن تذر ورثتك أغنياء خيراً من أن تذرهم عالة يتکفرون الناس“۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب الوصایا، باب الوصیة بالثالث: ۱۹۲/۲، قدیمی)

”وتجوز الوصية بالثالث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه“۔

الدرالمختار). ”هل الوصية بأقل من الثلث أولی أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء و لا يستغفون بما يرثون، فالترك أولی لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: ”أفضل الصدقة على ذی الرحم الكاشح“۔ ولأن فيه رعاية الفقر و القرابة. وإن كانوا أغنياء يستغفون: بنصيبيهم، فالوصية أولی“۔ (رجال المختار: ۲۵۰/۲، ۲۵۱، کتاب الوصایا، سعید)

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال [۹۶۸۷]: ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آیا، وہ آدمی ناپینا تھا اور پیروں سے معذور تھا، موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطورِ امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، صرف مرحوم کا ایک بھانجہ حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقتِ نزع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانجہ کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجہ ایک قسم کا وارث ہے، اگر اس سے قریب تر کوئی مستحق وارث نہیں تو بھانجہ کو دیدے (۱)، مدرسہ میں دینے کا حق نہیں۔ فقط والد بجانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲۔

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال [۹۶۸۸]: ا..... اس مسئلہ کے بارے میں حکمِ شرع سے مطلع کریں: ایک عورت مسماۃ حبیبہ جو کہ لاولد ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں:

حُبِيبَة

حَقِيقَى الْدَّهْ شَوَّهْ حَقِيقَى بَهَائِى ۳ حَقِيقَى بَهَنِ ۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے۔ حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۶۱، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيدية)

(۱) ”وجملة القول فيه كما في الصنف الأول وهو أنهم إما أن يتفاوتوا في الدرجة أولاً، فإن تفاوتوا قدم الأقرب ولو أنشى كبرى اخت وابن بنت أخي“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض، باب

توريت ذوى الأرحام: ۶/۹۳، سعید)

”ثم يقسم باقى بعد ذلك بين ورثته“۔ (الدر المختار: ۲/۶۱۔ ۶۲/۲۱۔ کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۷۳، كتاب الفرائض، رشيدية)

دار کو جو کہ صاحب حاجت ہے اس کو کچھ حصہ فی سبیل اللہ دینا چاہتی ہے۔ اور حبیبہ و صبت نہیں کرنا چاہتی ہے، بلکہ اپنی زندگی میں کچھ ثواب کی نیت سے دوسرے حاجت مند کو دینا چاہتی ہے، لیکن اس کے بعض رشته دار کہتے ہیں کہ ہم رشته داروں کی موجودگی میں غیر رشته دار کو حصہ دینا ناجائز اور گناہ ہے۔ ازروے شرع فیصلہ سے مطلع فرمائیں، کہ رشته داروں کی موجودگی میں غیر رشته دار کو فی سبیل اللہ ہبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتی ہے تو اپنی ملکیت میں سے کتنی مقدار دے سکتی ہے؟

۲.....اگر ہبہ کرنا اور دیدینا درست ہے تو رشته دار کا اس میں رکاوٹ ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حبیبہ کو اختیار ہے کہ اپنی تند رسیٰ اور صحت میں اپنی ملکیت میں سے کسی حاجت مند کو فی سبیل اللہ کچھ دیدے اور اس پر اس کا قبضہ کر دے، رشته داروں کو روکنے کا اختیار نہیں (۱) اور جب کہ حبیبہ کا مقصود رشته داروں کو محروم کرنا نہیں ہے، بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے غریب کی حاجت کو پورا کرنا مقصود ہے اور رشته دار سب مالدار ہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے:

”أَمَا شرائطُهَا فَأَنْوَاعٌ يَرْجِعُ بَعْضُهَا إِلَى نَفْسِ الرَّكْنِ وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إِلَى الْوَاهِبِ وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إِلَى الْمَوْهُوبِ، أَمَا مَا يَرْجِعُ إِلَى الْوَاهِبِ، فَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْوَاهِبُ مِنْ أَهْلِ الْهَبَةِ، وَكَوْنُهُ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ يَكُونَ حَرَّاً عَاقِلاً بِالْغَالِ مَالِكًا لِلْمَوْهُوبِ، الْخِ“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۳/۴۸۴ (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۸۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸۔

(۱) ”کلٌ يتصرف في ملکه كيف شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۲)،
کتاب الشرکۃ، الباب الثالث فی أحكام الأماکن، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

”لأنَّ الْمَلْكَ مَامِنْ شَانَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهِ بِوَصْفِ الْاِخْتِصَاصِ“۔ (ردد المختار: ۲/۵۰۲، رقم المادة: ۱۱۶۲)،
کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک، سعید

”وَ لَكُلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمْ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي حَصْتِهِ كَيْفَمَا شَاءَ“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم:
۱/۲۳۳، رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب الشرکۃ، الفصل الثامن فی أحكام 'نقسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

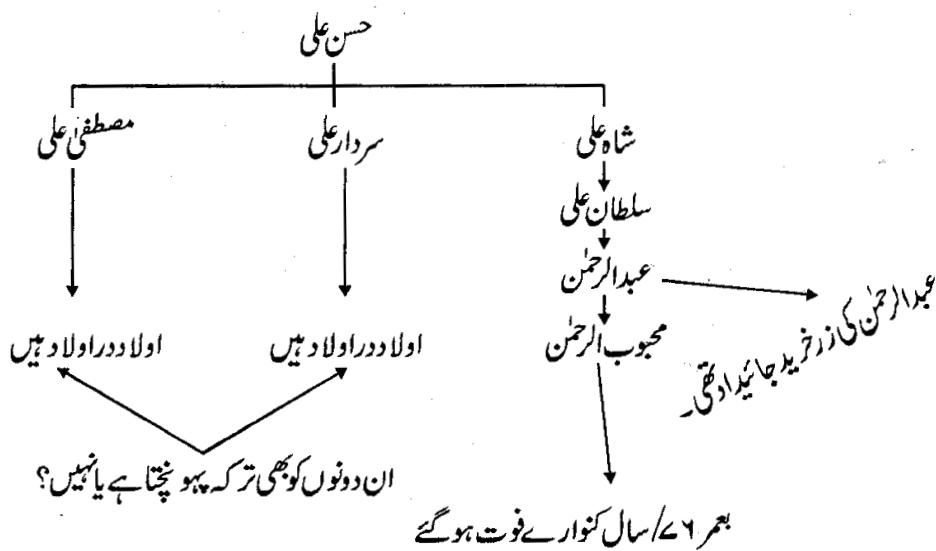
(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۲۷۳، کتاب الہبۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۵/۲۸۷، کتاب الہبۃ، سعید)

جائزیاد دیکروالپسی

- سوال [۹۶۸۹]: ۱..... محبوب الرحمن کا انتقال ہوا اور انھوں نے اپنی شادی نہیں کی، اس لئے لاولد فوت ہوئے۔ مرحوم نے حقیقی بھائی، بہن، ماں، باپ، تایا، پچا، پھوپھی وغیرہ کوئی نہیں چھوڑا۔
- ۲..... محبوب الرحمن ابن حاجی عبد الرحمن بن سلطان علی بن شاہ غنی، یہ چار نسلیں اکیلی ہی گذری ہیں، صرف ایک ماموں زاد بہن کا لڑکا (عبدالکریم) اور ایک ماموں زاد بھائی کی دوڑکیاں چھوڑی ہیں۔ مرنے سے چار روز قبل اپنی کل جائزیاد دیگر عزیزان اور وارثان کے سامنے زبانی ہبہ بھی عبدالکریم کو کر دیا، اور سنجیاں و ضروری کاغذات، بینک کی کتاب اور تمام اشائیں بیت سپرد کر کے قابض بنادیا۔ علاوہ ازیں قرضہ کی فہرست بھی لکھوادی اور وارثان کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت اور وصیت کی۔
- ۳..... محبوب الرحمن نے بوقت سفر حج اپنے پاسپورٹ میں والدہ عبدالکریم (طیبہ خاتون) کو اپنا وارث درج کر دیا تھا اور روانگی حج سے قبل جملہ اختیارات بحیثیت مالکانہ طیبہ خاتون کو سپرد کر کے قابض بنادیا تھا اور طیبہ خاتون کا بھی اب انتقال ہو گیا ہے، ان کے صرف ایک لڑکا عبدالکریم ہی باقی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔
- ۴..... جائزیاد محبوب الرحمن کے والد عبد الرحمن کی ذاتی خریدی ہوئی تھی جو پوری کی پوری محبوب الرحمن کو پہلو نجی تھی۔
- ۵..... ایسی صورت میں ترکہ تقسیم ہو گا یا فرد واحد مالک ہو گا؟

مشجرہ



لجواب حامد اور مصلیاً:

حج کو جاتے وقت والدہ عبدالکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کرنے تھے، اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہو سکی تو والدہ عبدالکریم کو میرا مال دیدیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ فی الحال ہبہ کر کے ان کو مالک بنادیا، ورنہ واپسی پر خود قابض و مالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدہ عبدالکریم کے بعد ان کے ورثاء کو وہ حق پہنچتا، اور محبوب الرحمن ان کے وارث نہیں، اس لئے اگر محبوب الرحمن نے مرض الموت میں زبانی ہبہ عبدالکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کرادیا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے، لہذا بعد ادائے دین وغیرہ ایک تھائی ترکہ کا مستحق باعتبار وصیت عبدالکریم ہے (۱)۔

بقیہ ووتهائی کے حقدار محبوب الرحمن کے والد (عبد الرحمن) کے دادا (شاہ علی) کے بھائیوں (سردار علی و مصطفیٰ علی) کی اولادو اولاد میں جو قریب ترین مرد ہوں گے، وہ برابر کے حقدار ہوں گے (۲)، ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں (۳)۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۹۲۔

(۱) ”وَأَمَّا لِوْهَبُ وَسَلَّمَ لِغَيْرِ الْوَرَثَةِ، فَإِنْ خَرَجَ الْمَوْهُوبُ مِنْ ثُلَثِ مَالِهِ، صَحُّ الْهَبَةِ. وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ
وَلَمْ تُجْزِ الْوَرَثَةُ الْهَبَةَ، فَإِنَّمَا تَصْحُّ فِي مَا يَخْرُجُ مِنَ الْثُلَثِ“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۸۳،
رقم المادة: ۸۷۹)، کتاب الہبۃ، الفصل الثاني فی هبة المريض، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۰۰، کتاب الہبۃ، الباب العاشر فی هبة المريض، رشیدیہ)

(۲) ”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة“۔ (السراجی، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردارالمختار: ۲/۷۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید)

(وکذا فی الشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص: ۳۹، باب العصبات، سعید)

(۳) چونکہ ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، لہذا ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں ہیں:

”إِنَّمَا يَرِثُ ذُوَّ الْأَرْحَامَ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ مَمْنُ يَرِدُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ عَصْبَةً“۔ (الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۲۹۵، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

”هُوَ كُلُّ قرِيبٍ لِيُسْ بَذِي سَهْمٍ وَلَا عَصْبَةً، وَلَا يَرِثُ مَعَ ذِي سَهْمٍ وَلَا عَصْبَةً“۔
(الدرالمختار: ۶/۱۹۱، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۳/۵۲۲، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکتبہ غفاریۃ کوئٹہ)

الفصل الثاني فی ما یتعلق ببدین المیت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم

سوال [۹۶۹]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا، اس کی اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا باپ فلاں کا مقرض تھا، اب قرض خواہ اپنادیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے، تو اولاد نہ تو انکار ہی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار۔ بتایا جائے کہ اس متوفی مقرض کا آخرت میں کیا حال ہو گا، نیز اولاد کا سب کچھ جانتے ہوئے کیا ہو گا؟ اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہو گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرض خواہ کے پاس اگر قرضہ کا شرعی ثبوت ہے، یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاد کا قرض ادا کرنا ضروری ہے، قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو (۱)۔ اس کے بعد ورثاء شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے، اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے، اگر قرض نہ انہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے (۲)۔

(۱) "ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة العباد". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً أو ياقرار، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۳، ۲/۲۷ کتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالترکة، رشیدیہ)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "مظل الغنى ظلم". (سنن أبي داؤد: ۲/۵۷، کتاب البيوع، باب في المظل، دار الحديث ملتان)

اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا ادا کرنا ضروری نہیں، تاہم اگر اولاد کو اپنے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کریں (۱)۔ اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ ادا کر دیا جائے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوگی، اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا، پکڑ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۸۸ھ۔

(۱) ”والمراد بالدين دين له مطالب من جهة العباد فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها من عندهم“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۷۲، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)
 (وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)
 (وکذا فی الدر المختار: ۷/۲۰۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “نفس المؤمن معلقة بيديه حتى يقضى عنه“۔ (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۲، کتاب البيوع، باب الإفلات والإنتار، الفصل الثاني، قدیمی)

”عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك قال: كان معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه شاباً سخياً، وكان لا يمسك شيئاً، فلم يزل يدان حتى أغرق ماله كله في الدين، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فكلمه ليكلم غرماء، فلو تركوا لأحد لتركوا المعاد، لأجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فباع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لهم ماله حتى قام بغير شيء“۔ (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)
 ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: أتى النبي صلى الله عليه وسلم بجنازة ليصلّى عليها، فقال: “هل على صاحبكم دين؟“ قالوا: نعم، قال: “هل ترك له من وفاء؟“ قالوا: لا، قال: “صلوا على صاحبكم“۔ قال على بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه على دينه يا رسول الله، فتقدم فصلّى عليه۔“
 وفي رواية معناه: وقال: ”فك الله رهانك كما فكك رهان أخيك المسلم، ليس من عبد مسلم يقضى عن أخيه دينه إلا فك الله رهانه يوم القيمة“۔ (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(صحیح البخاری: ۱/۳۰۵، کتاب الحوالة، باب إذا حال دین المیت علی رجل، قدیمی)

قال الحافظ العینی رحمه الله تعالى: ”وقال بعض أهل العلم: يجب على الإمام أن يقضى من بيت المال دین القراء اقتداءً بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فإنه قد صرّح بوجوب ذلك عليه حيث =

قرضہ میت کون ادا کرے؟

سوال [۹۶۹۱]: مرحوم کے قرض کا علم اس کی بیوی کو ہی ہے جس کا وہ قرض ہے، وہ اگر یہ کہے کہ میں اس بیوہ کے ہاتھ سے نہیں لوں گا، اگر اس کا بھائی وغیرہ کوئی دے تب لوں گا تو بیوہ ہی کو قرض ادا کرنا ضروری ہے یا بھائی بھی ادا کر سکتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

قرض مرحوم کے ترک سے ادا کیا جائے گا، خواہ بیوہ ادا کرے خواہ بھائی، حس کے ہاتھ سے بھی ادا کر دیا جائے گا، مرحوم بری ہو جائے گا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا

سوال [۹۶۹۲]: ایک شخص کے ذمہ قرض تھا، وہ قرض اس کے لڑکے نے ادا کیا۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا، لہذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس کے لڑکے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکہ میں چھوڑا، اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے وارث چھوڑے۔ تو کیا جبکہ متوفی مرحوم کا ترکہ لڑکا اور لڑکی میں تقسیم کیا جائے تو اس قرضہ ادا شدہ میں سے بھی لڑکی کے ذمہ بقدر حصہ لا جاوے یا نہیں؟

= قال: ”فعلیٰ قضاةه“۔ ولأن الميت المديون خاف أن يعذب في قبره على ذلك الدين، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الآن“ حين بردت جلدته. وكما أن على الإمام أن يسد رمقه ويراعي مصلحته الدنيوية، فالأخروية أولى“۔ (عمدة القارى شرح صحيح البخارى: ۱۲/ ۱۳، كتاب الحوالة، باب: إذا حال دين الميت على رجل جاز، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

(۱) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى“۔ (الدر المختار: ۲/ ۲۰،
كتاب الفرائض، سعيد)

”تتعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتکفینه وتجهیزه ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله“۔ (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید)

(وَكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۳۷، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ لڑکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور ورثاء کو کسی طرح ترکہ نہ پہنچتا؟ بینوا و توجروا۔

خواجہ عامر حسن، محلہ شاہ ولایت صاحب، سہارنپور، یکم / اگست / ۲۹۴۸ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر باپ کے کہنے پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً: باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فلاں شخص کا قرض ہے جس کے عوض میں میرا یہ مکان مکفول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کر دے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقرض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے، روپیہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے، لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کر لے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے (۱)۔

مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو، یا ورثاء سب اس کو تسليم کریں (۲)۔ اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا، بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کر سکتا (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۰/۵۸۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شوال المکرم/۵۸۔

(۱) ”ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقى بعد ذالك بين ورثته“. (الدرالمختار: ۲/۶۰، کتاب الفرائض، سعید)
 (وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

”کفَنَ الوارثُ الْمِيَتُ أَوْ قُضِيَّ دِينُهُ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ وَلَا يَكُونُ مَتَطْوِعاً“.
 (الدرالمختار: ۲/۱۷، کتاب الوصایا، فصل فی شهادة الأوصياء، سعید)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۲/۲۰، کتاب الوصایا، الفصل السادس فی تصرفات الوصی، رشیدیہ)

(۲) ”ثم تقدم دیونه ويقدم دین الصحة“. (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه اللہ تعالیٰ: ”هو ما كان ثابتاً بالبينة مطلقاً، أو بالإقرار في حالة الصحة“۔ (ردالمختار: ۲/۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”تعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات: والتبرع لا يتم إلا =

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال [۹۶۹۳]: زید عمر سے قرض لیتا ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر پاتا، اب عمر مرجاتا ہے، اور کچھ دن بعد خود زید بھی مرجاتا ہے، اب زید کے ورثاء اس قرض کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا، کیا اس قرض کو مدرسہ، مسجد، یا مسجد کے کسی مکان میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی بیوہ، بیٹیم، محتاج کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے قرض لیا تھا، اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدار قرض مرحوم کے ترکہ سے اس شخص کے ورثاء کو دیں جس سے قرض لیا تھا (۱)، کسی اور بیوہ، بیٹیم، محتاج، مدرسہ، مسجد کو دینا کافی نہیں (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۵۔

= بالقبض”。 (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۲۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الہبة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

”من وہب لأصوله وفروعه فليس له الرجوع“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۶، (رقم المادة: ۸۶۶)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)
 (وکذا فی الدرالمختار: ۵/۰۳، کتاب الہبة، باب الرجوع فی الہبة، سعید)
 (وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/۳۸۵، کتاب الہبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الہبة، رشیدیہ)
 (۱) ”یبدأ من ترکة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد“۔ (الدرالمختار: ۲/۲۰۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۷۳۲، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)
 (وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۳، ۵۵۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)
 (۲) مال متروکہ ورثاء کا حق ہوتا ہے، لہذا ان کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں:

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذن“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۰)

میت پر دعائے دین

سوال [۹۶۹۲]: شخص بر میت بعد از تقسیم ترکه بین الورثاء، یا قبل از تقسیم آن دعائے دین می کند، و متوفی در باب دین مذکور هیچ اظهار عند الموت نکرده، ورثائے میت هم عدم علمیت دین را اظهار می کنند، و مدعی بینه و دیگر کدام ثبوتی ندارد. پس درین حالت بر مدعی حلف خوردن لازم است یا بر ورثائے میت یا دعوی او شان غیر مسموع است؟ از جواب جلد مشرف فرمایند. فقط.

(مولوی) محمد عثمان بلوچ، مہتمم مدرسہ احرار العلوم کراچی، ۲/ جمادی الاولی ۱۴۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”ولو أن رجلاً قدم رجلاً إلى القاضي، وقال: إن أباً هذا قد مات، ولـى عليه ألف درهم دين وإن لم تكن للمدعى بيـنة وأراد استحلاف هذا الوارث، يستحـلـف على العلم عند علمائنا رحـمـهـم اللـهـ تـعـالـى: ”بـالـلـهـ ما تـعـلـمـ أـنـ لهـذاـ عـلـىـ أـبـيـكـ هـذـاـ مـالـ الـذـىـ اـدـعـىـ وـهـوـ أـلـفـ درـهـمـ وـلـاـ شـىـءـ مـنـهـ“؟ فإنـ حـلـفـ اـنـتـهـىـ الـأـمـرـ، وإنـ نـكـلـ يـسـتـوـفـيـ الـدـيـنـ مـنـ نـصـيـبـهـ. وفيـ الـخـانـيـةـ: فيـ ظـاهـرـاـ الرـوـاـيـةـ فإنـ كـانـ هـذـاـ الـوارـثـ المـدـعـىـ عـلـىـ أـقـرـأـ بالـدـيـنـ عـلـىـ الـأـبـ أوـ أـنـكـرـ، فـلـمـاـ حـلـفـ نـكـلـ حـتـىـ صـارـ مـقـرـأـ بـالـدـيـنـ، إـلاـ أـنـهـ قـالـ: لـمـ يـصـلـ إـلـىـ شـىـءـ مـنـ تـرـكـةـ الـأـبـ، فإنـ صـدـقـهـ المـدـعـىـ نـكـلـ حـتـىـ صـارـ مـقـرـأـ بـالـدـيـنـ، إـلاـ أـنـهـ قـالـ: لـاـ بـلـ وـصـلـ إـلـيـهـ أـلـفـ درـهـمـ أوـ أـكـثـرـ درـاهـمـ، وأـرـادـ أنـ يـحـلـفـ يـحـلـفـهـ عـلـىـ الـبـتـاتـ: ”بـالـلـهـ ما وـصـلـ إـلـيـكـ مـاـلـ أـبـيـكـ هـذـاـ الـأـلـفـ وـلـاـ شـىـءـ مـنـهـ“؟ فإنـ نـكـلـ لـزـمـهـ الـقـضـاءـ، وإنـ حـلـفـ لـاـشـئـ عـلـىـهـ، اـهـ“. فـتاـوـیـ هـنـدـیـہـ: ۳/۴۰۰، کـتابـ اـدـبـ القـاضـیـ،

الباب الخامس والعشرون (۱)۔

= (رقم المادة: ۹۶)، مكتبة حنفيه كوثيه

(وكذا في الدر المختار: ۲۰۰/۲، کتاب الغصب، سعيد)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۰۶، ۳۰۷، کتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون في إثبات

الوكالة والوراثة والدين، رشيدية)

اگر میت در ترکہ مال گذاشتہ است، و مداعی بر دعویٰ خود بیٹھ نمی دارد، و ورثاء اقرارِ دین نمی کند، پس مدعیٰ را حق است کہ از ورثاء حلف ستاند، اگر حلف کنند دعوائے مدعیٰ ساقط خواهد شد۔ واگر انکار کنند، دعویٰ لازم خواهد شد۔ والبسط فی الخانیة (۱) والهنڈیۃ (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۵/۲۵۔ ۵۶/۵۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الاولی/ ۵۶۔

ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال [۹۶۹۵] : شامی، جلد چہارم، فصل فی التخارج میں ہے کہ جب ترکہ میں دین علی الناس ہو، تو

= (وكذا في الدر المختار: ۵/۵، ۵۸۵، كتاب الدعوى، باب دعوى النسب، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/۳۸، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركية والوراثة والدين في التركية، إسلامي كتب خانه كراچي)

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۲/۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، کتاب الدعوى، باب اليمین، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب أدب القاضی، الباب الخامس والعشرون في إثبات الوکالة والوراثة والدين: ۲/۲۰۷، ۲۰۸، رشیدیہ)

ترجمہ سوال:

کوئی شخص ورثاء میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد، یا قبل تقسیم، میت پر دین کا دعوائے کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اظہار بھی نہیں کیا، ورثاء بھی دین سے عدم علمیت کا اظہار کرتے ہیں اور مدعیٰ گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا، اس صورت میں مدعیٰ پر حلف لازم ہے یا ورثاء میت پر، یا اس کا دعویٰ ہی ناقابلٰ سماعت ہے؟ جواب سے جلد مشرف فرماؤں۔ فقط۔

خلاصہ جواب:

اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعیٰ اپنے دعویٰ پر گواہ نہیں رکھتا، اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعیٰ کو حق ہے کہ ورثاء سے حلف لیوے، اگر حلف کر لیں تو مدعیٰ کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا، اگر حلف سے انکار کریں تو دعویٰ لازم ہو جائے گا۔ فقط۔

صلح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں، جن میں سے حیلہ ثالثہ کو "حسن الحیل" لکھا ہے، حالانکہ جو ضرر حیلہ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالثہ میں بھی ہے یعنی "النقد خیر من النسیئة" (۱)۔

تواب ثالثہ کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا، لہذا بندہ کی رائے ناقص میں حیلہ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ "مُصَاحَّ کا حصہ، دِین سے تبر عاپورا کر دیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں" غالباً اسی لئے حیلہ ثانیہ میں "وَأَحَالُهُمْ بِحُصْتِهِ" پر محشی لکھتے ہیں : "لَا مَحِلٌّ لِهَذِهِ الْجَمْلَةِ هُنَّا" (۲) پس اس حیلہ میں دو ضرر ہیں: ایک وہی جو حیلہ اولیٰ میں ہے اور دوسرا "النقد خیر من النسیئة" (۳) یعنی مُصَاحَّ کو حصہ نقل مل گیا اور باقی ورثاء کو ان کا حصہ نسیئہ ملے گا اور ثالثہ میں صرف "النقد خیر من النسیئة" (۴) کا ضرر ہے، یعنی مُصَاحَّ کو قرض فی الحال دیتے ہیں اور اس قرض کو، نیز اپنے حصہ کو غرماء سے نسیئہ وصول کریں گے۔

حیلہ اولیٰ میں بھی اگرچہ ایک ہی ضرر ہے، مگر وہ ثالثہ کے ضرر سے زیادہ ہے، اور ثانیہ میں دو ضرر ہیں، لہذا ثالثہ احسن الحیل ہوا، اور رابعہ میں کوئی ضرر نہیں۔

مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے، وہ یہ کہ مُصَاحَّ بہر صورت صلح تو دین کے سواباقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلہ اولیٰ میں ورثاء اپنا حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مُصَاحَّ اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مُصَاحَّ کا ہے نہ کہ ورثاء کا، بعینہ یہی ضرر مُصَاحَّ ثانیہ و رابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصہ دین وصول نہیں کرتا، مگر

(۱) "وَبَطَلَ الصلح إِنْ أَخْرَجَ أَحَدَ الوراثة وَفِي الترکة دِيْوَنَ بِشَرْطٍ أَنْ تَكُونَ الدِّيْوَنَ لِبَقِيَّتِهِمْ؛ لِأَنَّ تَمْلِيْكَ الدِّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدِّيْنِ باطِلٌ". ثُمَّ ذُكِرَ لصحته حِيلَةً، فَقَالَ: وَصَحَّ لَوْ شَرَطُوا إِبْرَاءَ الغَرْمَاءِ مِنْهُ: أَىٰ مِنْ حُصْتِهِ؛ لِأَنَّهُ تَمْلِيْكَ الدِّيْنِ مِنْ عَلَيْهِ، فَيَسْقُطُ قَدْرُ نَصِيبِهِ عَنِ الْغَرْمَاءِ، أَوْ قَضَوْا نَصِيبَ الْمُصَاحَّ مِنْهُ تَبِرِعًا مِنْهُمْ وَأَحَالُهُمْ بِحُصْتِهِ، أَوْ أَفْرَضُوهُ قَدْرُ حُصْتِهِ مِنْهُ وَصَالَحُوهُ عَنِ غَيْرِهِمْ بِمَا يَصْلِحُ بَدْلًا وَأَحَالُهُمْ بِالقرض عَلَى الْغَرْمَاءِ وَقَبَلُوا الْحُوَالَةَ، وَهَذِهِ أَحَسنُ الْحِيلَةِ، أَبْنَ كَمَالٍ. وَالْأُوْجَهُ أَنْ يَبِعُوهُ كَفَّا مِنْ تَمْرٍ أَوْ نَحْوَهُ بِقَدْرِ الدِّيْنِ، ثُمَّ يَحِيلُهُمْ عَلَى الْغَرْمَاءِ". (الدر المختار: ۲۲۲/۵، ۲۲۳، ۲۲۴، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، سعید)

(۲) (رد المختار: ۲۲۳/۵، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، سعید)

(۳) وہ ہے تَمْلِيْكَ الدِّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدِّيْنِ اُوْرِيْهُ باطِلٌ ہے، شامی بحوالہ بالا۔

(۴) بحوالہ بالا۔

ثانیہ میں ورثاء کا بھی ضرر ہے، یعنی ”النقد خیر“ من النسیئة“ اور یہی ضرر ورثاء، ثالثہ میں بھی ہے۔ غرضیکہ اولیٰ و رابعہ میں صرف مصالح کا ضرر ہے اور ثالثہ میں صرف ورثاء کا اور ثانیہ میں جانبین کا، پس ثانیہ احسن الحیل ہونا چاہیئے، لیتحقیق المساوات۔ آنحضرت اپنی تحقیق عیقٰن کے فیصلہ سے مطلع فرماؤیں۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیله ثالثہ کا ”احسن الحیل“ ہونا صاحب درمحتر نے ابن کمال سے نقل کیا ہے، لیکن سکب الأنهار: ۳۱۹/۲، میں اس کے احسن ہونے پر اشکال بھی کیا ہے: ”قلت: ولا يخلو أياضًا عن ضرر التقديم“ (۱)۔ اسی اشکال کوشامی نے حیله رابعہ کے وجہ ہونے کی وجہ سے پیش کیا ہے: ”قوله: والأوجه؛ لأن فی الأخيرة لا يخلوا عن ضرر التقديم فی وصول مال، ابن ملك، اه۔ شامی: ۴/۶۶۴ (۲)۔ نیز علامہ زیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی اس کا اعتراف ہے، مگر زیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اولیٰ اور ثانیہ سے ثالثہ کے وجہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے:

”وَإِنْ شرطُوا أَنْ يَبْرأُ الْغَرَماءَ مِنْهُ: أَىٰ مِنَ الدَّيْنِ، صَحٌ؛ لِأَنَّهُ إِسْقاطٌ أَوْ تَمْلِيْكٌ لِلَّدِينِ مِنْ عَلَيْهِ الدِّينِ، وَكُلُّ ذَلِكَ جَائزٌ. وَقَالَ صَاحِبُ الْهُدَى: وَهَذِهِ حِيلَةُ الْجُوازِ، وَأَخْرَىٰ: أَىٰ حِيلَةُ أَخْرَىٰ: أَنْ يَعْجَلُوا قَضَاءَ نَصِيبِهِ مُتَبَرِّعِينَ. ثُمَّ قَالَ: فِي الْوَجَهَيْنِ ضَرَرٌ بَقِيَّةُ الْوَرَثَةِ، وَالْأَوْجَهُ أَنْ يَقْرَضُوا الْمُصَالِحَ مَقْدَارَ نَصِيبِهِ وَيَصْالِحُوا عَمَّا وَرَاءَ الدِّينِ، وَيَحِيلُّهُمْ عَلَى استِيْفَاءِ نَصِيبِهِ مِنَ الْغَرَماءِ، وَهَذَا فِي الْوَجَهَيْنِ ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّهُمْ إِذَا أَعْطُوا الْمُصَالِحَ شَيْئًا بِمُقَابَلَةِ الدِّينِ أَوْ قَدْرِ الدِّينِ وَلَمْ يَحْصُلْ لَهُمُ الدِّينُ، فَقَدْ حَصَلَ لَهُمْ ضَرَرٌ دُنْيَوِيٌّ، وَلَيْسَ فِي الصُّورَةِ الثَّالِثَةِ مُثُلُ ذَلِكَ مِنَ الضَّرَرِ؛ لِأَنَّهُمْ وَإِنْ خَرَجُوا مِنْهُمْ قَدْرَ الدِّينِ لَكَنْ حَصَلَ لَهُمُ الدِّينَ بِمُقَابَلَتِهِ، فَانْتَقَىٰ عَنْهُمْ إِلَّا ضَرَرُ النَّقْدِ،

(۱) الدر المتنقی شرح الملتقی المعروف بسکب الأنهار على هامش مجمع الأنهار: ۳/۳۲۰، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدين، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار: ۵/۲۳۶، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، سعید)

فإن العين خير من الدين، اهـ". زيلعى : ۵۱/۵(۱)-

اس کے بعد حیلہ رابعہ کو وجہ کہا ہے اور ”وأحالهم بحصته“ سے صاحب الدرر پر مقصود ہے:

”قوله: وأحالهم بحصته) ذكره ردًا على صاحب الدرر، وتبعه المصنف حيث قال:

ولا يخفى فيه: أى هذا الوجه من الضرر ببقية الورثة، ولكن لا يرجع عليهم بما أحالهم به،
فيكون الضرر عليهم مرتين، اهـ“. طحطاوی، ص: ۳۶۰(۲)-

حیلہ ثانیہ میں جو ضرر ہے، اس میں فقهاء کی عبارتیں و مطرح کی ملتی ہیں: ایک: ”النقد خیر من النسیة“۔ دوسرا: ”عدم رجوع الورثة على الغرماء“ چنانچہ تکملہ فتح القدير میں ہے (۳)۔ اور حاشیہ عنایہ شرح هدایہ: ۴/۵ میں اسی کو حق کہا ہے (۴)، کفایہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی

(۱) (تبیین الحقائق للزیلعی رحمة الله تعالى عليه: ۵۱/۵، ۵۱۱، ۵۱۲، ۳۶۰، کتاب الصلح، باب الصلح في الدين، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار: ۳/۳، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت)

(۳) ”وإذا كان في التركة دين على الناس، فأدخلوه في الصلح على أن يخرجوا المصالح عنه ويكون الدين لهم، فالصلح باطل؛ لأن فيه تمليك الدين من غير من عليه، وهو حصة المصالح. وإن شرطوا أن يروا الغرماء منه ولا يرجع عليهم بتصييب المصالح فالصلح جائز؛ لأنه إسقاط وهو تمليك الدين ممن عليه الدين وأخرى: أن يجلوا قضاء نصيبه متبرعين، وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة“. (فتح القدير: ۸/۳۲۲، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، رشیدیہ)

(۴) ”قوله: وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة) لعدم رجوعهم على الغرماء، كذا في الكفاية وشرح تاج الشريعة. وقالوا أما في الوجه الأول: فإن بقية الورثة لا يمكنهم الرجوع على الغرماء، وفي الوجه الثاني لزوم النقد عليهم بمقابلة الدين الذي هو نسبيّة، والنقد خير من النسبيّة، انتهى. و قال بعض الفضلاء بعد نقل المعنى الأول عن الكفاية: وهذا هو الحق، لاما في سائر الشروح من لزوم بالنسبيّة في الصورة الثانية إذ لانسبيّة عند التبرع، فليتأمل، انتهى“. (العنایہ شرح الهدایۃ سی ماہ فتح القدير: ۸/۳۲۲، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

وجہ بیان کی ہے۔ ”إذ لانسیة عند التبرع“ (۱)۔ اور علت اولیٰ کے متعلق حاشیہ عنایہ میں ہے: ”أقول فيه بحث“ (۲)۔

اس تقدیر پر حیلہ اولیٰ وثانیہ ہردو میں ورثاء کو حصہ مصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا، اور ثانیہ میں مزید برالیے کہ مصالح کا حصہ دین اپنے پاس سے تبرعاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اولیٰ سے کیونکہ اولیٰ میں مصالح کو کچھ حصہ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثاء سے مل جاتا ہے اور حیلہ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بعض قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدل قرض کے مستحق ہو جاتے ہیں تو گو مصالح کا حصہ دین اور اپنا حصہ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں، کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا، صرف وصولیابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ وزابعہ ہردو شریک ہیں، پھر رابع کے وجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ”الأوجه: أى الأيسر والأخف، اه“ ط (۳)۔

الحاصل: اولیٰ میں حصہ دین مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثاء کو بھی اس میں رجوع علی

(۱) ”قوله: وفي الوجهين ضرر بقية الورثة لعدم رجوعهم على الغرماء، كذا في الكفاية وشرح تاج الشريعة. وقالوا أما في الوجه الأول: فإن بقية الورثة لا يمكنهم الرجوع على الغرماء، وفي الوجه الثاني لزوم النقد عليهم بمقابلة الدين الذي هو نسيئة، والنقد خير من النسيئة، انتهى. وقال بعض الفضلاء بعد نقل المعنى الأول عن الكفاية: وهذا هو الحق لاما في سائر الشروح من لزوم النقد بالنسبة في الصورة الثانية إذ لانسیة عند التبرع، فليتأمل، انتهى“۔ (العنایہ شرح الہدایۃ علی هامش فتح القدیر: ۲۲۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۲) ”أقول: وفيه بحث؛ لأن ماذكره إنما يفيد ثبوتفائدة للغرماء لا لباقية الورثة، فإن قيل: إذا لم يبق للمصالح على الغرماء حق يسهل للغرماء أداء حصن بقية الورثة، فيحصل من هذه الجهةفائدة لباقية الورثة قلنا: إن حصل لهم فائدة من تلك الجهة، يحصل لهم الضرر من جهة أن حصة المصالح لا تصير لهم“۔ (العنایہ شرح الہدایۃ علی هامش فتح القدیر: ۲۲۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۳) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۶۰/۳، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، دار المعرفة، بيروت)

الفرماء کا حق نہیں، البتہ اپنا حصہ دین پورا لیں گے، اس میں مصالح کا نقصان ظاہر ہے۔ ثانیہ میں مصالح اپنا حصہ دین پورا بقیہ ورثاء سے وصول کر لے گا اور ورثاء اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے مصالح کے ساتھ غرماء کے ساتھ تبرع کیا ہے، اس میں ورثاء کا نقصان ظاہر ہے۔ ثالثہ میں مصالح کو بھی حصہ دین مل جاتا ہے اور بقیہ ورثاء کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعہ حوالہ غرماء سے وصول کر لیں گے، اگر نقصان ہے تو صرف نسیہ کا ہے اور یہ اہون ہے، لہذا یہ احسن الحیل ہوا (۱)۔

رابعہ میں رجوع علی الغرماء کی وجہ سے نسیہ ضرور ہے جیسا کہ ثالثہ میں تھا، لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مصالح کا ضائع ہوتا ہے، نہ بقیہ ورثاء کا، اس لئے یہ اوجہ ہے۔ هذا ماعندی والله أعلم بحقيقة الحال۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی الدڈعنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/محرم/۶۵۔

(۱) ”وَصَحْ لَوْ شَرطُوا إِبْرَاءَ الْغَرْمَاءِ مِنْهُ: أَىٰ مِنْ حَصْتَهُ؛ لَأَنَّهُ تَمْلِيْكُ الدِّيْنِ مِنْ عَلَيْهِ الدِّيْنِ، فَيَسْقُطُ قَدْرُ نَصِيبِهِ عَنِ الْغَرْمَاءِ، أَوْ قَضَوْا نَصِيبَ الْمُصَالِحِ مِنْهُ: أَىٰ الدِّينِ تَبَرَّعُوا مِنْهُمْ وَأَحَالُوهُمْ بِحَصْتَهُ، أَوْ أَقْرَضُوا قَدْرُ حَصْتَهُ مِنْهُ: أَىٰ الدِّينِ تَبَرَّعُوا مِنْهُمْ وَأَحَالُوهُمْ بِحَصْتَهُ، أَوْ أَقْرَضُوا قَدْرُ حَصْتَهُ مِنْهُ وَصَالَحُوهُ عَنِ غَيْرِهِمْ بِمَا يَصْلِحُ بَدْلًاً وَأَحَالُوهُمْ بِالْقَرْضِ عَلَى الْغَرْمَاءِ وَقَبَلُوا الْحَوَالَةَ، وَهَذِهِ أَحْسَنُ الْحَيْلَةِ۔ وَالْأُوْجَهُ أَنْ يَبِعُوا كَفَأَ مِنْ تَمْرٍ أَوْ نَحْوِهِ بِقَدْرِ الدِّيْنِ، ثُمَّ يَحِيلُهُمْ عَلَى الْغَرْمَاءِ۔“ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”لأن في الأولى ضرر للورثة، حيث لا يمكنهم الرجوع على الغرماء بقدر نصيب المصالح، وكذا في الثانية؛ لأن النقد خير من النسيئة“: (الدر المختار: ۲۳۳/۵، كتاب الصلح، فصل في التخارج، سعيد)

”قال رحمه الله تعالى: ”(وَإِنْ شَرطُوا أَنْ يَبِرُّوا الْغَرْمَاءِ مِنْهُ): أَىٰ مِنْ الدِّينِ (صح): لَأَنَّهُ إِسْقاطٌ أَوْ تَمْلِيْكٌ لِلَّدِيْنِ مِنْ عَلَيْهِ الدِّيْنِ، وَكُلُّ ذَلِكَ جَائِزٌ۔“ وقال صاحب الهدایۃ: وهذه حيلة الجواز، وأخرى: أى حيلة أخرى أن يعجلوا قضاء نصيبه متبرعين، ثم قال: وفي الوجهين ضرر ببقية الورثة. والأوجه أن يفرضوا المصالح مقدار نصيبه ويصالحوها عمما وراء الدين ويحيلهم على استيفاء نصيبه من الغرماء، وهذا =

ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال

سوال [۹۶۹]: میت کا دین ہو کسی پر تو جواز صلح کے حیل اربعہ میں سے تیرے حیلہ کا احسن الحیل ہونا سمجھ میں آ گیا، مگر رابعہ کا اوجہ بمعنی ”ایسراونا“ سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ اس میں مصالح کا ضرر ظاہر ہے، ثالثہ میں تو مصالح اپنا حصہ قرض پورا وصول کر لیتا ہے، رابعہ میں صرف ایک مشتکبجور کے بدله میں اپنا دین ان کے حوالہ کرتا ہے اور اسے بالکل کچھ نہیں ملتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اوجہ اگر بمعنی ”أنفع للمصالحة“ ہوتا تب بھی حیلہ أولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا، اگرچہ ثانیہ وثالثہ کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا، لیکن یہ اوجہ بمعنی ”الأيسر والأخف في حق الورثة“ ہے، وهذا ظاهر (۱)۔ فقط والله سبحانه تعاليٰ اعلم۔

دینِ مهر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر

سوال [۹۶۹]: مسمی محمد یسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا و لڑکیاں: ایک بالغ ایک نابالغ، ایک زوجہ وارث ہیں، لیکن زوجہ بعوض دینِ مهر بملغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویدار ہے اور ترکہ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے۔ تو اس صورت میں ترکہ متوفی تمام زوجہ کو بعوض دین مہر دیا جائے گا، یا جمیع ورثاء میں تقسیم ہوگا، اگر تقسیم ہوگا

= الوجهين ظاهر؛ لأنهم إذا أعطوا المصالح شيئاً بمقابلة الدين أو قدر الدين ولم يحصل لهم الدين، فقد حصل لهم ضرر دنيوي، وليس في الصورة الثالثة مثل ذلك من الضرر؛ لأنهم وإن خرج منهم قدر الدين، لكن حصل لهم الدين بمقابلته، فانتفى عنهم الضرر إلا ضرر النقد، فإن العين خير من الدين والأوجه منه أن يبعده كفأ من تمر أونحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على الغرماء أو يحيلهم ابتداءً من غير بيع شيء ليقبضوه له، ثم يأخذ لأنفسهم”。 (تبیین الحقائق : ۵/۱۲، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدين، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) ”الأوجه: أى الأيسر لهم والأخف“. (حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۳/۳۶۰، کتاب

الصلح، فصل فی التخارج، دار المعرفة بيروت لبنان)

تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پھو نچے گا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائیں۔

سعید احمد از گنگوہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ کو بعض دین مہر دیا جائے گا اور ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ قرضہ کی ادائیگی شرعاً ورثاء کے حق پر مقدم ہے:

فی السراجی، ص: ۳: ”قال علمائنا رحمهم اللہ تعالیٰ: تتعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقییر، ثم تقضی دیونه من جميع ما بقى من ماله، ثم نفد وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بین ورثته، الخ“ (۱)۔

بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہ عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، ۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۵۲ھ۔

صحیح: بنده عبد الرحمن غفرلہ، صدر المدرسین۔

صحیح: سعید احمد، صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور یوپی۔

و دیعت کاروپیہ وفاتِ مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا

سوال [۹۶۸]: زید نے اپنی ضرورت کے لئے اپنے ایک عزیز مثلاً جمال سے کچھ قرض مانگا، جمال نے کہا کہ میری والدہ کاروپیہ ایک صاحب کے پاس رکھا ہوا ہے جو میری معرفت ہی امانت رکھوایا تھا، وہ میں تم کو دلائے دیتا ہوں اس کو تم خرچ کرلو، جب ضرورت ہوگی تم ادا کر دینا۔ اس طرح جمال اور جمال کے بھائی کمال نے وہ روپیہ زید کو دیدیا اور زید نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد جمال و کمال کی والدہ نے اور جمال کے بڑے بھائی عقیل نے زید سے کہا

(۱) (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲ سعید)

(وَكذا فی الدر المختار: ۶/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۷، ۳۳ کتاب الفرائض، رشیدیہ)

کہ جو روپیہ جمال نے تم کو دیا ہے وہ تم اپنے پاس رکھنا، اور جب ہماری پوتی و بھتیجی (ہندہ) جو تیم ہے اس کا عقد ہو جائے تو اس بھتیجی کو دیدینا، ہم میں سے کسی کو نہ دینا۔

اس گفتگو کے بعد جمال کی والدہ کا انتقال ہو گیا (جن کا روپیہ تھا) اور عقیل صاحب پاکستان چلے گئے، ان سے زید کی کوئی خط و کتابت بھی نہیں رہی، اور عقیل صاحب بہت بیمار وغیرہ سنے گئے۔ جمال کے چھوٹے بھائی کمال سے زید کی سخت مخالفت ہو گئی، یہاں تک کہ کمال نے زید سے ملتا اور گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کیا اور سخت ناراض ہو گیا۔

اب جمال اور کمال اور عقیل کی بھتیجی کا نکاح ہونے لگا تو اس ہندہ لڑکی کی والدہ جمال و کمال کی بھاونج کا خط زید کے پاس ایک عزیز کی معرفت آیا کہ جو روپیہ تمہارے پاس ہندہ کی دادی نے رکھوا یا تھا وہ اس وقت دیدو تاکہ ہندہ کا نکاح کر دیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ ہو سکے۔

زید نے ان عزیز کو یہ جواب دیدیا کہ ہندہ کی والدہ سے کہا کہ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا کہ نکاح کے بعد دینا۔ ہندہ کے چچا جمال نے جنہوں نے یہ روپیہ زید کو ابتداء دیا تھا، زید سے کہا کہ وہ روپیہ اس وقت دیدو، میں ہی ہندہ کا نکاح کر رہا ہوں۔ زید نے یہ سوچ کر کہ جمال ہی کی معرفت یہ روپیہ میرے پاس آیا تھا، اور جمال ہی اس لڑکی کا ولی بھی ہے، روپیہ کی اصل مالکہ والدہ جمال کا انتقال ہو چکا، ان کے دوسرے بیٹوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جو ان سے معلوم کر سکوں، ادھر لڑکی کی والدہ بھی اس وقت روپیہ لینا چاہتی ہے اور چچا بھی کہہ رہے ہیں اس لئے زید نے وہ روپیہ جمال کو واپس کر دیا۔

اب ہندہ کا شوہر زید کو پریشان کرتا ہے کہ تم نے وہ روپیہ جمال کو کیوں واپس کیا، وہ تو بعد نکاح ہندہ کو دینا چاہیئے تھا، تم ذمہ دار تھم روپیہ مجھے دیدو۔ زید نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے پاس روپیہ رکھا تھا ان کے مانگنے پر میں نے واپس کر دیا۔ ہندہ کا شوہر کہنے لگا کہ ہندہ کی والدہ نے کوئی پرچہ نہیں لکھا تھا کہ تم روپیہ واپس کر دو، لڑکی کے چچا جمال نے دھوکہ سے ان کی طرف سے پرچہ لکھ کر بھجوایا تھا۔

زید نے کہا کہ مجھے یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پرچہ جعلی بنایا کر بھیجا گیا ہے کہ لڑکی کی والدہ اور اس کے چچا جمال جب دونوں اسی وقت روپیہ واپس لینا چاہتے ہیں تو مجھے کیا حق ہے، اصل مالک روپیہ کا زندہ نہیں ہے جو ان سے رائے لیتا، ان کے دو لڑکوں سے معلوم نہیں کر سکتا تھا، اس نے جمال ہی کے کہنے سے اور لڑکی کی والدہ کی

رضامندی سمجھ کرو پسیہ واپس کر دیا۔

ہندہ کے شوہرنے اور اس کے ہمدردوں نے زید کے ساتھ زیادہ سختی کی، اس کی ایک کافی قیمتی چیز چرا کر لے گئے اور یہ کہا کہ جب تم روپیہ دیدو گے تو یہ چیز ملے گی، تم پر ذمہ داری یہ تھی کہ نکاح کے بعد لڑکی کو روپیہ دیتے، جمال کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اگر ایسی حالت میں میرے اوپر اس رقم کی لڑکی ہندہ کو دوبارہ ادا یعنی ضروری ہو گی تو میں وہ رقم ادا کر دوں گا، اس وقت میری چیز واپس کر دو۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان حالات میں کیا زید پر یہ واجب ہے کہ وہ رقم جو جمال وغیرہ نے زید کو دی تھی اور زید نے جمال کو واپس کر دی، اب زید وہ رقم اپنے پاس سے دوبارہ ہندہ کو ادا کرے؟ جو حکم ہو مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا شوہر اس روپیہ سے بالکل بے تعلق ہے اس کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، اس نے زید کی جو چیز چوری کر کے رکھ لی ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے (۱)۔ اگر ہندہ اس پر رضامند تھی کہ اس کے چھانے وہ روپیہ اس کی شادی کی ضروریات میں صرف کر دیا تو اب زید کے ذمہ دوبارہ وہ روپیہ ہندہ کو دینا لازم نہیں (۲)۔ زید نے بھی غلطی کی کہ اصل مالک ہندہ کی دادی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور شادی سے قبل روپیہ ہندہ کے چھا کو دیدیا، اس کو چاہیئے تھا کہ نہ چھا کو دیتا نہ والدہ کو، بلکہ شادی کے بعد براہ راست ہندہ کو دیتا۔ اب اگر ہندہ اس پر رضامند

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تأكِلُوا أموالكم بِيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، وَتَدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامَ لِتَأكِلُوا فِرِيقًا من أموال النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”أَكَلَ الْمَالَ بِالْبَاطِلِ عَلَى وَجْهِينَ: أَحَدُهُمَا أَخْذَهُ عَلَى وَجْهِ الظُّلْمِ وَالسُّرْقَةِ وَالْخِيَانَةِ وَالْفَحْشَةِ وَمَا جَرَى مِنْهُ مِنْ جَرَأَهُ، وَالآخَرُ مِنْ جَهَةِ الْمُحَظَّوْرِ وَقَدْ انتَظَمَتِ الْآيَةُ حَظْرَ الْأَكْلِ مِنْ هَذِهِ الْوِجْوهِ كُلَّهَا“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۲۳، قدیمی)

(۲) ”أَجْنَبَيْ أَنْفَقَ عَلَى بَعْضِ الْوَرَثَةِ فَقَالَ: أَنْفَقْتَ بِأَمْرِ الْمَوْصِيِّ وَأَقْرَبَ بِهِ الْمَوْصِيِّ وَلَا يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا بِقَوْلِ الْمَوْصِيِّ بَعْدِ مَا أَنْفَقَ، يُقْبَلُ قَوْلُ الْمَوْصِيِّ وَفِيهِ: قَالَ: أَنْفَقْتُ عَلَى أَوْ عَلَى عِيَالٍ أَوْ عَلَى أَوْلَادِي، فَفَعَلَ، قَيْلَ: يَرْجِعُ بِلَا شَرْطٍ، وَقَيْلَ: لَا. وَلَوْ قُضِيَّ دِيْنُهُ بِأَمْرٍ، رَجَعَ بِلَا شَرْطٍ، وَكَذَا كُلُّ مَا كَانَ مَطَالِبًا بِهِ مِنْ جَهَةِ الْعِبَادِ“۔ (الدر المختار: ۳/۳۱۸، ۳۱۷، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في أمر غيره بالإنفاق، سعید)

نہیں کہ جو روپیہ اس کی دادی نے اس کے لئے تجویز کیا تھا وہ اس کی شادی میں صرف ہو گیا اور وہ مطالبہ کرتی ہے تو زید ہندہ کو روپیہ دیدے (۱) اور جو روپیہ اس کے پچھا اور والدہ کو دیا تھا وہ ان سے واپس لے لے (۲)۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ ہندہ کی دادی نے اس روپیہ سے اپنی ملک ختم کر کے ہندہ کو اس کا مالک بنایا کر زید کے پاس بطورِ امامت رکھا اور زید کو ایسے قرار دیا ہو، لیکن صورت واقعہ میں ایسا نہیں معلوم ہوتا، بلکہ زید مقروض ہے، ہندہ کی دادی کا اور قرض کی ادائیگی کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ ہندہ کی شادی کے بعد اس کو دیدیا جائے، پھر دادی کا انتقال ہو گیا تو وہ روپیہ سب دادی کا ترکہ بن گیا جس میں شرعی و راثت جاری ہو گی (۳) اور رثاء میں جب لڑکا موجود ہے تو پوتی کا کوئی حق نہیں (۴)، وہ جمال اور اس کے بھائی بہن کا حق ہے، ہندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، نہ ہندہ کی والدہ کا نہ ہندہ کے شوہر کا (۵)۔ اگر جمال کی کوئی بہن نہیں تو سب

(۱) ”وصح ضمان الولى مهرها ولو المرأة (صغيرة) ولو عacula؛ لأنه سفير“۔ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قوله : وصح ضمان الولى مهرها : أى سواء كان ولى الزوج أو الزوجة، صغيرين كانوا أو كبارين، أما ضمان ولى الكبير منها ظاهر؛ لأنه كالاجنبى. ثم إن كان بأمره، رجع، وإلا لا“۔ (ردرالمختار: ۳/۳۰۰، کتاب النكاح، باب المهر، مطلب في ضمان الولى المهر، سعيد)

(۲) ”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولایة عليه، وإن فعل كان ضامناً“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱، رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفية كوثيہ

(وکذا في الدر المختار: ۲/۳۰۰، کتاب الغصب، سعيد)

(۳) ”كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبة حنفية، کوثيہ

(۴) ”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولئهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم وإن سفلوا“۔ (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعيد)

(۵) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاثة: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۷۳۲، کتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالترکة، رشیدیہ)

بھائیوں کو برابر ملے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۱، ۵۸۸۔

میت کی امانت و رثاء کو دی جائے

سوال [۹۶۹۹]: ۲۳/۲۵، سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خفا ہو کر اپنے پچھا کے یہاں رہنے لگا اور مرتبے وقت اپنے دوست کے پاس چھروپیہ امانت چھوڑ گیا، امانت رکھنے والے کے والد اور و بھائی موجود ہیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مرا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ کرو، جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ اگر اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھروپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں لگادیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو گا یا نہیں، اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چھروپے کا مدرسہ میں دینا، یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ مرنے والے کے ورثاء کو دینا ضروری ہے (۲)، اگر وہ تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے، بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

(۱) بھائی چونکہ عصبة ہیں اس لئے ذوی الفرض کی عدم موجودگی میں عصبة تمام تر کے مستحق ہیں:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض“.

(تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۷/۲۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تؤْدُوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولایة عليه، وإن فعل كان ضامناً“. (شرح المجلة لسلیم وستم باز: ۱/۲۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفیہ کوئٹہ)

(۳) ”عن عمرو بن شعیب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال في خطبته: “البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه“.“ (جامع الترمذی: ۱/۲۳۹، أبواب =

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۰/۱۱/۶۰۔

اگر اقرار میں اندیشہ ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے دی جائے، اطلاع کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔ باقی جوابات صحیح ہیں۔

سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۰/۱۱/۶۰۔

میت کا مہربیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا

سوال [۹۰۰] : قمر الدین کے یہاں ایک لڑکا، دوسرا لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامانِ جہیز دیکر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمر الدین نے کی، لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمر الدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دونوں پیڈا ہوئے، لڑکی کا انتقال ہو گیا، لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی، اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا اطلاق حاصل کر لی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہربندی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوبی واپس لوٹا کر معاف کر دیا۔

اور اب رہا سامان و مکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمر الدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جب کہ اصغر جوان ہو گیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میراث ہے، تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر حقدار

= الأحكام، باب فی أن البينة على المدعى، سعید)

(۱) واجب الادا حقوق کے ادا کرنے میں دلی نیت کا اعتبار ہوتا ہے:

”نوی الزکاة إلا أنه سماه قرضاً، جاز في الأصح؛ لأن العبرة للقلب لا للسان“.

(الدر المختار: ۲/۳۳، کتاب الخشی، مسائل شتی، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱، کتاب الزکاة، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، کتاب الزکاة: ۲/۳۰، رشیدیہ)

ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کچھ حق پہنچ گایا نہیں، اگر پہنچ تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہرنے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لئے یوں کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوبی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہو گیا (۱)۔ قمر الدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں، لڑکی کا اکھر ا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دو ہر ا حصہ ہے (۲)۔ محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) اور لڑکی دونوں وارث ہیں، پھوپھی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا وہ اس میں حقدار نہیں (۳)۔ اگرچہ اپنے والد کے ترکہ میں حقدار ہے۔ پھوپھی صاحبہ نے بچکی پرورش کی بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں (۴)۔

(۱) ”للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها“. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۱۳، کتاب النکاح، باب المهر، رسیدیہ)

”الخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدي المولى‘ بحيث لو مدد يده أخذه، فحينئذ يحکم القاضى بأنه قبضه، وكذا فى ثمن المبيع وبدل الإجارة“۔ (رد المحتار، کتاب العتق، باب العتق على جعل بالضم ويفتح، المال: ۳/۶۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲/۲۳۲، کتاب العتق، باب العتق على جعل، رسیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد موجود ہو تو ”اخت“، یعنی میت کی بہن کو کچھ بھی نہیں ملے گا:

”ويسقط بنو الأعيان و هم الإخوة لأبوين بالابن وابنه وبالأب وفي الجد خلاف“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۲/۵۳، کتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، رسیدیہ)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكِلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي حرة الرقاشي عن عميه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ (مشکوٰۃ المصایح، ص: ۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعاربة، الفصل الثاني، قدیمی)

محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا (۱)، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد، خوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے، مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے اس کی پرورش کی شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہیے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۵۸۹۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۵۸۹۔



= ”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولایة عليه، وإن فعل، كان ضامناً“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”ومن شرائطه (أى شرائط الوقف): الملك وقت الوقف حتى لو غصب أرضاً، فوقفها، ثم ملكها، لا يكون وقفاً“۔ (مجمع الأنهر: ۵۲/۲، كتاب الوقف، غفاریہ کوئٹہ)

”رجل وقف أرضاً لرجل آخر في برسماه، ثم ملك الأرض، لم يجز، وإن أجاز المالك، جاز عندنا“۔ (الفتاوى العالمکیریۃ: ۳۵۳/۲، كتاب الوقف، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾ (سورة النحل: ۹) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : “إِنَّ مِنْ أَبْرَارِ الْبَرِّ صَلَةُ الرَّجُلِ أَهْلُ وَذَبِيبَهُ بَعْدَ أَنْ يَوْلِي“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۱۹، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

”روى أبو يعلى في مسنده وابن حبان في صحيحه: “من أحب أن يصل أباه في قبره، فليصل إخوان أبيه من بعده“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۲۵۳/۸، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۷۲۹)، رشیدیہ)

الفصل الثالث فی وصیة المیت واقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

وصیت، حالت سکرات

سوال [۹۷۰]: زید کے تین فرزند ہیں: ۱۔ رسول خان جو کہ انتقال کر چکے ہیں۔ ۲۔ محمد خان۔ ۳۔ سکندر خان، یہ دونوں زندہ ہیں۔ ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے، اس مکان میں مر جم رسول خان کی زوجہ رہتی تھی۔ رسول خان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مر جم رسول خان کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندر خان نے مذکورہ بالامکان اپنی دختر مسماۃ عابده بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرالیا، گل صاحبہ بی بی زوجہ رسول خان اس وقت حالت سکرات میں تھی اور ان کی لاعلمی میں ان کے باعث میں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرالیا، اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابده بی بی کی شادی ہو گئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اب عابده بی بی مذکورہ بالامکان کو لینا چاہتی ہے۔

عابده بی بی کی والدہ کے بعد سکندر خان نے دوسری شادی کی ہے، زوجہ ثانی کے لطف سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور محمد خان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کیا یہ مکان صرف عابده بی بی کو ملے گا یا سب کا حصہ ہو گا، اگر سب کا حصہ ہو گا تو کتنا حصہ ملے گا؟ کیا حالت سکرات میں جو انگوٹھا کا نشان کرایا یہ قابل قبول ہو گا یا نہیں، اور نشان لینے والا کہنگار ہو گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سکرات اور لاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا گانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے (۱)، یہ تدبیر

(۱) ”يلزم في الهمة رضا الواهب، فلا تصح الهمة التي وقعت بالجبر والإكراه“۔ (شرح المجلة لمسليم)

رستم: ۱/۲۷۲، (رقم المادة: ۸۵۹)، کتاب الهمة، حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱۰۹/۶، کتاب الوصایا، الباب الرابع، فصل فی اعتبار حالة الوصیة، رشیدیہ)

بالکل بیکار ہے، دھوکہ ہے، گناہ ہے (۱)۔ والد کے انتقال کے وقت اگر تین لڑکے موجود تھے تو تینوں برابر کے حقدار ہیں (۲)، تھا ایک لڑکے کی بیوی مالک نہیں نہ اس کے دینے سے وہ سب مکان کسی کو مل سکتا ہے (۳)، وہ تو اپنے شوہر سے حصہ پانے کی مستحق ہے (۴)۔ اگر ایک لڑکے کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور والد کے انتقال پر دو لڑکے زندہ رہے تو وہ دونوں برابر کے حقدار ہیں (۵)، مرحومہ لڑکے کی بیوی بالکل بے حق ہے (۶)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۹۲۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بِيَنْكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۷۰، كتاب الإيمان، باب من غشنا، قديمي)

(۲) ”العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما يبقى من سهام ذوى الفروض. وإذا انفرد،أخذ جميع المال“. (الفتاوى العالمة كيرية: ۲/۲۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشيدية) (وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۶۲، كتاب الفرائض، فصل في العصبات، مكتبة حقوقية، پشاور)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۸۵، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) جب کہ یہ مکان تینوں بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، لہذا ایک لڑکے کی بیوی کسی کو ہبہ نہیں کر سکتی: ”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱، رقم المادة: ۶۹)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبة حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۰۰، كتاب الغصب، سعید)

(۴) قال الله تبارك وتعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد، فلهن الشمن مما تركتم من بعد وصية تووصون بها أو دين﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۶) بہوسرکی شرعی وارث نہیں: ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاثة: بالنسب وهو القرابة، والسبب: =

وارث کے لئے وصیت

سوال [۹۷۰۲]: اگر کوئی شخص کسی مقنی، عابد و زاہد کی وصیت و مسلک و طریقہ عمل کے خلاف وراثت وغیرہ میں دستِ تصرف دراز کرے تو خائن و غاصب کہلانے گا کہ نہیں؟ اور اس وصیت کے مطابق ورثاء میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہو گی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلانے گا کہ نہیں؟ اور اس کے اس فعل سے موصیٰ کو روحی تکلیف ہو گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق کو اس کا حق نہ دینا اس پر خود بے جا بپڑھ و تصرف کرنا غصب ہے (۱)، موصیٰ کو شرعی وصیت کے بعد اس کے خلاف کرنے سے موصیٰ کو روحی اذیت کا منظہ ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۵۹۱۔

= وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۷، ۳۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۶، کتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، مكتبة حقانیہ پشاور)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بِيَنْكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصايب: ۱/۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه وإن فعل كان ضامناً ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى، وإن أخذه، وجب عليه ردّه”. (شرح المجلة: ۱/۲۱، ۲/۲۲)، (رقم المادة: ۹۶، ۹۷)، مكتبه حنفية كوثئه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، کتاب الغصب، الفن الثاني، الفوائد: ۲/۳۳۳، (رقم القاعدة: ۱۳/۱)، إدارة القرآن کراجی)

(وكذا في ردلالمختار: ۳/۶۱، کتاب الغصب، سعيد)

وصیت بحق وارث

سوال [۹۷۰۳]: ا..... خلاصہ سوال یہ ہے کہ حاجی نھو لاولد تھے، جو کچھ ان کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا اور ان کا اپنے بھائی سے کوئی تعلق نہیں، جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بلا کر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے، وہی مالک ہے۔ کیا یہ ہدایت حاجی نھو کی شرع کے مطابق ہے؟ ترکہ ۸۰۰/روپیہ ہے۔

۲..... حاجی نھو کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی، جب حاجی نھو کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پُرسانِ حال نہ رہا، صرف حاجی نھو کی بہن کی لڑکی شہزادی نے خدمت کی، بیماری میں انھوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب شہزادی کو دے دیا جائے، پھر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی نھو کے بھائی اور حاجی نھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا حقدار بن کر سامنے آگئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔

بہر حال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً نکلتا ہے تو ہم مسجد شیخ ہمایون میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی نھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہزادی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی نھو کے بھائی نقد روپیہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دو، ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ فقط۔ اس تحریر سے مال وقف ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بیوی شرعی وارث ہے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ دوسرے ورثاء بھی اجازت دیدیں، ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی (۱)۔ پس اگر حاجی نھو کے بھائی

(۱) ”عن یونس بن راشد عن عطاء عن عکرمة عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا أَن النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: “لَا تَجُوزُ وصِيَةُ لوارث إِلَّا أَن تشاء الورثة“۔ قال ابن قطان فی كتابه: ويونس بن راشد قاضی حزان، قال أبو زرعة: لا بأس به۔ وقال البخاری: كان مرجحاً، و كان الحديث عنده حسن“۔ (نصب الرایة للزیلیعی: ۲۰۳/۳، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۷۰۸۰)، مؤسسة الريان بیروت لبنان)

”ولَا لوارثه وقاتلہ مباشرةً لاتسبیباً كما مر (إِلَّا بِإِجَازَةِ ورثتِهِ) لقوله عليه السلام: ”لَا وصِيَةٌ =

نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو حاجی نھوکی کل رقم اور کل ترکہ ان کی بیوی کا ہو گیا، اگر اجازت نہیں دی تو بیوی صرف ایک چوتھائی ترکہ کی حقدار ہے (۱) اور بقیہ کے مستحق بھائی ہیں (۲)، مثلاً: اگر کل ترکہ ۸۰۰/- ہے تو بیوی کو بعد ادائے مہر وغیرہ اس میں سے ۲۰۰/- ملے گا اور بقیہ ۶۰۰/- بھائی کا ہے، دوسرے بھائی کی اولاد اس میں حقدار نہیں (۳)۔

۲..... حاجی نھوکی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں، صرف ایک تھائی کی وصیت کا حق ہے (۴)، پس ایک تھائی ترکہ توحہ وصیت شہزادی کو دیا جائے، بقیہ مرحومہ کے بھائی رئٹ کے کا ہے، بشرطیکہ

= لوارث إلا أن يجيزها الورثة۔ یعنی عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث۔ (الدر المختار

مع رد المحتار: ۲۵۵/۲، ۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَهُنَ الرِّبْعُ مَا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی عصبه ہے اور ذوی الفروض کے بعد عصبه کل مال کا مستحق ہوگا:

”قال رحمة الله : (ثم الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب. وإنما قدموا على الأعمام؛ لأن الله تعالى جعل الإرث في الكلالة للإخوة عند عدم الولد والوالد). (تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۳۸۶، دار الكتب العلمية بیروت)

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراطه وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(۳) بیوی کے بھائی کی اولاد شرعاً وارث نہیں ہے، اس لئے مستحق میراث نہیں:

”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“. (الفتاوى العالمة کیریہ: ۷/۳۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) ”وكونه غير وارث وقت الموت“۔ (الدر المختار)۔ وقال العلامة ابن عابدين رحمة الله تعالى: ”وقت الموت): أي لا وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث ثم ولد له ابن، صحت الوصية للأخ. ولو أوصى لأخيه وله ابن، ثم مات الابن قبل موت الموصى، بطلت الوصية“۔ (الدر المختار مع

رد المختار، کتاب الفرائض: ۶/۲۳۹، سعید)

اس سے قریب تر کوئی اور وارث نہ ہو (۱)۔ حاجی نھتو کے بھائی کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۲)، جو کچھ ان سب نے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرنا چاہیے (۳)۔

شہزادی نے جو خدمت مرحومہ کی کی ہے، حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے، اس کو چاہیئے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے، مرحومہ کے بھائی کے لڑکے نے اگر خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی (۴)، لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۸/۱۹۸۵۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۲]: مسماۃ ہنده کے زوج کا انتقال ہوا، اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی سمی

(۱) چونکہ مرحومہ کے بھائی کا بیٹا یعنی ابن الأخ عصبه ہے اور عصبه ذوی الفروض کے نہ ہونے کی صورت میں کل مال کا مستحق ہوتا ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) شوہر کا بھائی مرحومہ کا وارث نہیں ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۳)

(۳) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَأُوفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْوِلًا﴾ (سورة الإسراء : ۳۲)

(۴) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله”. متفق عليه“. (مشکوٰ المصابح: ۲/۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

”الرحم“ قال السیوطی: أى رحم الأقارب كيف كانوا ”من وصلنى“ ”ومن قطعني“ والقطع عبارة عن الغضب عليه والإعراض عنه”。 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰ المصابح:

۲۵۸/۸، رقم الحديث: ۲۹۲۱)، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، (رشیدیہ)

(۵) میراث چونکہ متعین من جانب اللہ ہے، حق تلفی سے ساقط نہیں ہوتا:

”الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط“. (تکملۃ رد المحتار: ۱/۵۰۵، کتاب الدعوی، مطبع:

واقعۃ الفتوی، سعید)

وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۱۷۳، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیہ بیروت)

وکذا فی مجمع الأنہر: ۳/۲۹۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

زید سے کردیا، بعد اس کے ہندہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہندہ کو وکی شرع نہ کہ باپ سے مکان کرائی پہنچا ہندہ کے زوہج ثانی نے جو اس کامنشہ بنابری کا چھوڑ دیا اور کرائی اپنی کرایہ پر دیگر گذریات کرتے رہے، مرمت کرائی نواب خود کرتا رہا، اس کی آمدنی سے جدید کرائی ہی کرتا رہا، اسی کی آمدنی سے شوہر ثانی نے کچھ روپیہ جمع کر کے بلا اطلاع زوجہ ثانیہ نے اپنی دختر جوز وجہ اولیٰ سے تھی، کچھ زمین خرید کر کے اس کے نام کر دی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس امانت رکھ دیا۔

اتفاق سے بیمار ہو گیا، حالت بیماری میں جس کے پاس روپیہ رکھا تھا اس نے کہا کہ اپناروپیہ لے لو، اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤ تو یہ روپیہ میری دختر جوز وجہ اولیٰ سے ہے اس کو دے دینا۔ اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کا انتقال ہو گیا، ہندہ کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا، صرف مزدوری پر گزر تھا، مرتبہ وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑ اسوانے زوجہ ثانیہ کے مال کے، اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ اسی کے مال سے ہوا ہے، البتہ محنت اور مزدوری ضرور اس نے کی ہے، ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان و نفقة اس کے ذمہ تھا۔ ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہو گی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے انتقال کے وقت جو کچھ زید کی ملکیت میں تھا، وہ اس کے ورثاء کو بقدر **حصہ** شرعیہ پہنچے گا (۱) اور لڑکی بھی چونکہ وارث ہے اس لئے اس کو میراث ملے گی، وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہو گی، ہاں اگر دوسرے ورثاء بڑے یعنی بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہو سکتی ہے (۲)۔

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "يبدأ من تركة الميت". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال" (ردمختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۳۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولا تجوز (أى الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثاء بعد موته وهم كبار ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يجيزها الورثة". (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۹۰، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

اور جو مال زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال ہبہ کر کے زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں کرایا تھا تو وہ زوجہ ثانیہ کی ملک ہے (۱)، اس کو زید کا ترکہ تصور کر کے زید کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا:

”لا وصیة لوارث إلا أن يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر، اه“۔ رد المحتار:

۵/۵۷۵ - فقط والله سبحانه تعاليٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/۸/۵۵۵۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

چھازادا اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت

سوال [۹۷۰] : عبد الجبار خان نے انتقال کیا، ترکہ میں بڑی جائیداد و مکانات چھوڑے۔ ورثاء میں ذوی الفروض کوئی نہیں، صرف چھازادا اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرحوم کے چھازاد بھائی ہیں اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، چھازاد بھنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ نیز عبد الجبار خان مرحوم چونکہ لاولد تھے، ان کی بیوی بھی اکثر بیمار رہتی تھی، اس لئے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھر پور خدمت کی، انہوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں، مرحوم نے ان سے کچھ دینے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اندر میں صورت کیا ذوی الارحام کو ترکہ سے حصہ مل سکتا ہے؟

فتوث: موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے تقسیم ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں، اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام کو ان کی خدمات کا صدمہ جائے، یاد یعنی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو۔ کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

(۱) ”یملک الموهوب لہ الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبتوت الملک“۔ (شرح المجلہ)

۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہبة، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۶/۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اول اس کو ادا کیا جاوے، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مدرسہ وغیرہ کے لئے تو ایک تہائی تر کہ سے اس کو پورا کیا جاوے (۱)، پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چپازاد بھائیں کو نصف نصف دیدیا جاوے (۲)، چپازاد بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد (یعنی مذکورہ سب کی اولاد) کو اس تر کہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

ذوی الارحام نے جو خدمت کی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا (۳)، اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں۔ مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور مدد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں (۴)۔ بحصہ مساوی جب دونوں چپازاد بھائیوں کو ان کا حصہ مل

(۱) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تُقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يُقسم الباقى بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما یتعلق بالترکة: ۶/۳۲۷، رشیدیہ)

(۲) ”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔
(تبیین الحقائق: ۷/۲۸۵ کتاب الفرائض، دارالكتب العلمیہ بیروت)

” وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن عصبة“۔ (الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۹۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يِضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (سورة التوبۃ: ۱۲۰)

(۴) مرنے کے بعد مال، جائیداد سب ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور میت کی ملک نہ رہے گا، تو میت کے صرف دینے کے ارادہ سے وہ مستحق نہیں ہوئے، الایہ کہ وصیت کی ہوتا وہ ثلث میں جاری ہوگی، یا ورثاء از خود تبرعاً مرحوم کے ارادے کی تکمیل کریں:

”والإرث في الشرع: انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة“۔ (الفتاوی العالمکیریۃ: =

جائے، پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کے ذوی الارحام کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنی صواب دید کے مطابق جتنا بھی دیں گے، اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی، اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی، جس سے مرحوم کو بھی اجر و ثواب ملے گا (۱)۔

کسی کمیٹی یا انجمن کے حوالہ اگر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی بطریقہ مذکورہ پر تقسیم کر دے، بھیتیہ و راثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے، دونوں وارثوں کو برابر دیدے (۲)، پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں، جس جس کو جتنا چاہیں دیدیں (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲۲/۹۰ھ۔

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۶]: مجھ کو ایک مسماۃ نے مبلغ ۵۰/- فقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کان اور ہاتھوں میں زیور بنوادینا اور باقی سب لڑکے کو

= ۶/۳۳، کتاب الفرائض، (رشیدیہ)

(۱) ”الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره وإن نوافها عند الفعل لنفسه، لظاهر الأدلة“.
 (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”أى سواء كانت صلاة، أو صوماً، أو صدقة، أو قراءة، أو ذكرأ، أو طوافاً، أو حجأ، أو عمرة، أو غير ذلك وجميع أنواع البر اهـ“.
 (ردالمختار على الدرالمختار: ۵۹۵/۲، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) ”ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع“.
 (الدرالمختار: ۲/۲۱، ۲۲، ۲۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في السراجي، ص: ۳، سعید)

(۳) ”ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ماشاء“.
 (شرح المجلة: ۱/۲۳۲، رقم المادة: ۱۱۲، کتاب الشرکة، الفصل الثامن، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

دیدینا۔ اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی، ان کی شادی کردی، صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کر گئی ہوں۔

اس کے کچھ دن بعد وہ مسماۃ فوت ہو گئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا گراں ہو گیا تھا، میں نے ان کو فروخت کر دیا تاکہ ان کا زیادہ نفع ہو جائے، صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۲۳۷/ روپے کی ہے۔

لہذا التماس ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکم خداوندی آگاہ کر دیجئے، تاکہ میں اس کے مطابق ادا کروں، تاکہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

فوت: اس عورت کی کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

محمد ابراہیم بقلم خود، بازار نخاسہ شہار پور، مورخہ ۲/ جنوری / ۱۹۳۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے (۱)، البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہو سکتی ہے، ورنہ مثل دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہو گی، کذا فی الشامی، ص: ۵۷۵ (۲)۔

(۱) ”عن يونس بن راشد، عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة”. قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجحاً، وكان الحديث عنده حسن.“.
 (نصب الرایة للزیلیعی: ۲۰۳/۲، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مکتبة موسیة الريان
 بیروت، لبنان)

”عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: “إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“.
 (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصية لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء في الوصية للوارث: ۳۰/۲، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”ولا لوارثه وقاتلها مباشرةً إلا بياحزة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: “لا وصية لوارث إلا أن =

اگر اس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہو گا کہ کل ترکہ پانچ سہا م قرار دے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵

لڑکا

لڑکیاں

۲

۳

حرره العبد محمود گنگوہی عفاللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۲۹/شوال/۵۵۵۔

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال [۹۷۰]: اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائیداد اپنی لڑکی کے نام تند رسی کی حالت میں کر دے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں، اور اس لڑکی کو اس کی آمدی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائیداد و وصیت کر دی تو اس وصیت سے یہ تمام جائیداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائیداد لگا دے اور

= یُجِيزُهَا الورثة اہ“ وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير و مجنون”。 (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيدية)

(۱) واضح رہے کہ بیٹا اور بیٹی دونوں مل کر عصبه ہیں اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال عصبه کو دیا جائے گا:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وإذا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، عَصَبَ الْبَنُونَ الْبَنَاتَ، فَيَكُونُ لِلْأَبْنَاءِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثَيَيْنِ”。 (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۸، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۸۰، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

نصف عصبه کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہہ دے کہ میں حصہ چھوڑتی ہوں، اس کو جو عصبه میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے، تو اس کا حکم تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بحالیت صحبت و تدرستی اگر با قاعدہ ہبہ کر کے لڑکی کا قبضہ کرادے تو بلاشبہ ہبہ صحیح ہوگا، اور لڑکی مالکہ ہو جائے گی اور آمدنی اس کے لئے درست ہوگی (۱)، لیکن دیگر ورثاء و مستحقین کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ایسا کرنا گناہ ہے (۲)، لہذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہیے۔

اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا، بلکہ یہ کہہ دیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے، اور کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثاء راضی نہ ہوں (۳)۔ لہذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق

(۱) "يَمْلِكُ الْمَوْهُوبُ لَهُ الْمَوْهُوبُ بِالْقِبْضِ، فَالْقِبْضُ شَرْطُ لِثْبَتِ الْمُلْكِ". (شرح المجلة: ۱/۳۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، الباب الثالث، حفيفه كوثي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۷۲، كتاب الهبة، الباب الأول، رشيدية)

(۲) "وَفِي فتاوى قاضى خان: لَا بَأْسَ بِتَفْضِيلِ بَعْضِ الْأَوْلَادِ فِي الْمَحْبَةِ وَكَذَا فِي العَطَايَا إِنْ لَمْ يَقْصُدْ بِهِ الْإِضْرَارُ، وَإِنْ قَصَدْ فَسُوْىَ بَيْنَهُمْ". (الدر المختار: ۵/۶۹۲، كتاب الهبة، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۹۲۷، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده، رشيدية)

(۳) "عَنْ يُونُسَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَطَاءِ، عَنْ عَكْرَمَةَ، عَنْ أَبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَجُوزُ وصِيَّةُ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ تَشَاءُ الْوَرَثَةُ". قَالَ أَبْنَ قَطَانَ فِي كِتَابِهِ: وَيُونُسَ بْنِ رَاشِدٍ قاضِي حَرَانَ، قَالَ أَبُو زَرْعَةَ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَقَالَ الْبَخَارِيُّ: كَانَ مَرْجَحًا، وَكَانَ الْحَدِيثُ عَنْهُ حَسْنٌ".

(نصب الرایة للزیلیعی: ۲/۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۵، (رقم الحديث: ۸۰۷)، مؤسسة الریان بيروت)

"عَنْ أَبِي أَمَامَةَ الْبَاهْلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ =

ہے، چاہے یہ وصیت کرتا، چاہے نہ کرتا۔ اگر وہ نصف سے کم کی مستحق تھی، مثلاً دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں، یا لڑکا بھی موجود ہے تو ایسی حالت میں وہ نصف کی مستحق نہیں، بلکہ کم کی مستحق ہے، استحقاق سے زیادہ میں وصیت کا نفاذ دیگر ورثاء کی اذن پر موقوف ہے (۱)۔

اگر کوئی وارث کہہ دے کہ میں اپنا حق میراث چھوڑتا ہوں تو اس سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا: ”لو قال الوارث: تركت حقه، لم يبطل حقه؛ إذ الملك لا يبطل بالترك“ (۲)۔ لیکن اگر قبضہ کرنے کے بعد اپنا حصہ کسی وارث کو ہبہ کر دے تو درست ہے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولی/ ۶۶۔

= يقول في خطبة عام حجة الوداع: ”إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ قَدْ أَعْطَىٰ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وِصَيَّةٌ لِوَارِثٍ“ (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء في الوصیة للوارث: ۲۰/۲، إمدادیہ ملتان)

”ولَا لوارثه وقاتلہ مباشرةً إِلَّا بإِجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”لَا وِصَيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يُجِيزَهَا الْوَرَثَةُ اهـ“ وهم کبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومحنون“ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، کتاب الوصایا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریہ: ۶/ ۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ، فَلَهُنَّ ثَلَاثًا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وَأَمَّا النِّسَاءُ، فَالْأُولَىٰ الْبَنْتُ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدتْ، وَلِلثَّنَتَيْنِ فَصَاعِدًا الْثَّلَاثَانِ“ (الفتاوى العالمکیریہ: ۶/ ۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۳/ ۵۳، باب ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله وبيان أن الساقط لا يعود، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في جامع الفصولین، ص: ۲/ ۳۰، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين، إسلامی کتب خانہ کراچی)

(۳) جب ہر وارث کو اس کا حصہ دیا تو وہ وارث اس حصہ کا مالک بن جاتا ہے اب اگر وہ اس حصہ کو کسی کو ہبہ کر دے تو اس کا =

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال [۹۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

عبداللطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبداللطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا اور اپنے ساتھ سے اور بلا کسی چیز دیئے ہوئے صرف عبداللطیف کے جسم پر جو کٹرا تھا وہی تھا۔ والد سے علیحدہ ہونے پر عبداللطیف اپنے پھوپھا صاحب کے مکان پر گئے اور وہ روز وہاں رہے۔ بعدہ عبداللطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آکر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پورش کیا۔

عبداللطیف نے جو کمائی کی اور کام کیا، عبداللطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہو گیا تو عبداللطیف کی بیوی عبداللطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی، اس وقت عبداللطیف کے دادا صاحب نے عبداللطیف کو ان کی کمائی دے کر عبداللطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کر دیا۔ اب وہ کھانے کمانے لگے اور دادا صاحب نے انتقال کیا۔

بعدہ عبداللطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی، وہ عبداللطیف کے ہمراہ آکر رہنے لگی اور عبداللطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھرستی کا وہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھا کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا۔

اب عبداللطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لیکر کھاتے کھاتے رہے مع بیوی۔ اور بچے کے اور اپنی کمائی

= یہ ہبہ کرنا درست ہے:

رجل قال لغیره: هذه الأمة لك قال أبو يوسف رحمه الله تعالى: هذه هبة جائزه يملکها إذا قبض". (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاوی العالیہ المکیریۃ، کتاب الہبة، فصل فيما یکون هبة من الألفاظ وما لا یکون: ۲۲۱/۳، رشیدیہ)

"وما ما يرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الہبة، وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب". (الفتاوى العالیہ المکیریۃ، کتاب الہبة، الباب الأول في تفسیر الہبة ورکھا وشرائطها وأنواعها وحكمها وفيما یکون هبة من الألفاظ وما یکون مقامها وما لا یکون:

سے عبداللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے علاوہ عبداللطیف کے پاس سات سو تیس روپے تھے، بقیہ برتن وغیرہ اور تمام گھرستی اور زیورات۔ وہ زیورات جو کہ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو کو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچ سو پچاس تھی۔ عبداللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی۔

بعدہ عبداللطیف نے انتقال کیا اور عبداللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سیست لیا اور اٹھا کر لے گئے، کیوں کہ عبداللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے پھوپھا کے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے والد مطیع اللہ صاحب میرا سامان اور زیورات وغیرہ نہ لینے پائے اور میرے بیوی اور بچے اور دادی کو دیا جاوے، لیکن عبداللطیف کی وفات کے بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تمام سامان اٹھا کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا۔ چھوڑ عبداللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور دادی کو۔

سائل: حاجی محمد ابراہیم محمد عبداللہ، امیا کی منڈی، مکان نمبر: ۲/۵۰، شہر بنارس۔

الجواب هو الموقن للصواب حامداً ومصلياً ومسلماً:

صورت مسئولہ میں بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین و مہر وغیرہ (۱) ازکل مال عبداللطیف کا ایک ثلث ترکہ بحکم وصیت سوتیلی دادی کو ملے گا (۲) اور بقیہ دو ثلث ترکہ چوبیس سہام ہو کرو رثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، اس

(۱) ”تعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تُقاضی دیونه من جميع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم یُقسم الباقی بین ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکۃ: ۶/۷۳، رشیدیہ)

(۲) ”ثم تقدم وصیته من ثلث ما بقی بعد تجهیزه ودیونه، ثم یُقسم الباقی بین ورثته“۔ (الدر المختار: ۶/۶۰، ۷/۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۷۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

طرح کہ چار سہام والد کو ملیں گے (۱) تین سہام زوجہ (۲) کو اور سترہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۳)۔ والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً الغواز ناقابل عمل ہے (۴)۔ وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثاء کے نافذ نہیں ہوتی (۵)، وصیت کا حق صرف ایک

(۱) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد ہو تو باپ کو سدس ملے گا اور چوبیس کا سدس چار ہے:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مَا ماتَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”اما الرجال فالاول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحسض، وهو السادس مع الابن وابن الابن وإن سفل“۔ (الفتاوى العالمة کیریہ: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) میت کی جب اولاد موجود ہو تو زوجہ کو شمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور چوبیس کا آٹھواں حصہ تین ہے:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمَنُ مَا ماتَرَكُتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا چونکہ عصبه ہے تو ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام جائیداد عصبه کو ملے گی:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۵/۲۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۷۳، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

(۴) چونکہ میراث جبری حق ہے اختیاری نہیں ہے کہ استقطاع قبول کرے:

”الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط“۔ (تكلمه رد المحتار: ۱/۵۰۵، مطلب: واقعۃ الفتوى، کتاب الدعوی، سعید)

”وهذا العلم مختص بحالة الممات، وغيره بالحياة أو باعتبار أسباب الملك، فإنها جبرية أو اختيارية، فالاول الميراث والثانى غيره من أسباب الملك“۔ (تبیین الحقائق: ۱/۲۷۱، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۳/۲۹۲، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۵) ”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمة، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: “لا تجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة“۔ قال ابن قطان فی کتابه: ویونس بن راشد =

ٹلث ترکہ میں ہوتا ہے، اگر اس سے زائد میں کی جائے توارثاء کی اجازت پر موقوف رہتی ہے، ایک ٹلث میں بہر حال نافذ ہوگی، خواہ ورثاء راضی ہوں یا نہوں (۱)۔ اگر کل مال میں وصیت کی جائے تو بھی ایک ٹلث میں نافذ کرنا لازم ہے (۲)۔

اگر ایک ٹلث کے اندر اندر کسی معین شی کی وصیت کی جاوے جس میں وارث اور اجنبی دونوں کو شریک کیا جاوے یعنی: تنفیذ وصیت سے مانع موصیٰ لہ کی ہو، نہ کہ موصیٰ بے کی تخصیص تو اس صورت میں حصہ اجنبی کی

= قاضی حران، قال: أبو زرعة: لا بأس به، رقال البخاري: كان مرجحاً، و كان الحديث عنده حسن.“
نصب الرایة للزیلیعی: ۳۰۳/۳، کتاب الوصایا، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مکتبۃ مؤسسة الريان، بيروت)

”عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: “إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“.
(جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء في الوصية للوارث : ۳۰/۲، إمدادیہ ملتان)
”ولا لوارثه وقاتلہ مباشرۃ إلا بیجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: “لا وصیة لوارث إلا أن یُجیزها الورثة اہ“ وهم کبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغیر ومحجتوں۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۲۵۵، ۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)
(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۰۹، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) ”ولو أوصى رجل بربع ماله ولآخر بنصف ماله، إن أجازت الورثة، فنصف المال للذى أوصى له بالنصف، والربع للموصى له بالربع، والباقي للورثة على فرائض الله تعالى. ولو لم يجز الورثة، تصح من الشلل، فيكون بينهما على سبعة أربعه للموصى له بالنصف وثلاثة للموصى له بالربع“. (الفتاوى العالمكيرية، کتاب الوصایا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال الخ: ۶/۹، رشیدیہ)

(۲) ”وتجوز بالثلث للأجنبی عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزیادة عليه، إلا أن تجوز ورثته بعد موته“. (الدر المختار: ۶/۲۵۰، کتاب الفرائض، سعید)
(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

وصیت درست ہوگی اور حصہ وارث کی وصیت باطل ہوگی (اگر دیگر ورثاء اجازت نہ دیں) (۱)، یہ ہی محمل ہے، ہدایہ کی اس عبارت کا: ”ومن أوصى لأجنبي ولوارثه، فللأجنبي نصف الوصية، وتبطل وصية الوارث، اه“ (۲)۔ اور ”نصف الوصية“ کی تفسیر ”الثلث“ ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدر (۳) عنایہ وغیرہ میں بھی نہیں، اسی وجہ سے ملتقی الابحر میں موصی بے کوئین قرار دیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قاتل کو بھی ذکر کیا: ” وإن أوصى بعين لوارثه أو قاتله ولاجنبى نصفها ولا شيء للوارث، اه“.

سکب الأنهر: ۷۰۲/۴۔

اور مجمع الانہر میں ”نصفها“ کی ضمیر کا مرجع معین کیا ہے: ”أى نصف العين، اه“ (۵) یعنی جس معین شی کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موصی اقرار دیا ہے، ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شی کا نصف حصہ ملے گا۔

درر الحکام، ص: ۴۳۷، شرح غرر الأحكام میں اس جزئیہ کو ”الف“ کے ساتھ ذکر کیا ہے: ”وفى بـالـف لـوارـث وـلاـجـنـبـى لـه نـصـفـه وـخـابـ الـوارـث يـعـنـى: إـذـا أـوـصـى لـوارـثه وـلـلاـجـنـبـى، فـلـلـأـجـنـبـى نـصـفـ الوـصـيـة، وـتـبـطـلـ وـصـيـةـ الـوارـث؛ لـأـنـه أـوـصـى بـمـا يـمـلـكـ الإـيـصـاءـ بـهـ وـبـمـا لـاـ يـمـلـكـ“

(۱) ”ولو أوصى لوارثه والأجنبى، صح فى حصة الأجنبى، ويتوقف فى حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجزوا، بطل“. (الفتاوى العالمة کیریۃ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، (شیدیہ)

(۲) (الهدایہ: ۲۶۳/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بثلث المال، إمدادیہ ملتان)

(۳) واضح رہے کہ فتح القدر میں یہ تشریح ہے.....البتہ عنایہ کی عبارت یوں ہے :

”ومن أوصى للأجنبى ولوارثه ظاهر وهذا بخلاف ما إذا أقرّ بعين أو دين لوارثه ولالأجنبى، حيث لا يصح في حق الأجنبى كما لا يصح في حق الوارث“. (العنایہ علی الہدایہ علی هامش فتح القدیر: ۱۰/۳۵۵، کتاب الوصایا، باب الوصیہ بالثلث، مصطفیٰ البابی الحلی مصر)

(۴) (سکب الأنهر وملتقی الابحر: ۳۳۲/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث، غفاریہ کوئٹہ)

(۵) ”إن أوصى بـعـيـن لـوارـثـه وـلـلاـجـنـبـى، فـلـلـأـجـنـبـى نـصـفـها: أـى نـصـفـ العـيـنـ، وـلـاـ شـيـ لـلـوارـثـ“. (مجمع الأنہر، باب الوصیة بالثلث: ۳۳۲/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فصح فی الأول لا الثاني، اه” (۱)۔

یہاں پر ”نصف الوصیة“ کا مصدق ”نصف الألف“ ہے جیسا کہ ملتقی الاحرج میں ”نصف العین“ تھا اور بعض کتب میں لفظ ”شیء“ مذکور ہے:

”ولو أوصى لأجنبي ولوارثه بشئٍ ولا وارث له غيره، ثم مات، فيكون له: أى للأجنبي نصف الوصیة، وبطل وصیة الوارث. وإن كان وارث غيره، فإن أجاز، لا يبطل أيضاً، اه“. (قوله: نصف الوصیة، الخ)۔ لأنه أوصى بما يملك وبما لا يملك، فصح فی الأولى، وبطل فی الثانية، بخلاف ما إذا أوصى لحیٍ ومت؛ لأن الميت ليس بأهل للوصیة، فلا يصح مزاحماً، فيكون الكل للحیٍ والوارث من أهلها، ولهذا يصح بإجازة الوصیة، فافتقراء، اه”。 فتح المعین:

۵۷۳/۲)۔ والبسط فی تکملة بحر الرائق: ۴۸۲/۸ (۳)۔

یہاں ”نصف الوصیة“ کا مصدق ”نصف الشیء“ یا ”الموصی به“ ہے پس عبارت ہدایہ میں ”نصف الوصیة“ کی تعین ”الثلث“ اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں ”ثلث الثلث“ کی تفریغ صحیح نہیں (ثلث الثلث کا مصدق تین قرار دینا بھی سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ جب بارہ کو ایک ثلث مانا ہے تو اس کا ثلث ۲/ہوتا ہے، تین نہیں ہوتا) مبسوط (۲)۔

(۱) (درر الحکام شرح غرر الأحكام، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث، ص: ۷۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (فتح المعین: ۳/۵۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بثلث المال، سعید)

(۳) ”وإن أوصى لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. قال رحمه الله: ولا يضرب الموصي له بأكثر من الثلث وله أن الموصي له يضرب بما يستحقه وهو لا يستحق ما وراء الثالث إلا بإجازة الورثة، ولم توجد“۔ (البحر الرائق: ۹/۲۲، کتاب الوصایا، باب الوصیة بثلث المال رشیدیہ)

(۴) ”ولو ترك خمسة بنين وأوصى لأحدهم بكمال الثالث مع نفسه وأوصى لأجنبي بثلث ما باقی من الثالث، فإن الأجنبي يأخذ سبع جميع المال؛ لأنه لا مزاحمة للوصیة للوارث مع الوصیة للأجنبي، فيأخذ الأجنبي كمال حقه كأنه لم يوص لأحد غيره، وثلث ما باقی من الثالث، وهو ثلث الثالث إذا لم يكن =

فتاویٰ عالمگیری (۱)، قاضی خان وغیرہ (۲) کتب فقہ میں بھی جزئیہ مسؤولہ کی نظریں موجود ہیں۔

”سئل فی امرأة أوصت لولديها: زید وہند، ولإخواتها الثلاثة بجميع ما تملکه، ثم ماتت عن ولدیها المذکورین وخلفت تركةً ولم يجيز أوصيتها لهم هل تنفذ الوصیة لـإخوة من الثالث؟“

الجواب: نعم! ولو أوصى لوارثه ولاًجنبيّ، صحت في حصة الأجنبيّ، وتتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة، فإن أجازاً، جاز، وإن لم يجيزوا، بطل. ولا تعتبر إجازتهم في حياة الموصى حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك. خانيه، من فصل من تجوز الوصیة ومن لا تجوز، اه.“ تقدیح الفتاوی الحامدیہ: ۳۱۵/۲۔

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جن کو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شرک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں تنفیذ وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں: موصی بہ یعنی کل مال، اور موصی لیعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت۔ تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے، موصی لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں

= هنّاك وصيّة أخرى“۔ (المبسوط للسرخسى، کتاب العين والدين، باب الوصیة بأكثر من الثالث، الخ: ۱۰/۱۱، ۱۱/۱۰، حبیبیہ کوئٹہ)

(۱) ”لو أوصى لوارثه ولاًجنبيّ، صحت في حصة الأجنبيّ، ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا بطل.“ (الفتاوى العالمگیریہ: ۶/۰۹، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) ”لو أوصى لوارثه ولاًجنبيّ، صحت في حصة الأجنبيّ، ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة، إن أجازوا، جاز، وإن لم يجيزوا بطل. ولا تعتبر إجازتهم في حياة الموصى حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمگیریہ: ۳/۶۹۲، فصل فیمن تجوز وصیته وفيمن لا يجوز، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۳) (تقدیح الفتاوی الحامدیہ: ۲/۳۱۵، کتاب الوصایا، مطلب: أوصى لوارثه ولاًجنبيّ في حصة الأجنبيّ، مکتبہ میمنیہ مصر)

بلا اجازت نافذ نہیں کی گئی، موصیٰ بہ کی رعایت سے صرف ایک ثلث میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقصود بالسوال ہے اور اسی کو ”حصة الاجنبی“ جواب میں کہا گیا ہے۔

اسی طرح صورت مسئولہ میں ایک ثلث سوتیلی دادی کو ملے گا جو کہ اجنبی ہے، اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازت ورثاء وصیت نافذ نہیں ہوگی، بلکہ ”حصة الوارث“ دو ثلث حصہ میراث تقسیم ہوگا، جس کی تفصیل اوپر مذکور ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۶۹۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۵/شوال/۶۹۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۹]: زید کا انتقال ہوا، اس نے کافی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور وارثانِ حقیقی میں ایک بھائی، ایک اہلیہ، چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر دباؤ ڈالا کہ ہمارے نام وصیت نامہ لکھ دو، زید نے مجبور ہو کر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔ اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کو صحیح مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حلمندًا ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیدیں (۱)۔

(۱) ”حدثنا هشام بن عمارة، ثنا اسماعيل بن عياش، ثنا شرجبيل بن مسلم الخولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: “إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث”. (سنن ابن ماجة، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

”عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

”لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“. (نصب الرایۃ للزیلیعی: ۳/۲۰۳، كتاب الوصايا، (رقم =

بنتجھے کے حق میں جو وصیت کی ہے، اگر وہ جبراً کرامی گئی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں (۱)، اگر رضامندی سے وصیت کی، پھر بعد میں یہ کہہ دیا کہ بھائی یہ تمہارا حق و راثت ہے، خواہ تم اس کو اپنے لئے رکھو خواہ اپنے لڑکے کو دیدو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عوضِ میراث قرار دیکر وصیت کی ہے، یہ بھی شرعی اعتبار سے لغواور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا مستحق ہی نہیں ہوا تو پھر اس کے عوض کا کیا محل ہے (۲)۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق میں

= الحديث: ۸۰-۷۰، مكتبة مؤسسة الريان بيروت لبنان)

”ولا لوارثه وقاتلله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: “لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة اه“ وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومحنون“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱، كتاب الوصايا، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۹/۰۶، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱، كتاب الوصايا، رشيدية)

(۱) کسی سے اس کا مال جبراً و تھریلاً میں جائز نہیں:

”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ (مشكوة المصايب: ۱/۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(وكذا في شرح معانى الآثار للإمام الطحاوى رحمه الله تعالى، كتاب الكراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا؟: ۲/۵۷۵، سعید)

”ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى، ولو أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردّه“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۲۲، (رقم المادة: ۹/۷)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) اس لئے کہ میراث تو مرنے کے بعد جاری ہوتی ہے، نہ کہ زندگی میں:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قوله: وهل الإرث الحى من الحى أم من الميت:“ أى قبيل الموت فى آخر جزء من أجزاء حياته، والأول قول زفر ومشايخ العراق، والثانى المعتمد، والثانى قول الصاحبين“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۵۸۷، كتاب الفرائض، سعید)

وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے، الہذا معتبر نہیں (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۲۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۱۰] : ۱..... سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائیداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی، ان کی وصیت استثناء کے ساتھ ملحت کردی گئی ہے، ملاحظہ فرمائے اور شاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

۲..... متوفی کے جملہ ورثاء کی فہرست بھی اسی کے ساتھ ملحت ہے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

المستفتی: محمد رضا عقی عنہ، ۲۸/ جمادی الاولی/ ۶۶۔

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۳۶۳، كتاب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأئمـه: ۳/ ۳۹۳، كتاب الفرائض، مكتبة غفارية كوشيه)

(۱) ”حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسماعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الخولاني: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: ”إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“ . (سنن ابن ماجة، ص: ۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

”عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“ . (نصب الرایة للزیلیعی: ۳/ ۳۰۳، كتاب الوصايا، (رقم الحديث: ۸۰/ ۷۰)، مكتبة مؤسسة الريان بيروت لبنان)

”ولا لوارثه وقاتلها مباشرةً إلا بإجازة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”لا وصية لوارث إلا أن يُجيزها الورثة اه“ وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومحنون“ . (الدر المختار مع رد المختار: ۶/ ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۱۲/ ۹، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/ ۲۱۲، كتاب الوصايا، رشيدية)

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم، ساکن مجوہ امیر نے اپنی تاریخِ انتقال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے رو برو دیگر وارثان و اقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- ”نور دیدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیہ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوہ متوفی رہیں گی۔

۲- بذریعہ وصیت زبانی حسب ذیل جائیداد، حسب ذیل وارثان کی تنہا ملکیت ہوگی، ہاجرہ بیوہ متوفی۔

جملہ زمینداری کا ایک ثلث (علاوہ حصہ شرعی) بقیہ وارثان و حقداران۔

۱: جملہ حصہ اندر با غچہ قلمی واقع مجوہ امیر،

۲: جملہ حصہ اندر با غچہ واقع مجوہ اشائی۔

۳: جملہ حصہ مکان موجودہ مع اگواڑہ و پچھواڑہ (۱)۔

۴: جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (علاوہ حق شرعی جائیداد کے) سنگاردان ۱ / عدد (۲) پتیلا کلاں ایک عدد، لگن کلاں ایک عدد (۳)، سینی ایک عدد (۴)، دیکھی خورد دو عدد، اگالدان دو عدد (۵)، فرش بدروی ایک عدد (۶)، گلاس بدروی ایک عدد (۷)، طشتی تابنہ ۳ / عدد (۸)، کشتی چینی ایک عدد (۹)، قاب چینی

(۱) ”اگواڑا: مکان کا سامنے والا حصہ، پچھواڑے کی ضد“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱، فیروز سنز لاہور)

”پچھواڑا: عقب خانہ، گھر کی پشت، مکان کی پیٹیہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”سنگاردان: سنگار کی چیزیں رکھنے کا صندوقچہ یا پیٹاری“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”لگن: طشت، طاس، پرات، میب، شمعدان، اگردان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۶، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”سینی: دھات کا بناہوا خوان یا کشتی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاہور)

(۵) ”اگالدان: پیک دان، تھوکنے کا برتن“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۵۹، فیروز سنز لاہور)

(۶) ”فرش بدروی: فرش پچھونا، بستر بچھانے کی چیز، بوریا، غالیچہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۲۸، فیروز سنز لاہور)

بدروی: چھوٹی تھیلی: (فیروز اللغات، ص: ۱۸۸، فیروز سنز لاہور)

(۷) ”گلاس بدروی: گلاس، پانی پینے کا برتن، ساغر، شیشہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۳، فیروز سنز لاہور) =

ایک عدد (۱)، روپیہ اندر سیوگ پاس بک ۷۶ / روپے (۲) ملکیت زہرہ بی بی۔

۳۔ کھیت نمبر: ۵۹۸ دوازی، ۸ بھر آٹھ بسوہ (۳) علاوہ بقیہ جائیداد غیر منقول حسب قانون شرع محمدی جملہ حقداران کو ملے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں، وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی: ”لا وصیة لوارث“۔ الحدیث (۴)، لیکن اگر دیگر ورثاء بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے دیں تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہو سکتی ہے (۵)۔

= (۸) ”طشتی: رکابی، چھوٹی تھاتی، پرق“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۷۸، فیروز سنز لاہور)

(۹) ”کشتی چینی: کشتی، ناد، بیڑی، سفینہ، ڈونگا، ایک قسم کی پیامی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۱، فیروز سنز، لاہور)

(۱) ”تاب چینی: بڑی رکابی، تھال“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”سیوگ پاس بک: عوام کی بچت کار روپیہ امانتا رکھنے والا ادارہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاہور)

”پاس بک، Pass Book، بک کی کتاب“۔ (The English to English Dictionary, Pass Book)

Page: 636, Feroz Sons Lahore)

(۳) ”بسو: ایک بیگھے کا بیسوال حصہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۳، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسماعیل بن عیاش، ثنا شرحبیل بن مسلم الحولانی: سمعت أبا أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: “إِنَّ اللَّهَ أَعْطَى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وصِيَّةَ لوارثٍ“۔ (سنن ابن ماجة: ۱۹۵/۲، کتاب الوصایا، باب: لا وصیة لوارث، قدیمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب الوصیة لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث: ۳۰/۲، إمدادیہ ملتان)

(۵) ”ولا لوارثه إلا يأجازه ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”لا وصیة لوراث إلا أن یجیزها الورثة وهم کبار عقلاء“۔ فلم تجز إجازة صغير“۔ (الدر المختار: ۲۵۶/۲، کتاب الوصایا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

=

مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	حقیقی بہن	سوئیلی ماں	سوئیلی بہن	چپزاد بھائی	چپزاد بہن
۱	۲	۳				
محروم						

بعد تجهیز و تکفین و ادائے قرض (مہر وغیرہ) (۱) سید عبدالاحد صاحب کا کل ترکہ آٹھ سہا مقرر دے کر حسب نقوشہ بالا اور شائعہ پر تقسیم ہوگا، یعنی ایک سہم زوجہ کو ملے گا (۲) چار دختر کو ملیں گے (۳)، تین حقیقی بہن کو (۴)۔

= (وکذا فی الفتاوى العالمكيرية: ۹۰/۲، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) ”تعلق برکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تُقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياته من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يُقسم الباقى بين ورثته“. (السراجی فی المیراث، ص: ۳۰۲، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمكيرية، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة: ۳۲۷/۶، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِهُنَّ الشَّمْنُ مَا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وَأَمَّا النِّسَاءُ فَالْأُولَىُ الْبَنِتُ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدتْ، وَلِلْبَنِتَيْنِ فَصَاعِدًا الْثَّلَاثَانِ“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۳۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجی، ص: ۷، سعید)

(۴) حقیقی بہنیں چونکہ میت کی بنت کی وجہ سے عصبه ہو گئیں، اور عصبه ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام ترکہ کا مستحق ہوتا ہے:

”وَأَمَّا لِلأَخْوَاتِ لَأُبُ وَأُمٌ، فَأَحَوَالُ خَمْسٍ وَلِهُنَّ الْبَاقِي مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتِ الْأَبْنَاءِ، لِقَوْلِهِ

= علیہ السلام: ”اجعلو الأخوات مع البنات عصبة“۔ (السراجی، ص: ۱۰، سعید)

باقی سوتیلی ماں، سوتیلی بہن (۱)، خالہ (۲)، چچا زاد بھائی، بہن سب محروم رہیں گے (۳)۔ فقط والد سجنانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷ ارباب / ۶۶ -
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا

سوال [۹۷۱] : مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ
روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ ۲/ بھانجے کو دینا اور ۲۵/ بھتیجے کو دینا ۲۰/ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا

= (وكذا في شرح معانى الآثار، كتاب الفرائض، باب الرجل يموت ويترك بنتاً وأختاً وعصبةً سواها:
(۲۶۷، سعید)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریة: ۶/ ۳۳۸، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) واضح ہو کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن اس لئے محروم ہیں کو راثت کے اسبابِ ملاش میں سے کوئی سبب پایا نہیں جاتا:
”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،

والولاء“: (الفتاوى العالمکیریة: ۶/ ۳۳۷، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۲۶، كتاب الفرائض، سعید)

(۲) خالہ ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفرض و عصبة کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا:
” وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة“: (الفتاوى العالمکیریة: ۶/ ۳۵۹، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۶/ ۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام، سعید)

(۳) چچا زاد بھائی، بہن اس لئے محروم ہیں کہ ان کا درجہ بعد میں ہیں اور عصبة میں یہ قانون ہے کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو حصہ نہیں ملے گا:

”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة“: (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”ويقدم الأقرب فالأقرب منهم“: (الدر المختار: ۶/ ۷۴۲، كتاب الفرائض، فصل في

العصبات، سعید)

ثواب مجھ کو پھو نچا دینا، ایک جوڑا اور بیتیں سیر گیہوں پھوپھی کو دینا۔ تو یہ وصیت اور ترک کہ کس طرح پر تقسیم کریں؟ فقط والسلام۔

سعید احمد کھیرہ افغانوی، ۵۶۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حب وصیت مسماء زینب (۱) کو مصارف مذکورہ پر صرف کر دیا جائے (۱)، آگے کچھ بچا ہی نہیں جو ورثاء پر تقسیم کیا جائے اور مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو یعنی ۲۱/ پیسہ سے ۱/ پیسہ مصارف مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کر دیا جائے (۲) اور بقیہ دو ثلث یعنی ۳۲/ پیسہ اور ۱/ پیسہ کا دو تھائی کو پانچ سہام بنا کر ایک بہن کو اور دو دو سہام دونوں بھائیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۳) اور تجویز و تکفین اور دین کی

(۱) ”ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ:

۹/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وكذا الدر المختار: ۶/۲۵، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) ”ولا تصح بما زاد على الثلث ولا لقاتلہ ووارثہ إن لم تجز الورثة وفيه: ويشرط أن يكون المجيز من أهل التبرع بأن يكون بالغاً عاقلاً“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۷۶، ۷/۳۷۷، کتاب الوصایا، دار الكتب العلمية بیروت)

”ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما باقی بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثتہ“۔ (السراجی،

ص: ۳، سعید)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱) ”إذا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتِ، عَصَبَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتِ، فَيُكَوِّنُ لِلَّابِنِ مُثْلَ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۰، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

ادا بیگی تنفیذ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان الدلّ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۲/۵/۱۹۵۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ جمادی الاولی/ ۱۹۵۶۔

بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ

سوال [۹۷۱۲]: واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمن صاحب کے دو لڑکے ہیں: قاضی تجلیل حسین، قاضی خلیل الرحمن۔ قاضی تجلیل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء ہے، اور خلیل الرحمن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں، قاضی تجلیل کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کا عقد قاضی خلیل الرحمن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا، لیکن آپس کے اختلافات کی بنا پر جمیل احمد نے بدر النساء کو طلاق دیدی، اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا، اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کر لیا۔

قاضی فضل الرحمن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی: تجلیل حسین و خلیل الرحمن ۱/۲، برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر سرکاری کارڈ میں بھی ہے۔ قاضی فضل الرحمن صاحب مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں قاضی تجلیل حسین کی بھی جائیداد اور بھی ہے۔

قاضی تجلیل حسین فوت ہو گئے اور فوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدر النساء کو طلاق دیدی گئی۔ قاضی خلیل الرحمن حیات ہیں، اور قاضی تجلیل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدر النساء کو میری مشترکہ جائیداد، غیر مشترکہ جائیداد کی وارث ہوگی۔ مسماۃ بدر النساء کے گذر اوقات کا ذریعہ اس کے والد مرحوم قاضی تجلیل حسین کی مشترکہ و غیر مشترکہ جائیداد بھی ہے۔

۱..... تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدر النساء کا اس مشترکہ جائیداد میں کتنا حق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی تجلیل حسین مرحوم و خلیل الرحمن حیات کا برابر حصہ ہے۔

۲..... مسماۃ بدر النساء کا اس جائیداد میں کتنا حق پہنچتا ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی تجلیل حسین کی

(۱) ”يبدأ من تركة الميت بتجهيزه، يعم التكفين ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد ثم تقدم وصيته من ثلث ما باقى ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته“۔ (الدرالمختار:

نجی یعنی بھائی سے علیحدہ اور جائیداد ہے، جس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے، اور کیا اس نجی جائیداد میں خلیل الرحمن کا بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

۳..... مسماۃ بدر النساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے، اور اگر عقد کر لے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

۴..... مسماۃ بدر النساء کے گذر راوقات کی ذمہ داری خلیل الرحمن پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... قاضی تجلیل حسین نے اپنے انتقال پر اگر صرف یہی دو وارث چھوڑے: ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمن، تو قاضی تجلیل حسین مرحوم کا ترکہ - بعد اداء حقوق متقدمہ علی الارث: دین وغیرہ (۱) - وحصہ بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کو ملے گا (۲) اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمن کو ملے گا (۳)۔

(۱) "تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تُقضى دیونه من جميع مابقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدين، ثم یُقسم الباقی بين ورثته". (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة: ۶/۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالی: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصَّلْبِ فَأَحَوَالُ ثَلَاثٍ: النَّصْفُ لِلْوَاحِدَةِ وَالثَّلَاثَانِ لِلْاثَّيْنِ فَصَاعِدَةٌ". (السراجی فی

المیراث، فصل فی النساء، ص: ۷، سعید)

"وَأَمَّا النَّسَاءُ فَالْأُولَى الْبَنْتُ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدتْ، وَلِلْبَنَتَيْنِ فَصَاعِدَةً الثَّلَاثَانِ". (الفتاوی

الгалمکیریۃ: ۶/۳۳۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۳۵۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) بھائی چونکہ عصبه ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام جائیداد عصبه کو ملے گی:

قاضی تجلی حسین کو جو کچھ اپنے والد کے ترکہ سے ملا ہے، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔ جو کچھ ان کی ذاتی پیدا کردہ جائیداد وغیرہ ہو، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۱) یعنی مشترکہ جائیداد کے $\frac{1}{2}$ ، میں آدھا بدر النساء کا ہے اور آدھا قاضی خلیل الرحمن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

۳..... عقد کر لینے سے بھی وہ محروم نہیں ہوگی، بلکہ حسب تحریر بالا والد کی کل مملوکہ متروکہ سے نصف کی حقدار رہے گی (۲)۔

۴..... جب مسماۃ بدر النساء کے والد کا چھوڑا ہوا ترکہ (مشترکہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذر اوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان و نفقة) قاضی خلیل الرحمن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے (۳)۔

= وأما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل في نسبته إلى الميت أنشى، وهم أربعة أصناف ثم جزء أبيه: أى الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ۱۳، سعید)
العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)
(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)
(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۵۰۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ترکہ سے ملا ہو یا خود کیا ہو، سب چونکہ میت کی ملکیت شمار ہوگی لہذا تمام اشیاء میں میراث جاری ہوگی:
”لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال“۔ (الدرالمختار: ۶/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”ثم شرع في الحجب فقال: لا يحرم ستة من الورثة بحال ألبنة: الأب والأم والابن والبنت،
أى الأبوان والوالدان والزوجان“۔ (الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل في العصبات: ۶/۲۹،
۷/۸۰، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية، کتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب: ۶/۳۵۲، رشیدیہ)
(۳) تدرست وتوانا او غير عاجز، بالغ شخص کا نفقہ اپنے ذمہ ہے، چاہے مرد ہو یا عورت:
”وتجب (أى النفقة) أيضاً لكل ذى رحم محروم صغير أو أنشى مطلقاً ولو كانت الأنثى بالغة“

اگر وہ ترکہ قاضی خلیل الرحمن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدر النساء کے حوالہ کر دیں اور اداۓ حق کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں (۱)۔ بحثیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہر صورت احسان و مروت کی مستحق ہے۔ لڑکے نے اگر چہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہونبیں رہی، لیکن بحثیجی تواب بھی ہے، اس سے غافل نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں (۲) اور اس کی اولاد کو اس سے کلیئہ جدار کھراں کے ول کونہ ترپائیں (۳)۔

= صحیحة اُو کان ذکرًا بالغًا لکن عاجزاً عن الکسب”。 (الدرالمختار). و قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: مطلقاً) سواء كانت بالغة أو صغيرة، صحیحة أُو زمنة والمراد بالصحیحة القادرۃ على الکسب، لكن لو كانت مكتسبة بالفعل كالقابلة والمفسلة، لانفقه لها”。 (ردالمختار: ۲۲۷، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی نفقة قرابة غير الأولاد من الرحم المحرم، سعید) (وكذا في الفتاوى العالمة كيرية: ۵۶۲/۱، کتاب الطلاق، باب النفقات، فصل فی نفقة ذوى الأرحام، رشیدیہ)

(وكذا في الهدایة: ۳۳۶/۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبہ شرکة علمیہ ملتان)

(۱) ”أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”مطل الغنى”: أى تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت ”ظلم“ فإن المطل منع أداء ما استحق أداء و هو حرام من التمکن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمنناً، جاز له التأخير إلى الإمكان”。 (مرقاۃ المفاتیح، کتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۱۱۹، رشیدیہ)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله”。 (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

”وعن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء”。 (مشکوۃ المصابیح، ص: ۳۲۳، کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة، قدیمی)

(۳) ”عن أبي أيوب رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من فرق بين والدة و ولدها، فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيمة”。 رواه الترمذی۔

تبییه: قاضی تجلی حسین نے اپنی لڑکی کے حق میں مشترکہ، غیر مشترکہ جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور لازم نہیں ہے، ہاں! اگر قاضی خلیل الرحمن صاحب رضا مندی سے اس کی اجازت دیں تو مسمماۃ بدر النساء کل کی حقدار اور مالک ہو جاوے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۵۔

وصیت ایک تہائی تر کہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال [۹۷۱۳]: ایک بوڑھیا عورت ہے اس کی تین لڑکیاں ہیں، سب سے بڑی لڑکی کے ایک فرزند اور ایک لڑکی ہے۔ بوڑھیا اپنی نانی کے یہاں بودو باش کر رہی ہے۔ بوڑھیا مرتبے وقت رسول روپے چھوڑ گئی

= ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: وہب لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلامین اخوین فبعث أحادهم، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ياعلی! ما فعل غلامک؟“؟ فأخبرته، فقال: ”رُدّه رُدّه“..... ”وعنه: أنه فرق بين جارية وولدها، فنها النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك، فرد البيع“۔ (مشکوٰۃ المصایح، ص: ۲۹۱، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) ”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمة، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة“۔ قال ابن قطان فی كتابه: ویونس بن راشد قاضی حران، قال أبو زرعة: لا بأس به۔ وقال البخاری: كان مرجحاً، وكان الحديث عنده حسن“۔ (نصب الرایۃ للزیلیعی: ۲۰۳/۲، کتاب الوصایا، (رقم الحديث: ۸۰)، مؤسسة الريان بیروت لبنان)

”عن أبي أمامة الباهلي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: ”إن الله تبارك وتعالى قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية للوارث“۔ (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب: لا وصیة للوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء في الوصیة للوارث: ۳۰/۲، إمدادیہ ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۲۵۶/۲، کتاب الوصایا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

ہے اور یہ وصیت کرگئی ہے کہ یہ روپیہ تم کو نہیں دیتی ہوں اور نہ جس کے گھر میں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کر دیا جائے یہ بوڑھیا کی وصیت ہے۔ اب اگر یہ روپیہ کسی مدرسہ کے کام میں صرف کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، یا اس مدرسہ کے مدرس جو صاحبِ نصاب ہیں، ان کو تخلواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ، یا اس سے کم ہے تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے (۱)۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، اگر سب ورثاء بالغ ہوں اور اجازت دیں تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہو گا۔ اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں (۲)۔ جب وہ روپیہ مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی ضرورت کے لئے دیا جائے تو اس کو تخلواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگرچہ مدرس صاحبِ نصاب ہو (۳)۔ فقط اللہ عالم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۶/۲۰/۶۱۔

الجواب صحیح: سعید غفرله، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۶/۲۱/۶۱۔

(۱) ”عن عامر بن سعد، عن أبيه قال: مرض مرضًا أشفي فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: فقال: يا رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنتي، أفالصدق بالثلثين؟ قال: “لا”. قال: فبالشطر قال: “لا”. قال: فبالثلث؟ قال: “الثلث، والثلث كثیر، إنك إن ترك ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتکفرون الناس”. (سنن أبي داؤد: ۳۹۵/۲، كتاب الوصايا، باب ما جاء في ما لا يجوز للموصى في ماله، دار الحديث ملتان)

(۲) ”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك لا الزبادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار“۔ (الدر المختار: ۲۵۰/۲، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۳، كتاب الوصايا، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”وما صدقة التطوع، فيجوز صرفها إلى الغنى؛ لأنها تجري مجرى الهبة“۔ (بدائع الصنائع: ۲/۳۷۶، كتاب الرکوة، فصل في الذي يرجع إلى المؤذن إليه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النثار خانيه: ۲/۲۷۵، كتاب الزکوة، باب من توضع الزکوة فيه، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهانی: ۲/۳۳۵، كتاب الزکوة، الفصل الثامن في من توضع الزکوة فيه، غفاریہ کوئٹہ)

وصیت ایک تہائی میں

سوال [۹۷۱۲]: صوفی عبدالعزیز پیار ہوئے، انھوں نے وصیت کی کہ عبداللہ! تم اس زمین کو بونا کھانا اور نصف آمدی مسجد کو دینا اور نصف تم رکھنا۔ اب عبدالعزیز کا بھتیجا پاکستان سے آیا ہے اور اس زمین کا مطالبہ کرتا ہے، مگر عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ وصیت وقف درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرض الموت میں جو ہبہ یا وقف کیا جائے وہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے (۱) اور ایک تہائی ترکہ میں معتبر مانا جاتا ہے، لہذا اگر عبدالعزیز نے مرض الموت میں وصیت کی ہے تو ایک تہائی میں سے نصف آمدی مسجد کیلئے ہوگی اور نصف عبداللہ کے لئے (۲)۔ دو تہائی عبدالعزیز کے وارث کی ہوگی۔ اگر وارث صرف ایک بھتیجا ہے تو وہی مستحق ہوگا (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۵۔

(۱) ”عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: مرضت عام الفتح، حتى أشفىت على الموت، فعادني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: أى رسول الله! إن لي مالاً كثيراً وليس يرثني إلا ابنه لى، أفاتصدق بثلثي مالى؟ قال: لا“ قلت: فالشطر؟ قال: لا“ قلت: فالثالث؟ قال: الثالث، والثالث كثير، أن تذر ورثتك أغنىاء خيراً من أن تذرهم عالة يتکفرون الناس“. (سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا، باب: لاوصية لوارث: ۱۹۳/۲، قدیمی)

(۲) ”وأما لو وهب وسلم لغير الورثة، فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة“. (شرح المجلة: ۱/۳۸۳، کتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، (رقم المادة: ۸۷۹)، مكتبة حنفية كوثة) ” وإن أوصى بجميع ماله ولاخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان“۔ (البحر الرائق: ۲۲۳/۹، کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲۲۷/۶، کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۸۷، کتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) واضح رہے کہ بھتیجا عصبه ہے اوزڑوی الفروض کی عدم موجودگی میں عصبه کو کل ترکہ ملے گا:

وصیت اور تقسیم ترکہ

سوال [۹۷۱۵]: ایک مرتبہ میری والدہ نے فرمایا کہ چاول خریدلو، شاید کہ نفع ہو۔ بہن نے کہا کہ رقم میری ہوگی منافع آپ کا، جس کو منظور کر لیا۔ خریداری ہوئی، مگر قیمت گرگئی، نقصان سے فروخت کر دیئے گئے۔ ماہ رمضان میں موسم برسات میں والدہ کا پیر پھسل گیا، کافی چوت آئی، تدبیر کی گئی مگر افاق نہیں ہوا، جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو والدہ سے کہا گیا کہ کچھ کہنا ہو تو کہو۔ تو انھوں نے کچھ رقم کے بارے میں وصیت کی کہ چاول کی رقم سے اتنا فلاں اور اتنا فلاں کو اور کچھ زیور اور نقد والدہ کے بھی تھے، کچھ رقم دار العلوم دیوبند کے لئے بھی بتلائی جس کو دے چکا ہوں۔ تواب میں اس وصیت پر کیسے عمل کروں جبکہ چاولوں میں خسارہ ہوا؟ والدہ مرحومہ کی ذاتی رقم ۱۹۵/ روپے اور دوزیور اور مال موجود ہے، اور وصیت کی رقم کی کل میزان /۱۱۵ روپے ہوتے ہیں۔

۲..... جوز میں بٹائی پر دی گئی ہو (۱) اس کی تقسیم ہر چیز میں ہوگی، یا صرف غله میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا..... جبکہ چاول کی رقم آپ کی تھی اور والدہ کے لئے صرف نفع کا وعدہ تھا اور نفع نہیں ہوا، بلکہ خسارہ ہوا تو والدہ صاحبہ کی یہ وصیت شرعاً واجب العمل نہیں (۲)، آپ ان کو تواب پہونچانے کے لئے جو کچھ بھی

= ”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبنته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۷۴۳، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعید)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، سعید)

”وأما العصبة بنفسه، فكل ذكر لا تدخل في نسبته إلى الميت أنشى، وهم أربعة أصناف.....

ثم جزء أبيه: أى الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا“۔ (السراجي في الميراث، ص: ۱۳، سعید)

(۱) ”بٹائی: پیداوار کی وہ تقسیم جو اجارہ دار اور مالک زمین میں قرار پائے“۔ (فیروز لالغات، ص: ۱۸۰، فیروز سنسز، لاہور)

(۲) اس لئے کہ یہ وصیت دوسرے کی ملک کی ہے اور دوسرے کی ملک میں وصیت باطل ہے:

= ”ومن أووصى بنصيب ابنه أو غيره من الورثة، فالوصيـه باطلة؛ لأنـه وصـيـه بـمـالـ الغـير“۔ (اللباب

دیں گے ان کو نفع ہوگا (۱)۔ جو کچھ ترکہ ان کا (زیور یا نقد وغیرہ) ہے، اس میں سب ورثاء کا حصہ ہے، ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ لکھا جاسکتا ہے۔ ورثاء اگر سب بالغ ہوں اور اس بات پر رضامند ہوں کہ ان کے ترکہ سے وصیت پوری کی جائے تو اس کی بھی اجازت ہے (۲)، یہ بھی درحقیقت وصیت کی شرعی تنفیذ نہیں، بلکہ ایصالِ ثواب ہے۔

۲.....بہتر صورت یہ ہے کہ ہر چیز میں بٹائی کی جائے (۳)، پھر کوئی فریق اس میں سے کوئی چیز نہ لینا

= فی شرح الكتاب: ۲۲۶/۵، کتاب الوصایا، قدیمی)

(وَكذا في الدر المختار: ۲۶۹/۲، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث، سعید)

(وَكذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۹۹/۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) ”الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة قرآن، أو الأذكار إلى غير ذلك من جميع أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه وعن أنس رضي الله تعالى عنه: أنه سُأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنا نصدق عن موتنا ونحاج عنهم وندعوا لهم، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال: ”نعم اه“. (تبیین الحقائق: ۲/۲۱۹، ۳۲۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، دار الكتب العلمية بیروت)

(وَكذا في الدر المختار: ۵۹۵/۲، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغیر، سعید)

(۲) ”ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار“۔ (الفتاوى العالمکیریۃ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وَكذا في الدر المختار: ۶۵۶/۲، کتاب الوصایا، سعید)

(وَكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۳) ”ثم يقسمباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب، والسنة والإجماع“۔ (الدر المختار: ۶۱/۲، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكذا في السراجی في المیراث، ص: ۳، سعید)

چا ہے تو اپنا حصہ دوسرے فریق کو قیمت دیدے بابلًا قیمت، ہی شرعی طور پر دے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۵، ۸۷/۵۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۵، ۸۷/۵۔

مال وصیت کے بارے میں اختلاف

سوال [۶۱۹]: عبد الحمید کے بھائی (پھوپھی زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہو گئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کر دی تھی۔ یہ لاولد تھا، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوا یا، میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہو گیا، اس کا گور، جنازہ کر دیا (۲)۔ کفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیا دار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جونقدی رقم ہے یا سامان پکا کنوں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلا یا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے، مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں، وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تھائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء اس کو تسلیم کر لیں (۳) یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو (۴)۔ نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس

(۱) ”کل واحد من الشرکاء يصبح بعد القسمة مالکاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحد هم علاقة في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱۱۶۲، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”گور: قبر“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) ”ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدين“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶۰/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۲/۳۹۵، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۴) ”ادعى على ميت حقاً أو شيئاً مما كان بيده، فأقر الوارث به، لزمه في حصته“۔ (جامع الفصولین:

۲/۳۳، الفصل التاسع والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی)

(وکذا فی البحر الرائق: ۷/۳۶۹، کتاب الدعوی، رشیدیہ)

وقت ہوتی ہے جبکہ دیگر ورثاء اس پر راضی ہوں اور اجازت دیدیں (۱)۔ پس مرحوم کے ورثاء جس کے حق میں وصیت کو تسلیم کر لیں، اس کو ایک تھائی ترکہ دیا جائے گا (۲)، بقیہ دو تھائی ورثاء کا ہوگا (۳)، ورثاء کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصہ معین کردئے جائیں گے۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۹۲۔

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال [۷۱۶]: زید کا انتقال ہو گیا ہے جس نے پسمندگان مندرجہ ذیل چھوڑے: تین بھتیجے اور دو بھتیجیاں، نیز دو حقیقی بھانجے اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، کس کو کس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے تاوفات رہا ہے:

وصایا:

۱۔ ”میرے پاس کچھ دہات کے برتنا ہیں (۲) جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا أَن النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: “لَا تَجُوزُ وِصْيَةُ لِوارثٍ إِلَّا أَن تَشَاءُ الْوِرَثَةُ“۔ (نصب الرایۃ: ۳۰۳/۳، رقم الحدیث: ۷۰، کتاب الوصایا، مؤسسة الریان، بیروت)

”وَلَا لِوارثٍهُ وَقَاتِلَهُ مُبَاشِرَةً إِلَّا بِإِجَازَةِ وِرَثَتِهِ، لِقولِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: “لَا وِصْيَةُ لِوارثٍ إِلَّا أَن يَجِيزَهَا الْوِرَثَةُ“۔ وَهُمْ كَبَارُ“۔ (الدر المختار: ۲۵۵/۲، ۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۲) ”ثُمَّ تَنْفَذُ وِصَائِيَّاهُ مِنْ ثُلَّتِ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدِّينِ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳، سعید)

(وَكَذَا فِي الدَّرِ المُخْتَارِ: ۲۰/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي مُجْمِعِ الْأَنْهَرِ: ۳۹۵/۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) ”ثُمَّ يَقْسِمُ الْبَاقِي بَعْدَ ذَلِكَ بَيْنَ وِرَثَتِهِ“۔ (الدر المختار: ۲۲/۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۳۲۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي السَّرَّاجِي فِي الْمِيرَاثِ، ص: ۳، سعید)

(۴) ”دَهَاتُ وَهُدَافُ جُو ہر جس میں کچھنے کی خصوصیت ہو جیسے سونا، چاندی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۵۹، فیروز سنز لاہور)

کے ہیں۔

۲- تمام کچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

۳- دو چار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت مندوگوں کو دیدی جائیں، جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

۴- میرے نئے پرانے کپڑے کسی ایک شخص کو نہ دیئے جائیں، بلکہ ضرورت مندوں کو دے دیئے جائیں۔

۵- بڑا صندوق میرا ذاتی ہے، چھوٹا صندوق مدرسہ کا ہے جو بغیر استعمال کئے رکھا ہے۔

۶- دو عدد بوریوں میں کپڑے ہیں، کچھ سلے ہوئے کچھ بغیر سلے، وہ بھی میرے نہیں ہیں، نیز لکڑی کا صندوق اور چار پائی بھی میری نہیں ہے۔

۷- میرے روپے کا حساب بکرو خالد و شخصوں کو معلوم ہے، اگر کسی بھائی کا قرضہ ہوتا وہ گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

۸- میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو اشیاء زید کی ملک نہیں بلکہ بطور امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں (۱)، اس میں کسی وارث کا حق نہیں، وہ جس کی ہیں اس کو دیدی جائیں (۲)۔ جو اشیاء زید کی ملک تھی وہ ترکہ ہیں، اولاً تجهیز

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمة الله تعالى: "يبدأ من تركة الميت". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمة الله تعالى: "التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال".

(ردرالمختار: ۶/۹۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۳۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَؤْدُوا الْأَمْوَالَ إِلَى أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

"يُخْبِرُ تَعْالَى أَنَّهُ يَأْمُرُ بِأَدَاءِ الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا، وَفِي حَدِيثِ الْحَسْنِ عَنْ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعْالَى عَنْهُ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعْالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَذِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنْ أَتَمَنَّكَ، وَلَا تَخْنُ مِنْ خَانَكَ". رواه الإمام أحمد =

وکلپین متوسط طریقہ پر کر کے جو کچھ بچے اس کے ایک تھائی میں وصیت پوری کی جائے، اس کے بعد بقیہ تر کہ تینوں حقیقی بھتیجیوں کو برابر ملے گا (۱)۔ بھتیجیوں (۲)، بھانجوں، بھانجیوں کو اس کے تر کہ سے کچھ نہیں ملے گا (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۸۹۔

= اہ۔ وهذا يعم جميع الأمانات الواجبة على الإنسان من حقوق الله عز وجل ومن حقوق العباد بعضهم على بعض كالودائع وغير ذلك مما يأتمنون به بعضهم على بعض”。 (تفسير ابن كثير: ۲۸۵ / ۱، دار السلام الرياض)

(۱) ”یہاً بتكفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثته”。 (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید) (وکذا فی الدر المختار: ۵۹/۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) بھتیجاً چونکہ عصبة ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال کا مستحق ہوگا: ”ثم جزء أبيه: أى الإخوة، ثم بنوهم وإن سفلوا”。 (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر”。 (تبیین الحقائق: ۷/۲۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۷/۲۷۳، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(۳) مذکورہ ورثاء ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا: ”والمستحقون للترکة عشرة أصناف مرتبة فيبدأ بذوى الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة النسبية، ثم الرد على ذوى الفروض النسبية، ثم ذوى الأرحام”。 (الفتاوى العالمکیریۃ: ۲/۲۷۳، کتاب الفرائض، باب الأول، رشیدیہ)

”هو كل من ليس بذوى سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذوى سهم ولا عصبة”。 (الدر المختار: ۶/۹۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، سعید)

”وانما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ولم يكن عصبة”。 (الفتاوى العالمکیریۃ: ۲/۲۵۹، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، رشیدیہ)

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال [۹۷۱۸]: میری والدہ کا بھی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے، انتقال کے بعد بحکم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از فوت میری والدہ نے ۳/۱ میں سے وصیت کی تھی، اس وصیت میں کچھ وارثین کے لئے مثلاً بڑی لڑکی کو کچھ دیا، نواسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نواسی کو، اسی طرح کچھ تغیر مسجد کے لئے، مطلب یہ کہ ۳/۱ میں انہوں نے وصیت کی ہے، اس وصیت کے مطابق جو بچاؤ وہ شرعی فیصلہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہمارے ایک عزیز ہیں جو دیندار اور اکثر ویشتران کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انہوں نے خواب دیکھا، پوچھا کیسا حال ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دیئے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے، لیکن میرے ایک غریب کو نہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں، الہذا تم فلاں بہن (جو عورتوں میں دینی و تبلیغی کام کرتی ہیں) حنیفہ بائی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھجوادیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں، آپ اس خواب کو حل فرمائے گے حال پر کرم فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے (۱)، ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۹۵۔

(۱) "ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الذین". (السراجی، ص: ۳، سعید)

"ثُمَّ تَصْحِحُ الْوَصِيَّةَ لِأَجْنَبِيِّ مِنْ غَيْرِ إِجْازَةِ الْوِرَثَةِ". (الفتاوى العالمة بکریۃ: ۶/۹۰، کتاب

الوصیۃ، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرَرِ المُخْتَارِ: ۲/۲۵۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقَسْمَةَ أَوْلُو الْقُرْبَى وَالْيَتَمَّى وَالْمَسْكِينَ، فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ،

وَقُولُوا لَهُمْ قُولاً مَعْرُوفاً﴾ (سورة النساء: ۸)

قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟

سوال [۹۷۱۹]: ہندہ آخر عمر میں تھی، اس کا بیٹا سفر میں تھا، اس نے کہا کہ وہ بیٹا آیا یا نہیں؟ تو ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیگڑ زمین بھائی کے نام پر لکھ کر جاری کرایا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا۔ بعدہ ہندہ مر گئی، جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کردی اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مر گیا، اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کر دی تھی۔ سوال یہ ہے کہ:

۱..... قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

۲..... وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتی ہے؟

۳..... اگر ترکہ بن سکتی ہے تو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۴..... اگر وارث نے فروخت کر دی تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ لازم رہی بعد میں نہیں (۱)۔

(۱) واضح رہے کہ وصیت شرعاً ایک ثلث میں جاری ہوا کرتی ہے، لہذا مذکورہ زمین کا حساب لگا کر صرف ایک ثلث کے بقدر قربانی کرنا بھائی کے ذمہ لازم ہے، ایک ثلث سے زائد میں نہیں:

”عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَرْضٌ مَرْضًا أَشْفَى فِيهِ، فَعِادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرْثَى إِلَّا ابْنَتِي، أَفَأَتَصْدِقُ بِالثَّلَاثَيْنِ؟ قَالَ: “لَا”. قَالَ: فِي الْشَّطَرِ؟ قَالَ: “لَا”. قَالَ: فِي الثَّلَاثِ؟ قَالَ: ”الثَّلَاثُ، وَالثَّلَاثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ إِنْ تَرْكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٍ مِنْ أَنْ تَدْعُهُمْ عَالَةً يُتَكَفَّفُونَ النَّاسُ“۔ (سنن أبي داؤد: ۲/۳۹۵، کتاب الوصایا، باب ماجاء فيما لا يجوز للموصى في ماله، مکتبۃ دارالحدیث ملتان)

”وَلَا تَحْزُزْ بِمَا زَادَ عَلَى الثَّلَاثِ إِلَّا أَنْ يَجِيزَهَا الْوَرَثَةُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَهُمْ كَبَارٌ“۔ (الفتاوى العالماں کیریۃ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرَرِ الْمُخْتَارِ: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

۲..... جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہو گئی، حب تجزیٰ تج شرعی اس میں وراثت جاری ہو گی (۱)۔

۳..... ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۲)۔

۴..... وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو ہبہ کر دی تو وہ مالک ہو گیا (۳) اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا، اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے (۴)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸۵۔

وصی اور وارث میں اختلاف

سوال [۹۷۲۰] : ہمارا ایک پھولی زاد بھائی مشی حسین بخش ولد رحیم بخش عرصہ ۲۵ سال کا ہوا، انتقال کر گیا تھا۔ اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کر گیا تھا اور کہا کہ میرے میرے کے بعد تم ان کے مختار ہو گے، یہ تمام اشیاء تمہارے پسروں ہیں۔ یہ بھی

(۱) "ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته بالكتاب والسنۃ والإجماع". (الدر المختار: ۶/۲۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأئمہ: ۳/۵۹۵، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحد هم علاقة في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۳۳، رقم المادة: ۱۱۲۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) "يملك الموهوب الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط ثبوت الملك لا لصحة الهبة". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۵/۸۸۸، کتاب الهبة، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۶/۳۸۸، کتاب الهبة، دارالكتب العلمیہ بیروت)

(۴) (راجح رقم: ۲)

وصیت کر گیا تھا کہ سورو پے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۱۲ روپیہ پنچائی (۱) میرے پاس ہیں۔ ۹۶ روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن دفن پر میں نے صرف کئے۔ دفن کرنے کے بعد میں نے پنچایت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا، وہ سب میں نے پنچائت میں رکھا اور میں نے پنچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہیے، مرحوم کی یہ وصیت تھی۔ تو اس پر پنچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کر دی تھی، تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوتی۔

مرحوم کا بچہ سال بھر کا تھا، ڈیڑھ برس تک بیوہ اور بچہ کی پرورش میں نے کی جس پر ۱۳۰ روپیہ میرا صرف ہوا۔

ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدئے تھے، بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کر لیا، لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی۔ پھر میں نے پنچایت کی اور پنچایت نے یہ لڑکا میرے سپرد کر دیا اور میں نے اس کی پرورش کی اور لڑکے کی مسلمانی (۲) بھی میں نے کی اور سگائی بھی میں نے کی (۳)، مگر قدرتِ الہی سے یہ لڑکا جس کا نامِ کرمِ الہی تھا انتقال کر گیا، اس کا کفن دفن و دیگر اخراجات سب میں نے کئے۔

اس کے بعد اس کے والیان جو کہ چوتحی یا پانچوں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں، مندرجہ ذیل اشخاص ہیں:

مولانخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین۔

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گزر اس نے مجھے اس کا سرپرست بنایا تھا اور پنچایت نے مجھے وارث بنایا، اور ساڑھے چار سال کے بعد انہوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں ملنا چاہیے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پنچایت نے محمد خان کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہ فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔

(۱) ”پنچائی: عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی حکومت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۵، فیروز سنزا لاہور)

(۲) ”مسلمانی: ختنہ، سنت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۴، فیروز سنزا لاہور)

(۳) ”سگائی: مٹگنی، نسبت“۔ (ایضاً: ۸۰۳)

انھوں نے میرا تمام روپیہ فضول بجا صرف کرایا اور پھر یہ دعویٰ بھی خارج ہو گیا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی، اس کے بعد انھوں فوجداری مقدمہ /۳۰۶ کا کیا جس میں خدا کے فضل سے محمد خان کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ دیوانی کرنے کا ہے (۱)، مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہوا اور میرا بہت ساروپیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو، آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم غشی حسین بخش کی ایک سگی بھاجنی ہے، اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، دادا کی اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائیداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں، صرف ایک مکان جدی تھا، وہ خیر الدین نے بچہ کی نابالغی میں ہی قبضہ کر لیا تھا۔ جو شرع کا حکم ہواں پر عمل کیا جاوے، ان وارثوں کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

محمد خان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مرحوم کا ترکہ بعد ادائے قرض وغیرہ (۲) اس طرح تقسیم ہو گا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۳)، سات

(۱) ”دیوانی: عدالت خفیف، وہ عدالت جس میں مال و زر جائیداد اور قرضہ وغیرہ کے مقدمات کی سماعت ہو۔“ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۳، فیروز سنزا ہور)

(۲) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تُقضى دیونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم یُقسم الباقي بین ورثته“. (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة: ۲/۳۳۷، رشیدیہ)

(۳) جب میت کی اولاً موجود ہوتوز وجہ کوئی (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنَ مَا مَاتُوكُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَةٍ توَصُّونَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

حصہ لڑ کے کو ملیں گے (۱)، پھر لڑ کے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا (۲)، اور دو تہائی مولا بخش وغیرہ کو (۳)۔ ان میں سے جو لوگ زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے، اس کو بطریق مذکورہ ورثاء کے حوالہ کر دیجئے، آپ کو خود رکھنا درست نہیں (۴)۔ اب سرپرستی بھی ختم ہو چکی، پنچایت کا فیصلہ بھی کچھ کارگرنہیں (۵)۔

جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے (۶)، اگر لڑ کے کی

(۱) بیٹا عصبه ہے اور عصبه ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد تمام میراث کا مستحق ہوگا:

”العصبات وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما باقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال“. (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۱/۲، کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیہ)

(وَكُذا فِي تَبْيَنِ الْحَقَائِقِ: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرَثَاءُ أَبْوَاهُ، فَلِأَمْمَةِ الْثَّلَاثَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”والثالثة: الأم، ولها ثلاثة أحوال: السادس مع الولد وولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات
والثالث عند عدم هؤلاء اه“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۲۹، کتاب الفرائض، الباب
الأول، رشیدیہ)

(وَكُذا فِي السِّراجِيِّ، ص: ۱۱، سعید)

(۳) چونکہ یہ عصبه ہے اور عصبه ذوی الفروض کے بعد کل مال کا مستحق ہوگا، کما تقدم فی رقم الحاشیة: ۱۔ پھر عصبه
قریب کو ترجیح ہو گی بعید پر:

”إِذَا اجْتَمَعَتِ الْعَصَبَاتِ بَعْضُهَا عَصْبَةٌ بِنَفْسِهَا وَبَعْضُهَا عَصْبَةٌ بِغَيْرِهِ وَبَعْضُهَا عَصْبَةٌ مَعَ غَيْرِهَا،
فَالْتَّرْجِيحُ مِنْهَا بِالْقَرْبِ إِلَى الْمَيْتِ، لَا بِكُونِهِ عَصْبَةً بِنَفْسِهَا“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۲، کتاب
الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیہ)

”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة“۔ (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

(۴) قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَوْلَا تَأْكِلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۵) سرپرستی اس وقت تھی جب تک مرحوم بچہ زندہ تھا، اس کے فوت ہونے پر سرپرستی بھی ختم ہوئی۔

(۶) ”وَرَجَعَ بِمَا جَهَزَهُ بِالْمَعْرُوفِ عَلَى تِرْكَتِهِ وَذَلِكَ إِنْ نَوِي الرَّجُوعُ فَإِنْ نَوِي =

پروش میں عدالت یا پنچایت کے حکم سے بطور قرض اپناروپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس بات کے گواہ بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں، پھر وصول کرلوں گا تو آپ وہ روپیہ لے سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارپور، ۲۶ / ربیع الاول / ۱۴۴۵ھ۔

بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت

سوال [۹۷۲۱]: ا..... بکر کی دو بیویاں ہیں، زوجہ اول زاہدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بکر کچھ اراضیات کا مالک ہے، زوجہ اول زاہدہ کے لئے کوئی اراضی مخصوص نہیں کی، زوجہ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں اراضی دیدی جائے، بکر کے انتقال کے بعد وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ علیحدہ زندگی بسر کرنے لگی، اس اراضی سے وہی فائدہ اٹھاتی رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیش نظر بلحاظ قبضہ سعیدہ ہی مالک اراضی قرار پائی، اب اہلیہ دوم سعیدہ کا انتقال ہو گیا۔

اس اراضی کی نسبت برادر خور و کلاں میں یہ تکرار ہو رہا ہے کہ برادر خور (۲) کا کہنا کہ والد نے میری والدہ کو یہ اراضی بذریعہ وصیت بلا شرط دیدی اور گورنمنٹ نے بلا کسی کارروائی کے ان کے نام ہبہ کر دیا، اس لئے

= التبرع، فلا رجوع له۔ (الفقه الاسلامی و أدلةه: ۱۰/۲۵۹، کتاب الوصایا، المبحث الثالث فی أحكام تصرفات الوصی، رسیدیہ)

(وَكذا في قواعد الفقه، ص: ۱۰۲، الصدف پبلشرز)

(۱) "أنفق الوصي من مال نفسه على الصبي، وللصبي مال غائب، فهو متقطع في الإنفاق استحساناً، إلا أن يشهد أنه قرض، أو أنه يرجع عليه؛ لأن قول الوصي لا يقبل في الرجوع فيشهد لذلك".

(رد المحتار: ۲/۱۷، کتاب الوصایا، فصل فی شهادة الأوصياء، سعید)

(۲) "برادر خور: چھوٹا بھائی"۔ (نور اللغات: ۱/۵۷۵، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

اس اراضی میں برادرکلاں اور اس کی ہمیشہ کو کوئی استحقاق نہیں، میں ہی اس اراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

۲..... پنج کی رائے یہ ہے کہ جو اراضی اہلیہ دوم سعیدہ کو بذریعہ وصیت بلا کسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت مالکانہ قرار پائی ہے، اور گورنمنٹ کے اس کے نام پٹھدارہ (۱) قرار دے کر اس کو مالکانہ حیثیت دے دی، اس لئے برادرکلاں (۲) اور اس کی ہمیشہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔

اُن واقعات کے پیش نظر کیا برادرکلاں اور اس کی حقیقی بہن اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجاز ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا..... بکرنے زوجہ دوم سعیدہ کو جو اراضی دی ہے اگر بعض مہر دی ہے، یا محض وصیت کی ہے مگر سب دیگر ورثاء نے اس کی اجازت دی دی ہے اور وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی (۳)، اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہو گئی، اور بکر کی زوجہ اولیٰ سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہو گی، کیونکہ وہ بکر کا ترک نہیں (۴)۔

(۱) ”پٹھدار: وہ تحریر جس کے ذریعے سے جائز اور غیر منقولہ لگان یا کرائے پر دی یا لی جائے۔ وہ دستاویز جو کاشت کار مالک زمین کو اجارے کی بابت لکھ کر دے۔“ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”برادرکلاں: بڑا بھائی۔“ (نور اللغات، ص: ۳/۲۷۸)

(۳) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: “لا وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“: (نصب الرایة للزیلیعی: ۳۰۳/۳، (رقم الحديث: ۸۰۷۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الريان بيروت)

”ولا لوارثه وقاتلہ مباشرۃ إلا بجازة ورثته وهم کبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير ومجنون“.

(الدر المختار: ۶/۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رسیدیہ)

(۴) جب کہ بکرنے زوجہ ثانیہ کے لئے وصیت کی اور دوسراے ورثاء نے اجازت دی تو اس صورت میں یہ زوجہ ثانیہ کا ترکہ ہوا، بکر کا ترکہ نہ رہا، لہذا زوجہ اولیٰ کی اولاد ذوی الارحام ہیں، وہ زوجہ ثانیہ کی اولاد (ذوی الفروض) کے ہوتے ہوتے مستحق میراث نہیں ہیں:

۲..... یہ رائے صحیح ہے، یہوی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں، لہذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کو منظور کر لیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی، اب اس کے مطالبات کا حق نہیں رہا۔

قنبیہ: جو وارث نابالغ ہو، اس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ فقط اللہ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۳، ۹۲/۵۔

کنوال کھداونے کے لئے سوروپے کی وصیت

سوال [۹۷۲]: زید نے بہ ہوش و حواس بروقت انتقال ورثاء کے سامنے ایک شخص کو ایک سوروپیہ دیا اور وصیت کی کہ اس سے کنوال بنوادے۔ چونکہ رقم تھوڑی ہے اور اس سے کنوال نہیں بن سکتا تو یہ روپیہ اور کسی جگہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں، کسی کارخیر میں یا مدرسہ میں دیدیا جائے، مرحوم کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور وصیت پوری نہ کرنے کا مواخذہ نہیں ہوگا؟ اور جب کہ مرحوم دے چکا ہے تو اس میں ورثاء کا تو کوئی حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرض الموت میں سوروپیہ دیئے ہیں تو یہ وصیت ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ ایک ثلث میں جاری ہوئی ہے، یعنی اگر کل ترکہ کا ثلث سورپیہ ہو تو وصیت پوری کی جاوے گی، ورنہ اس کا نافذ کرنا ضروری نہیں، اگر ورثاء چاہیں نافذ ہوگی ورنہ نہیں، بلکہ کل ترکہ کا ثلث نکال کر اس میں نافذ ہوگی، مگر اس رقم سے مستقل کنوال نہیں بن سکتا تجوہ کنوال بن رہا ہو اس میں اس رقم کو دیدیا جائے تب بھی وصیت پوری ہو جائے گی۔ اگر کنوال کے اندر اس رقم کا خرچ کرنا دشوار ہو تو پھر کسی دینی مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دیدیا جاوے: هکذا ما ذکروا فی وصیة البحج:

”أوصى بحج، أحج عنه راكباً من بلده إن كفى نفقته ذلك، وإن فمن حيث تكفي.

وإن مات حاج في طريقة أو أوصى بالحج عنه، يحج من بلده إن بلغ نفقته ذلك، وإن فمن

= ”وهو (أى ذوو الأرحام) كل قریب (لا يرث مع ذى سهم ولا عصبة سوى الزوجين) لعدم الرد عليهمما“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض، باب توريث ذوى الأرحام:

حيث تبلغ". تنویر(۱)-

قال الطھطاوی: ۳۲۱/۴: "إِنْ أَوْصَى بِمَالٍ يَحْجُّ عَنْهُ، فَإِنْ حَسِنَ الطَّرِيقُ وَإِلَّا صَرَفَ إِلَى مَا يَرَاهُ الْفَقَهَاءُ مِنْ وُجُوهِ الْبَرِّ" (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ علم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفان الدین عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۹/۱۱/۵۲ھ۔
صحیح: عبداللطیف عفی عنہ، ۱۶/۱۱/۵۲ھ۔

والد کی وصیت کہ میر افلام بیٹا میرے کفن دن میں شریک نہ ہو

سوال [۹۷۲]: ۱..... میرے والد صاحب کی عمر ۸۰، ۹۰ سال کی ہے اور بہت زیادہ ضعیف ہو گئے ہیں۔ ہم لوگ تین بھائی ہیں اور دو بیویوں کی اولاد ہیں، ایک سوتیلا بھائی ہے۔ والد صاحب سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں، والد صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے مرجانے کے بعد تم دونوں لڑکے اور تمہاری بیوی بچے ہمارے جنازہ پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ ہمارے کفن دن میں شریک ہونا۔ ایسی صورت میں ہم دونوں بھائی مع اہل و عیال کے والد صاحب کے جنازے میں شریک ہو کر کفن دن کریں یا نہ کریں؟

۲..... والد صاحب کے اس تاکیدی حکم کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

۳..... والد صاحب کا اس طرح کا حکم بچوں کو مانا ضروری ہو گایا نہیں؟

۴..... اس طرح کے حکم نہ ماننے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ ہو گایا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے والد صاحب کی یہ وصیت قابل عمل نہیں، بالکل بیکار ہے (۳)، آپ سب ان کی تجویز و تکفین

(۱) (تنویر الأ بصار مع الدر المختار: ۶۶۲/۶، ۶۶۳، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) (حاشیة الطھطاوی على الدر المختار: ۳۲۱/۳، کتاب الوصایا، دار المعرفة بیروت لبنان)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۸۱/۹، کتاب الوصایا، باب العنق في المرض والوصية، رشیدیہ)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۲۱۰، کتاب الوصایا، باب العنق في المرض، دار الكتب العلمیہ بیروت)

(۳) غیر شرعی وصیت کا نفاذ اور اس میں وصیت کرنے والے کی اتباع جائز نہیں:

"يشترط في الموصى له شروط صحة وشروط نفاذ، أما شروط الصحة، فهو ما يأتي =

میں شریک ہوں (۱) اور سب کام شریعت کے مطابق کریں، قیامت میں آپ سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔
فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۸ھ

مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار

سوال [۹۷۲۲]: زید عرصہ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں بتلا تھا، یعنی پیشانی پر مرض (سرطان) انگریزی میں (کینسر) اردو میں (پھوڑا) کہتے ہیں، زید نے مقامی حکماء و ذاکر وغیرہ کا عرصہ تک مرض مذکور کا اعلان کرایا، لیکن صحت یا بیان نہیں ہوا۔ بعد ازاں بیرونی ذاکر بمقام (مراج) انتقال سے تین ماہ پیشتر

= والا یکون الموصى له جهہ معصیۃ فیاذا کان له جهہ معصیۃ، بطلت الوصیۃ باتفاق الفقهاء
کالوصیۃ لأندیۃ القمر والمراقص وإقامة القباب على المقابر أو النياحة على المولی لأن
الوصیۃ شرعت صلة او قربة، فلا يصح أن تكون في معصیۃ، فیاذا وقعت كذلك كانت باطلة اتفاقاً؛
لأنها وصیۃ بمحرم شرعاً۔ (الفقه الاسلامی وادله: ۱۰/۳۶۳، کتاب الوصیۃ، المطلب الثانی:
شروط الوصیۃ، والوصیۃ لجهہ معصیۃ، رشیدیہ)

”أوصى بأرض له تبني بيعة أو كنيسة، عندهما لا يجوز. وجه قولهما أن الوصیۃ بهذه الأشياء
وصیۃ بما هو معصیۃ، والوصیۃ بالمعاصی لا تصح“۔ (بدائع الصنائع: ۷/۳۲۱، کتاب الوصایا، فصل:
اما شرائط الرکن، سعید)

(وکذا فی الدر المختار مع ردار المختار: ۶/۰۲۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للأقارب وغيرهم، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۵۹، ۵/۹۶، کتاب الوصایا، الباب الثانی، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/۵۹۵، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "حق المسلم على
المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشمیت العاطس“۔
(مشکوہ المصایب، ص: ۱۳۳، کتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل
الأول، قدیمی)

اپنے برادر کلاں (۱) کو ہمراہ لیکر بغرض علاج گیا، مرض مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا۔ آخر کار یہ وہی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھانی ماہ قبل زید کو لا علاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پھوٹے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ مرض نے پیشانی سے تا لو تک غار کر دیا جس سے بدبو اور عفونت بیجد پیدا ہو گئی، بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مریض کی ایک آنکھ پانی ہو کر خود بخود بوجہ مرض جاتی رہی، بعد ازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، سر پر اور آنکھوں پر ہر وقت پٹی بندھی رہتی تھی، دو تیمار دار زید کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے۔

چونکہ زید تا جر تھا، خرچ کچھ پاس نہیں تھا، آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی تھی، سواری میں لیٹ کر تیمار دار کو ساتھ لے کر اپنی دوکان پر انتقال سے میں یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں واپس مکان پر آگیا، کیوں کہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا، نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہو گیا۔

چنانچہ ایسی صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائیداد منقول کو مکفول کر دیا جس سے دیگر وثناء محروم الارث تصور کئے جا رہے ہیں۔

الحاصل: ۱..... مرض الموت کی تفسیر اور حد بمحض مذہب مختار کیا ہے؟

۲..... مرض مذکورہ بالا پر بموجب مذہب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

۳..... کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا

نہیں؟ فقط۔

المستفتی: حکیم ظہیر احمد خان، ٹونک قدیم، ۸/ جمادی الثانیہ/ ۶۷۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... فی الہندیۃ: ”المریض مرض الموت مَنْ لَا يُخْرِج إِلَى حَوَاجِنَ نَفْسِهِ، وَهُوَ الْأَصْحَ، كَذَا فِي خَزَانَةِ الْمُفْتَیِّ. حَدَّ مرض الموت تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَالْمُخْتَار لِلْفَتْوَیِّ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الْغَالِبُ مِنْهُ الْمُوْتُ، كَانَ مرض الموت، سوَاءَ كَانَ صَاحِبُ فِرَاشٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ، كَذَا فِي

(۱) ”برادر کلاں: برا بھائی“۔ (نور اللغات، ص: ۸۱۲/۳، سنگ میل پبلی کیشن: لاہور)

المضمرات، اہ۔ عالم گیری: ۴/۱۷۶ (۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کے متعلق قول مختار للقوئی یہ ہے کہ جس مرض سے وقوع موت غالب ہو وہ ہی مرض الموت ہے، خواہ اس مرض کی وجہ سے مریض صاحب فراش ہو خواہ نہ ہو۔

۲..... اگر ماہرین فن طب اس کو مرض مہلک کہتے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ مرض الموت ہے (۲)۔

۳..... مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پس اگر بکراں مریض مقرر کا بوقت موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثاء کے اذن سے معتبر ہو گا۔ اگر بوقت اقرار تو بکروارث ہے اور بوقت موت مقرر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہو گا:

”إقرار المريض لوارثه لا يجوز إلا بإجازة بقية الورثة، فإن كان المقرّ له وارث المريض وقت الإقرار وبقي وارثاً كذلك إلى أن مات المريض، فالإقرار باطل. وإن كان المقرّ له وارثاً وقت الإقرار وخرج من أن يكون وارثاً بعد الإقرار وبقي كذلك حتى مات، بأن أقرّ لدینه وليس له ابن ثم حدث له ابن وبقي هذا ابن حياً إلى أن مات المريض، فالإقرار جائز، هكذا في المحيط، اہ۔ عالم گیری: ۴/۱۷۶ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرانی، مفتی مدرسہ، ۱۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۲۵۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۷، ۱، كتاب الإقرار، الباب السادس في إقرار المريض، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۳۸۳، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۵۶، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث ماله، رشيدية)

(وكذا في الهدایة: ۲/۳۹۲، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱۰/۲۷۵، كتاب الوصايا، الفصل الثاني في حكم تبرعات المريض ومرض الموت، رشيدية)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۷، ۱، كتاب الإقرار، الباب السادس في أقارير المريض وأفعاله، رشيدية)

”إن أقر المريض لوارثه بمفرده أو مع أخيه بعين أو دين، بطل إلا أن يصدقه بقية الورثة =

عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟

سوال [۹۷۲۵]: زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا وہ اپنے کڑے چنانی کے مدرسہ میں دینا چاہتی تھی۔ تو جس مدرسہ میں کلام پاک، اردو کی تعلیم ہو، لیکن بیرونی بچے قیام و طعام والے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے، تعمیر و تحوہا میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے (۱)، ہاں! اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں ثابانے کا حصہ نہ ہو اور جس بالغ کا حصہ ہو وہ بھی بخوبی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۲ھ۔

= بعد موته۔ (الدر المختار: ۵/۱۳، کتاب الإقرار، باب إقرار المريض، سعید)

(وَكَذَا فِي خلاصَةِ الفتاوىِ: ۳/۱۳۷، کتاب الإقرار، الفصل الثالث فِي إقرار المريض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي بَدَائِعِ الصنَاعَةِ: ۷/۲۲، کتاب الإقرار، فصل فِي إقرار المريض، سعید)

(۱) ”ولو أوصى أن يجعل أرضه مسجداً، يجوز بلا خلاف ولو أوصى بثلث ماله لأعمال البر، ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى أن كل ماليس فيه تملیک، فهو من أعمال البر، حتى يجوز صرفه إلى عمارة المسجد وسراجه دون تزينه وفي الفتوى الخلاصة: ولو أوصى بالثلث في وجهه الخير، يصرف إلى القنطرة أو بناء المسجد أو طلبة العلم“۔ (الفتاوى العالمةکیریہ: ۶/۷، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تكون وصیة والتی لا تكون وصیة وما یجوز من الوصیة ومالا یجوز، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي خلاصَةِ الفتاوىِ: ۳/۲۳۳، کتاب الوصایا، الفصل الثانی فِي الوصیة بالکفار، رشیدیہ)

(۲) ”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم یُجزِ الوارث ذلك لازدياده عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار“۔ (الدر المختار: ۶/۲۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(وَكَذَا فِي خلاصَةِ الفتاوىِ: ۳/۲۲۳، کتاب الوصایا، الفصل الأول فِي، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الفتاوى العالمةکیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)

حق وراثت موتِ مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال [۹۷۲۶] : زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں، حالانکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے، کسی وارث کا بھیثیت وراثت کوئی حق نہیں (۱)۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا، اس وقت جو ورثاء ہوں گے وہ حسب قواعد شرعیہ وارث ہوں گے، اس وقت مسئلہ دریافت کرنا (۲)، ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں (۳)۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۱، ۵۸۸۔

(۱) "أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث قال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث."

(البحر الرائق: ۹/۲۶۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

قال العلامہ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: "وهل إرث الحی من الحی أم من المیت: أی قبیل الموت فی آخر جزء من أجزاء حیاته؟ المعتمد الثانی". (الدر المختار).

"لأن التركة في الاصطلاح: ما ترکه المیت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال". (رد المختار: ۶/۵۸، ۷/۵۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً، وجود وارثه عند موته حيًّا والعلم بجهة إرثه". (رد المختار: ۶/۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸) =

حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال [۹۷۲]: خواجہ کی تین لڑکیاں: ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواجہ کا توانقل ہو گیا، ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا تر کہ باب اللہ کے نام ہو گیا، لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا، حتیٰ کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انقلال کر گئیں۔ بعدہ باب اللہ و لڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انقلال کر گئے، باب اللہ کا سب تر کہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو گیا۔ بعدہ سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انقلال کر گئے، اب سرور کے تر کہ میں اس کی پھوپھیاں، ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یا امر ہے کہ سرور کی پھوپھیوں، ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا تر کہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا پھوپھیوں کے مرجانے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اور ان کے لڑکے شرعاً حصہ لے سکتے ہیں، اگر لے سکتے ہیں تو کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مال مورث سے زائل نہیں ہوتی (۱)، لہذا اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ

= ”عن أبي حرة الرقاشى عن عممه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصايح: ۱/ ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

”لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولاته“. (الدر المختار: ۶/ ۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/ ۶۱، رقم المادة: ۶۹)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفية كوشة)

(۱) ”لو قال وارث: تركت حقى، لا يبطل حقه؛ إذ الملك لا يبطل بالترك“. (جامع الفصولين: ۲/ ۳۰، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركية والورثة والدين اهـ، اسلامي كتب خانه، كراجچي)

(وكذا في رد المحتار: ۵/ ۲۲۳ - ۲۲۵، باب إقرار المريض، فصل في مسائل شتى، سعيد)

کو اپنا حصہ ہبہ کر کے باقاعدہ قبضہ کر ادیا تھا تب تو ہندہ کے ورثاء کو باب اللہ کے ورثاء سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں۔ اور اگر باقاعدہ ہبہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے (۱)، جس کی مقدار خواجہ کے انتقال سے اس وقت تک نامِ بنام موقتی کی ترتیب اور ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے:

”لو قال الوارث: تركت حقی، لم يبطل حقه؛ إذ الملك لا يبطل بالترك“۔ أشباه،

ص: ۲۳۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۱۲/۵۷۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارپور، ۱/ ذی الحجه ۱۴۵۵۔

حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال [۹۷۲۸]: ایک عورت فوت ہوئی، اس نے اپنے ورثاء میں والد و شوہر اور ایک لڑکی تجوڑی، ان ورثاء کے درمیان ترکہ متوفیہ ہر قسم بروئے مصلحت خود تقسیم ہو گیا اور ہر وارث متوفیہ اپنے حصہ پر قابض ہو گیا، مگر والد متوفیہ اپنے حصوں پر قابض ہونے کے بعد جب اپنے حصہ مکان مسکونہ پر قابض ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دختر متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا، اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکہ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دختر متوفیہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصہ مکان پر قابض ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

(۱) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبت الملك“۔ (شرح المجلة لسلیم)

رستم باز: ۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثالث في أحكام الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وكذا في الدر المختار: ۵/۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲)، کتاب الهبة، سعید

(۲) (الأشباه والنظائر: ۳/۵۳، باب ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/۳۰، الفصل الثامن والعشرون في مسائل الترکة والورثة والدين، اسلامی کتب خانہ کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

عورت

مسئلہ ۱۲

لڑکی	والد	شوہر
۶	$\frac{2}{3} + \frac{1}{3}$	۳

شریعت کے موافق صورت مسئلہ میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱/۱۲ / سہام ہوں گے: تین شوہر کے، تین والد کے، چھ لڑکی کے (۱)۔ اس کے خلاف اگر کسی طرح صلح اور تقسیم ہو گئی اور سب ورثاء بالغ ہیں اور اس پر رضامند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں، بلکہ مال مشترک کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے (۲)۔ جب لڑکی رضامند نہیں اور تقسیم مذکور حکم حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہیے۔

اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضامند تھی، بعد میں طبعی افسوس ہوا، اور والد نے دلداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ لڑکی کو مستعار دیدیا تو اب اس پر قبضہ مالکانہ درست ہے (۳)۔ اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ ہبہ کر دیا

(۱) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لِهِنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الرِّبْعُ مَا تَرَكَ مِمَّا بَرَأَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَةٍ يُوصَنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

النساء: ۱۲

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا بُوْيَهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدِسُ مِمَّا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) قال العلامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری: ”ولو کان فی المیراث رقيق و غنم و ثياب، فأقسموا وأخذ بعضهم الرقيق وبعضهم الغنم، جاز بالتراضی“۔ (خلاصة الفتاوی: ۲۱۰/۳، کتاب القسمة، الفصل الأول فيما يقسم وفيما لا يقسم، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲۶۸/۳، الباب الخامس عشر فی صلح الورثة والوصی فی المیراث، کتاب الصلح، رشیدیہ)

(۳) ”وللمعیر أن یسترد العاریة متى شاء، سواء كانت العاریة مطلقة أو مؤقتة؛ لأنها غیر لازمة“.

تحا، اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ لڑکی کی ملک ہو چکا تھا ب اسے واپس لینا درست نہیں (۱)، بلکہ قانون شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفوا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسه مظاہر علوم، ۱۲/۷/۵۷۵۔

پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟

سوال [۹۷۲۹] : وراشت کے بارے فقہ ختنی کے مطابق فتویٰ مطلوب ہے، سید عبدالعزیم صاحب مرحوم نے ۱۹/اگست/۱۴۷۶ء کو انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے:
مسماۃ بی بی ہاجرہ زوجہ متوفی، جمیلہ خاتون دختر متوفی، نیسمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر متوفی، شوکت علی پر متوفی۔

مرحوم ریلوے کے کارخانہ ملازم تھے، پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے تہذیب کا ایک جزو ہر ماہ وضع ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے، اختتام ملازمت کا کل رقم جمع کنندہ کو ادا ہو جایا کرتی ہے، بصورت انتقال ملازم دوران ملازمت اس شخص کو ملتی ہے جسے وہ نامزد کر جائے، اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کو ادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سکدوش

= (خلاصة الفتاویٰ: ۲۹۲/۲، کتاب العاریة، الفصل الثالث فی طلب العاریة وردہا، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۷۷، کتاب العاریة، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۵۰، (رقم المادة: ۸۱۳)، کتاب العاریة، الفصل الثاني، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”من وھب لأصوله وفروعه أو لأخیه أو أخته أولأولادهما أو لعممه أو لعمته أو لحالته أو لحالته شيئاً، فليس له الرجوع“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۲، (رقم المادة: ۸۲۶)، کتاب الہبة، الباب الثالث منه، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالیکیریة: ۲/۳۸۵، کتاب الہبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الہبة وفیما یمنع، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۲/۳۰۲، کتاب الہبة، الفصل الثاني فی الرجوع فی الہبة، رشیدیہ)

ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرحوم نے ہاجرہ بی بی کا نام نامزدگی کے خانہ میں تحریر کیا تھا، چنانچہ ہاجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائد رقم اس مد میں وصول کر لی اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں، متوفی نے یہ رقم نہ انہیں ہبہ کی، نہ کسی اور مطالبه میں دی، یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

۱..... ایسی صورت میں کیا وہ رقم تنہا ان کی ملکیت ہو گی، یا سب ورثاء اس میں حصہ رسدی کے

مستحق ہیں؟

۲..... مسماۃ ہاجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل و کفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخواست اعناء نہیں ہے کہ متوفی نے نہ اس کو سننا اور نہ قبول کیا، اس لئے وہ باری دین مہربانی ہے۔

۳..... مرحوم کی کچھ رقم ڈاکخانہ میں جمع تھی اور پندرہ سور و پیہ۔ جو بینک ڈرافٹ کی صورت میں تھا۔ نکل نہ سکتا، یہ پندرہ سور و پے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا، درخواست کی نامنظوری کے بعد نکالا نہیں گیا اور درخواست دہنده کا انتقال ہو گیا۔ یہ رقم تنہا ہاجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثاء میں تقسیم ہو گی؟

۴..... جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحمن صاحب کاظمی کے ساتھ لا ہور میں ہیں، سیاسی حالاتِ ناسازگار کے باعث آمد و رفت فی الحال غیر ممکن ہے، وارث میں ان کا بھی وہی حق ہے جو دوسرے ورثاء کا۔ انہوں نے اپنی خالہ اور خالو کو لکھا کہ جب تقسیم ہو تو ان کا حصہ بھی الگ کر دیا جائے، چنانچہ ورثاء نمبر ایک و پانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خالو۔ مسکی مقبول صاحب۔ اس کے موید ہوئے اور انہوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا، مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ:

۱- ”تحریر کا کیا اعتبار، ہو سکتا ہے کہ بھالے کی نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی

ہے، استقرار حق کے لئے انہیں خود آنا چاہیئے۔

۲- جمیلہ کا حصہ ورثاء نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کی سپردگی میں رہے

گا، اس لئے کہ وہی اس کا سگا بھائی ہونے کی حیثیت سے شرعاً اس کا مجاز ہے، دوسرے کسی

کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی

جمیلہ آئیں گی تو ورثاء نمبر ایک انہیں کچھ دے دلا کر راضی کر لے گا۔“

اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔

جمیلہ خاتون ماں اور بھائی سے اپنے حصہ کی طلب میں حصہ کا الگ نہ کیا جانا اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار، اس پرفتوئی کی آڑ فسادِ نیت پر مبنی ہے، جمیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ جسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثاء نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر دیا گیا تو وہ لازماً ان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا، اس طرح ورثاء نمبر ایک اس سے محروم ہو جائیں گے، اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر کے اس کی معقول قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ رقم انہیں دیدی جائے، مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ برآہ کرم جملہ امور کا ارشاد گاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا..... سید عبدالعزیز کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۸ تص ۲۰		سید عبدالعزیز	
زوجہ	ابن	بنت	بنت
ہاجرہ بی بی	شوکت علی	جمیلہ	کے
رشیدہ	نیمه		
۱	۱۳	۷	۷

بعد اداء حقوقِ متقدمہ علی الارث ترکہ مرحوم چالیس سہام بنا کر پانچ سہام زوجہ (ہاجرہ بی بی) کو ملیں گے (۱)۔ سات سات سہام ہر لڑکی کو ملیں گے، چودہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۲)۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع (۱) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو شمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور مذکورہ صورت میں چالیس کا آٹھواں پانچ ہے، وہ اس کا حصہ ہے:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلْهُنَّ الشَّمْن﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

(۲) بیٹا اور بیٹیاں دونوں مل کر عصبه بن جاتے ہیں، تو بقاعده ﴿لِلذِّكْرِ مُثْلُ حَظِ الْأَنْثَيْن﴾ کے بیٹے کو دو ہر اور بیٹیوں کو اکہرا حصہ ملے گا:

ہو کر جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے (۱)۔ خاتمة نامزدگی میں کسی کا نام لکھا دینے سے ہبہ ہو کر اس کی ملک نہیں ہوگی (۲)، یہ شرعی وصیت بھی نہیں (۳)۔ پس ہاجرہ بی بی کا ایسی رقم کو وصول کر کے تنہا اپنی ذات ملک تصور کرنا

= قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصیکم اللہ فی أولاً دکم للذکر مثل حظ الأثیثین﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۱) ”المدرس لو مات أو عزل في أثناء السنة قبل مجى الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات في أثناء المدة“۔ (ردارالمختار: ۳۳۵/۲، کتاب الوقف، مطلب فيما لو مات المدرس أو عزل قبل مجى الغلة، سعید)

”كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين ورثته على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱۱۰/۱، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی الديون المشتركة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

”زید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ مدیون سے کر سکتے ہیں اور مدیون کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے“۔ (کفایت المفتی، کتاب الديون: ۱۳۸/۸، دارالاشاعت)

(۲) پروایٹ فنڈ چونکہ سب یکمشت نہیں ہوتا، اس وجہ سے اگر کوئی کسی کو ہبہ کریں تو اس سے بھی ملک میں نہیں آتا، کیونکہ ملک کے لئے قبضہ شرط ہے اور یہاں قبضہ نہیں پایا جاتا:

”تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۳۲۰/۱، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الهبة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۵/۲۹۰، کتاب الهبة، سعید)

(۳) ”هی [أى الوصیة] تمليک مضاف إلى ما بعد الموت) عيناً كان أو ديناً“۔ (الدرالمختار مع ردارالمختار، کتاب الوصایا: ۶/۲۳۸، سعید)

غلط ہے، اس میں سب ورثاء حسب تفصیل بالاشریک ہیں۔

۲..... غسل و کفن کے وقت زوجہ متوفی نے مہر معاف کر دیا تو وہ معاف ہو گیا (۱)، اس کے لئے شوہر کا سننا یا قبول کرنا ضروری نہیں۔

۳..... یہ پندرہ سو کی رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے (۲)، تنہا ہاجرہ بی بی اس کی مالک نہیں، حج کمیٹی سے واپس لے کر حصہ رسد سب پر تقسیم کی جائے۔

۴..... جمیلہ خاتون کا حصہ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں کسی وارث کو بلا اجازتِ جمیلہ خاتون تصرف کا حق نہیں (۳)، جبکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے آنانی الحال دشوار ہے تو یہ مطالبه کہ ان

(۱) ”وصح حطها لکله (أى حط الزوجة المهر) أو بعضه، قبل أولاً“۔ (الدرالمختار: ۱۱۳/۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(وکذا فی الهدایہ: ۳۲۵/۲، کتاب النکاح، باب المهر، شرکة علمیہ ملتان)

(۲) ”المدرس لو مات أو عزل في أثناء السنة قبل مجى الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات في أثناء المدة“۔ (رجال المختار: ۳۲۵/۲، کتاب الوقف، مطلب فيما لو مات المدرس أو عزل قبل مجى الغلة، سعید)

”كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين ورثته على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی الديون المشتركة، مکتبہ حنفیۃ، کوئٹہ)

”زید دائن کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبه مدیون سے کر سکتے ہیں اور مدیون کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے دائن اپنے دین کا مطالبه کر سکتا ہے“۔ (کفایۃ المفتی، کتاب الديون: ۸/۱۳۸، دارالاشاعت)

(۳) ”مشتركة الأموال العين يرثها رجالان أو يشتريانها، فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه، وكل واحد منهمما في نصيب صاحبه كالأجنبي“۔ (الهدایۃ: ۲۲۲/۳، کتاب الشرکة، طبع شرکة علمیہ ملتان)

کو خود آنا چاہیئے بے محل اور مہمل ہے، خاندان والے اہل دیانت اور اہل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں، یا اس کے پاس محفوظ کر کے جمیلہ کو مطلع کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کردے تو اس کی سپردگی میں دیدیں (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟

سوال [۹۷۳۰]: زید ایک اسکول کا ملازم تھا، اس کا کچھ روپیہ پراویڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپنالائف انسورنس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے، اور روپیہ پانے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لا کر عائشہ کے حوالہ کر دی اور کچھ روپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے، لیکن پاس بک حوالہ نہ کیا، بلکہ اپنے ہی پاس رکھا۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیویوں: عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے: عمر و بکرا اور تین لڑکیوں کو چھوڑا۔

اب چند امور استفسار طلب ہیں:

(الف): پراویڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو حصہ شرعی ملے گا، اگر ملے گا تو کیوں، یا حکومت جس وارث کو چاہے دیدے؟

(ب): لائف انسورنس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے یا تمام وارثوں کو؟

(ج): دونوں بیویوں کے نام جو بینک بیلنس جمع ہے، کیا وہ ہبہ نہیں، اگر ہبہ نہیں تو کیوں؟

= (وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۰۱، (رقم المادة: ۱۰۵)، كتاب الشرکة، مكتبه حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "حصة أحد الشريكين في حكم الوديعة في يد الآخر". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۰۸، (رقم المادة: ۱۰۸)، كتاب الشرکة، مكتبه حنفیہ کوئٹہ)

"اما حکمها فوجوب الحفظ على المودع وصيروحة المالأمانة في يده ووجوب أدائه عند

طلب مالکه". (الفتاوى العالمکیریۃ: ۳/۳۳۸، كتاب الوديعة، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف): ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جو کہ جمع کر لیا جاتا ہے وہ ملازم کا دین ہے، اس پر جتنی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے، گو کہ اس پر بھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوتی، لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے، ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کر سکتا ہے، اگر اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو ورثاء پر بحصہ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی (۱)۔ تاہم انعام دینے والا چونکہ بھی تک اپنے انعام کا مالک ہے، وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے۔

(ب): محض اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے لڑ کے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں ”تملیک الدین من لیس علیه الدین“ ہے (۲)۔ ہاں! اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنادیتا، پھر اس کی طرف سے وکیل ہو کر جمع کرتا تو دوسری بات تھی (۳)۔ اب تو وہ سب ورثاء کا حق ہے، لیکن اصل جمع کردہ رقم سے جور قم زائد ملے

(۱) ”وتنفسخ الإجارة بموت أحد المتعاقدين: أى أحد من الأجر والمستأجر، وأن المنافع والأجرة صارت ملكاً للورثة، والعقد السابق لم يوجد منهم، فينتقض“. (مجمع الأنهر: ۵۵۹/۳، باب فسخ الإجارة، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

”المدرس لومات أو عزل في أثناء السنة قبل مجى الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إذا مات في أثناء المدة“. (رد المحتار: ۳۳۵/۳، کتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف في إجارته، سعيد)

(وکذا فی فتح القدیر: ۱۲۵/۹، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(۲) ”أحد الورثة لو قبض شيئاً من بقية الورثة وأبراً من التركة وفي التركة ديون على الناس إن كان مراده البرأة من قدر حصته من الدين، صحيحاً وإن كان مراده تملیک حصته من الورثة، لا يصح؛ لأنَّه تملیک الدين من غير من عليه الدين“. (تفییح الفتاویٰ الحامدیۃ: ۲۲۹/۲، کتاب المدائیات، مکتبہ میمنیۃ مصر)

(۳) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثاني في أحكام الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

اس کو صدقہ کریں (۱)۔

(ج): ہبہ کے لئے موہوب لہ کا قبضہ کر ادینا لازم ہوتا ہے، یہاں ایسا نہیں ہوا، اس لئے یہ ہبہ تام نہیں، پاس بک لا کر حوالہ کر دینے سے قبضہ نہیں ہو گیا، بلکہ جمع شدہ روپیہ کے وصول کرنے کا حق ہو گیا (۲) وصول کرنے سے پہلے وہ روپیہ اصل مالک کا ہے اور انتقال کے بعد ورثاءً مستحق ہیں، وہذا کلمہ ظاهر۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸۹-۵۸۹۔

درس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہو گا یا سب اولاد؟

سوال [۹۷۳۱]: قصبه کیرانہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے، اس کا خرج وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے، بلکہ ایک صاحب خیر نے کچھ اراضی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی، مگر وہ آمدی بہت قلیل ہے، مدرسہ کا خرج کچھ بچوں کی فیس اور اہل خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی مسح الزماں نے۔ جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ استغفی دیدیا، اور مولوی خالد صاحب جو جامع مسجد کے جمع کے امام ہیں، وہ اس کے کارکن اور متولی ہو گئے۔

(۱) ”لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى، ويردّونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه“۔ (رد المحتار: ۶/۳۸۵، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/۳۲۹، کتاب الكراہیۃ، الباب الخامس فی الكسب، رشیدیہ)

(۲) ”تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۶۲، رقم المادة: ۷۸۳)، کتاب الهبة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

”وتتم الهبة بالقبض الكامل“۔ (الدر المختار: ۵/۴۹۰، کتاب الهبة، سعید)

”ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً حتى لا تثبت الملك للموهوب له قبل القبض“۔ (الفتاوى

العالمکیریۃ: ۳/۳۷۲، کتاب الهبة، الباب الأول، رشیدیہ)

جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استغفاری دیا، مدرسین کی تخلواہوں کا حساب باقی تھا، حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کی تخلواہ قریب گیارہ ماہ کی باقی تھی، جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چندہ ماہانہ کی رقم وصول تھی، اور بقا یا بعد وصول چندہ و فیس باقی تھی، دستخط کسی رقم پر نہیں تھے۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اول کا انتقال ہو گیا، ان کی جگہ حافظ حنفی ان کا بڑا لڑکا مدرس ہو گیا، یہ بڑا لڑکا حالت حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ اکثر کام کرتا تھا، اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے گیارہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا، اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کارہن سہن کھانا پینا تا حیات رہا۔

جب مولوی صاحب نے اہتمام سے استغفاری دیا ہے تو اس میں یہ بات طے ہوئی کہ استغفاری تک جو تخلواہیں مدرسین کی بقایا ہیں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے، اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب مولوی صاحب اب اس بقایا تخلواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے علاوہ حافظ حنفی کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقیدِ حیات ہیں، مگر ان دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن سہن کا کوئی تعلق نہیں ہوا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بقایا رقم کا مستحق بوجوہ بالا حافظ حنفی ہے جواب ان کی جگہ مدرس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بقایا تخلواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں، یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بقایا رقم دیدی جائے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

یہ بقایا تخلواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے، جملہ ورثاء حسب حصص شرعیہ اس کے مستحق ہیں، تہبا بڑا لڑکا پوری تخلواہ کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۶۲۔

(۱) ”ثم يقسم الباقي بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة ويستحق الإرث برحمة

ونكاح وولاء“۔ (الدر المختار: ۲/۶۱، ۶۲، ۶۳، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في مجمع الأئمـه: ۳/۵۵، کتاب الفرائض، مكتبة غفاريه كوشيه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۳۷۳، کتاب الفرائض، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۹۷۳۲]: ایک شخص مسمی زید کا انتقال ہوا، مرحوم نے اپنے پس پشت ایک بیوی اور ایک خواہر حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوٹے۔ ازروئے شرع شریف بیوی اور خواہر اور اولاد ذکور و اناث کو وراثت سے فرد افراد کس قدر حصہ ملے گا؟ مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے حصے سے کی تھی، ایک لڑکا بے شادی شدہ ہے تو اس بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے علیحدہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بشرط صحیح سوال بعد م موافع ارث و بعد ادائے دین میت و میر زوجہ و تنفیذ و صایا (۱) زید کے کل ترکہ کو بہتر سہام پر تقسیم کیا جاوے گا اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدر استحقاق مستحق ہو گا (۲)۔ اور بے شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ میراث کے باپ کے ترکہ سے شرعاً شادی کا حصہ نہیں ملے گا (۳)۔

تفصیل حصہ ورثاء

مسئلہ ۸ تص ۷۲

زوجہ	ابن	ابن $\frac{1}{4}$	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{7}$	$\frac{1}{7}$	$\frac{1}{7}$	$\frac{1}{7}$	مرحوم

(۱) ”يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بين ورثته“۔ (الدر المختار: ۷۵۹/۶ - ۷۶۱)

کتاب الفرائض، سعید

(وكذا في الشريفية، ص: ۳-۷، سعید)

(۲) ”ويستحق الإرث برحم ونكاح ولاء، فيبدأ بذوى الفروض، ثم بالعصبات اهـ“۔

(الدر المختار: ۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿إِنَّ كَمْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِهُنَّ الشَّمْنَ مَا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۷/۱۲/۵۵۱۔

صحیح: بنده عبدالرحمٰن غفرلہ، ۲۷/۱۲/۵۱۔

خصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور راشت پوری پوری ملے گی

سوال [۹۷۳۳]: ایک نابالغ لڑکی کا نکاح وکیل و گواہوں کی موجودگی میں حسب روئے شرع شریف اور دو لہا کی جانب سے کچھ کپڑا اور سونا بھی دلوہن کو دیا گیا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جانبین اولیاء کی طرف سے قرار پایا کہ خستی آٹھ ماہ بعد ہوگی، بقضاۓ الہی شوہر کا ۸/ماہ کے بعد انتقال ہو گیا، اب تک بیوی سے ایک بار بھی خلوت صحیح نہیں ہوئی تھی۔ لہذا سوال ہے کہ عورت کس قدر مہر کی مستحق ہے، نیز جائیداد منقولہ وغیرہ تر کہ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو گیا، کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں:

”وَيَنْدِبُ إِعْلَانَهُ وَتَقْدِيمَ خُطْبَةِ، أَهُ. ”در علی الشامی: ۲/۴۲۸ (۱)۔

اور لڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہو گی:

”وَمَنْ سَمِّيَ مَهْرًا عَشْرَةً فَمَا زَادَ، فَعَلَيْهِ الْمَسْمَى إِنْ دَخَلَ بَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا؛ لِأَنَّهُ بِالدُّخُولِ يَتَحَقَّقُ تَسْلِيمُ الْمُبْدِلِ، وَبِهِ يَتَأَكَّدُ الْبَدْلُ، وَبِالْمَوْتِ يَتَهْلِي النِّكَاحُ نِهَايَتِهِ، وَالشَّيْءُ بِإِنْتَهَائِهِ يَتَقَرَّرُ وَيَتَأَكَّدُ، فَيَتَقَرَّرُ بِجَمِيعِ مَوَاجِهٍ“۔ هدایہ: ۲/۳۰۴ (۲)۔

= **وقال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)**

(۱) الدر المختار: ۳/۸، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۳۱، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، رسیدیہ)

(۲) الهدایۃ: ۲/۳۲۲، کتاب النکاح، باب المهر، مکتبہ شرکة علمیة ملتان)

”ويجب الأكثرون منها إن عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما“۔ =

اور میراث کی بھی مستحق ہوگی:

قال الکمال فی الفتح: ۴۳۸/۲: ”قوله: والشیء بانتهائه يتقرر؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه، فيستعقب مواجهة الممکن إلزامها من المهر والإرث والنسب، الخ“ (۱)۔
ويتحقق الإرث برحم ونكاح صحيح ولو بلا وطع ولا خلوة إجماعاً. شامي:
۶۶۶/۸- فقط والله سبحانه تعلى اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی، ۲۲/ ذی الحجه ۱۵۵ھ۔
صحیح: بنده عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

دادا اور مرتبی کے مال میں حق

سوال [۹۷۳]: شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا اور مسمی عبد الشکور ایک لڑکا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک لڑکی مسماۃ شافعہ کو۔ شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبدالقادر بھی بیمار پڑے، جب بظاہر بچنے کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی تو محلہ کے چند بزرگوں مثلاً: مولوی عبدالعالیٰ مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان۔ جواب بھی بقید حیات ہیں۔ نے عبد الشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے لڑکے عبدالکریم کا انتقال ہو چکا ہے، آپ ان کے لڑکے عبد الشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجوہ والد کے انتقال کے محبوب اور محروم رہے، تو جواب میں بولنے کی معدود ری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں۔ (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبد الحمید اور عبد الشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔

اس کے بعد عبدالقادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد کو وصیت کے مطابق عبد الحمید، محمد نعیم اور عبد الشکور نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ باپ دادا دونوں کے انتقال، اور متزوہ کہ جائیداد کے وصیت کے مطابق تقسیم

= (الدرالمختار: ۳/۱۰۲، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(۱) (فتح القدير: ۳/۳۲۲، کتاب النکاح، باب المهر، مصطفیٰ البابی الحلی مصر)

(۲) (رداالمختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۲۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۲۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے عبدالکریم مرحوم کے ایک لڑکا مسمی محمد پیدا ہوا، چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی، عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔

عبدالشکور کو جو رقم بذریعہ وصیت ترک میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل و عیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے، ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام سکھنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے اور کام کاج کرتے رہے، اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصہ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کی جملہ ضروریاتِ زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حق شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

الہذا مذکورہ بالحالات کی روشنی میں حسب ذیل سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں:
۱.....جب کہ محمد اپنے باپ و دادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکہ، اور اگر نہیں تو کیونکر؟

۲.....عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائیداد فراہم کی اس میں بحالت مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعاً ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر، اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مل ل اور واضح بیان فرمایا جائے؟
بینوا تو جروا؟

نیاز مند: محمد مصطفیٰ عظمیٰ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اگر شیخ عبد القادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بلکہ حسب ضابطہ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی۔ اگر زبان بند ہوئے دیر ہو چکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارات ہی سے سمجھاتے تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیت معتبر ہوگی (۱) اور محمد

(۱) ”ولا من معتقل اللسان بالإشارة إلا إذا امتدت عقلته حتى صارت له إشارة معهودة، فهو كآخرس وقيل: إن امتدت لموته، جاز إقراره بالإشارة والإشهاد عليه، وكان كآخرس، قالوا: وعليه الفتوى“.

بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا، نہ اس کے حق میں کوئی وصیت کی، وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں:

”إيماء الآخرين وكتابته كالبيان باللسان، بخلاف معتقل اللسان في وصية ونکاح وطلاق وبيع وشراء وقود وغيرها من الأحكام: أى إيماء الآخرين فيما ذكر معتبر، ومثله معتقل اللسان إن علمت إشارته وامتدت عقلته، به يفتى، اه“. در مختار. ”قوله: به يفتى“ هو روایة عن الإمام، ومقابلة ما في الكفاية عن الإمام التمتراشی تقديره بسنة، اه“.

شامی: (۱) ۶۴۵/۰

۲..... جبکہ اصل سرمایہ عبدالشکور کا ہے اور اس نے ہی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبدالشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے (۲)، اس کے عوض میں محمد نے عبدالشکور کی اعانت کی ہے، لہذا محمد کو مطالبه کا حق نہیں۔ عبدالشکور اگر از خود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے، جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹھا آئی کا ہاتھ بٹائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے:

”الأب وابنه يكتسبان في صناعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب لأن

= (الد، المختار: ٦/٦٥، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمية: ٢٠٩، كتاب الوصايا، الباب الرابع، فصل في اعتبار حالة الوصية، رشيدية)

(وكذا في البرازية على هامش الفتاوى العالمية المكيرية: ٣٥٣/٦، كتاب الوصايا، نوع في تصرف المريض، رشيدية)

(١) رد المحتار: ٦ / ٣٨، ٣٧، كتاب الوصايا، مسائل شتى، سعيد)

(٢) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”ولو أنفق على عبد مشترك أو أدى خراج كرم مشترك، فهو متطلع الكل“ . (الدر المختار).

”وذكر قبيله في قن أو زرع بينهما، فغاب أحدهما وأنفق الآخر، يكون متبرعاً“.

(ردد المحتار: ٣٣٢/٣، كتاب الشركة، مطلب مهم فيما إذا امتنع الشريك من العمارة والإنفاق في المشترك، سعيد)

کان الابن فی عیاله، لکونه معیناً له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب، اه۔ شامی: ۴۸۳/۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہاپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱/رمضان/۶۷۔

غائب غیر مفقود کا حصہ و راثت

سوال [۹۷۳۵]: شجاعت علی خان مرحوم کے تین لڑکے: حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خاں ہیں۔ حلیم خاں ۱۹۳۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاشِ معاش کے سلسلہ میں، ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خاں موئیگیر جیل میں ہیں، چنانچہ اس کے ملاقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حلیہ بھی بتلا دیا، لیکن کوششِ بلیغ کے باوجود حلیم خاں سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس درمیان شجاعت علی خان مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خاں اور نعیم خاں کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائیداد مرعوم نے اپنے نام رکھی۔ بعد شجاعت علی خان مرحوم ۱۹۵۶ء میں انتقال کر گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود اخیر حلیم خاں کا حصہ ہو گا یا نہیں؟ حلیم خاں کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خاں کا حصہ چاہتا ہے، کیونکہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خاں اور نعیم خاں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لہذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہو گا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

بکہ حلیم خاں کا موئیگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود اخیر قرار نہیں دیا جائے گا (۲)، بلکہ سلیم

(۱) (ردد المختار: ۳۲۵/۲، کتاب الشرکة، فصل فی الشرکة الفاسدة، سعید)

(وکذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ: ۱/۷، کتاب الدعوی، مطلب: ما اكتسبه الابن يكون لأبیه، مکتبة میمنیہ مصر)

(۲) ”المفقود هو غائب لم يدر أحى هو فيتوقع، أم ميت“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: هو غائب“ أفاد أن قول الكنز: هو غائب لم يدر موضعه، معناه: لم تدر حياته ولا موته. قال في البحر: فالمدار إنما هو على الجهل ب حياته وموته لا على الجهل بمكانه قلت: الظاهر أن علم المكان يستلزم العلم بالموت =

خان اور نعیم خان کی طرح وہ بھی ترکہ کا برابر مستحق ہوگا۔ اگر شجاعت علی خان کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہو چکا ہے اور اس کے ورثاء صرف یہ تین لڑکے ہیں تو بعد اداء حقوق متفقہ علی المیراث ان تینوں کو برابر تقسیم ہوگا (۱)، پھر حلیم خان کے حصہ میں جو کچھ آئے اس کو محفوظ رکھا جائے، اور خود اس سے دریافت کر کے اگر وہ کہے تو اس کی بیوی اور لڑکے کو دیدیا جائے۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۸۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۸۔

گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی

سوال [۹۷۳۶]: ایک شخص عبداللہ نامی کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت دو لڑکے: خالد و زاہد اور ایک لڑکی شہنماز بیگم کو چھوڑا۔ بڑے بھائی نے شہنماز بیگم کی شادی کر دی۔ ابھی چھوٹے بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی، نہ ترکہ کی تقسیم ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کا لا کر لیا اور حمل قرار پا گیا، جب لوگوں میں شہرت ہوئی تو دونوں بھاگ کر چلے گئے اور پہلے شخص کے طلاق دینے کے بعد دونوں نے آپس میں شادی کر لی۔ اب مال کی تقسیم ہوئی، دونوں بھائیوں نے دینیوی رسم کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیا اور بہن کا حصہ نہیں رکھا۔

کچھ دنوں کے بعد کسی خیرخواہ نے کہا: اس میں تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے اور یہ حق العبد ہے، یہ معاف نہیں ہو سکتا، اس کو اس کا حق دیو۔ تو انہوں نے غصہ میں آ کر کہا ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے، لیکن

= والحياة غالباً۔ (رد المحتار: ۲۹۲/۳، کتاب المفقود، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۵۶، الباب الثامن في المفقود والأسير، كتاب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، ص: ۷۱۳، فصل في المفقود، سعید)

(۱) "يُبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن..... بتجهيزه من غير تقتير ولا تبذير ثم تقدم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب والسنة". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب): أى القرآن وهم الأبوان، والزوجان، والبنون والبنات، والإخوة". (رد المحتار، كتاب

الفرائض: ۲۲/۷، سعید)

ایسے نالائقوں کو حق نہیں ملنا چاہیئے، یہ کہہ کر انکار کر دیا، گویا زنان کے نزدیک مانع ارث ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعۃ از روئے شرع زنانع ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنگناہ کبیرہ ہے (۱)، لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی (۲)، جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب و ظالم ہیں، اس کا و بال دنیا و آخرت دونوں جگہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۲، ۹۱ھ۔

کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال [۹۷۳]: ا..... مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والد مرhom کی جائیداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

اس پاگل شخص کا انتقال بپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

۲..... مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا، شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کر دیا اور مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے سائزے تین آنہ کا حصہ دیدیا، یہ وکلاء کی رائے سے دیا گیا اور اس لئے دیاتا کہ

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تقربوا الزنى إِنْهٗ كَانَ فَاحشةً وَسَاء سُبْلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) اس لئے کہ زنانع ارث میں سے نہیں ہے:

”الموانع من الإرث أربعة: الرق والقتل وخالف الدينين، واختلاف

الدارين“۔ (السراجی، ص: ۳ ط: سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، رشیدیہ)

(۳) ”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: “لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه“. (السنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۷/۲، رقم الحديث: ۵۲۹۲)، باب شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت

”ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۲۲/۱،

(رقم المادة: ۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

آنندہ کوئی جھگڑا نہ رہے، مگر اس کے باوجود مطلقة بیوی اب پھر مطالبة کر رہی ہے اور کورٹ میں کر رہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہوا فیصلہ تھیک اور درست ہو سکتا ہے؟

۳..... کورٹ کو اسلامی (لاء) قانون کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے، کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟ فقط۔

سلطان احمد، ذی این مرچنٹ، ٹریک روڈ، راپھور (اے پی)

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... جنون موائع ارث میں سے نہیں ہے (۱)، حسب قانون شرع مجنون بھی اپنے والد مرhom کے ترکہ سے حصہ میراث پائے گا (۲)۔

۲..... مرhom کی اولاد موجود ہے، اگر مرhom نے مرض الوفا سے میں طلاق دی تھی تو بیوہ مطلقة کو ترکہ مرhom سے بعد اداء دین مہر وغیرہ آٹھواں حصے میں ۱/۸، جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو (۳)،

(۱) ”الموائع من الإرث أربعة: الرق، والقتل، والاختلاف الدينين، والاختلاف الدارين“۔ (السراجی، ص: ۳، سعید)

(وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ: ۲۶/۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“۔

(الفتاوى العالمةکیریۃ: ۲/۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ: ۲۶/۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”الرجل إذا طلق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه ثم مات وهي في العدة، فإنهما يتوارثان بالإجماع ولو طلقها طلاقاً بائنأ أو ثلائة، ثم مات وهي في العدة، فكذلك عندناترث“۔ (الفتاوى العالمةکیریۃ: ۳۶۲/۳، کتاب الطلاق، الباب الخامس في طلاق المريض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي فَتاوى قاضى خان علی هامش الفتوى العالمةکیریۃ: ۱/۵۵۵، کتاب الطلاق، فصل في المعندة التي ترث، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي شَرْحِ الْوَقَایَةِ: ۹۳/۲، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں۔

۳..... تقسیمِ میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے، قرآن ہی نے حصہ میراث متعین کیا ہے، اسی کو فیصلہ کا حق ہے (۱)، حصہ کسی اور نے متعین کیا ہوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۵۔

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں میں گے

سوال [۹۷۸] : ۱..... ہندہ کنواری لڑکی، قوم بلوج کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے کرادیا، اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا۔ بعدہ کچھ عرصہ بعد زید بیمار ہو گیا اور کئی پیغام بھیج کر میری بیوی مسماۃ ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ، مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ کو نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس آئی، حتیٰ کہ زید فوت ہو گیا۔ کیا اس صورت میں مسماۃ ہندہ کو زید کے مال و متاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟
۲..... نیز ہندہ کو اس کے خاوند نے مہر بھی نہیں دیا تھا کہ فوت ہو گیا تو اب بعد انتقال ہندہ مہر کی حقدار ہے یا نہیں اور ہندہ کو زید کے مال سے مہر کس طرح ادا کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، الہذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿آباؤكم وأبناءكم لا تدرؤن أيةهم أقرب لكم نفعاً، فريضة من الله، إن الله كان عليماً حكيمًا﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال العلامة أبو بكر الرازى: ”قيل: معناه: لا تعلمون أيةهم أقرب لكم نفعاً في الدين والدنيا، والله يعلم، فاقسموه على ما بينه؛ إذ هو عالم بالمصالح“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۱۲۰/۲، قدیمی)
”سمى هذا العلم فرائض؛ لأن الله قدره بنفسه ولم يفرض تقديره إلى ملك مقرب ولا نبى مرسلاً، وبين نصيب كل واحد بخلافسائر الأحكام“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۱۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی، اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی:

”توارثا قبل الفسخ؛ لأن النكاح صحيح والملك به ثابت، فإذا مات أحدهما فقد انتهى النكاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن الفرقة بينهما لا تقع إلا بقضاء القاضى، فيتوارثان ويجب المهر كله وإن مات قبل الدخول، اه“. زيلعى: ۱۲۵/۲ (۱)-

۲..... اگر زید نے مہر ادا نہیں کیا اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو ہندہ اس مہر کی مستحق ہے، میراث کی تقسیم کرنے سے پہلے اور قرض کی طرح مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہے (۲)، اولادین مہر وغیرہ ادا کر دیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو ورثاء میں حصہ شرعیہ تقسیم کیا جائے، دلیلہ ما مر فی الجواب الأول۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال [۹۷۳۹]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ ایها العلماء الكرام والجهابذة العظام فی

هذه المسئلة أن رجلاً قد طلق امرأته ثلاثة في حالة الصحة، ثم مات الرجل وهي في العدة، فهل ترثه أم لا؟ بينما بحالة الكتب والبرهان، توجروا عند الله المنان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لاترث فيه، قال في الكنز: ”طلقها رجعاً أو بائناً في مرضه ومات في عدتها، ورثت، وبعدها لا“. إلى آخره (۳)-

قال في البحر: ”أطلق البائن، فشمل الواحدة والثلاث، وقيد بأن يكون في مرضه

(۱) (تبیین الحقائق: ۵۱۱/۲، کتاب النكاح، باب الأولياء والأکفاء، دارالكتب العلمية بیروت)

(۲) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد“. (الدرالمختار: ۶۰/۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۲/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في الشریفیة، ص: ۵، سعید)

(۳) (کنز الدقائق، ص: ۱۲۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

احترازاً عما إذا طلق في الصحة ثم مرض ومات وهي في العدة، لا ترث". إلى آخره (۱)۔ فقط واللهم سبحانك عاليًا أعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ۔

الجواب صحيح: سعید احمد غفرلہ۔

کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے؟

سوال [۹۷۲۰] : میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دی اور ایک مکان اس تصریح کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے ۱/۲ حصہ میرے اور

(۱) (البحر الرائق: ۳۰/۷، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، رشیدیہ)

قال العلامہ کمال الدین ابن الہمام: "قوله: فی مرض موته) احتراز عما لوضع من ذلك المرض بعد ما طلقها، ثم مات وهي فی العدة، لا يكون له حکم مرض الموت، فلا ترثه وأجمعوا أنه لو طلقها في الصحة في كل طهر واحدة، ثم مات أحدهما، لا يرثه الآخر". (فتح القدير:

۱۲۵/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(وکذا في الدر المختار، ص: ۳۸۸، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

ترجمہ سوال

ایک شخص نے حالتِ صحت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں، عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہو گی یا نہیں؟

ترجمہ جواب

اس صورت میں وراثت نہیں ہو گی، کنز میں ہے: کسی شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالت مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور شخص بیوی کے زمانہ عدت میں مر گیا تو وہ عورت وارث ہو گی اور اگر اس کی عدت کے بعد مر ا تو وارث نہیں ہو گی، اخ۔ بحر میں کہا ہے کہ بائن کو مطلق ذکر کیا ہے، پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہو پھر مرض ہوا ہو اور عورت کے زمانہ عدت میں مر گیا ہو کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہو گی، اخ۔

میرے والدین کے ایصال ثواب میں خرچ ہوگا اور بقیہ ۳/۲ حصہ ورثاء آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ ورثاء میں پانچ لڑ کے اور ایک لڑ کی شامل ہیں، چنانچہ ان کے انتقال کے بعد اس پر عملدرآمد ہوتا رہا۔

اس مکان کے ایک حصہ میں میرے ایک بھائی کرایہ پر آباد ہیں، اور پرانا کرایہ متعین کیا ہوا ادا کر رہے ہیں، جبکہ اب مارکیٹ میں کرایہ کا ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ میں نے ایک بھائی اور بہن کا حصہ خرید لیا ہے، اب میں ڈھائی حصہ کا مالک ہوں۔ کرایہ دار بھائی کے علاوہ بقیہ سب حصہ داروں کا ان سے مطالبہ ہے کہ موجودہ کرایہ میں موجودہ نزدیک مطابق اضافہ کریں جس سے ایصال ثواب کی رقم میں اضافہ ہو اور ورثاء کے حصہ رسد میں بھی، لیکن اس پر وہ بھائی تیار نہیں ہیں، اس لئے سب حصہ دار چاہتے ہیں کہ وہ مکان خالی کر دیں تاکہ دوسرا کو موجودہ کرایہ پر دیا جاسکے، لیکن وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرایہ دار بھائی بقیہ بھائیوں (حصہ داروں) کا مطالبہ ماننے کے پابند ہیں یا نہیں؟ سوال کا منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی ۳/۲ حصہ میں ۱/۲ حصہ کے مالک ہیں تو کیا اتنی ملکیت کی بناء پر وہ سب کا مطالبہ رد کرنے کے مجاز ہیں، اور بقیہ بھائیوں کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے منشعب ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کونے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کر کے ۱/۲ کو حسب وصیت کرایہ پر دیا جائے، پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور کرایہ ایصال ثواب میں صرف کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ۱/۲ حصہ فروخت کر دیا جائے (۱)، وارث اگر

(۱) "صحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معلومة وأبداً، وبغلتها، فإن خرجت الرقبة من الثالث سلمت إليه: أى الموصى له، لها: أى لأجل الوصية، وإلا تخرج من الثالث، تقسم الدار أثلاثاً".
(الدر المختار).

"ولو أوصى بغلة داره أو عبده في المساكين، جاز لأن الغلة عين مالٍ يتصدق به".

(رد المختار: ۶۹۱/۶، ۶۹۲، ۶۹۳، کتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والثمرة، سعید)

(وكذا في الهدایة: ۶۸۲/۳، کتاب الوصايا، باب الوصية بالسكنى والخدمة والثمرة، مكتبة شركت علمیہ ملتان) =

خریدنا چاہے تو وہ مقدم ہے (۱)، اس کی قیمت ایصال ثواب میں صرف کی جائے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ عالم۔
حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹۵۔

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال [۱۹۷۲]: ایک استفتاء نمبر ۳۹ (ت) کیا تھا جس کا جواب گیا تھا، اسی مسئلہ میں ایک بات اور معلوم کرنی ہے۔ جو جواب گیا تھا، اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں:
 ”جبکہ وہ بھائی تکمیل وارث اس مکان سے منشعب ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے کرایہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرے، ۲/۱ کو حسب وصیت کرایہ پر

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۹۳، كتاب الوصايا، باب الوصية بالخدمة والسكنى والشمرة، رشيدية)
 (۱) الشفعة واجبة للخلط في نفس المبيع، ثم للخلط في حق المبيع أفاد أن هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لـكـل واحد من هؤـلـاء، وأـفـاد الترتـيبـ، أما الشـبـوتـ فـلـقـولـهـ عـلـيـهـ السـلـامـ: ”الشفعة لـشـرـيكـ مـالـمـ يـقـاسـمـ“. ولـقولـهـ عـلـيـهـ السـلـامـ: ”جارـ الدـارـ أـحـقـ بـالـدـارـ“. (الهدـاـيـةـ: ۳۸۷/۲، كتاب الشفعة، مكتـبـةـ شـرـكـتـ علمـيـهـ مـلـتـانـ)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۱۲، كتاب الشفعة، سعيد)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع“.
 (رد المحتار: ۲/۲۳۲، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيدية)

”فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان، أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة القرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت“.
 (حاشية الطحطاوى على مراقب الفلاح، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز، ص: ۲۲۲، قديمى)

دیا جائے کہ پھر خواہ کوئی وارث کرایہ پر لے یا غیر، اور ایصالِ ثواب میں خرچ کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ $\frac{1}{2}$ حصہ فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے، اس کی قیمت ایصالِ ثواب میں خرچ کی جائے۔

آپ نے وصیت پوری کرنے کی دو صورتیں بیان کی ہیں، دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ $\frac{1}{2}$ حصہ فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا ہے کہ میں خرید لوں تو اس سلسلہ میں رفع نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی یہ صورت ہے، یعنی تقسیم کر کے $\frac{1}{2}$ حصہ کو بالکل جدا کر دیا جائے، لیکن اگر باہمی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو، یا تقسیم کے بعد $\frac{1}{2}$ حصہ قابل انتفاع نہ رہے تو پھر دوسری صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے، جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے (۱)، پھر قیمت کو ایصالِ ثواب میں خرچ کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے (۲)، اس کا کرایہ صدقہ کیا

(۱) ”وكذا يفتى بكل ما هو أدنى للوقف فيما اختلف العلماء فيه، ومتى قضى بالقيمة شري بها عقاراً آخرأ، فيكون وقفاً بدل الأول“۔ (الدرالمختار: ۳۰۸/۲، ۳۰۹، کتاب الوقف، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۵۵۳/۲، کتاب الوقف، فصل: يراعى شرط الواقف في إجارته، دار المعرفة بيروت)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في البدائع“.

(ردالمختار: ۲۲۳/۲، کتاب الصلة، باب صلوة الجنائز، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۵، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشیدیہ)

”فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان، أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قراءة القرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت“۔ (حاشية =

جائے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۹۵۔

دین مہر کی وراثت

سوال [۹۷۲]: ایک عورت کا انتقال ہوا اور شوہر اس کا زندہ ہے اور شوہر کے ذمہ اس کا دین مہر ہے اور عورت کے ایک لڑکا اور والدہ اور تین بھائی ہیں۔ لہذا از روئے شریعت دین مہر سے کس کس کو اور کتنا کتنا پہنچتا ہے؟ اور عورت کے پانچ ماہ بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا اور اس کے والد اور نانا اور تین ماموں ہیں۔ لہذا از روئے شریعت اس کے حصہ کے کون کون حقدار ہوں گے اور کتنا کتنا پہنچے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین میت و تہفیز و صایا (۱) بارہ سہا مقدمہ کے حسب تقہہ ذیل صورت مسؤولہ میں تقسیم ہوگا (۲)۔

= الطھطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنائز، ص: ۲۲، قدیمی)

(۱) "يبدأ من تركة الميت بتجهيزه، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بين الورثة". (الدر المختار: ۲۱/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الشريفية، ص: ۳-۷، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) اولاد کی موجودگی میں شوہر کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا:

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الْرُّبُعُ مِمَّا تَرَكُنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَيْنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾

(سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں میت کے والدین کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا:

وقال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا يُوْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾

(سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۱۲ م

مسماۃ

بھائی

لڑکا

والدہ

شوہر

محروم

۲

۳

لڑکا صے ۷

مست قیم

مسئلہ ۱

ماموں

نانا

والد

محروم

محروم

 $\frac{1}{2}$

غاء

۱۲

الأحی المبل

مسئلہ ۱۲

عورت کی والدہ

شوہر

۲

۱۰

وئین مہر کو بمنزلہ ترکہ موجودہ فرض کر کے مثل اور ترکہ کے اس میں بھی بصورت بالا و راثت جاری ہوگی۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان الدین، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۷/۲۳، ۵۵۵۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/رجب۔

جہیز، مہر، و راثت

سوال [۹۷۲]: ا..... زید کے دو بیٹے: بکر و عمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماۃ الاف و بیوں دونوں حقیقی بہنوں سے ہوئی ہے، الاف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد اقتضائے الہی عمر لا ولد فوت ہو جاتا ہے، اس کی منکوحہ مسماۃ ب عدت مقررہ اپنی سرال میں گزار کر بعد اقتضائے عدت مسماۃ ب بیوہ کو اس کے والدین

میکے لے جانا چاہتے ہیں تو مسمی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب والدیں مسماۃ ب جبراً سرال میں روکے رکھتا ہے، حتیٰ کہ زید مذکور بیمار ہو کر بستر مرگ پر دراز ہو جاتا ہے اور مرنے سے پیشتر اپنی بہو مسماۃ ب کو کھتا ہے کہ میرے بعد میری جملہ جائیداد املاک نفقہ کی تم مالک ہوا اور نصف دیگر مسمی بکر کی ملک ہے۔

زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ ب اپنے میکے میں آئی اور مسٹی بکر سے اپنے مال کا مطالبه کیا تو مسٹی بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کر دیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جملہ جائیداد املاک پر قابض ہو گیا، حتیٰ کہ مسماۃ ب کو میکے سے ملے ہوئے زیورات اور پارچہ جات و اسباب بھی نہ دیا۔ اندر میں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق رسی کیسے ہو سکتی ہے؟

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میکے سے ملے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ - جو اسی وقت سے بکرنے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں - مالک اور ان اشیاء کا بکر سے مطالبه کر سکتی ہے یا نہیں؟
۲..... بکر سے اپنے مہر کا مطالبه کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳..... وہ زیورات و اسباب وغیرہ جو مسماۃ ب کو سرال سے ملے تھے، کیا وہ مسماۃ مذکورہ کی ملک ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کل، یا جز؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ ب کو جوز زیورات و پارچہ جات و اسباب وغیرہ اس کے میکے سے ملے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں، ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صریح ظلم اور غصب ہے (۱)۔ مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادانہ کیا ہو اور مسماۃ نے معاف نہ کیا ہو۔ اولاً ترکہ شوہر سے مہر وغیرہ ادا کیا

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا يَهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۱۲۹)

”عن أبي حرة الرفراشى عن عمہ رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصايح: ۲۵۵ / ۱)

جاوے گا (۱)، اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔ بکر کا متوفی بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جملہ ورثاء کا حق بحصہ شرعی ان کو دیدے (۲)۔

اور زید نے جو بوقت مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں ہوگی بلکہ ایک تھائی میں جاری ہوگی (۳)۔ اور مسماۃ بچونکہ زید کی شرعاً وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضروری جاری ہوگی (۴) اور بکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے (۵)۔

(۱) ”وَيَدأَ مِنْ تِرْكَةِ الْمَيِّتِ بِتَجْهِيزٍ، ثُمَّ تَقْدِيمٌ دِيْوَنَهُ الَّتِي لَهَا مُطَالِبٌ مِّنْ جَهَةِ الْعِبَادِ، ثُمَّ تَقْدِيمٌ وَصِيَّتَهُ مِنْ ثَلَاثٍ مَا بَقِيَ، ثُمَّ يَقْسِمُ الْبَاقِي بَيْنَ الْوِرَثَةِ“۔ (الدر المختار: ۲/۲۱، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿بَإِيمَانِ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۱۲۹) عن أبي حمزة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“. (مشكوة المصايح: ۱/۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(۳) ”ثُمَّ تَقْدِيمٌ وَصِيَّتَهُ وَلَوْ مَطْلَقَةٌ عَلَى الصَّحِيحِ مِنْ ثَلَاثٍ مَا بَقِيَ بَعْدَ تَجْهِيزٍ وَدِيْوَنَهُ، ثُمَّ يَقْسِمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتَهِ“۔ (الدر المختار: ۶/۹۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاتِقِ: ۹/۲۶۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۴) ”وَتَجْوِزُ بِالثَّلِثِ لِلْأَجْنبِيِّ عِنْدَ عَدَمِ الْمَانِعِ وَإِنْ لَمْ يَجْزُ الْوَارِثُ ذَلِكُ لَا الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنْ تَجْيِزَ وَرَثَتَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَهُمْ كَبَارٌ“۔ (الدر المختار: ۶/۲۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

”رجل مات ولم يدع وارثاً غير امرأته وأوصى بما له كله لرجل، فإن أجازت المرأة، فالمال كله للموصى له، وإن لم يجز فالسدس للمرأة وخمسة أسداسه للموصى له“۔ (خلاصة الفتاوى: ۳/۲۳۵، کتاب الوصایا، الفصل الثالث في الوصية للأقرباء والجيран، رشیدیہ)

(۵) ”عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَتَحْتَ نَاقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيلُ عَلَيَّ لِعَابُهَا فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: “إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذَيْ حَقٍّ حَقَّهُ، أَلَا! لَا وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ“۔ (سنن ابن ماجہ: ۲/۱۹۵، أبواب الوصایا، باب: لا وصیة لوارث، قدیمی)

”وَلَا لِوَارِثٍ وَقَاتِلَهُ مُبَاشِرَةٌ إِلَّا بِإِجَازَةٍ وَرَثَتَهُ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: “لَا وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَجِيزَهَا الْوِرَثَةُ، وَهُمْ كَبَارُ عُقَلَاءٍ“۔ (الدر المختار: ۶/۲۵۵، ۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوىِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

مسماۃ ب کو حق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا میکہ سے ملا ہو اکل سامان اور حسب وصیت اپنا حصہ میراث بکر سے بذریعہ عدالت وصول کر لے۔

اور جوز یورات مسماۃ کو سراں سے ملے تھے وہ اگر بطورِ تملیک ملے تھے، یا برادری میں بطورِ تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مسماۃ ب وصول کر سکتی ہے، اگر بطورِ عاریت ملے تھے، یا بطورِ عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کر سکتی (۱)، ہاں! ترکہ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطورِ میراث وصول کر سکتی ہے۔ حصہ میراث کل ورثاء کے معلوم ہونے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفاف اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۳۰/۵/۶۲۔

متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا

سوال [۹۷۳۲]: ایک صاحب فرماتے ہیں: ایک بیوی ان کی حیات ہیں اور ایک بیوی عرصہ چالیس سال کے قریب گذرا کہ انتقال کر گئی ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ موجودہ بیوی اور ان کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے، اور جب سابقہ بیوی کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ متوفی نے کہا تھا کہ سابقہ بیوی سے مہر میں معاف کراچکا ہوں۔

تو کیا متوفی کا یہ کہنا کافی ہو گا یا ثبوتِ شرعی کی ضرورت ہو گی؟ اور اگر معافی کا ثبوت شرعی متوفیہ یعنی اپنا مہر معاف کرنے والی بیوی کے مرض الموت کا ثبوت شرعی ہو جائے تو یہ معاف کرنا درست ہو گا، یا وصیت مان کر ایک ثلث معاوضہ رکھا جائے گا۔ اور دو ثلث ورثاء کیلئے محفوظ رہے گا؟ وصیت وارث کیلئے جو نہیں ہوتی ہے اس

(۱) ”جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذلك في صحته، وبه يفتى..... جهز ابنته، ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية، وقالت: هو تملیک، أو قال الزوج ذلك بعد موتها ليirth منه، وقال الأب: عارية، فالمعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لا عارية. وأما إن كان مشتركاً كمصر والشام، فالقول للأب“۔ (الدرالله بختار

۱۵۵، ۱۵۶، باب المهر، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۲۷، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

کامعافی پر کیا اثر پڑے گا، آیا وصیت مان کر کلام عبث ہو جائے گا، یا معاافی مکمل ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر موجودہ ورثاء کے نزدیک متوفی کا قول پہلی بیوی کے مہر کی معاافی کے متعلق صحیح ہے تو اس کیلئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں، یعنی جب وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ متوفی نے یہ کہا تھا کہ پہلی بیوی سے مہر معاف کراچکا ہوں تو بس اتنا کافی ہے، مہر معاف کرتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ اگر ورثاء یہ کہیں کہ پہلی بیوی نے بحالِ مرض الموت معاف کیا ہے، اور متوفی کا قول یہ تھا کہ بحالِ صحت معاف کیا ہے، تب بھی متوفی کا قول معتبر ہو گا۔ اگر مرض الموت میں معاف کیا جائے تو یہ وصیت ہے جو کہ وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی، نہ کل میں نہ ثلث میں:

”لَوْ أَبْرَأْتَ زَوْجَهَا مِنْ مَهْرِهَا أَوْ وَهْبَتْهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ مَاتَتْ بَعْدَ مَدَةٍ، فَقَالَتِ الْوَرَثَةُ: أَبْرَأْتَهُ فِي مَرْضِ مَوْتِهَا، وَأَنْكَرَ الرِّوْجَ، فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، كَذَا فِي التَّبَيِّنِ، اه“۔ عالمگیری: ۱/۳۲۲۔

”لَا وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَجِيزَهَا الْوَرَثَةُ، اه“۔ در مختار: ۵/۵۷۵۔ فقط والتدبیجانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۱۳۶۷ھ۔

جبکہ زوجہ اولیٰ کے وارث مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور معاافی کے منکر ہیں تو دوسرے ورثاء کے ذمہ مہر کی معاافی کا ثبوت ہے۔ عند اللہ معاافی کیلئے تو گواہوں کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قضاءً اختلاف کی صورت میں

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۱، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر، الفصل الثاني عشر فی اختلاف الزوجین فی المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۸۳، کتاب النکاح، باب المهر، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (الدر المختار: ۶/۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمة، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لاتجوز وصیة لوارث إلا أن تشاء الورثة“۔ (نصب الرایۃ للزیلیعی: ۳۰۳/۲، رقم الحديث: ۸۰۷۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الریان بیروت لبنان) (و کذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

مدعی معافی کیلئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر معافی کے گواہ موجود نہ ہوں تو فریق ثانی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اسی طرح مرض الموت میں اگر معافی کا دعویٰ زوجہ اولیٰ کے وارث کرتے ہیں تو ان کے ذمہ اس کا اثبات گواہوں سے ضروری ہے، اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکیں تو پھر دیگر ورثاء کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (۱)۔ واللہ عالم۔

حرره سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۱۴۳۶ھ۔

بیوی کے انتقال کے بعد ادا یتیگی مہر کی صورت

سوال [۹۷۲۵]: زید کی بیوی اس کی عدم موجودگی میں فوت ہوئی اور زید کو مهر معاف کرانے کی مہلت نہ ہوئی، اس نے دو پچھے: ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑے ہیں، والدین بھی حیات ہیں۔ اس حالت میں ادا یتیگی مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اولاد موجود ہونے کی وجہ سے زید ربع ترکہ کا مستحق ہے، لہذا ایک چوتھائی اپنا حصہ کاٹ لے اور تین

(۱) ”عن عمرو بن شعیب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: “البينة على المدعي، واليمين على المدعي عليه”. (جامع الترمذى: ۱/۲۲۹، أبواب الأحكام، باب ماجاء أن البينة على المدعي، سعيد)

”البينة على المدعي واليمين على المنكر“: (شرح المجلة: ۱/۱، ۵، (رقم المادة: ۷۶)،

المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتب حنيفه كوثره)

”إذا صحت الدعوى من المدعي، سأله القاضى المدعي عليه عنها، لينكشف له وجه الحكم، فإن اعترف بدعواه، قضى عليه بها وإن أنكر، سأله المدعي البينة لإثبات ما دعا به، فإن أحضرها قضى بها لظهور صدقها، وإن عجز عن ذلك وطلب يمين خصمه، استحلف عليها“. (اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۲۲، كتاب الدعوى، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۷/۳۲۵، رشيدية)

حصے دیگر و رثاء پر حسب حصص تقسیم کر دے (۱)۔

مسئلہ ۱۲

زوج	اب	ام	ابن	بنت
$\frac{3}{9}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{2}$	۱۰	$\frac{5}{15}$

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۱/۳/۵۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ ربیع الاول/۵۶۔

وفاتِ شوہر پر مرطابہ مہر اور حصہ میراث

سوال [۹۷۲] : مسماۃ زینب کا نکاح بعض نوسروپے کے ایک داروغہ صاحب سے ہو گیا تھا، داروغہ صاحب نے ایک مرتبہ مسماۃ زینب سے حالتِ غصہ میں یہ کہا: ”وَهُرَ سے نکل جا، تجوہ کو طلاق“، اس کے بعد پھر دوبارہ عقد کیا گیا تھا۔ اب داروغہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد وغیرہ پر ان کی پہلی بیوی کی اولاد

(۱) اولاد کی موجودگی میں شوہر چوتھائی حصہ کا مستحق ہوتا ہے:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الرِّبْعُ مِمَّا ترَكُنَ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ يَوْصِيَنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾

(سورہ النساء: ۱۲)

میت کے والدین کو اولادِ میت کی موجودگی میں چھٹا حصہ ملتا ہے:

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا ترَكَ إِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورہ النساء: ۱۱)

بقیہ میراث صورتِ مسئولہ میں اولاد میں سے اڑکوں کو دو دو اور اڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا:

وقال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مِثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورہ النساء: ۱۱)

(سورہ النساء: ۱۱)

﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذِكْرِ مِثْلُ حَظِ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورہ النساء: ۱۷۶)

قابل ہے۔ مسماۃ نسب نے اپنے مہر اور ترکہ کا دعویٰ کیا ہے، لیکن مخالفوں نے یہ افواہ اڑاکھی ہے کہ داروغہ صاحب نے تو طلاق دیدی تھی۔

اب یہ عرض ہے کہ صورت موجودہ میں مسماۃ نسب کو اپنے ترکہ اور مہر کے وصولی کرنے کا حق داروغہ صاحب کی جائیداد سے ہے یا نہیں؟ اور عقدہ ثانی کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ نیز مخالفوں کی افواہ سے نکاح ثانی پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور اگر نکاح ثانی کا باضابطہ ثبوت بہم نہ ہو سچ سکے تو کیا حکم ہوگا؟ امید کہ ہر پہلو پر نظر فرمائے جواب باصواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح ثانی ثابت ہو جائے اور داروغہ صاحب کے انتقال تک دوبارہ شرعی جدائی ثابت ہو کر عدت نہ گذر چکی ہو تو مسماۃ مذکورہ اپنے حصہ میراث کی مستحق ہوگی اور نکاح ثانی کی وجہ سے مہر ثانی کی بھی مستحق ہوگی۔ اگر نکاح ثانی کا ثبوت نہ ہو سکا، یا بحالت صحت داروغہ صاحب دوبارہ جدائی کا ثبوت ہو کر عدت ختم ہو چکی ہو تو حصہ میراث کی مستحق نہ ہوگی اور عقدہ اول کی وجہ سے مہر مذکور کا بہر حال مطالبه کر سکتی ہے، بشرطیکہ مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور مسماۃ مذکور نے معاف نہ کیا ہو۔ اور مہر ثانی کے استحقاق کا مدار نکاح ثانی کے ثبوت پر ہے اور مہر کی ادائیگی قسم ترکہ سے مقدم ہے:

”المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق، اه“.
فتاویٰ هندیہ، ص: ۳۱۴ (۱)۔

”للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق“۔ ص: ۳۲۸ (۲)۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰۳، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمعنة، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۱۰۲/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۱۶، باب المهر، الفصل العاشر في هبة المهر، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتوى العالمكيرية: ۱/۳۸۰، كتاب النكاح، باب المهر، رشيدية)

”إذا تزوج امرأة ودخل بها، ثم طلقها بائنأ، ثم تزوجها في العدة، ثم طلقها قبل الدخول بها في النكاح الثاني“ . ص: (۳۳۶) (۱)-

”الرجل إذا طلق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه برضاهما أو بغير رضاهما، ثم مات وهي في العدة، فإنهما يتوارثان بالإجماع. ولو طلقها طلاقاً بائنأ أو ثلاثة، ثم مات وهي في العدة، فكذلك عندنا ترث. ولو انقضت عدتها، ثم مات، لم ترث، اه“. فتاوى هندية، ص: (۴۸۳) (۲)- فقط واللهم سبحانه تعالى أعلم-

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۲/۳/۵۵۶-
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/۵۵۶-

ایک بیوی کی اولاد کو دوسرا بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا

سوال [۹۷۲]: زید نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، تینوں بیویوں کے انتقال کے بعد زید کا بھی انتقال ہو گیا۔ پسمندگان میں اس وقت زید کے چھ بیٹے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے: محل اولیٰ سے دو بیٹے، محل ثانی سے دو بیٹے، محل سوم سے دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی تھی، لیکن بیٹی صغری میں ہی زید کے سامنے مر گئی تھی۔

زید نے اپنی موت سے پہلے کچھ زیورات حاجی عبد الرشید صاحب کی امانت میں رکھے تھے جس کا علم زید کے چند دوستوں اور بیٹوں کو بھی تھا اور ہے، مگر محل سوم کے لڑکوں نے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی امانت حاجی عبد الرشید صاحب سے یہ کہہ کر واپس لے لی ہے کہ جو زیورات میرے باپ کے آپ کے پاس امانت میں ہیں وہ میری ماں کے ہیں، میری ماں کو میری ماں کے والدین کی طرف سے ملے تھے، لہذا ان

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۲۳)، كتاب النكاح، باب المهر، الفصل الثالث عشر في تكرار المهر، (رشيدية)

(وَكذا في الدر المختار: ۱/۳۰۲)، كتاب النكاح، باب المهر، (سعید)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۲۲)، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، (رشيدية)

(وَكذا في الدر المختار: ۳/۳۸۸)، كتاب الطلاق، باب طلاق المريض، (سعید)

زیوروں کے حقدار جن کے امین آپ ہیں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب لڑکوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اس وعدہ کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں، لیکن تم اگر صادق القول ثابت نہ ہو سکتے تو ایسی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کر دینے پڑیں گے۔ علاوہ مرقومہ زیورات کے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا بٹوارہ ہنوز عمل میں نہیں آیا ہے (۱)۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ حفاظت کی روشنی میں محل سوم کے لڑکوں کا دعویٰ لغو اور غلط ثابت نہ ہونے کی صورت میں متذکرہ زیورات کے حقدار از روئے شرع کی محل سوم کے لڑکے ہی ہوں گے؟ برخلاف اس کے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں، بلکہ زید کی کمائی کے ہیں، تو ایسی صورت میں زیورات کی، نیز دیگر جائیداد کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیے، یعنی تینوں محل کے لڑکوں میں کس کو کتنا ملتا چاہیے؟ از راہ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محل سوم کے لڑکوں کے علاوہ دیگر اولاد کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محل سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے، زید کی دیگر اولاد کا اس میں کوئی حصہ نہیں (۲)، ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے (۳)، چھ حصہ بنائ کر سب کو ایک ایک حصہ برابر ملے گا (۴)، اگر زید کے ذمہ کوئی

(۱) ”بٹوارہ: ”تقسیم“۔

(۲) ”ادعى على ميت حقاً أو شيئاً مما كان بيده فأقر الوارث به، لزمه“. (الفتاوى الأنقووية: ۲/ ۸۵)

كتاب الدعوى، دار الإشاعت قندهار

(وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۲/ ۹۵۲، (رقم المادة: ۱۶۳۲)، كتاب الدعوى، مكتبة حنفيه كونته)

(۳) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”البينة على المدعى، واليمين على المدعى عليه“. رواه الترمذی. (مشكوة المصايیح: ۲/ ۳۲۷، باب الأقضية والشهادات، قدیمی)

(۴) ”إذا اجتمع جماعة من العصبة في درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم لکل =

قرض دین مہر وغیرہ باقی ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ اگر زید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا (۲)۔ فقط والد تعلیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ۔

کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

سوال [۹۷۲۸] : میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد سب تیرا ہے۔ میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دو لڑکیوں کو بھی شامل کرے۔ کیا از روئے شرع ساتھ آئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمہارے والد کے تم کو محض یہ کہہ دینے سے کہ ”میرے بعد سب تیرا ہے“، ان کی متروکہ جائیداد کی تم تھا وارث نہیں ہوگی (۳)، بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ تمہاری والدہ کو ملے گا (۴)، اور بقیہ کی تم

= واحد سهم”。 (الفتاویٰ العالمکیریہ: ۲/۲۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)
 (وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۲۳، کتاب الفرائض، باب العصبات، مكتبة حقوقية پشاور)
 (وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) ”ثم تقدم ديونه الشى لها مطالب من جهة العباد ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته“.
 (الدر المختار: ۲/۲۰۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۷۲۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدْس﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) ”وَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمَوْهُوبُ مَقْبُوضًا، حَتَّى لَا يَبْثُتَ الْمَلْكُ لِلْمَوْهُوبِ لَهُ قَبْلَ الْقَبْضِ“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ: ۳/۲۷۳، کتاب الہبة، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، کتاب الہبة: ۷/۳۸۲، رشیدیہ)

(وكذا في مجمع الأئمہ: ۳/۱۳۹۱، کتاب الہبة، غفاریہ کوئٹہ)

(۴) قال الله تبارک تعالیٰ: ﴿إِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مالک ہوگی (۱)، بشرطیکہ تمہارے والد کے دادا پر دادا میں سے کوئی مر دزندہ نہ ہو۔ تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں وہ تمہارے والد کے ترکے میں حقدار نہیں (۲)۔ ہاں! تمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اور ان کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۸۸۔

کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو ہبہ میں برابری اور ان کے حصے سوال [۹۷۲۹] : زید بخاری سائزیوں کا تاجر ہے اور اس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اور اس کے کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔ سورخہ /۱۰۰/ کو ان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہو گیا اور اس نے اپنا الگ کاروبار شروع کر دیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات، ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کا حصہ رسداً کر اس سے دست برداری لکھوائے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوائے کا زید کو حق حاصل ہے، اور عمر بعد فوت ہونے زید کے دوبارہ حصہ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہو تو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی، لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

(۱) بیٹی کو نصف ذوی الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ملے گا اور بقیہ بطور رد کے ملے گا: ”مافضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له، يرثُ على ذوي الفروض بقدر حقوقهم إلا على الزوجين، وهو قول عامة الصحابة رضي الله تعالى عليهم أجمعين“ (السراجی فی المیراث، ص: ۲۸)

(۲) ان لڑکیوں میں چونکہ استحقاقِ ارث کے اسباب ثلاشہ پائے نہیں جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں: ”ويستحق الإرث بأحد ثلاثة: برحم، ونكاح صحيح، وولاء“. (الدر المختار: ۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمية: ۶/۳۲۷، کتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالترکة، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف و ب) زید زندگی میں جو کچھ اپنی اولاد اور بیوی کو دے گا وہ میراث یا میراث کا بدل نہیں، بلکہ عطیہ ہے، جس بیٹے کو دیدے گا اور اس کا قبضہ کرادے گا وہ مالک ہو جائے گا (۱)، پھر زید کے انتقال پر وہ بھی دوسرے بیٹوں کی طرح میراث کا حقدار ہو گا، دست برداری لکھوانے کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہو گا (۲)۔ اپنی حیات میں جو کچھ دیا جائے وہ سب کو برابر دیا جائے، لڑکی اور لڑکے کو بھی برابر دیا جائے (۳)، اگر ضرورت یا حسن عمل یا خدمت کی وجہ سے کسی کو زیادہ دیا جائے تب بھی گنجائش ہے، مگر دوسرے کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ہرگز ایسا نہ کیا جائے، ورنہ ظلم ہو گا (۴)، کیا بیوی کو بھی دے کر الگ کرنا مقصود ہے، ایسا نہیں چاہیے۔

اگر کسی لڑکے میں صلاحیت ہے کہ وہ الگ کام کرے اور اس میں منفعت و مصلحت ہے تو اس کو الگ

(۱) "يَمْلُكُ الْمَوْهُوبُ لِهِ الْمَوْهُوبُ بِالْقِبْضِ، فَالْقِبْضُ شَرْطُ لِثْوَتِ الْمَلْكِ". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرَاسَاتِ الْمُخْتَارِ: ۵/۲۸۸، کتاب الہبة، سعید)

(۲) میراث جبری حق ہے، دستبرداری لکھوانے سے ساقط نہیں ہوتا ہے: "الإرث جبوري لا يسقط بالاسقاط". (تکملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، کتاب الدعوی، مطلب: واقعة الفتوى، سعید)

(وَكَذَا فِي تَبَيِّنِ الْحَقَائِقِ: ۷/۲۷۱، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(وَكَذَا فِي مَجْمِعِ الْأَنْهَرِ: ۳/۲۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۳) "المختار التسویۃ بین الذکر والأنشی فی الہبة". (البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبِرَازِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۲/۷۲۳، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(۴) "لو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض روی عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين، وإن كانا سواءً يكره، وروى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار". (الفتاوی العالمکیریہ: ۳۹۱/۳، کتاب الہبة، الباب السادس في الہبة للصغير، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبِرَازِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۲/۷۲۳ کتاب الہبة، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۷/۳۹۰ کتاب الہبة، رشیدیہ)

کرد یا جائے اور مناسب رقم اس کو دیدی جائے، پھر دوسرے اور تیسرے اور بعد والے لڑکوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب لڑکے برابر کے حقدار ہوں گے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲۔

عورت کا سوتیلا بیٹا وارث نہیں

سوال [۹۷۵۰]: زینب فوت ہوئی، وارث میں صرف دو لڑکیاں، ایک سوتیلا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا، پس متزوکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر اور کوئی وارث نہیں تو ترکہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا، سوتیلا (شوہر کا لڑکا) اس کا وارث نہیں (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲۲/۸۵۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

داما وارث نہیں

سوال [۹۷۵۱]: اگر دختر و داما کو متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا ہوا اور وہ اس کے شامل رہتا ہو تو خانہ داما و دختر دونوں کا حق ہے یا صرف دختر کا، کیونکہ متوفی کا قریبی بچپا و برادر حقیقی نہیں ہے؟

(۱) ”المختار التسویۃ بین الذکر والأنشی فی الہبة“۔ (البحر الرائق: ۷/۳۹۰، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۳۷، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(۲) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو الفرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“۔

(الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۲۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الجواب حامدًا ومصلیاً:

داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترک نہیں پہنچتا (۱)، بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے۔ اگر داماد سے کوئی دوسرا رشتہ بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۶۰۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۶۰۔

حق و راثت جبراً وصول کرنا

سوال [۹۷۵۲]: پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو راثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے، لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائیداد پر قابضہ ہو جاتی ہے، اس کو فروخت کا حق نہیں، تاحین حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ دریں صورت باقی ورثاء کو کہا جاوے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کردا اور باقی حصہ اپنالے لو۔ اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائیداد پر قابض رہ کر جائیداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستقتی: لطف الرحمن، شہر میرٹھ۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر ورثاء خاوند، عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کو حق ہے کہ جس طرح قدرت ہوا پنا شرعی حصہ

(۱) داماد میں استحقاقِ ارث کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا جاتا، لہذا وہ کسی حصہ میراث کا مستحق نہیں:
”ويقسم الباقي بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة، كقوله عليه السلام: ”اطعموا الجدات السادس“. أو الإجماع، فجعل الجد كالأب و ابن الابن. ويستحق الإرث برحمة ونكاح وولاء. والمستحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة كما أفاده بقوله: فيبدأ بذوى الفرض ثم بالعصبات اه“. (الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،

والولاء“. (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۲۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

وصول کر لے، زائد لینے کا حق نہیں (۱)، زائد کو دیگر ورثاء کے حوالہ کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۳۶۳ھ/۵/۲۔

دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا

سوال [۹۷۵۳]: زید متوفی کی بیوی اور چار بیٹیں ہیں۔ زید کے خسرے اپنی ہر بڑی کو ۲۵، ۲۵ / بیکہ زمین باقاعدہ لکھ دی تھی، دو بیٹیں پاکستان چل گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سوبیکہ

(۱) ”عن هشام بن عمروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخلت هند بنت عقبة امرأة أبي سفيان على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن أبا سفيان رجلٌ شحيح لا يعطني من النفقة ما يكفيبني إلا ما أخذت من ماله بغير علمه، فهل على في ذلك من جناح؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “خذى من ماله بالمعروف ما يكفيك ويكتفى بيتك”. (الصحيح لمسلم: ۲/۵۷، کتاب الأقضية، باب قضية هند، قدیمی)

”ثم اختلف العلماء في جواب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم هل كان قضاءً أو إفتاءً؟ وال الصحيح أنه كان إفتاءً استدل الشافعى رحمه الله تعالى بحديث الباب على مذهبه أن الدائن إن ظفر بشيء من مال المدين الباطل، جاز له استيفاء دينه من ذلك المال، سواء كان المال من جنس حقه أو غيره . وتسمى هذه المسألة مسألة الظفر . والمشهور من مذهب الحنفية أنه يجوز له الأخذ إن كان ماظفر به من جنس حقه، ولا يجوز إن كان من غير جنسه، غير أن المتأخرین من الحنفية أفتوا في هذه المسألة بمذهب الشافعى“ . (نکملة فتح الملهم: ۲/۵۷، کتاب الأقضية، باب قضية هند، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

”ورأيت في الحظر والإباحة من المجبى وجد دنانير مديونه وله عليه درهم، له أن يأخذ؛ لاتحدهما جنساً في الشمنية وقال الحموي في شرح الكنز نقلأ عن العلامة المقدسي عن جده الأشقر عن شرح القدر لأخصب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاؤتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لاسيما في ديارنا لمداواتهم العقوق“ . (رد المحتار: ۲/۱۵۱، کتاب الحجر، سعید)

زمین نصف نصف بانٹ لی اور پچاس پچاس بیگہ زمین پر بہن قابض ہو گئی۔ زید کی پہلی بیوی نے فوت ہونے سے قبل اپنی مقبوضہ پچاس بیگہ زمین زید کو باقاعدہ لکھ دی تھی۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قابض رہا۔ اب زید کی وفات کے بعد زید کے ترکہ میں پچاس بیگہ زمین بھی شامل ہو گی یا صرف ۲۵/ بیگہ جو زید کی بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟

پاکستانی بہنیں ابھی حیات ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کسی کو بہبہ نہیں کی۔ زید کی موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰/ بیگہ زمین کی مالک ہو گی۔ سرکار کے قانون کے اعتبار سے زید کی بیوی کے نام زید کی اراضی کل اس کے نام ہو چکی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے خرجنے اپنی ہر لڑکی کو ۲۵/ بیگہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے دو پاکستان چلی گئیں، بقیہ دونے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاملہ (تبع، بہبہ وغیرہ) طے کئے قبضہ کر لیا تھا، یہ قبضہ شرعاً غلط تھا، اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہو گئی، پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری مقبوضہ زمین (۲۵/ بیگہ اپنی اور ۲۵/ بیگہ پاکستانی بہن کا حصہ) دینا شرعاً درست نہیں ہوا، پاکستانی بہن کے حصہ میں تصرف کا اس کو حق نہیں تھا (۱)، لہذا وہ ترکہ زید نہیں (۲)۔ موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہو سکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو (۳)، ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔ زمین کی مالک اگر حکومت ہے تو

(۱) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولادة عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۶۲)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعید)

(۲) "لأن الشركة ما ترکه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المختار: ۷/۹۵)، كتاب الفرائض، سعید)

(۳) "عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لاتجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". (نصب الرأي للزيلعبي: ۳/۳۰۳، (رقم الحديث:

٨٠٧)، كتاب الوصايا، مؤسسة الريان بيروت)

(وَكَذَا فِي سنن أَبْنِي ماجة: ۲/۱۹۵، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قدیمی) =

اس کا قانون معتبر ہوگا، وہ چاہے جس کے نام کر دے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق

سوال [۹۷۵۲]: زید کے والد کا موروثی مکان جس کو زید نے ۳۵، ۳۶/ ہزار روپے ذاتی صرف کر کے پختہ بنوایا ہے، اس کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ اور اس مکان میں زید کے بھائیوں کی اولاد کا شرعاً کیا حصہ ہوگا؟ براہ کرم تقسیم شرعی فرمائی فتویٰ دیں۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

زید نے اگر دیگر ورثاء سے کوئی معاملہ مکان تعمیر کرنے سے پہلے کر لیا ہے تو اس کو لکھنا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے۔ اگر کوئی معاملہ نہیں کیا اور ان سے تعمیر مکان کی اجازت بھی نہیں ملی تو اس تعمیر کا زید تنہا مالک ہے، دوسرے ورثاء کا اس تعمیر میں کوئی حصہ نہیں، البته زمین میں ان کا حصہ ہے۔ اب یا تو وہ اپنے حصہ کی زمین لے لیں اور جس قدر تعمیر اس حصہ میں آئے اس کی قیمت زید کو دیں، یا زید ان کے حصہ زمین سے اپنی تعمیر ہٹالے:

”سئلل فيما إذا بني قصرًا بماله بنفسه في دارمشتركة بينه وبين إخوه بدون إذنهم قبل أن يكون البناء ملكاً له؟ الجواب: نعم، وإذا بني في الأرض المشتركة بغير إذن الشريك، له أن ينقض بناءه، ذكره في التاتارخانية من متفرقات القسمة، اهـ.“. تنصیح الفتاوی الحامدیۃ:

۱/۱۰۰(۱)- فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۱/۲۵۔

= ”وقال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوقسائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على الثالث“. (عمدة القاري، کتاب الوصایا، باب: لاوصية للوارث: ۱۲/۵۵، دارالكتب العلمية بیروت)

(۱) (تنصیح الفتاوی الحامدیۃ: ۱/۱۰۰، کتاب الشرکة، مطلب: بنی له قصرًا بماله في دار مشتركة، مکتبة میمنیۃ مصر)

مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا

سے وال [۹۷۵۵] : زید و عمر کے نام سے ایک فرم تھی جس میں سنگی رسی کا کام ہوتا تھا (۱) جس کے مالک اور کام پر داز زید، خالد، سلمان، صابر تھے۔ خورد و نوش یکجا تھی۔ سلمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشنگواری کی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد زید، خالد و صابر مالک فرم رہے اور خورد و نوش یکجا تھی۔ اس کے بعد خالد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید و صابر نے خالد کی اہلیہ کو حصہ شرعی کے مطابق سرمایہ و مکان دیکر مطمئن کر دیا، وہ الگ رہنے لگی۔

اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، جس نے دوڑ کے بالغ: واقد اور ساجد، اور دوڑ کیاں بالغہ راشدہ و رابعہ، اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے۔ اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی اور مشترکہ فرم سے زید نے بحالت حیات کافی اراضی خریدی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہو گئے اور اس دوران سرمایہ و مکانات اور اشیائے ضروریات زندگی و اراضی نصف نصف تقسیم کر لی گئی، اور دونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے۔ کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے، ایک فریق نے ضروریہ چاہا کہ حساب فہمی، سرمایہ و بٹوارہ مکانات و اراضی و اشیاء کا ہو جائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا۔ بد رجہ مجوری جس کے پاس جتنا تھا الگ اس سے کام کرنے لگے۔

اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے اور جن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ لوگوں نے بنائی ہے یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہو گی یا مشترکہ جبکہ اب تک تمام

= (وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۲، رقم المادة: ۱۱)، كتاب الشرکة، الفصل

الثامن في أحكام القسمة، مكتبة حنفية كوثي)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۲۶۸، كتاب القسمة، سعيد)

(۱) ”سنگی رسی: ایک قسم کاریشی کپڑا جس میں سوت ملا ہوتا ہے۔“ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۲، فیروز سنز لاہور)

جائیداً مشترک رہی؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر ان کے پاس ثبوت ہے کہ الگ سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترکہ سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے تو ان کی بات تسلیم کی جائے گی اور اس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ دار نہیں تصور کیا جائے گا۔ جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ہر ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے۔ اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطالبہ کر لیں، جائز ہے، کذا فی فتاویٰ الہندیہ (۱) و تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۳۸۷ھ۔

باب کی جائیداً پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال [۹۷۵۶]: جو شخص اپنے والد کی جائیداً پر چاہر انہ قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے، بلکہ اس کو دھمکائے اور ڈرائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے یا نہیں، اور قیامت میں اس کا کیا حال ہو گا؟

(۱) "لم أجد في الهندية، وقد قال الشيخ سليم رستم باز: "إذا بنى أحد الشركاء لنفسه في الملك المشترك القابل للقسمة بدون إذن الآخرين، ثم طلب الآخرون القسمة، تقسم، فإن خرج ذلك البناء في نصيب بانيه فيها، وإن خرج في نصيب الآخر، فله أن يكلف بانيه هدمه ورفعه". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۷، (رقم المادة: ۱۷۳)، کتاب الشرکة، مکتبہ حنفیۃ کوئٹہ)

(۲) "سئل فيما إذا بنى زيد قصراً بماله لنفسه في دار مشتركة بينه وبين إخوه بدون إذنهم، فهل يكون البناء ملكاً له؟ الجواب: نعم! إذا بنى في الأرض المشتركة بغير إذن الشريك، له أن ينقض بناؤه". (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ: ۱/۱۰۰، کتاب الشرکة، مطلب: بنی له قصراً بماله في دار مشتركة، مکتبہ میمنیۃ مصر)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۶۸ کتاب القسمة، سعید)

الجواب خامدًا ومصلیاً:

ایسا آدمی غاصب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے، اس کی دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی بر باد ہے، اپنے اس ظلم کا و بال اس پر یہاں بھی پڑ کر رہے گا، بغیر اس کے بھلگتے موت نہیں آئے گی۔ اس کو لازم ہے کہ والد کی جائیداد واپس کر دے (۱)، اور والد کی خدمت کر کے ان کو راحت پہنچائے اور ان سے معافی مانگے، ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غصب ہو گا (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۳۸۸ھ۔

غیر کفو میں نکاح اور مکان مورث پر قبضہ

سوال [۹۷۵]: زید ہاشمی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اولاد کی نابالغی کی حالت میں غیر کفو میں نکاح کر لیا، تمام گھروالے اور ماں بھائی سب اس سے ناراض ہوئے اور سمجھایا، پر وہ نکاح سے باز نہیں رہی۔ اس غیر کفو میں نکاح سے بہت شور مچا، چارہ جوئی تک کی گئی، لیکن شنوائی تک نہیں ہوئی، مزید حالات بہت پیچیدہ

(۱) ”عن سعید بن زید رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوّه يوم القيمة من سبع أرضين”. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصایح، ص: ۲۵۲، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَقُضِيَّ رَبُكَ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَاهُ وَبِالْوَالِدِينِ إِحْسَانًا، إِمَا يَلْعَنُ عِنْدَكَ الْكَبِيرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كُلُّهُمَا، فَلَا تَقْلِلُ لَهُمَا أَقِّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا، وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾۔ (سورة الإسراء: ۲۳) وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿إِنَّ اشْكُرَ لِي وَلِوَالِدِيكُ، إِلَى الْمَصِيرِ﴾ (سورة لقمان: ۱۲)

وقال تعالى: ﴿وَصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفُهُمَا﴾ (سورة لقمان: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكِلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي الدرداء رضى الله تعالى عنه سمع النبي صلی الله علیہ وسلم يقول: ”الوالد أو سط أبواب الجنة، فأضع ذلك الباب أو أحفظه“.

”عن أبي أمامة رضى الله تعالى عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! ما حق الوالدين على ولد هما؟

قال: ”هما جنتك ونارك“۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۶۰/۲، کتاب الأدب، باب بر الوالدين، قدیمی)

اور معاملات غلط صورت اختیار کر گئے۔

آخر مسماۃ کے ماں بھائی سب کو وطن چھوڑ کر پاکستان جانا پڑا۔ زید ہاشمی کا صرف ایک مکان باقی رہ گیا ہے، روپیہ مالیت اور زمین تو عاصمین و بر باد کرنے والوں نے بر باد کردی جو زید کے پیتم لڑکوں کو پہنچتا۔ اب اس مکان پر بھی دامت ہے (۱) اور لڑکوں کو محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ زید کی اولاد سے مسماۃ کو سخت عداوت ہے اور دوسرے ناجائز شوہر کی اولاد کو بہت چاہتی ہے، اور وارثوں کے اس مکان میں اپنے ناجائز شوہر کی اولاد کو حصہ دار بنانے کیلئے زید ہاشمی کے مکان کو اپنے نام بتاتی ہے، اور اب تک کوئی ثبوت بھی نہ دے سکی۔

اب سوال یہ ہے اس صورت میں مسماۃ کا نکاح - جو سید مشہور ہے۔ غیر کفوہ میں جائز ہوا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حسب تحریر صورت میں مکان زید ہی کی اولاد کو ملنا چاہیے، یا دوسرے شوہر کی اولاد کو بھی حصہ پہنچتا ہے، جبکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اس سے شرعاً نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

زید ہاشمی مرحوم کے ترکہ سے (خواہ مکان ہو یا کچھ اور) مسماۃ بحق زوجت آٹھواں حصہ پانے کی حقدار ہے (۲)، اگر مہربانی ہو تو اس کی بھی حقدار ہے (۳)۔ مسماۃ کا نکاح ثانی اگر صحیح طریقہ پر بھی تسلیم کیا جائے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ زید ہاشمی کے ترکہ سے حصہ پانے کی بالکل حقدار نہیں، وہ تو قطعاً غیر ہے (۴)، البتہ مسماۃ کی

(۱) ”دامت: میل، رغبت، خواہش، قصد، ارادہ۔“ (فیروز اللغات، ص: ۶۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلْهُنَّ الشَّمْن﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”وَأَمَّا لِلزَّوْجَاتِ فَحَالَتْنَاهُنَّ: الرُّبِيعُ عِنْدَهُ عَدَمُ الْوَلَدِ وَوَلَدُ الْأَبْنَاءِ وَإِنْ سُفْلٌ، وَالشَّمْنُ مَعَ الْوَلَدِ وَوَلَدُ الْأَبْنَاءِ وَإِنْ سُفْلٌ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۷، سعید)

(۳) ”ثُمَّ تَقْدُمُ دِيُونَهُ الَّتِي لَهَا مُطَالَبٌ مِّنْ جَهَةِ الْعِبَادِ“۔ (الدر المختار: ۲۰/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)
وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّانِقِ: ۹/۳۲۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ
(وَكَذَا فِي الشَّرِيفِيَّةِ، ص: ۵، سعید)

(۴) ”وَيَسْتَحِقُ الْإِرَثُ بِإِحْدَى خَصَالِ ثَلَاثَةِ: بِالنَّسْبِ وَهُوَ الْقَرَابَةُ، وَالسُّبُّ وَهُوَ الْزَّوْجِيَّةُ، وَالْوَلَاءُ“۔
(الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)
وَكَذَا فِي الدَّرِ المُختارِ: ۲/۲۲، کتاب الفرائض، سعید)

جو کچھ ملک ہو خواہ اس کے پہلے شوہر سے یا والدین وغیرہ سے ملی ہو وہ ضرور مسماۃ کی ہے۔

مکانِ مذکور کے متعلق مسماۃ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوگا (۱)، بلکہ وہ زید ہاشمی کا ترکہ ہوگا۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۲ھ۔

متوفی کی زمین کو صرف نام کروئی سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ ورثاء کا حق ہے

سوال [۹۷۵۸] : ا..... میرے والد جمیشید خان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہو گیا، اس کے کئی برس پہلے

میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے گورنمنٹ سے بندوق کا لائسنس لینا ہے۔ گورنمنٹ بندوق کا لائسنس اس کو دیتی ہے جس کے نام کوئی اراضی ہو، والد مرhom نے حافظ صاحب کے نام ۱/۵۳ زمین کرداری اور انہوں نے یہ کھاتا دکھلا کر گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کر لیا۔

لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے والد صاحب نے براۓ نام کر دیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس اراضی سے نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد ان کے ورثاء نے ان کا نام جمیشید حسین خان کے ورثاء کے نام کر دیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب کی بغیر اجازت اس اراضی کو گورنمنٹ میں رکھ کر

= (وَكَذَا فِي الْخُتْيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمُختارِ: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، حقانیہ پشاور)

(۱) ”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: “لويعطي الناس بدعواهم، لا دعى ناس دماء رجال وأموالهم، ولكن اليمين على المدعى عليه”. رواه مسلم.“.

وفي شرحه للنووى ”أنه قال: وجاء في رواية البيهقي عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما مرفوعاً: ”لكن البينة على المدعى واليمين على من أنكر“. (مشكوة المصابيح، ص: ۳۲۶، كتاب القضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قدیمی)

”قال النووي: هذا الحديث قاعدة شريفة كليلة من قواعد أحكام الشرع، وفيه أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعى بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة أو تصديق المدعى عليه“. (مرقة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۷/۳۲۶، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، (رقم الحديث:

۳۷۵۸)، رشیدیہ)

چھ ہزار روپیہ حاصل کر لیا۔ اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد معسود کے ہو گئی۔

اب گورنمنٹ بعلت بقایہ اس اراضی کو نیلام کر رہی ہے، ہم اور ہمارے نابالغ بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ذی اثر حضرات کو ساتھ لے کر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے اور ان لوگوں سے کہا کہ جوز میں آپ نے ہمارے نام واپس کر دی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ داخل کریں۔ ورثاء اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یاد ہو کر نہیں دیا؟

۳..... کیا سعادت منداولاد کا یہ فرض نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہ کر اپنے والد کو خدا کی پکڑ سے بچاتے؟

۴..... حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپے حاصل کیا ہے تو اب وہ معسود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری ہی جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہو جائے گا؟ کیا حافظ صاحب کے ورثاء ہم یتیم نابالغ یوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دلو اکراپنے باپ کو آخرت کی پکڑ سے بچاسکتے ہیں؟

۵..... جو لوگ اس وقت حافظ صاحب کے ورثاء کی ہاں میں ہاں ملار ہے ہیں، وہ کس درجہ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... اگر پہلے طے کر لیا کہ محض لائنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کرایا جا رہا ہے، مالک نہیں بنایا جا رہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا تو شرعاً یہ ہبہ معتبر نہیں (۱)، حافظ

(۱) "تنعقد الہبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل، لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض". (شرح المجلة لسلیم رسمیت باز: ۱/۳۶۲، (رقم المادة: ۷۸۳)، کتاب الہبة، مکتبہ

حنفیہ، کوئٹہ)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۲۸۸، كتاب الہبة، سعید)

صاحب کو اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین کو رکھ کر اس پر قرض لیں (۱)۔ اولاد نے بعد میں وہ اراضی واپس کر دی، یہ بھی دلیل ہے کہ اولاد نے اس کو ہبہ نہیں تصور کیا۔ اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے وہ بطور ترکہ تقسیم کیا جائے (۲)۔ جمیل حسین خان کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں (۳)۔

اگر ترکہ نہیں چھوڑا تو اولاد کے ذمہ قرض ادا کرنا واجب نہیں، اگر ادا کر دے گی تو والد مر جوں کے ساتھ احسان ہو گا اور ان کو پکڑ سے بچانے میں مدد ملے گی (۴)، جس کی کوشش حتیٰ الوعظ کرنا تقاضائے سعادت مندی ہے۔ اور اہل حق کو ان کا حق پہنچانے میں پوری کوشش کرنا لازم ہے۔ فقط اللہ ہی جانته تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۳/۲۸۔



= (وكذا في الهدایة: ۳۸۱ / ۳، کتاب الہبة، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۱) ”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولایة عليه“. (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱ / ۲۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته“. (الدر المختار: ۲۰ / ۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) (راجع رقم: ۱)

(۴) ”والمراد بالدين دين له مطالب من جهة العباد لادين الزكاة والكافارات فلا يلزم الورثة أداؤها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها من عندهم“۔ (تبیین الحقائق: ۷ / ۳۷۲، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، کتاب الفرائض: ۲۰ / ۲۷، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹ / ۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الفصل الخامس فی موانع الارث

(موانع ارث کا بیان)

کیا اختلافِ دارین مانع ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال [۹۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے حالت صحت و تندرتی میں اپنی تمام جائیدادز میں روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی، ان کی کوئی اولاد وارثین نہیں تھے، خود ہندہ نے کسی دن کسی سے اس بات پر اقرار بھی نہیں کیا، محلہ والے کو بھی کوئی وارث موجود ہونے کا علم نہیں۔ لہذا ہندہ کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچاہیت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجلس قائم کی تو اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے کہ۔

”پاکستان میں اس ہندہ کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کر رہا ہے۔“

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندہ کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ کر رہا ہے، یا شہادت پیش کرنی پڑے گی؟ شق ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیج دینا کافی ہے، یا شاہدین کا یہاں آ کر شہادت دینا ضروری ہے، حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آناممنوع ہے؟

وارث ہونے کی صورت میں کل جائیداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درختار میں ہے: ”وصحت بالکل عند عدم ورثته“ (۱)۔ لیکن حالت شبہ مثلاً: صورت مرقومہ ثلث پروصیت جاری ہو جاتی ہے، یا شبہ دور ہو جانے تک موقوف رہتا ہے۔

اختلافِ دارین مسلمانوں کے حق میں مانع ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے؟ شریفیہ شرح سراجی کے قول: ”دون المسلمين“ اس تخصیص پر اشکال پیش کر کے شارح بسط کے حوالہ سے عمومیت نقل کر کے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(۱) الدر المختار: ۲۵۲/۲، کتاب الوصایا، سعید

”وما فی حق المسلمين، فقد لا یکون مانعاً کاھل البغی والعدل والمسلم فی دارنا مع المسلم المستأمن فی دار الحرب، یرث کل واحد منهما عن صاحبه. وقد یکون مانعاً کما أسلما فی دار الحرب وهاجر أحدهما إلی دار الإسلام بالنص، اه. فمراد التخصیص أن الاختلاف بصفة الكلیة مختص بالکھفار لأن مطلق الاختلاف المسطور مختص بهم، اه“ (۱)۔

اب جواب طلب امریہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اور عدم اختصاص میں مفتی بے قول کیا ہے اور ہندوستان، پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مدلل باحوالہ جواب تحریر فرمائے کر مطمئن فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائیداد موجود ہو تو حکومت قبضہ کر سکتی ہے۔ فقط السلام۔ العارض: مخلص الرحمن، خادم دارالعلوم پاٹسکنڈی، ۹/۹/۸۲ھ۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اور اہل محلہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بنابر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کروے، شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے، غائب کی شہادت کافی نہیں، یعنی بھائی اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا:

”وفي الأقضية: شهدا بأنه وارثه، لا وارث له غيره، أو أخوه أو عممه لا نعلم له وارثاً غيره، لا تقبل حتى يبينا طريق الوراثة له، والأخوة والعمومة لاختلاف الأسباب ويشترط ذكر لا وارث له غيره لإسقاط التلوم عن القاضي، والشرط في سماع هذه البينة إحضار الخصم وهو إما وارث أو غريم الميت له على الميت دين أو مودع الميت أو الموصى له أو به، لا فرق بين أن يكون مقرأ بالحق أو منكراً ذكر محمد رحمه الله تعالى في

(۱) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۶ فصل في الموانع، سعيد)

الكتاب: من ادعى أنه أخوه لأبيه وأمه وأقام البينة، تقبل". تnicح الفتاوی الحامدیة، ص: ۳۳۶ (۱)-

اگر پنچایت کو اس خط سے شبہ پیدا ہو گیا ہے تو فی الحال وصیت ایک ٹکٹ میں کردی جائے اور دو ٹکٹ کو محفوظ رکھا جائے، تا آنکہ پنچایت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال نقل کیا ہے۔

عبارت منقولہ بالاسے پہلے عبارت ذیل:

"وذكر أن القاضى يحتاط ويتلوم زماناً يقع فى غالب رأيه أنه لو كان له وارث آخر لظهر فى مثل هذه المدة، ولم يقدره لا بشىء. وذكره الطحاوى فى مختصره، وقدره لذلك حولاً، لأن الغيبة قد تمتد إلى الحول. قيل: هذا قولهما. وما ذكر فى المبسوط قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنه لا يرى التقدير بالاجتهاد إذا لم يكن فيه نص ولا إجماع، بل هو موكول إلى رأى من ابْتُلَى به، وهو ما يثبتان المقدار بالاجتهاد، كما قالا فى التعزير محظوظ السر خسى، اه". حواله بالا (۲)-

اختلاف دارین کے ذیل میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام

(۱) (تنقیح الفتاوی الحامدیة: ۱/۳۳۶، کتاب الشهادة و مطالبه، مطلب: لا بد في شهادة الميراث من بیان طریقه، مکتبہ میمنیہ بمصر)

(۲) (تنقیح الفتاوی الحامدیة: ۱/۳۳۵، کتاب الشهادة و مطالبه، مطلب في الشهادة في الميراث، مکتبہ میمنیہ بمصر)

"ولا بد مع الجر المذكور من بيان سبب الوراثة وبيان أنه أخوه لأبيه وأمه أو لأحدهما ونحو ذلك وهو قول الشاهد: لا وارث أولاً أعلم له وارثاً غيره، ورابع وهو أن يدرك الشاهد الميت، وإلا فباطلة لعدم معاينة السبب". (الدر المختار: ۵/۳۹۶، کتاب الشهادة، باب الاختلاف في الشهادة، سعید)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریة: ۳/۲۸۹، کتاب الشهادة، الباب السادس في الشهادة في المواريث، رشیدیہ)

کے حق میں اختلاف کو مانع ارش قرار دیا ہے:

”فمدفع عبوق بعض علمائنا: يخايل لى أن هذا كان فى ابتداء الإسلام حين كانت الهجرة فريضة، ألا ترى أن الله تعالى نفى الولاية بين من لم يهاجر فقال: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّنْ وَلَيْتُهُم مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَهَاجِرُوا﴾ فلما كانت الولاية بينهما متفقيةً، كان الميراث متفقاً؛ لأن الميراث على الولاية، فأما اليوم فينبغي أن يرث أحدهما من الآخر؛ لأن حکم الهجرة قد نسخ بقوله صلى الله عليه وسلم: ”لا هجرة بعد الفتح، اه“. رد المحتار: ۶۷۳/۱)

البتہ ثبوت وارث محتاج بینہ ہے (۲)، اب صورت مسئلہ میں اختلاف دار مانع ارش نہیں۔ فقط والله سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مرتدہ و راشت کا حق دار ہے؟

سوال [۹۷۶۰]: خالدہ نکاح توڑنے کے لئے مرتدہ ہو گئی حالانکہ اس طرح نکاح فتح نہیں ہوتا۔ تو کیا وراثت کی حقدار ہے؟

(۱) (رد المحتار: ۲/۲۸، کتاب الفرائض، سعید)

”ولكن هذا الحكم في أهل الكفر لا في حق المسلم، حتى أن المسلم إذا مات في دار الإسلام وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك، يرث.“ (البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)
 (وكذا في الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۶، فصل في الموانع، سعید)
 (وكذا في مجمع الأئمہ: ۳/۲۹۸، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”وذكر محمد رحمة الله تعالى في الكتاب: من أدعى أنه أخوه لأبيه وأمه وأقام البينة، تقبل.“ (تنقیح الفتاوى الحامدية: ۱/۳۳۶، کتاب الشهادة، مطلب: لابد في شهادة الميراث من بيان طريق، مکتبہ میمنیہ مصر)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/۳۸۸، کتاب الشهادة، الباب السادس في الشهادة في المواريث، رشیدیہ)

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اصل مذهب اور ظاہر الروایت تو یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، مگر چونکہ عورتوں نے اس کو مفارقہ کا آلہ بنالیا ہے، اس لئے بعض علماء نے حکم فرمایا ہے کہ نکاح تو فسخ ہو جاتا ہے، لیکن عورت کو تجدید اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ پھر دیکھا گیا کہ اس میں بھی مشکلات کا سامنا ہے اور جبر کرنا دشوار ہے، اس لئے فتویٰ دیا گیا کہ نکاح فسخ نہیں ہوتا، تاہم جب تک وہ تجدید اسلام اور پھر تجدید نکاح نہ کرے اس وقت تک صحبت وغیرہ بھی منوع ہے، لیکن دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ یہ سب کچھ بطور سزا اور تعزیر کے ہے اور یہی غایت ہے، الہذا صورت موجودہ میں عورت کو مستحق و راثت قرار دینا اس غایت کے منافی ہے، اسی سزا کے ذیل میں مرتدہ کا نفقہ بھی ساقط ہو جاتا ہے، نیز اختلاف دین کا مانع ارث ہونا مصرح و منصوص ہے:

”وارتداد أحدهما فسخ عاجلٌ، فللموطوءة كل مهرها، ولغيرها نصفه لو ارتد. ولا شيء من المهر والنفقة سوى السكنى، به يفتى لو ارتدت لمجىء الفرقة منها قبل تأكده
وصرحوا بتعزيرها خمسة وسبعين، وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النكاح زجرًا لها بمهرٍ يسيرٍ كدينار، وعليه الفتوى، ولوالجية. وأفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرًا وتيسيرًا، اه.“
در مختار (۱)۔

”قوله: والنفقة) قد علمت أن الكلام في غير المدخول بها، وهذه لأنفقة لها لعدم العدة، لا تكون الردة منها، لكن المدخل بها كذلك لا نفقة لها لو ارتدت، ولذا قال في البحر: وحكم نفقة العدة كحكم المهر قبل الدخول، فإن كان هو المرتد فلها نفقة العدة. وإن ارتدت فلا نفقة لها. (قوله: وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدد المهر بغيره ولو بدينار رضيت أم لا، وتمتنع من التزوج بغيره بعد إسلامها. ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك. (قوله: زجرًا لها) عبارة البحر: حسماً لباب المعصية والحليلة للخلاص منه، اه. ولا يلزم من هذا أن يكون الجبر على تجديد النكاح مقصوراً على ما إذا ارتدت لأجل الخلاص منه، بل

(۱) الدر المختار: ۱۹۳/۳، ۱۹۲، کتاب النکاح، باب نکاح الكافر، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۷۲/۳ - ۳۷۲، کتاب النکاح، باب نکاح الكافر، رشیدیہ)

قالوا ذلك سدأً لهذا الباب من أصله، سواء تعمدت الحيلة أم لا، كيلاً يجعل ذلك حيلةً.....اه.

ولا يخفى أن الإفتاء بما اختاره بعض أئمة بلخ أولى من الإفتاء بما في النوادر، ولقد شاهدنا من المشاواق في تجديدها فضلاً عن جبره بالضرب ونحوه مالا يعذ ولا يحد. وقد كان بعض مشايخنا من علماء العجم ابْتُلِيَ بامرأة تقع فيما يوجب الكفر كثيراً، ثم تنكر، وعن التجديد تأبى. ومن القواعد: المشقة تجلب التيسير، والله الميسّر لكل عسير". شامي بقدر الحاجة: ۲/۶۱۶ (۱)۔

"أما المرتد، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدٍ، وكذلك المرتدة لا ترث من أحد؛ لأنها ليست ذات ملة، اه". شریفیہ، ص: ۱۵۵ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/۷/۲۶۔

جوعورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟

سوال [۹۷۶۱]: حفیظ اللہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین لڑکے اور ایک لڑکی غفورہ اور ایک بیوی چھوڑی۔ حفیظ اللہ کی زوجہ کی رضا مندی سے ان کے لڑکوں نے ایک دوسرے متروکہ مکان میں تین قرعے ڈال لئے اور اس طرح مکان میں شرکت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفورہ نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی، کچھ عرصہ کے

(۱) (ردد المختار: ۳/۱۹۵، ۱۹۲، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، سعید)

(۲) (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۱۳۱ فصل فی المرتد، سعید)

"المرتد لا يرث من مسلم ولا من مرتد". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۵۵، کتاب الفرائض،

الباب السادس: میراث المرتد، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۷۲، کتاب الفرائض، الفصل الخامس

في مواطن الإرث، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۵۳، کتاب الجهاد، باب المرتد، سعید)

بعد غفورہ نے اپنے قادریانی شوہر کے اثر سے قادریانی اختیار کر لی۔ سوال یہ ہے کہ غفورہ باوجود قادریانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حفیظ اللہ کے انقال کے وقت اس کی لڑکی غفورہ مسلمان تھی، اس وقت مستحق میراث ہو گئی تھی، جس وقت اس نے قادریانی اختیار کر لی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتے اور پھر انقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی (۱)، لیکن مسلمان لڑکی کا نکاح قادریانی سے شرعی نکاح نہیں (۲)، اس پر برا خلیم کیا گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قادریانی ہو گئی۔ افسوس! آج جبکہ میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھا جاتا ہے اور جب اس کے ایمان و عصمت کو تباہ کر کے نکاح قادریانی سے کیا جا رہا تھا، اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس درجہ کا جرم ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۳۹۱ھ۔



(۱) قال العلامة السيد الجرجاني رحمه الله تعالى: ”وَأَمَا الْمُرْتَدُ، فَلَا يِرثُ مِنْ أَهْدِلَّا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مِنْ مُرْتَدٍ؛ لِأَنَّهُ جَانَ بِارْتِدَادِهِ، فَلَا يَسْتَحِقُ الْمُرْتَدُ الْمُرْتَدَةَ الْشَّرِيعَةُ الَّتِي هِيَ الْإِرْثُ بِلَيْحَرُمَ عَقْوَبَةً“۔ (الشَّرِيفِيَّهُ شَرِحُ السَّرَّاجِيَّهُ، ص: ۱۲۱، فَصْلُ فِي الْمُرْتَدِ، سَعِيدٌ)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّهُ: ۲/۳۵۵، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، الْبَابُ السَّادِسُ فِي مِيرَاثِ أَهْلِ الْكُفَّارِ، رَشِيدِيَّهُ)
(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ الْبِزَازِيَّهُ عَلَى هَامِشِ الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّهُ: ۲/۲۷۲، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، النَّوْعُ الثَّالِثُ فِي الْمَنَاسِخَهُ، الْفَصْلُ الْخَامِسُ فِي مَوَانِعِ الْإِرْثِ، رَشِيدِيَّهُ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، ولعنة مؤمن من خير من مشرك ولو أعجبكم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

”ولَا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة..... ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتباً“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۲، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرامات بالشرك، رشيدية)
”والمرتد لا يجوز نكاحها مع أحد، وكذلك المرتد لا يجوز نكاحه مع أحد“۔ وفي الهدایۃ: مسلمة ولا کافرة ولا مرتدة“۔ (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۸، كتاب النكاح، الفصل الثامن في بيان ما يجوز من الأنكحة وما لا يجوز، إدارة القرآن كراچی)

(وَكَذَا فِي الْهَدَايَهُ: ۲/۳۲۵، كِتَابُ النَّكَاحِ، بَابُ نَكَاحِ أَهْلِ الشَّرِكَ، شَرِكَهُ عَلَمِيهُ مُلَثَّان)

الفصل السادس فی التصرف فی الترك

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

میراث میں بعض ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۶۲] : مخدوم مطاع جناب مولوی صاحب دام ظلہم!

بعد تحریہ تعظیم وسلام مسون عرض ہے مندرجہ ذیل میراث کے ایک جھگڑے کے بعض اجزاء کے متعلق، اس سے قبل چند بار پوچھا جا چکا ہے مگر تجربہ یہ ہوا ہے کہ جب تک مفصل حالات اور واقعات عرض نہیں کئے جائیں گے، اطمینان بخش جوابات حاصل نہ ہوں گے۔ نیز چند باتیں اب ایسی معلوم ہوئی ہیں جن کی وجہ سے گذشتہ جوابات میں تبدیلی کا قوی احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا مفصل حالات عرض کر کے جوابات کی درخواست ہے۔

زید نے اپنے بیار بھائی عمر کا علاج کرایا، سور و پیہ تو عمر کے پاس موجود تھے، اور بقولی زید ان کے علاوہ چار سور و پیہ زید کے عمر کے علاج میں اور خرچ ہو گئے، عمر جانبر نہ ہوا (۱)۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر، نیز دیگر حقوق کا مطالبه ورثاء عمر سے کیا۔ زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے، مگر پدر ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی نروع کر دی جس میں بقولی زید و سور و پیہ زید کے خرچ ہو گئے، آخر زید نے پدر ہندہ کو آٹھ سور و پیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری کرالی۔ ان آٹھ سور و پیہ میں سے چار سور و پیہ تو زید کے اپنے تھے اور چار سور و پیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔

عمر کا کچھ ترکہ وطن میں تھا اور کچھ سببی میں۔ وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا، یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے انداز آتین سور و پیہ کا ہوگا۔ دوسرے ایک زمین تھی جو زید و عمر کے آدھے سا جھے کی تھی (۲)۔ وفات عمر سے کئی سال کے بعد زید نے اس زمین کو چار سور پچاس روپیہ

(۱) ”جانبر زندہ، صحیح سلامت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۲۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”سا جھے: شراکت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۷، فیروز سنز، لاہور)

میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کر لی۔ تیسرے عمر کا کچھ سامان غیر نقد تھا جو انداز آئیک سو اسٹی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سور و پیہ کا سامان تو تنہا زید نے لے لیا، اور باقی زید سمیت سب ورثائے عمر پر بحساب شرعی تقسیم ہوا۔

پدر ہندہ سے فارغ ہو کر زید بمبئی گیا اور وہاں اول عمر کے جمع کردہ بارہ سور و پیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چار سور و پیہ خرالدین مذکور کو بھیج دیئے اور پانچ سور و پیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر کو قرض دیئے۔ بعدہ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵ روپیہ اور دوسرے شخص یا میں نامی سے پندرہ سور و پیہ اور وصول کئے، لیکن بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کی کوشش میں بقول زید چھ سور و پیہ خرچ ہو گئے۔ شخص مذکور نہ تو عمر کا قرضدار تھا نہ امانتدار، پھر بھی اس نے پندرہ سور و پیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دوکان و ستکاری کی تھی۔

بعد وفاتِ عمر، زید نے اس کے پاس پہنچ کر اس سے کہا: یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دوکان میں اپنا شریک بنا، یا حق شرکت بمبئی میں جو گلڈول کے انگریزی نام سے رانج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان ۱۲۳ ترکت کا معاہدہ شاید طے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دوکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا، جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہر حال اس شخص نے زید کی آخری بات کو مان کر پندرہ سور و پیہ گلڈول کے دیئے تھے۔

عمر کی بیماری، ہندہ سے مقدمہ بازی، بکر کو قرض دہی اور بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کے کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا، اس کو کم کر کے ترکہ عمر کا زینقت جو کچھ بچا وہ زید کے اپنے مال میں مخلوط ہو کر زید ہی کے ہاتھوں سے تھوڑا سازیڈا اور اس کے اہل و عیال پر اور زیادہ تر ورثائے عمر باستثنائے چند پرکشی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا، کیونکہ خرچ اتنا وسیع تھا کہ باقی ماندہ زینقت ترکہ عمر اس کے مقابلہ میں نہایت قلیل تھا۔

زید نے رقم ترکہ عمر سے بکر کو جو پانچ سور و پیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکرنے زید سے دریافت

کیا کہ یہ قرض آپ ہی کوادا کیا جائے یا اس کو قابل تقسیم قرار دیکر سب ورثاء کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا کہ تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے۔ بکرنے اپنی سہولت کے لئے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض سے بقدر اپنے حصہ کے کاش کر باقی کو زید ہی کوادا کرنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ کچھ ادا نیگی تو زرِ نقد سے کردی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکہ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دیدینے کا وعدہ کر لیا۔

ان واقعات سے عرصہ دراز کے بعداب زید کے دل میں پہ خواہش پیدا ہو گئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کر لیا جائے، کیونکہ اول تو زید کے پانچ سور و پیہ باپ پر قرض تھے جواز روئے وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے، دوسرے مکان مذکورہ کی مرمت میں زید کے سور و پیہ خرچ ہوئے، تیرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی، تو اس میں زید کے تین سور و پیہ خرچ ہوئے۔

اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی بکرنے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہوا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔ تو از روئے حساب ورثاء پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دلا کر مکان کو اپنا کر لیا جائے۔ زید کی یہ خواہش دیگر ورثاء کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکہ عمر کو یاد کیا کہ اگر ترکہ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہو جائیں جن کے دباو سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکہ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا، دوسرے یہ کہ ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں۔

زید نے کہا میرا اپنا و پیہ تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکہ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیر احسان ہو، اور اگرچہ میرے احسانات تم پر بطور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکہ عمر کی جواشیاء اب تک بھی باقی ہیں، اگر از روئے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پاسکیں تو میرے احسانات کے معاوضہ ہی میں وہ میری ہو جائیں، چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے اور بکر کا

بھی مل جائے، جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے۔

اور میرے پانچ سور و پیہ جو والد مرہوم کے مکان پر قرض ہیں، نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثاء اگر پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو کم از کم اتنا ہی کر دیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کیلئے خلی رہن کر دیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں، اور در صورت عدم ادائیگی مجھے اختیار ہو گا مکان سے وصول کر لینے کا۔ اور میری بتائی رقم اخراجات متعلق ترکہ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شہر، سو تم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا، تم دوسرے کے دست نگر ہو کر زندگیاں گذارنے والو! اخراجات کی وسعت کا صحیح اندازہ کیسے لگاسکتے ہو۔

مہربانی فرمائیں کہ سوالاتِ ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابل اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع

فرمایا جائے:

۱..... آخری سطور میں مذکورہ زید کا اظہارِ برہمی مع عدم جوابدہی، احتمال زیادتی، اخراجات متعلق ترکہ عمر بجا ہے یا بجا؟

۲..... یا میں سے وصول شدہ روپیہ ترکہ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے۔

۳..... ورثاء عمر جن پر زر ترکہ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا، ترکہ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں اگر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے مفصل مطلع فرمایا جائے۔

۴..... بکر نے جو اپنا حصہ مکان زید کو دید ہے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے، یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثاء عمر پر تقسیم کرے؟

۵..... ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا، یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جاسکتا ہے؟

۶..... زید نے بحیثیت مسلمان ہونے کے زیر ترکہ عمر کو ورثائے عمر باستثنائے چند پر بے حساب خرچ کیا ہے، حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے، مثلاً: ماں کا اتنا، بہن کا اکھرا، بھائی کا دو ہرا۔ تو کیا ولی ہونے کی وجہ سے زید کیلئے یہ حساب معاف ہے؟

۷..... زید نے بیوہ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری لی، اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ نکلتا تھا نبیع نامہ ہندہ سے اپنے نام کرالیا۔ کیا زید کی یہ کار وائی شرعاً درست ہو گئی؟ فقط۔

احقر احمد حسین، مراد آباد۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

۱..... یہ بھی مغلوب الغصب ہونے کی بناء پر ہے، کوئی باضابطہ جواب نہیں۔

۲..... اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے، اگر اس نے ناقص جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے، اور ہرگز ترکہ عمر نہیں (۱)۔ اگر واقعۃ عمر نے روپیہ دیا اور شرکت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکہ عمر شمار ہو گا۔ اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے (۲)، ثانی صورت میں جو اور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد اداۓ قرض وغیرہ (۳)۔ ترکہ عمر میں جمیع ورثاء شریک ہیں اور یہ شرکت حسب استحقاق و راثت ہو گی جس کی تفصیل ورثاء کی

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تأكِلُوا أموالكم بِيَنْكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي حرّة الرقاشي عن عمّه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا! لاتظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصابيح: ۱/۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(۲) ”أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”مطل الغنى“ . أى تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت ”ظلم“ فإن المطل منع أداء ما استحق أداء و هو حرام من المتمكن . ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمكناً، جاز له التأخير إلى الإمكان“ . (مرقة المفاتيح، کتاب البيوع، باب الإفلاس والإنتار، الفصل الأول: ۱۱۹/۲، رشیدیہ)

(۳) ”يبدأ بتركة الميت الحالية عن تعلق حق الغير بتجهيزه، ثم يقدم ديونه التي لها مطالب من جهة =

تفصیل تعین معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔

جن ورثاء پران کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا، اگر ان کی طلب پر خرچ ہوا تو ان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے، وہ ایسے ورثاء کو دیں جن کو باوجود استحقاق کے کچھ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیر ان کی طلب کے یہ زیادتی ان پر خرچ ہوئی، تو خرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثاء کو ادا کرے، جن کو ترکہ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا (۱)۔

(۲)..... جبکہ زید نے عمر کے جمع کردہ بارہ سور و پیہ بینک سے وصول کر کے بکر کو پانچ سور و پیہ قرض دیئے اور ادا یگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیدیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کرے، یعنی رقم قرض خواہ کل زید کو دیدے خواہ جملہ ورثاء میں حصہ تقسیم کر دے، پھر بکر نے اپنا حصہ میراث کاٹ بھی لیا تو بکر کو چاہیے کہ بقیہ رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تنہا زید کو نہ دے، نہ بصورتِ نقد نہ بصورتِ حصہ مکان (۲)، بلکہ جس

= العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته: أى الدين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع". (الدرالمختار: ۶/۲۵۹، ۷/۲۲، ۷/۲۲، كتاب الفرائض، سعید)

”كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۰، كتاب الشرکة، الفصل الثالث فى الديون المشتركة، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، مكتبة حنفية، کوئٹہ)

(۱) ”ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده عيناً إن كان قائماً، وإلا في ضمن قيمته إن كان قيمياً، ومثله إن كان مثلياً“. (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۲، (رقم المادة: ۷/۹)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكتبة حنفية کوئٹہ)

(وكذا في الدرالمختار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعید)

(۲) ”ما يقبضه كل واحد من الدائنين من الدين المشترك، يكون مشتركاً بينهما، وللشريك الآخر أخذ حصته منه، ولا يسوغ للقابض أن يختص به وحده“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱۳، (رقم المادة: ۱/۱۰۱)، كتاب الشرکة، الفصل الثالث فى الديون المشتركة، مكتبة حنفية کوئٹہ)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریة: ۲/۷، ۳۳، كتاب الشرکة، الباب السادس في المتفقات، رشیدیہ)

طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا ہے زید کو نہیں دیا، اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے، صرف زید کے حوالہ نہ کرے، زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

۵..... زید سے تفصیل دریافت کر لی جائے، جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثاء کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے (۱)۔

۶..... یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ کے ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے (۲)، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں (۳)۔

۷..... اگر بیوہ ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو وہ شرعاً معاف ہو گیا، پدر ہندہ کو مہر کے مطالبه اور مقدمہ بازی کا ہر گز حق نہیں (۴)، جبکہ ہندہ موجود ہے اور کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کر دیا تو پھر پدر ہندہ کا ورثاء عمر

(۱) ”وَهُوَ أَنَّ الشَّرِيكَ أَمِينٌ فِي الْمَالِ، فَيَقْبَلُ قَوْلَهُ بِيَمِينِهِ فِي مَقْدَارِ الرِّبْحِ وَالخَسْرَانِ وَالضَّيْاعِ وَالدَّفْعِ لِشَرِيكِهِ وَلَوْ بَعْدَ مَوْتِهِ“۔ (الدرالمختار). و قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”ولو وكل بقبض وديعته، ثم مات المؤكل، فقال الوكيل: قبضت في حياته و هلك، وأنكرت الورثة، أو قال: دفعته إليه، صدق“۔

(ردالمختار: ۳۱۹/۳، کتاب الشرکة، سعید)

(۲) ہر شخص کا حصہ چونکہ زید کے پاس امانت ہے اور امانت کو اپنے مالک تک پہنچانا واجب ہے: قال الله تبارک وتعالى:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْدُوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

(۳) ”لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مَلْكٍ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِهِ أَوْ كَالِهِ أَوْ لِوَالِيَّةِ عَلَيْهِ، وَإِنْ فَعَلَ كَانَ ضَامِنًا“۔

(شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۱، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقهیة، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغضب، سعید)

(۴) ”لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهْبِ مَالَهَا لِزَوْجِهَا مِنْ صَدَاقٍ، دَخْلٌ بِهَا زَوْجُهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ، وَلَيْسَ لِأَحَدٍ مِنْ أُولَيَاءِ أَبٍ وَلَا غَيْرُهُ الْاعْتَرَاضُ عَلَيْهَا“۔ (الفتاوى العالمةکیریۃ: ۱/۳۱۶، کتاب النکاح، باب المهر، الفصل العاشر فی هبة المهر، رشیدیہ)

(وکذا فی الہدایۃ: ۲/۳۲۵، کتاب النکاح، باب المهر، مکتبہ شرکة علمیة ملتان)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمختار: ۳/۱۱۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

سے مقدمہ بازی کر کے مہر وصول کرنے سارے ظلم ہے (۱)۔ البتہ ہندہ اپنا حصہ میراث ضرور وصول کر سکتی ہے (۲)۔ اور زید نے جو آٹھ سورو پے دیئے ہیں تو معلوم نہیں ہوا کہ اس میں بعض مہر کس قدر ہیں اور بعض میراث ہندہ کس قدر ہے۔

جس قدر قم زید نے بعض حصہ میراث ہندہ ادا کی ہے، اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصہ میراث کا مالک ہو گیا (۳)، اور شرعاً یہ درست ہے، خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا، دیگر ورثاء اب اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے۔ جس طرح زید نے اپنے نام بیعنایہ کرا لیا ہے، دیگر ورثاء کو بھی یہ حق حاصل تھا، جب زید نے اس حق کو وصول کر لیا اور دیگر ورثاء خاموش رہے تو اب اور وہ حق ساقط ہو گیا (۴)، اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکہ عمر سے نہیں دی، اس لئے ورثاء عمر کو اس میں شرکت کا حق نہیں۔ یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا، اگر عمر کی طلب پر بطور قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبه کا حق نہیں (۵)۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بِيَنْكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۲) ”والمرأة تأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة إن كانت التركة دراهم أو دنانير، وإن كانت التركة شيئاً يحتاج إلى البيع، فيبيع ما كان يصلح ويستوفى صداقها“۔ (خلاصة الفتاوى: ۲۲۱ / ۳، کتاب الوصايا، الفصل السابع في الدعوى والشهادة، رشيدیہ)

(۳) ”وصيه او ورثته نقدوا ثمن كفنه من مالهم، يرجع به في التركة، وكذا أداء دينه“۔ (جامع الفصولين)۔ ”وللوارث أن يقضى دين الميت وأن يكتف بغير أمر الورثة، كان له أن يرجع في مال الميت“۔ (جامع الفصولين مع حاشيته: ۳۶ / ۲، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی کتب خانہ کراچی)

”وكذا لو قضى الوارث أو الوصي ديناً من ماله، كان له أن يرجع في مال الميت“۔ (خلاصة الفتاوى: ۲۳۰ / ۲، کتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشيدیہ)

(۴) ”سكوت المالک القديم حين قسم ماله بين الغانمين رضا“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب: الموضع التي يكون فيها السكوت كالقول: ۲۸۲ / ۳، سعید)

(۵) ”كفن الوارث الميت أو قضى دينه من مال نفسه، فإنه يرجع، ولا يكون متقطعاً“۔ (الدر المختار)۔ =

حصہ ہندہ کو جبکہ زید نے اپنے نام بیع کرایا ہے تو اس کی قیمت ترکہ عمر سے ادا کرنا درست نہیں، لہذا فخر الدین کاروپیہ بھی زید کو اپنے پاس سے دینا چاہیے نہ کہ ترکہ عمر سے (۱)۔ زمین مشترک کو فروخت کر کے نصف قیمت بطور اصل مالک زید کی ہے، اور بقیہ نصف میں جملہ و رثاء عمر شریک ہیں (۲)، زید کا کل قیمت کو اپنے ذاتی خرچ میں لانا درست نہیں۔ جملہ و رثاء اپنے حصہ میراث کا مطالیہ زید سے کر سکتے ہیں۔

باپ کے مکان متروکہ میں جو حصہ عمر کا تھا اس میں بھی جملہ و رثاء شریک ہیں۔ ایک سو اسی روپیہ کے سامان میں سے زید کو سور و پیہ کا سامان تھا رکھنا بھی جائز نہیں، صرف اپنا حصہ رکھ سکتا ہے (۳)۔ بارہ سور و پیہ میں بھی سب شریک ہیں (۴)، اسی طرح ۱۲۵/ روپیہ اور پندرہ سور و پیہ کا حال ہے۔

جس قدر رقم زید کی ترکہ عمر کے وصول کرنے میں خرچ ہوئی، اس کو زید ترکہ عمر سے احساناً کاٹ سکتا ہے (۵)، ہندہ کے پدر سے مقدمہ بازی میں جو کچھ خرچ ہوا، اس کو ترکہ عمر سے نہیں کاٹ سکتا (۶)، اس

= ”أَنْفَقَ الْوَصِيُّ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ عَلَى الصَّبْيِ، وَلِلصَّبْيِ مَا لَمْ يَنْفَعْ فِي الْإِنْفَاقِ، إِلَّا أَنْ يَشَهَدَ أَنَّهُ قَرْضٌ أَوْ أَنَّهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ وَتَكْفِيهِ النِّيَةُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى“۔ (رد المحتار: ۲/ ۷۱۸، ۷۱۷)

كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد

(وَكَذَا فِي خلاصة الفتاوی: ۲۲۰/۳، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشیدیہ)

(۱) (راجع، ص: ۳۰۳، رقم الحاشية: ۳)

(۲) ”ثُمَّ تَقْضِيَ دِيْوَنَهُ مِنْ جَمِيعِ مَا بَقِيَ ثُمَّ يَقْسِمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنْنَةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ“۔ (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۴) ”وللشريك الآخرأخذ حصته منه، ولايسوغ للقابض أن يختص به وحده“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/ ۲۱۳، رقم المادة: ۱۱۰۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون، مكتبه حنفیہ کوئٹہ)

(۵) ”وَأَمَّا أَجْرَةُ نَقْدِ الدِّينِ، فَعَلَى الْمَدِيْوِنِ، إِلَّا إِذَا قَبْضَ رَبُّ الدِّينِ فَالْأَجْرَةُ عَلَى رَبِّ الدِّينِ؛ لَأَنَّهُ بِالْقَبْضِ دَخْلٌ فِي ضَمَانِهِ“۔ (رد المحتار: ۵۶۰/۳، كتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن، سعید)

(۶) ”لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مَلْكٍ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِهِ وَإِنْ فَعَلَ، كَانَ ضَامِنًا“۔ (شرح المجلة

نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کیلئے لڑایا ہے، نہ کہ دیگرو رثاء کیلئے۔ جس قدر تر کہ عمر و رثاء مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سکدوش ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم۔

حررۃ العبد محمود گنگوہی عفۃ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۶/۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ جمادی الثانی/ ۱۳۶۶ھ، صحیح: عبد اللطیف۔

ادائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا

سوال [۹۷۶۳] : زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، ترکہ میں ایک موروثی سکنی مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے، اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک میعادِ معینہ کیلئے سرحدی تحویل میں امامت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب الادا قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے۔ زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے او راس خیال سے کہ دریکرنے سے سود کی رقم زیادہ جائے گی، سرکاری تحویل سے اختتم میعاد سے قبل رقم لے کر سارے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔

تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برس روزگار ہیں، لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کیلئے بعض اوقات بادل ناخواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعہ اراضی بھی لگان پر لیا ہے، مگر زراعت کے دیگر اخراجات کیلئے سودی قرضہ لینے کے سوائے اس وقت کوئی اور وسیلہ نہیں ہے، اس کے بغیر ملنا ناممکن نظر آتا ہے اور بہ ہزار دقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے۔

اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب الادا سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی با فعل ملتوي کر کے اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے، وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کر دے گا، کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے ملنے کی امید نہیں ہے۔

ذی علم اور تجربہ کا شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔

دریافت طلب یا امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی کو ایک گھر کیلئے ذریعہ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتی کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے ترکہ میں سے تقسیمِ میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے (۱)، خصوصاً جب کہ قرض سودی ہوتا جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہواں میں تاخیر کی گنجائش نہیں (۲)، اور صورت مسئولہ میں واقعات کا تجربہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائیداد کو کھا کر فاتحہ دیتا ہے۔ اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جاسکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو، اس لئے موہوم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں، بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے۔

اور اس کے بعد اگر الف میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے نج کر اکل حلال کا طالب ہے تو اس کے لئے اللہ پاک ضرور بالضرور جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئیگی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس پر آشوب زمانہ میں ایسے بندگان خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کار و بار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے:

قالَ اللَّهُ تَبارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْمَجِيدِ: ﴿وَمَنْ يَتَقَرَّبَ إِلَيْهِ مِنْ حَلَالٍ وَمِنْ حَرَامٍ﴾

(۱) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالبات من جهة العباد“۔ (الدر المختار: ۲۰/۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۹/۳۲۳)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: “مظل الغنى ظلم“۔ (مشكوة المصايح: ۱/۲۵۱، باب الإفلاس والإنذار، قلنديمی)

حيث لا يحتسب ﴿ الآية (۱) - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم -

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۹ محرم ۱۳۵۹ھ۔

ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال [۹۷۶۲]: زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید ہی نے اپنی حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کر دی۔ زید کے کل متروکہ کا حساب تیرہ سوروپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی، لہذا کل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا۔ اور اسی تیرہ سوروپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کر دی، جس کو گیارہ سال گذر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کاناں و نفقہ چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے، وہ سب تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سوروپے تقسیم ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ کون ساترکہ تقسیم ہو گا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس کے انتقال کے وقت چھوڑا ہے (۲)، اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دو لڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں، وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۷ھ۔

(۱) (سورة الطلاق: ۲، ۳)

(۲) ”لأن التركة ماترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال“۔ (رد المحتار: ۶/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود الترکة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر، كانت =

ترکہ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ سوال [۹۷۲۵] : ایک قطعہ زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ واقعی بھائی اور ان کے حقیقی والد تو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام دھنہ بھی سب ایک ہی میں تھا، لیکن خریدی نظر زمین مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ لہذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہو گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے وہ زمین خریدی ہے اگر اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شرکاء کا روپیہ حصہ دینا اس کے ذمہ واجب ہے: ”لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمنتصرف وحده، كذا في الفتاوی الغیاثیة، اه“ . هندیہ: ۴ / ۳۴۶ (۱)۔

اگر وہ شرکت کیلئے خریدی ہے تو مشترک ہے، شرکاء قیمت میں بھی شریک ہوں گے، یعنہ نہ ہونے کی صورت میں وجب شدن کیلئے مشتری کا قول قائم کے ساتھ معتبر ہوگا:

”لَوْ صَدَقَهُ فِي الشَّرَكَةِ وَكَذَبَهُ فِي دُعَوَى الْأَدَاءِ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ، قَالَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ

= الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح“ . (شرح المجلة لسلیم رستم

باز: ۱/۲۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۰)، کتاب الشرکة، الفصل الثاني، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا في تنقیح الفتاوى الحامدية: ۱/۹۳، کتاب الشرکة، مکتبہ میمنیہ مصر)

(الفتاوى العالمکیریہ: ۲/۳۲۶، کتاب الشرکة، الباب السادس فی المتفرقات، فصل: لو تصرف أحد الورثة، رشیدیہ)

”إذا بذر بعض الورثة حبوب المشتركة بذن الكبار أو وصى الصغار في الأراضي المورثة تصير جملة الحاصلات مشتركة بينهم. وأما لو بذر بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط ولو كان البذر مشتركاً ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصة، لكنه يضمن لبقية الورثة حصتهم مما نقصت الأرض بزراعته“ . (شرح المجلة لسلیم رستم، ص: ۲۰۹، (رقم المادة: ۱۰۸۹)، کتاب الشرکة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا في تنقیح الفتاوى الحامدية: ۲/۷۰، کتاب المزارعة و مطالبه، مکتبہ میمنیہ، مصر)

فی حاشیة المنع: والذی يظهر أن القول للمشتري؛ لأنه لما صدقه الآخر فی الشراء، ثبت الشراء للشركة، وبه يثبت نصف الثمن بذمته، ودعواه أنه دفع من مال الشركة دعوى وفائه، فلا يقبل بلا بينة، ولذا قالوا: إذا لم يعرف شراءه إلا بقوله، فعليه الحجة؛ لأنه يدعى وجوب المال فی ذمة الآخر وهو ينكر وهذا ليس منكراً بل مقر بالشراء الموجب لتعلق الثمن بذمته، ولو تحليفه أنه مادفعه من مال الشركة، قال المشتري: هو لی خاصة اشتريته بمالي لنفسی قبل الشركة، فالقول له بيمينه: بالله ما هوم من شركتنا، أو حال الشركة لو من جنس تجارتها، فهو للشركة، وإن لم يكن من تجارتها فهو له خاصة". شامی بتغیر: ۳/۵۴۹ (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۳/۵۹، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲/ ربیع الثانی/۵۹۔

میت کا ز میں بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۶۶]: زیدوفت ہو چکا اور ورثاء ذیل چھوڑے:

ایک زوجہ، چھ بناں، اخ عینی، شرعاً۔ اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

زید نے جوز میں اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کرائی، اس خیال سے کہ اولاد نہیں نہیں ہے، مرنے کے بعد بھائی مالک ہو جائے گا، اگر زوجہ کے نام ہو گی بھائی محروم رہے گا۔ اور بقیہ جائیداد منقولہ اقتسم نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے، اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے، زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔

سوال یہ ہے کہ جو جائیداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

زید کی زوجہ کا حق مهر..... ۲۵/ روپیہ تھا، اگر زید نے تمام جائیداد بعض حق الامر عورت کو کھدی ہو اس غرض سے کہ دوسرا اورث محروم رہے۔ کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے؟ جس قدر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو ترکہ میت

(۱) (رد المحتار: ۳/۳، کتاب الشركة، مطلب فی دعوى الشريك أنه أدى الثمن من ماله، سعید)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق: ۵/۲۹۲، کتاب الشركة، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳/۲۱۸، کتاب الشركة، باب شركة

العنان، رشیدیہ)

سے ہے اور عوت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فروخت کر سکتی ہے بغیر رضا مندی دیگر ورثاء کے یا نہیں؟ فقط۔
نفسیں احمد، پھلا وَدہ، ضلع میرٹھ (یو، پی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۳

زوجہ	بنات ۶	اخ عینی
$\frac{3}{9}$	$\frac{12}{38}$	$\frac{5}{15}$

بشرط صحیح سوال عدم موافع ارث بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین میت و تنفیذ وصیت وغيره از ثکث
مال (۱)، زید کاتر کہ بہتر [۲] سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہو گا کہ ۹/سہام زوجہ کو ملیں گے (۲)، سہام
ست بنات (۳)، کوئی نہ ایک کو آٹھ آٹھ سہام، ۱۵/سہام اخ عینی کو (۴)۔

(۱) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم
تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين
ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۲۱، ۵۹/۷، سعید)

(۲) میت کی جب اولاد ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مَا مَا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ تَوَصَّوْنَ بِهَا
أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) بنات کو مذکورہ صورت میں ششان یعنی دو تہائی حصے ملیں گے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَنْ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلَّا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
(۲) اخ عینی عصبه ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جوڑہ جائے وہ عصبه کو ملے گا۔

”العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد
أخذ جميع المال“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ: ۶/۲۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ) =

سوال کے ابتداء میں ہے کہ ”وہ جائیداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے“، آخر میں ہے کہ ”زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے“۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بالع سے براہ راست جائیداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تو وہ زوجہ کی ملک ہے، ترکہ زوج نہیں (۱)، مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کر لے، یا اور ثاء زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی نے اصالۃ اور حقیقتہ اپنے لئے خریدی تھی اور کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کر دیا تھا تو اس وقت ترکہ میت شمار ہو کر حسب تحریر بالا اور ثاء پر تقسیم ہو گا۔

اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کر دی تھی تو اس صورت میں اگر بحالت صحت و تندرتی بطورِ ہبہ منتقل کر کے زوجہ کا قبضہ اس پر کر دیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکہ متوفی نہیں، بھائی مطالبه نہیں کر سکتا (۲)۔

اگر بحالت صحت و تندرتی لکھی ہے تو تحریر معتبر ہے (۳)، اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے، خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو، اس کو فروخت کر سکتی ہے، اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، خواہ وہ جائیداد مشترک ہو

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۲۸۵، كتاب الفرائض، رشيدية)

(۱) جب کہ کوئی شخص اپنے ہی مال سے کسی کے لئے کوئی چیز خرید کر اسے دے دے تو یہ ہبہ ہے، اور ہبہ دراصل قبل سے تام ہو جاتا ہے، كما سیأتی تحت الحاشية الآتية.

(۲) ”يملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك“. (شرح المجلة، ص: ۷۳، كتاب الہبة، الباب الثالث، (رقم المادة:)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۶۹۰، كتاب الہبة، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۳/۲۷۳، كتاب الہبة، الباب الأول، رشيدية)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب میت ”زید“ نے مذکورہ زمین اپنی زوجہ کو حق مہر یا بطور ہبہ دینے کیلئے لکھا ہوا اور ساتھ قبضہ بھی کرایا ہو، بغیر قبضہ کے ہبہ اور ملک تام نہیں ہوتا ہے:

”ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۳/۲۷۳، كتاب الہبة، الباب الأول، رشيدية)

خواہ تقسیم شدہ ہو (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عقا اللہ عنہ، میعنی مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۷/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ۔

مشترکہ موروثہ جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال [۹۷۶۷]: مسائل ذیل بغرض جواب ارسال خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب

فتاویٰ مزین بکھر فرمائ کراحتر کے پاس واپس فرمادیں اور عند اللہ ما جور ہوں۔ جواب جلد درکار ہے۔

شجرہ

سو تیلی ماں میاں شرف الدین صاحب، وصیت کنندہ بحق محمد صادق

میاں شرف الدین

میاں ندر محمد صاحب

میاں عطا محمد صاحب

محمد صادق

میاں عاشق محمد صاحب

میاں دوست محمد صاحب

میاں محمد افضل صاحب

(۱) ”كيف ما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملکه، فكذا يتصرف أيضاً في الملك المشترك

اتفاقاً“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۵۹۹، (رقم المادة: ۱۰۶۹)، کتاب الشرکة، الفصل

الثانی، حنفیہ کوئٹہ)

میاں شرف الدین صاحب، میاں عطا محمد صاحب مع ہردوپران: میاں عاشق محمد صاحب و میاں شوق محمد صاحب۔ میاں نذر محمد صاحب مع ہردوپران اور محمد صادق ہر ایک علیحدہ رہا کرتے تھے اور خرچ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تھا۔ میاں شرف الدین صاحب نے جائیداد سکنی علاوہ جائیداد زرعی کے جوان کے نام درج کاغذات سرکار تھی، چاہے وہ جدی تھی یا بعدہ خود خرید کر دئی تھی، چاہے خود خرید کر دئے زیرتسلیں شدہ ہردوپران میاں شرف الدین صاحب سے خرید کی گئی تھی، اور صاحب موصوف نے کاغذات میں بوجہ ملازمت پر دیں عدم حاضری پران خود اپنے نام رجسٹر وغیرہ کرالی۔ مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کر دی:

میاں شرف الدین صاحب نے اپنے بڑے پسر میاں عطا محمد صاحب کو سکنی زمین سے تھیمناً سات مرلہ اراضی جس پر علاوہ کچا مکیہ کے مکانات کے ایک مکان پختہ ملبہ کا تعمیر شدہ تھا۔ اور میاں نذر محمد صاحب کو سکنی زمین پیاس کشی دس مرلہ بناء بر وجہ کہ اس اراضی پر کچا ملبہ کے مکانات تعمیر شدہ تھے، حوالہ کر دی اور اپنے لئے تین مکانات سکنی علیحدہ رکھ لئے اور ہردوپران کے مکانات سے بھی حصہ مکانات بڑے رہائش تاحین حیات تصرف میں رکھ لئے۔

امساوے ایک کمرہ (در حصہ میاں نذر محمد صاحب) و سیڑھی کمرہ و راستہ وغیرہ (در حصہ میاں عطا محمد صاحب) کمرہ متذکرہ جو علی الترتیب میاں نذر محمد صاحب و میاں عطا محمد صاحب کے حصہ میں آئے۔ اور جس پر محمد صادق پر عطا محمد بمحض وصیت پردادی مندرجہ بالا در شجرہ وزان بعد فیصلہ شرعی قابض اور رہائش پذیر تھا۔ ہردوپران میاں شرف الدین صاحب نے قبضہ کر لیا اور میاں شرف الدین صاحب نے ان تین مکانات سے دو دو مکانات پر کمل تصرف کر لیا اور تیسرا مکان جو بطور بیٹھک مشترکہ طور پر ہر ایک فریق کے زیر استعمال جیسا کہ قبل از تقسیم تھا رہا۔

اس دوران میں بعد تقسیم قبضہ ہائے مکانات بطریق بالا میاں عطا محمد صاحب را ہی ملک بقا ہو گئے۔ اور بعد وفات میاں عطا محمد صاحب مرحوم محمد صادق نے اپنے والد ماجد میاں شرف الدین صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ اس کے پاس کوئی اور بیٹھک نہیں اور نہ ہی شریعت میں پران میاں عطا محمد صاحب مرحوم موصوف کی وفات کے بعد بوجودگی میاں نذر محمد صاحب ان کے وارث ہو سکتے ہیں، اپنی جائیداد یعنی سر

مکانات سے جو صاحب موصوف بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھ لئے تھے بیٹھک متذکرہ بطورِ ہبہ یا قیمة جیسا مناسب خیال فرمادیں پس ان میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیویں، کیونکہ اس مکان بیٹھک پر محمد صادق نے بلاشکت کسی دیگر فریق کے کافی ملہبہ لگایا ہوا ہے۔

اور اگر میاں شرف الدین مکان بیٹھک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس ملہبہ کی موجوداً وقت یا اسی قدر ملہبہ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہو تو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیٹھک پر دعویٰ صورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ملہبہ کی موجوداً وقت قیمت اور نہ ہی اسی قدر ملہبہ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے ملہبہ مکان بیٹھک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ ملہبہ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے چاہے شریعت، روانج، پنچایت، یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو ملہبہ متذکرہ اتارنے کی بخوبی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضا مند ہیں۔

اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیٹھک کے حصول میں کوشش رہا، حتیٰ کہ عرصہ زائد از دوسال گزر گیا اور بیٹھک بدستور سابق مشترک کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقہ اپنے سابقہ فیصلہ کی رو سے محمد صادق کو ملہبہ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادران محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست و برخاست مکان بیٹھک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک خالی کر دو، کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد و میاں شوق محمد صاحب اپنے بندی شرع محمدی کے دعویدار ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل امور کیلئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں:

۱..... آیا ملہبہ متذکرہ بیٹھک جو محمد صادق نے بلاشکت کسی دیگر فریق بیٹھک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضا مندی دی، محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں، جبکہ کسی دیگر فریق نے نہ ہی کوئی ملہبہ لگایا اور نہ ہی شکست وریخت میں خرچ کر کے محمد صادق کا ہاتھ بٹایا، حالانکہ استعمال مشترک کہ ہوتا رہا؟

۲..... آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائیداد سے جو بوقت تقسیم جائیداد مابین پس ان خود

صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، بیٹھ کر متذکرہ کوئی امر شرعاً مانع ہے، اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطا محمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سالم اپنی زندگی میں منتقل فرمادیویں؟

۳..... اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب، یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پرانے میاں عطا محمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرمادیویں تو کیا:

(الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطع رحمی کے مترادف نہ ہوگا، تو قطع رحمی کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطع رحمی کے مترادف ہوگا۔

۴..... جو جائیداد ز مرسلہ میاں عطا محمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرنے کے بعد اپنے نام رجسٹری وغیرہ کراتے رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائیداد کا شرعاً کون مالک ہے؟

(ب) کیا اس جائیداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائیداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟

(د) کیا یہ جائیداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

۵..... مرحوم میاں عطا محمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین صاحب بحیثیت والد متوفی ۶/۱ حصے کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبه بھی کرتے ہیں، لیکن عملاً باوجود اصرار و رثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم اپنا حصہ لینے سے لیت و لعل فرماتے ہیں، حالانکہ مرحوم کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً ساڑھے سات سال کا گذر رہا ہے، لہذا:

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں ۶/۱ حصہ حاصل نہ کریں اور لینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ ۶/۱ حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں

شمارہ ہوگا؟

(ب) اگر میاں شرف الدین صاحب / احصہ لینے میں لیت و لعل کرتے ہیں اور زندگی و فانہ کرے تو کیا اور شاء میاں عطا محمد مرحوم گنہگار تونہ ہوں گے؟

(ج) اگر شرعاً اور شاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار ہوں گے تو ان کو شرعاً کیا عمل کرنا چاہیے جس وجہ سے وہ اس بارے سبکدوش ہو سکیں؟

احقر الناس: محمد صادق کھوکھر بقلم خود۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ا..... محمد صادق حقدار ہے (۱)۔

۲..... بیٹھ کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالِ صحت و تدرستی اگر منتقل کر دیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عطا محمد کی اولاد کی طرف منتقل ہو جاوے گی (۲)۔

۳..... (الف، ب): اپنی زندگی میں کلی اختیار ہے۔ عطا محمد کی اولاد کو نظر انداز کر دینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں (۳)، البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں۔

(۱) ”عمر دار زوجته بماله بإذنها، فالعمارة لها، والنفقة دينٌ عليها، لصحة أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرضة، فيوم بالتفريغ بطلها ذلك“۔ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”قوله: والنفقة دينٌ عليها؛ لأنَّه غير متطوع في الإنفاق، فيرجع عليها لصحة أمرها، فصار كالمامور بقضاء الدين“۔ (الدر المختار، كتاب الوصايا، مسائل شتى: ۲/۷۴، سعید)

(۲) ”ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ما شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رسم باز: ۱/۲۳۶، کتاب الشرکة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، رقم المادة: ۱۱۲۲)، مكتبة حنفية کوئٹہ

”تُعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رسم: ۱/۲۲۳، رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الهبة، حنفیہ کوئٹہ (وکذا في الدر المختار: ۵/۲۸۸، کتاب الهبة، سعید)

(۳) ”وفي الخانية: لو وهب شيئاً لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض، روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل في الدين. وإن كانوا سواء، يكره“۔ =

(الف، ب، ج، د): اگر عطاء محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائیداد خرید لیں اور میاں شرف الدین نے اس کیلئے خریدی مگر کسی مصلحت یا مجبوری سے عطاء محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا، بلکہ اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائیداد عطاء محمد، ہی کی ملک ہے (۱)، میاں شرف الدین کو اس میں اصالۃ ماکانہ تصرف کا حق نہیں، وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میاں شرف الدین صاحب کا ترکہ شمارہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگی، بلکہ ترکہ عطاء محمد کا قرار پا کر عطاء محمد کے ورثاء میں تقسیم ہوگی (۲)۔ / امیاں شرف الدین کو، ہی ملے گا (۳)۔

اگر عطاء محمد نے روپیہ بطور بہہ اپنے والد کو دیا ہے اور والد نے اپنے لئے یہ جائیداد خریدی ہے تو وہ کلیٰ میاں شرف الدین کی ملک ہوگی (۴)، ان کو اس میں ماکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا، جس کے حق میں چاہیں

= (رد المحتار: ۳/۳۲۳، کتاب الوقف، مطلب مهم فی قول الواقف، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳/۲۷۹، کتاب الہبة، فصل فی هبة الوالد لولده، رشیدیہ)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۲۳۷، کتاب الہبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، رشیدیہ)

(۱) ”والملک یثبت للمؤکل ابتداءً فی الأصح، فلا یعتق قریب الوکیل بشرائنه حتى لو أضافه إلى نفسه، لا یصح تتعلق بمؤکله لابه، لكونه فيها سفیراً محضاً“۔ (الدر المختار: ۵/۵۱۳، کتاب الوکالة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳/۵۶۷، کتاب الوکالة، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) ”والمراد من الترکة ماترکہ المیت خالیا عن تعلق حق الغیر بعینہ“۔ (تبیین الحقائق: ۱/۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا يُؤْيِه لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدْسُ مَمَاتِرَكَ﴾۔ (سورة النساء: ۱۱)

”واما الرجال فالاول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السادس مع الابن وابن الابن وإن سفل“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوى الفروض، رشیدیہ)

(۴) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك“۔ (شرح المجلة لسیم =

وہ منتقل بھی کر سکیں گے، اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شمار ہو کر ان کے ورثاء میں تقسیم ہو گا۔

۵..... میاں شرف الدین کو چاہئے کہ معاملہ کو صاف کر دیں یعنی اپنا حصہ ۶/ اوصول کر لیں، پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیں، معلق رکھنا اچھا نہیں (۱)۔

(الف) یہ ایک ۶/ ا حصہ ترکہ میاں شرف الدین شمار ہو گا۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثائے میاں عطا محمد صاحب میں سے ہیں، دیگر ورثاء کو چاہئے کہ ۶/ ا حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کر دیں، پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی الزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سعی ورثائے عطا محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان ورثاء پر گناہ نہیں (۲)۔

= رسم: ۱/ ۳۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲۸۸/۵، کتاب الہبة، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/۳۷۳، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(۱) واضح رہے کہ میراث میں ایک جبری ہے اور حق حصہ نہ لینے سے بھی باطل نہیں ہو جاتا:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَرِیضَةٌ مِّنَ اللَّهِ﴾۔ (النساء: ۱۱)

”وھی ضربان: شرکة ملک وھی ان یملک متعدد عیناً او دیناً یارث او بیع او غیرهما بائی سبب کان جبریاً او اختیاریاً ولو متعاقباً“۔ (الدر المختار). و قال العلامہ ابن عابدین رحمہم اللہ تعالیٰ: ”قوله: بائی سبب کان) ہو مفہوم قوله: یارث او بیع، فإن الأول جبری و الثاني اختیاری“۔ (رد المختار:

۳۰۰/۳، کتاب الشرکة، سعید)

”والثالث: إما اختیاری وہ الوصیة او اضطراری، وہو المیراث“۔ (مجموع الأنہر: ۳۹۳/۳)

کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱/ ۳۷۱، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رسم باز: ۱/ ۱۵۹، ۱۰۲، ۱۰۲، کتاب الشرکة، الفصل الأول، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) اس لئے کہ میاں عطا محمد کے ورثاء کی طرف سے کوئی تعدی اور ظلم نہیں، لہذا ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(ج) حبٗ تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۳/ صفر/ ۱۴۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۰/ صفر/ ۱۴۶۸ھ۔

مال موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال [۹۷۶۸]: زید کا انتقال ہو گیا، اب زید کی بیوی ہندہ اور ایک نابالغہ بڑی کی ہے، مال موروث غیر

مقسوم ہے۔ زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان و نفقہ دیتا تھا۔ کیا بعد موت بیوہ والدہ ہندہ اس مال موروث سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقتِ موت اس بارے میں کچھ تصریح نہیں کی۔ فی الحال وہ نابالغہ بڑی اور اس کی بیوی کے اندر مالی موروث مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب و طالب علم وغیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمانداری اور دعوت وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مال مشترک سے ہندہ کیلئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمانداری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں، البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلانے یا صدقہ کرے:

”ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنَّه شرع في السرور لافي الشورو، وهي بدعة مستقبحة ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، اه.“ ردا المحتار:

۱/ ۹۴۰ (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

(۱) (ردا المحتار: ۲/ ۲۳۰، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت، سعید)

(وکذا فی البزاریة علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۲/ ۸۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۱۶۷، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، رشیدیہ)

مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال [۹۷۶۹]: ا.....(الف) کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی بڑی کی اولاد ہے، ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ تیم ہیں، ان کا مال متزوکہ مشترک ہے۔ مذکورہ اولاد اپنے چچا، نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں، حالانکہ چچا، نانا کا مال مشترک کو تیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے۔ ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھایلوے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا، نیز تقریب ولیسہ، رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ اب دریافت طلب امریہ ہے کہ بالغ کو مال متزوکہ مشترکہ سے خرچ کرنا اور لوگوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بتقدیر اول کس طرح جائز ہے اور بتقدیر ثانی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا؟ جواب تحریر فرمائیں۔

(ترکہ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا، اس کی تقسیم کس طرح ہو)

۲.....(الف): خالد کی بہن نیسب کو اس کے باپ عمر نے نکاح دیدیا، عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ: بیٹا! میرے بعد تم ہی تو میرے مال متزوکہ کے مالک ہو گے، تم اپنی بہن نیسب کو ہر سال سرال سے لایا کیجیو، اگر ہو سکے اسے کھلا پلا کر کپڑا وغیرہ دے کر خوش رکھیو۔ نیسب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آ جایا کروں تو کافی ہے، باپ کا متزوکہ مال بھائی کے پاس رہے اس کا تقاضہ نہیں کرتی، صراحةً اپنا حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔

نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے کمائی کر کے مال متزوکہ کو اور بڑھایا، نیز جائیداد کا بھی منافع ملتا ہے۔ اب دریافت طلب امریہ ہے کہ خالد مال متزوکہ مشترکہ میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوة، مدرسہ کا چندہ وغیرہ دینی کارخیر میں خرچ کرتا ہے، آیا خالد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالت مذکورہ میں خالد کی بہن نیسب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مرگئی تو نیسب کی اولاد کو مال مذکورہ میں حصہ ملے گا تو خالد کو ان تیموں کا مال علیحدہ کئے بغیر کارخیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا.....(الف) یہ کھانا شرعاً جائز نہیں، اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا کھانا کھالیں تو اس کی قیمت بصورت نقد، یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیدیں (۱)۔ یہ حکم نفس کھانے کا ہے۔ اگر یہ کھانا سویم، چہلم وغیرہ مروجہ رسوم و بدعاں کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں کھانا چاہئے (۲) :

”ويکرہ اتخاذ ضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السر، ولا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد رحمة الله تعالى عليه وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير ابن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة، اه ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، اه.“. شامي (۳)۔

(ب) تقسیم کر کے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں، مال مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجبی ہے:

”ولايجوز لأحد هما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهمما كالأجنبي في نصيب صاحبه، اه.“. عالم گیری (۴)۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَاٰتُوا الْيَتَّمَىٰ أَمْوَالَهُمْ، وَلَا تَبْدِلُوا الْخَيْثَ بِالْطَّيْبِ، وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ، إِنَّهُ كَانَ حَوْبًا كَبِيرًا﴾. (سورة النساء: ۲)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى: ”روى محمد في كتاب الآثار عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى عن رجل عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: لَا يأكُل الْوَصِيُّ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ قَرْضًا وَلَا غَيْرًا“. وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وذكر الطحاوی أن مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يأخذ قرضاً إذا احتاج، ثم يقضيه“. (أحكام القرآن، (سورة النساء: ۲): ۲۵/۲، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) ”ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعياد ونقل الطعام إلى القبر في الموسم فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره“. (الفتاوى البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۸۱/۲، كتاب الصلوة، باب الجنائز، رشيدیہ)

(۳) (ردد المختار: ۲۲۰/۲، كتاب الصلوة، باب الجنائز، سعید)

(۴) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۰/۱، كتاب الشرکة، الباب الأول، رشيدیہ)

(الف) خالد کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجودہ تھا اس کو حب و راثت شرعیہ تقسیم کر کے بہن کا حصہ بہن کو دیدے (۱)، اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے، اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محاسب کرے (۲)۔

(ب) جبکہ نسب نے اپنا حصہ خالد کو ہبہ نہیں کیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا، زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کر دے، ایسے مال مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں، جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۸/۱۰۔

ترکہ میت سے ضیافت والیصال ثواب

سوال [۹۷۰]: مال متزوجہ میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور ورثاء نابالغ ہوتے ہوئے بغیر وصیت میت اموال متزوجہ غیر مقسم میں سے کوئی کار خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں، اور در صورتِ وصیت کیا حکم ہے؟

= (وكذا في الدر المختار: ۳۰۰/۳، كتاب الشركة، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲۱۲/۳، كتاب الشركة، رشيدية)

(۱) "ثم يقسمباقي بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب والسنة والإجماع".

(الدر المختار: ۲۱/۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجى، ص: ۳، سعيد)

(۲) "ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعى، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردہ عيناً إن كان قائماً، وإلا في ضمن قيمته إن كان قيمياً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۲، (رقم

المادة: ۹)، المقالة الثانية في القواعد الفقهية، مكتبة حنفية كوشة)

(وكذا في الدر المختار: ۲۰۰/۲، كتاب الغضب، سعيد)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۰۱، كتاب الشركة، الباب الأول، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً:

ترکہ میت سے اولاً تجهیز و تکفین میت کی جائے، اس کے بعد دوسری میت ادا کیا جائے، پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ثلث سے وصیت پوری کی جائے (۱)، ایک ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، الایہ کہ ورثاء اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثاء بالغ ہوں، نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں (۲)۔ بغیر وصیت مطلقاً اور بصورت وصیت ایک ثلث سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، جبکہ ورثاء نابالغ ہوں یا غائب ہوں:

”ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافي الشرور، وهي بدعة مستقبحة وهذه الأفعال كلها لسمعة والرياء فيحترز عنها ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب مع قطع النظر عما يحصل عند ذلك غالباً من المنكرات الكثيرة، اهـ“. شامی: ۱/۸۴۱ (۳)۔ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان الدین عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۹/ جمادی الاولی/ ۱۳۶۷ھ۔

بھتیجوں کی پروش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال [۹۷۷] : زید نے اپنے بھتیجا اور بھتیجی کی دوڑکیوں کی پروش اور شادی بیاہ بھی کی تو کیا زید

(۱) ”تعلق برکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقیر، ثم تقضی ديونه من جميع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين الورثة“۔ (السراجیہ، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”ولايجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيئه الورثة بعد موته وهم كبار“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۹، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۵۱، کتاب الوصایا، سعید)

(۳) (ردارالمختار: ۲/۲۲۰، کتاب الصلة، مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ من أهل المیت، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۱۲۷، کتاب الصلة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، رشیدیہ)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۸۱، کتاب الصلة، باب الجنائز، رشیدیہ)

بھائی کے ترکہ میں سے بھتیجا اور اس کی لڑکی کی پرورش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر زید نے بھتیجا اور بھتیجوں کی پرورش اولاً تبرعاً کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا، نہ زید کے بعد زید کا لٹکا لے سکتا ہے (۱)۔ اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطورِ قرض خرچ کر کے پرورش کی ہے اور یہ نیت تھی کہ میں اپنے بھائی کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر بینہ موجود ہے تو لے سکتا ہے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/۳/۱۳۵۹۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۹۔

(۱) ”من وھب لالأصوله وفروعه أو لأخيه أو اخته أو لأولادهما أو لعمته أو لخالتہ شيئاً، فليس له الرجوع“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/ ۲۶۷، رقم المادة: ۸۶۶)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وكذا في الفتوى العالى المکيرية: ۳/ ۳۸۵، کتاب الہبة، الباب الخامس في ما يمنع الرجوع في الہبة وما لا يمنع، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۵/ ۰۲، کتاب الہبة، باب الرجوع في الہبة، سعید)

(۲) ”أنفق الوصي من مال نفسه على الصبي، وللصبي مالٌ غائبٌ، فهو متقطع في الإنفاق استحساناً، إلا أن يشهد أنه قرض أو يرجع عليه وفي المحيط عن محمد: إذا نوى الأب الرجوع ونقد الشمن على هذه النية، وسَعَه الرجوع فيما بينه وبين الله تعالى. وأما في القضاء فلا يرجع مالم يشهد“۔

(رد المختار: ۱/ ۷، کتاب الوصایا، فصل في شهادة الأوصياء، سعید)

”وكذا لو اشتري الوصي طعاماً لنفقة أو كسوة بشهادة الشهود، فله أن يرجع في مال الصغير. وإنما اشترط شهادة الشهود؛ لأن قول الوصي معتبر في الإنفاق، ولكن لا يقبل في الرجوع في مال الميت إلا بالبينة“۔ (خلاصة الفتاوى: ۳/ ۲۳۰، کتاب الوصایا، الفصل الرابع في الدفن والکفن وما يتصل بها، رشیدیہ)

(وكذا في جامع الفصولين: ۲/ ۳۶، الفصل الثامن والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی)

موت زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ

سوال [۹۷۷۲]: ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے متوفیہ کے مال میں سے کچھ اسباب علاوہ نقدوں کے کچھ اشرفیاں اور کچھ کپڑے اور تاگوں کی ریل نکلے ہیں (۱)۔ شوہر کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگرچہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں، نیز کپڑوں کے نکلے تاگوں کے ریل میری دوکان کے ہیں، لہذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

فتوث: جب مرحومہ عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا، عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھو نو برس کے بعد خاوند ملک آیا، تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا، ذریثہ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سامان مرد کیلئے مخصوص ہوتا ہے، یا اس کی دوکان اور تجارت کا ہے وہ مرد کا ہے، اس میں عورت کے دیگر ورثاء کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے۔ اور جو سامان مرد و عورت ہر دو کیلئے مشترک ہے وہ بھی صورت مسئولہ میں مرد ہی کیلئے ہے:

”وإذا مات أحدهما، ثم وقع الاختلاف بين الباقي وورثة الميت، فعلى قول أبي حنيفة و محمد رحمة الله تعالى: ما يصلح للرجال، فهو للرجل إن كان حياً، ولورثته إن كان ميتاً، وما يصلح للنساء فهو على هذا، وما يصلح لهما فعلى قول محمد هو للرجل إن كان حياً، ولورثته إن كان ميتاً. وقال أبو حنيفة رحمة الله تعالى: المشكل للباقي عنهمما. وما كان من متاع التجارة والرجل معروف لتلك، فهو للرجل، كذا في المحيط“. کذا فی المحيط

= (وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۱۶، كتاب الوصايا، باب الوصي و ما يملكه، رشيدية)

(۱) ”تاگا: ذورا، وھاگا، سوت کاتار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاہور)

”ریل: پھرکی، پیچک“۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۷، فیروز سنز لاہور)

الفتاویٰ العالمکیریہ: ۱/۳۲۹۔

اور جو سامان عورت کیلئے مخصوص ہوتا ہے وہ عورت کا ترکہ شمار ہو گا اس میں شوہر کیا تھدیگر ورثاء بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

دوسرے کی ملک و راثت کو وقف کرنا

سوال [۹۷۷] : زید نے چند درختاں امہ زمیندار کی اراضی میں نصب کر لیا تھا (۲) اور اس پر اس کا ہر طرح کا تصرف تھا، مگر اس کے نام کسی قسم کا کوئی اندر اراج کاغذات وہی (۳) میں نہیں تھا۔ کچھ گھریلو ضرورتوں کے تحت اپنے نصب کردہ درختاں بکر سے مناسب قیمت لے کر فروخت کر دیا۔ اسی درمیان میں سرکاری حکم کے بموجب پٹواریوں کو یہ ہدایت ہوئی کہ متفرق درختاں کا اندر اراج مع ملکیت کے کیا جاوے۔ اس موقع پر بکرنے کا غذات وہی میں باغ کا اندر اراج اپنے نام کرالیا جس پر زید کو کوئی عذر نہیں تھا اور نہ گاؤں کے لوگوں ہی کو کوئی اعتراض پیدا ہوا۔

بکر کے انتقال کے بعد جب اس کا لڑکا علی دنیا میں آیا تو کچھ لوگوں کو ضد پیدا ہوئی اور اس کے تحت ایک پارٹی بنا کر اس اراضی کو گرام سماج کی ملکیت بنانی چاہی۔ چونکہ اس کے اردو گرد بنا اندر اراج قبرستان بھی ہے، لوگ باغ مذکور کو بھی قبرستان بنانا چاہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ باغ مذکورہ پر عمر کا تصرف شرعاً ناجائز ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریہ: ۱/۳۲۹، کتاب النکاح، الباب السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متع

البیت، رشیدیہ)

(وَكذا فی البحو الرائق: ۷/۳۸۱، ۳۸۲، کتاب الدعوی، باب التحالف، رشیدیہ)

(وَكذا فی تبیین الحقائق: ۵/۳۶۰، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکتبہ دارالكتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”امہ: آم کی ایک قسم کا درخت“۔ (فیروز لالغات، ص: ۱۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”بہی: وہ رجڑ جس میں حساب وغیرہ لکھتے ہیں، روزنامچہ“۔ (فیروز لالغات، ص: ۲۳۸، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس کے وقت ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو، والد کا وارث ہونے کی حیثیت سے عمر کا اس پر قبضہ درست ہوگا۔ اصل مالک کے قبضہ سے بلا وجہ شرعی کوئی چیز نکالنا ظلم ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷۳/۷/۱۳۸۹ھ۔

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں

سوال [۹۷۲]: ایک شخص اپنے پس پشت دولڑ کوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، ان میں سے ایک بالغ تھا اور ایک نابالغ۔ بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کر دیا اور کچھ گورنمنٹ کی ملکیت ہو گئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بحمد اللہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار ہیں۔ اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹا بھائی خود مختار ہے وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے۔ تو کیا حق طلبی دوم وہی شی اول بار دے کر لی جاسکتی ہے؟

تیری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے، انہی سے کوئی سوچ سے ثابت کر کے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اب مشتری بڑے بھائی سے لے یانہ لے، کوئی سروکار نہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تأكُلوا أموالكم بِيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”عن أبي حرة الرقاشي عن عممه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه”. (مشكوة المصايح، ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

”عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من أخذ شيئاً من الأرض ظلماً، فإنه يطوّقه يوم القيمة من سبع أرضين“ . متفق عليه. (مشكوة المصايح، المصدر السابق)

الجواب حامدًا ومصلياً:

بڑے بھائی کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۱)، چھوٹے بھائی کا حصہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں، اس کے حصہ کی بیع نہیں ہوئی (۲)، وہ بالغ ہونے پر اپنے حصہ کے بقدر بیع کو ختم کر کے اپنا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے، خریدار اس کے حصہ کی قیمت بڑے بھائی سے وصول کرے۔ یہ بھی درست ہے کہ چھوٹا بھائی اپنا حصہ مستقلًا پہلے خریدار یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۹۲/۱۲/۱۹۔

اگر کسی وارث کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے گا

سوال [۹۷۷۵]: میں اپنی حیات میں اپنے تین لڑکے اور ایک لڑکی کو شرع کے مطابق اپنے مکان کے حصے کر کے ان کے قبضے میں دیدینا چاہتا ہوں، بیخدلے اور چھوٹے لڑکے اور لڑکی سے میں اور میری اہلیہ خوش ہیں۔ بڑے لڑکے کے ساتھ بیوی جس سے دولڑ کے اور تین لڑکیاں ہیں، یہ بہوزنانہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہے، اپنا، اپنے میاں اور بچوں کی پرورش اپنی آمدنی سے عرصہ سے کر رہی ہے اور اپنے ساس اور سرکی ہر طرح کی

(۱) "يصح بيع الحصة المعلومة الشائعة بدون إذن الشريك". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۱۰۳، رقم المادة: ۲۱۵)، کتاب البيوع، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی تنقیح الفتاوى الحامدیۃ: ۱/۲۳۶، کتاب البيوع، مطلب: بيع الحصة من العمارة، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۲) "كل تصرف صدر منه تملیکاً كان كبيع وتزویج، وله مجیز حال وقوعه، انعقد موقوفاً: أى على إجازة من يملك ذلك". (الدرالمختار: ۵/۱۰۶، کتاب البيوع، فصل فی الفضولی، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۰۳، رقم المادة: ۳۶۸)، کتاب البيوع، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۳) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسلیم باز: ۱/۲۵۳، رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشرکة، باب أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

"لأن الملك مامن شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمختار: ۳/۵۰۲، کتاب البيوع، سعید)

خدمت کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے ہم دونوں اس بھوسے بے انتہا خوش ہیں۔

بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ناخوشی کے باوجود دوسرا نکاح کر لیا، دوسری بھوسے دوڑکے اور دوڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا بڑا لڑکا قیام کرتا ہے اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں پر کھاتا ہے۔

اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا تو ڈر ہے کہ وہ اس کو یا تو فروخت کر دے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو دیدے اور پہلی بیوی کو محروم کر دے اس لئے اگر شرعاً اجازت ہو تو میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دے دوں اور بہب تک یہ میرے پوتے بالغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کے ذمہ دار ہوں۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اپنی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں تو چار حصے برابر کر کے تین حصے تینوں لڑکوں کو، ایک حصہ لڑکی کو دیدیں یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا، نصف نہیں ہوگا (۱)۔ سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کرادیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا ہبہ کرے یا فروخت کر دے، آپ کو روکنے کا حق نہیں ہوگا (۲)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدا نخواستہ معصیت میں صرف کر دے گا تو اس کو کچھ نہ دیں (۳)، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کر دے گا تو ابھی وراثت یا محرومیت کا سوال ہی

(۱) ”وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأئنة في الهبة“۔ (البحر الرائق: ۷/۲۹۰، کتاب

الهبة، رشیدیہ)

(وکذا في خلاصة الفتاوى: ۳/۲۰۰، کتاب الهبة، الفصل الأول، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوى البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۷، کتاب الهبة، رشیدیہ)

(۲) ”كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكًا لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحد هم علاقة في حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز:

۱/۲۲۳، رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب الشرکة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) ”إِنْ كَانَ فِي وَلَدِهِ فَاسِقٌ، لَا يُنْبَغِي أَنْ يُعْطِيهِ أَكْثَرَ مِنْ قُوَّتِهِ كَيْلًا يُصِيرُ مَعِينًا لِهِ فِي الْمُعْصِيَةِ وَلَوْ كَانَ وَلَدُ فَاسِقًا وَأَرَادَ أَنْ يَصْرُفَ مَالَهُ إِلَى وَجْهِ الْخَيْرِ وَيَحْرُمَهُ عَنِ الْمِيرَاثِ، هَذَا خَيْرٌ مِنْ تَرْكِهِ“۔

(الفتاوى العالمكيرية: ۳/۱۱۹۱، کتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغرى، رشیدیہ)

نہیں۔ مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے (۱)، دونوں کا نفقہ بھی واجب ہے (۲)، دونوں کے ساتھ برابری کا رہن سہن لازم ہے (۳)، ورنہ شوہر گنہگار ہوگا، اس کو فہماش کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا

سوال [۶۷۹]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہرا دانہیں کیا، ارادہ یہی تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادا نیکی مہر میں کیا

= (وكذا في الفتاوى البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۳۷، كتاب الهبة، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۷/۳۹۰، كتاب الهبة، رشيدية)

(۱) قال الله تبارك و تعلى: ﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صَدَقَتْهُنَّ نِحْلَةً﴾. (سورة النساء: ۳)

”ثم المهر واجب إبانة لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره“۔ (الهدایۃ: ۲/۳۲۳، کتاب

النکاح، باب المهر، شرکة علمیہ ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۳۹، كتاب النکاح، باب المهر، رشيدية)

(۲) ”النفقة واجبة للزوجة على زوجها، مسلمةً كانت أو كافرةً، إذا سملت نفسها إلى منزله، فعليه نفقتها وكسوتها وسكناتها“. (الهدایۃ: ۲/۳۳۷، کتاب الطلاق، باب النفقة، شرکة علمیہ ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات: ۱/۵۳۲، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضی خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة:

۱/۳۲۲، رشيدية)

(۳) ”ويجب أن يعدل فيه: أى فى القسم بالتسوية فى البيتوة وفي الملبوس والمأكول والصحبة“۔

(الدر المختار: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، کتاب النکاح، باب القسم، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۳۷۹، ۳۸۰، کتاب النکاح، باب القسم، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۲۶، کتاب النکاح، باب القسم، إدارة القرآن کراچی)

مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔ بینوا تو جروا۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

مہراب ترکہ زوجہ بن گیا ہے کہ اس میں شرعی میراث جاری ہوگی (۱)۔ ایک چوتھائی کا مستحق شوہر ہے، وہ خود رکھ لے (۲) اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دو ہر لڑکے کو اکھر لڑکی کو دیدیا جائے (۳)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجہ کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک کا حصہ دریافت کر لیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں (۴)، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۵)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۳/۵۔

(۱) ”کما أن أعيان المتنوفى المتوفى المترولة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركة بينهم على قدر حصصهم“۔ (شرح المجلة لسالم رستم باز: ۱۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۱)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی الديون المشتركة، حنفیہ کوئٹہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الْرِّبْعُ مَا تَرَكُنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲) ”وَأَمَّا الائنان من السبب، فالزوج والزوجة: فللزوج النصف عند عدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد وولد الابن“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ: ۲/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثامن فی ذوى الفروض، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مُثْلِ حَظِّ الْأَنْثِيَنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱) اس لئے کہ اولاد عصبه ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام ترکہ عصبه کا ہوگا:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقيه الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۲۸۵، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(۴) ”ومن شرائطه الملك وقت الوقف، حتى لو غصب أرضاً فوقها ثم ملكها، لا يكون وقفاً“۔ (مجمل الأنهر: ۲/۵۶۸، کتاب الوقف، غفاریہ کوئٹہ)

”لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه وإن فعل كان ضاماً“۔ (شرح المجلة: ۱/۶۱، رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقهیة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

(۵) ”كل واحد من الشركاء يصبح بعد القسمة مالكاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحد هم علاقة في =

شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاح ثانی، غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف سوال [۷۷۹]: تنتیح کی گئی۔ اب مولانا صاحب گذارش ہے کہ ہماری مسجد محلہ شیشگران، فیروز آباد اس میں پانچ عہدیدار ہیں: ۳/آدمی و رکن کمیٹی کے ممبروں میں کل: صدر، سیکریٹری، خزانچی اور اس کے علاوہ ۲۸ ممبر ہیں، لیکن ان میں معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔

ایک عورت مسماۃ حمیدن ضلع علی گڑھ کی رہنے والی ہے، اس کا شوہر موجود ہے، اب سے میں سال پہلے وہ عورت فیروز آباد آگئی ہے اور اس عورت نے میرے ماموں بنام ننھے سے نکاح کر لیا، ایک دوسرے مرد نے علی گڑھ سے لا کر ۵۰۰ روپیہ لا کر اس کو ننھے کو دیدیا ہے، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، اس کے دو پچھی ہیں۔ ننھے اور کلواد بھائی تھے اور دونوں ایک ہی مکان میں ہمیشہ رہتے تھے، کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں۔ اور اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولاد سابقہ شوہر سے تھی۔

اس عورت نے کئی مرتبہ ننھے سے یہ کہا کہ یہ جائیداد جو میرے پاس ہے، میرے یا میرے بچوں کے نام کر دے، اس نے عورت کا کہنا نہیں مانا۔ کلو نے اپنے بھائی ننھے سے کہا کہ تم اس عورت کو علیحدہ کر دو، لیکن ننھے نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے بھائی کے پاس رہ دی ہے۔

پھر اتفاق سے ننھے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کیلئے گئے تھے کہ راستہ ہی میں ان کا انتقال کسی بیماری کی وجہ سے ہو گیا، انہوں نے کوئی شی کسی کے نام بیع یا رجسٹری نہیں کی۔ کلو نے عورت سے کہا کہ تم میرے بھائی کی بیوی ہو، میرے پاس رہو، مگر وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہوئی۔

اہل محلہ نے عورت کو بہکانا شروع کر دیا اور اہل محلہ نے یہ کہا کہ اس مکان میں تیرا حصہ ۱/۲ ہے، کیونکہ ننھے کے کوئی اولاد تیرے سے نہیں ہے اور اس مکان کو محلہ شیشگران کی مسجد کے نام ہبہ کر دے، اور مسجد کے نام بیع نامہ کر دیا اور بیع نامہ صدر نواب الدین کے نام کر دیا ہے۔ اس سے کلو کو خخت پریشانی ہوئی، دونوں بیعنایہ کی نقل کو پڑھا، جو بیعنایہ صدر نواب الدین کے نام ہے۔ جو کہ مسجد کے صدر ہیں۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔

جو پارٹی اس مکان کو لینا چاہتی ہے وہ یہ کہتی ہے کہ اس عورت نے یہ شرط رکھ کر مسجد کے نام بیعنایہ کیا

= حصة الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في ملكه كيفما شاء”。 (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۶۲۳، (رقم المادة: ۱۱۶۲)، کتاب الشرکة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

ہے کہ میری زندگی اس مکان میں رہوں گی اور یہ چوتھائی مکان میں جو مسجد کے نام کر رہی ہوں کلوکو آپ نہیں دے سکتے۔ اس عورت نے جو جو کاغذات مسجد کو دیئے ہیں اس میں بھی مکان کا بیعناہ نہ نہیں اور اپنے نکاح کی رسید دیدی ہے، اور ایک کرایہ نامہ کا کاغذ بھی دیا ہے جو کہ کبھی نہ نہیں کلو سے کرایا ہو گا، اور اپنی طلاق کی کوئی رسید نہیں دی ہے، نہ اس کے پاس سابقہ شوہر کی کوئی رسید ہے۔ اب عند الشرع کیا حکم ہے؟

اس سوال پر تتفق یہ: زنی:

تفقیح:

۱- اس عورت نے جو کاغذ بطورِ فیع نامہ مسجد کیلئے لکھا ہے جو کہ صدر صاحب کے نام ہے، وہ یا اس کی نقل بھیجے۔

۲- حمیدن کا شوہر موجود ہوتے ہوئے آپ کے ماموں مرحوم کا اس عورت سے نکاح کیسے ہوا، کیا ماموں کو اس کا علم نہیں تھا؟ اگر نکاح کے بعد یہ علم ہوا کہ یہ منکوحہ ہے تو اس نے کیا اثر لیا، آیا اس بات کو غلط تصور کرتے ہوئے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا، یا مسماۃ حمیدن کو اپنے سے الگ کیا، یا ماموں کو علم نہیں ہوسکا؟ آپ نے بھی ان کو خبر نہیں کی کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے؟

۳- ماموں صاحب نے اپنے انتقال پر کوئی اولاد چھوڑی ہے یا کہ نہیں؟

جواب تتفقیح:

۱- مسماۃ حمیدن نے جو بیعناہ صدر مسجد نواب الدین کے نام کیا ہے، اس کی پختہ نقل رجسٹری شدہ آپ کو روانہ کرتے ہیں، یعنی ملاحظہ ہو۔

۲- مسماۃ حمیدن سے جب نہیں جلسہ نکاح کیا، اس وقت ان کو ہر بات کا علم تھا کہ اس عورت کا شوہر موجود ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے دونوں پچھے موجود ہیں۔ اس عورت سے بھی نہیں کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور نہ پہلی بیوی سے تھی۔

۳- میں نے ماموں صاحب سے اس معاملہ میں کئی مرتبہ کہا، سن اور ان کو جو پریشانی ہوتی تھی وہ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے اب تو جو کر لیا سو کر لیا، اب کیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب ننھے کو معلوم تھا کہ یہ عورت دوسرے شخص کی بیوی ہے اور شوہرنے طلاق نہیں دی ہے، بلکہ وہ وکہ دیکر اس کو لایا گیا ہے تو ننھے کا اس سے نکاح جائز نہیں تھا، وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے (۱)، جتنی مدت تک وہ ننھے کے ساتھ رہی، معصیت و حرام کاری ہوتی رہی۔ ایسی صورت میں وہ شرعاً ننھے کی بیوی نہیں، ننھے کے ترکہ سے کچھ بھی پانے کی حقدار نہیں، مکان کا چوتھائی حصہ فروخت کرنے کا اس کو حق نہیں ہے، اس کا بیع نامہ بالکل بیکار ہے جب تک کلواس کی اجازت نہ دے (۲)، اس لئے کہ مکان مذکورہ پورا کلوکی ملک ہے، کلواجازت دے تو اس کی بیع درست ہو سکتی ہے ورنہ نہیں (۳)۔

کلوکو پورا حق ہے کہ اس عورت کو مکان سے نکال باہر کرے (۴)، وہ اپنے اصل شوہر کے پاس چلی

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذلك المعتده". (الفتاوى العالمكيرية: ۱ / ۲۸۰)

كتاب النكاح، القسم السادس في المحرمات، رشيدية

(وكذا في الفتاوى التatarخانية: ۳/۲، كتاب النكاح، باب ما يجوز من الأنكحة وما لا يجوز، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۱۳۱، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

(۲) واضح رہے کہ جب نکاح نہیں ہوا تو وراثت بھی نہیں ملے گی الہذا تصرف بھی صحیح نہیں ہوا:

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۷۳، كتاب الفرائض، الباب الأول فيتعريفها اهـ، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه وإن فعل، كان ضامناً".

(شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

(۴) "كيفما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملکه، فكذا يتصرف أيضاً في الملك المشترك اتفاقاً". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۵۹۹، كتاب الشرکة، الفصل الثاني، (رقم المادة:

۱۰۶۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

جائے۔ کلوپورے مکان کا خود ہی مالک ہے۔ ایک ہزار روپیہ جو کہ بطور بیع نامہ کے اس نے صدر محترم کو دیا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے، صدر محترم کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کو واپس کر دیں، اور جو روپیہ صدر محترم نے اس عورت کو مکان کی قیمت کا ۳/۳ ہزار دیا ہے، وہ اس سے واپس لے سکتے ہیں۔

اگر عورت واقعہ نہی کی بیوی ہوتی، رنڈی کی طرح بلا شرعی نکاح کے نہ ہوتی اور پھر وہ اپنا چوتھائی حصہ فروخت کرتی تو بھی بیع فاسد ہوتی، کیونکہ اپنی حیات تک مکان مذکور میں رہنے کی شرط لگا رکھی ہے جو کہ مفسد بیع ہے (۱)، اس شرط کا پارٹی کو اقرار ہے (اگرچہ تحریر میں یہ شرط نہ ہو) بیع فاسد کا فسخ کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے (۲)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم: أنه نهى عن بيع وشرط“۔ آخر جه الطبراني في الأوسط۔ (إعلاء السنن: ۱۲۰ / ۱۲۰، كتاب البيوع، باب النهي عن بيع بالشرط، إدارة القرآن كراچی)

”ولابيع بشرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لأحدهما“۔ (الدر المختار)۔ ”ومنه مالو شرط البائع أن يهبه المشتري شيئاً، أو يقرضه، أو يسكن الدار شهراً، أو أن يدفع المشتري الثمن إلى غريم البائع“۔ (رد المختار: ۸۵ / ۵، كتاب البيوع، مطلب في البيع بشرط، سعید) (وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۱۳۳ / ۳، ۱۳۲، كتاب البيوع، الباب العاشر في الشروط التي تفسا البيع، رشیدیہ)

(۲) ”لكل واحد من المتعاقدين فسخه رفعاً للفساد، وهذا قبل القبض ظاهر؛ لأنَّه لم يفد حكمه، فيكون الفسخ امتناعاً منه، وكذا بعد القبض“۔ (الهداية: ۲۷ / ۳، كتاب البيوع، فصل في أحكامه، مكتبة شرکت علمیہ ملتان)

(وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱ / ۲۰۸، (رقم المادة: ۳۷۲)، كتاب البيوع، الفصل الثاني، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في خلاصة الفتوى: ۳۶ / ۳، كتاب البيوع، الفصل الرابع في البيع الفاسد، جنس آخر في أحكام بیاعات الفاسدة، رشیدیہ کوئٹہ)

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام

(مال حرام میں وراثت کا بیان)

مال حرام میں وراثت

سوال [۹۷۷۸]: مال ربا میں وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر وراثت جاری ہو گی تو وراثت

کیلئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلحًا:

جو مال ربا شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہو گی، بلکہ اگر بعینہ وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کرو یا تو ضمان ضروری ہے:

”يبدأ من تركة العصيّة الخالية عن تعلق حق الغير بعينها“. در مختار: ۵/۶۶۳ (۱)۔

”فيجب رد عين الربوا لوقائماً لارضمانه“. وقال الشامي: ” وإنما يجب رد ضمانه لو استهلكه“ . ۴/۲۴ (۲) - فقط والله سبحانه تعالى أعلم -

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔

الجواب صحيح: بنده عبد الرحمن غفرلة، مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ۔

(۱) الدر المختار: ۲/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۲۹۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) الدر المختار مع رد المختار: ۵/۱۲۹، کتاب البيوع، باب الربا، سعید)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق: ۶/۲۰۹ کتاب البيوع، باب الربا، رشیدیہ)

ترکہ حرام کا حکم

سوال [۹۷۹]: آباء و اجداد کس پ حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں، وہ مال ان کے ورثاء کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کار خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیونکر؟ وضاحت سے بیان فرمادیں۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر وہ خالص حرام ہے اور ارباب اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے، اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وباں سے نفع جائے۔ اگر وہ مخلوط ہے حلال و حرام سے تو ورثاء کو اس کا لینا حکماً درست ہے، لیکن بقدر حرام کا بدل ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں:

”أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإن فله أخذه حكماً، أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ“ شامی: ۱۴۶/۴ (۱)۔ فقط والله سبحانه تعالى أعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحيح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الاولی/ ۱۳۶۷ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحاوي على الدر المختار، ۳/۷۰، كتاب البيوع، باب الربا، دار المعرفة، بيروت)

”والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم. وإن فإن علم عين الحرام، لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه：“ (ردارالمختار: ۵/۹، كتاب البيوع، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعید) (۱) (ردارالمختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً: ۵/۹، سعید)

”إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولى لورثته أن يرذوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدق قوابه“ (الفتاوى العالمة مکیریۃ، كتاب الكراہیۃ، الباب الخامس عشر في الكسب: ۵/۳۲۹، رشیدیہ)

”ولهذا قال أصحابنا: لو أخذ مورثه رشوة أو ظلماً إن علم وارثه ذلك بعينه، لا يحل له أخذه وإن لم يعلم، له أخذه حکماً، إلآ دیانة، فیتصدق به بنية الخصماء“ (مجموع الأنی، كتاب الكراہیۃ، =

مال حرام و رثاء کے لئے

سوال [۹۷۸۰]: اگر کسی آدمی کے پاس مال حرام ہو تو مرنے کے بعد اس کی اولاد بالغ کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس مال کا اصل مالک معلوم ہے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر معلوم نہیں، البتہ وہ مال بخنسہ جو حرام ہے، معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ضروری ہے۔ اور اگر مال مخلوط ہے، یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے تو رہاء کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے احتیاط کریں، یعنی اگر مالک کا علم ہو تو اس کو دے دیں، ورنہ صدقہ کرو دیں۔

اگر تمام مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپسی ضروری ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کرو یا جائے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود نگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۲/۳۵۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۱/ربيع الاول/۱۳۵۶ھ۔

نشیات کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث

سوال [۹۷۸۱]: میرے والد صاحب شراب اور دیگر نشیات کے تاجر کا حساب کرنے والے ملازم تھے، اسی ملازمت سے والد صاحب نے پیسہ پس انداز کر کے ایک مکان خریدا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد ایک

= فصل فی الکسب: ۱۸۷/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاتِقِ، كِتَابُ الْكَرَاهِيَّةِ، فَصْلُ فِي الْبَيْعِ: ۳۲۹/۸، رَشِيدِيَّة)

(وَكَذَا فِي تَبَيْيَنِ الْحَقَائِقِ، كِتَابُ الْكَرَاهِيَّةِ، فَصْلُ الْبَيْعِ، دَارُ الْكِتَبِ الْعُلُومِيَّةِ: ۷/۲۰، بَيْرُوت)

(۱) ”وَإِذَا ماتَ الرَّجُلُ وَكَسْبُهُ خَبِيثٌ، فَالْأُولَى لِلْوَرَثَةِ أَنْ يَرْدُوا الْمَالَ إِلَى أَرْبَابِهِ، فَإِنْ لَمْ يَعْرِفُوا أَرْبَابَهِ تَصْدِقُواهُ. وَإِنْ كَانَ كَسْبُهُ مِنْ حِيثِ لَا يَحْلُّ وَابْنَهُ يَعْلَمُ ذَلِكَ وَمَاتَ الْأَبُ وَلَا يَعْلَمُ الابنُ ذَلِكَ بِعِينِهِ، فَهُوَ حَلَالٌ فِي الشَّرْعِ، وَالْوَرَعُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهِ بِنْيَةُ خَصْمَاءُ أَبِيهِ“۔ (الفتاویٰ العالیٰ المکیریۃ، کتاب الکراہیۃ،

الباب الخامس عشر فی الکسب: ۳۲۹/۵، رشیدیہ)

حصہ جس کی مالیت دو ہزار ہوگی، اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟ میں بھی ایک غریب آدمی ہوں،
گذر بسر کے موافق وظیفہ ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسکرات و منشیات میں سے بعض تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام ہے (۱)، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام نہیں ہے (۲)، والد صاحب نے جو رقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی، وہ اگر حرام وغیر حرام مشترک تھی تو اس سے جو مکان بنالیا ہے، آپ کیلئے بھیثیت وارث اس کے استعمال کی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۸۵۔

(١) ”عن عبد الرحمن بن وعلة السبائى من أهل مصر أنه سأله عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما عما يعصر من الغنب، قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهم: إن رجلاً أهدى لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”هل علمت أن الله قد حرمها؟“ قال: لا، فسار إنساناً، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بم ساررته؟“ فقال: أمرته، ببيعها، فقال: ”إن الذي حرم شربها حرم بيعها“. قال: ففتح المزادرة حتى ذهب مافيها.“.

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لما أنزلت الآيات من آخر سورة البقرة في الربا،
قالت: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى المسجد، فحرم التجارة في الخمر». (الصحيح
لمسلم: ٢٢/٢، ٢٣، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الخمر، قديمي)

(٢) ”وَصَحَّ بَيْعُ غَيْرِ الْخَمْرِ مَا مَرَّ، وَمَفَادِهِ صَحَّةُ بَيْعِ الْحَشِيشَةِ وَالْأَفْيَوْنِ“ . (الدُّرُّ الْمُحْتَارُ، كِتَابُ إِحْيَا الْمَوَاتِ، فَصْلُ فِي الشَّرْبِ: ٢/٣٥٣، سَعِيد)

(وكذا في مجمع الأئمہ، کتاب الکر اھیہ، فصل فی البعیع: ۲۱۳/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(٣) ”إذا مات الرجل وكسبه خبيث، فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه وإن كان كسبه من حيث لا يحل وابنه يعلم ذلك ومات الأب ولا يعلم الابن ذلك بعينه، فهو حلال له في الشرع، والورعُ أن يتصدق به“. (الفتاوى العالمية المكيرية، كتاب الكراهة، الباب الخامس عشر في الكسب:

= (وكذا في الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ٩٩ / ٥، سعيد)

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم

سوال [۹۷۸۲] : ۱..... جس مال کی زکوٰۃ پوری و جزوی نہ دی گئی ہو، اگر ایسا مال ترکہ و راشت میں

ملے، عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

۲..... مال مذکور میں بے برکتی یا نحوسٰت تو نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

۱..... آدمی کے مرنے کے بعد ورثاء کو ایسا مال لینا درست ہے ورثاء کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر وصیت کی ہوتا س کی زکوٰۃ ملٹ مال سے ادا کر دی جائے، اگر بلا وصیت اس کی زکوٰۃ ورثاء نے ادا کر دی ہو تو اس کی وجہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی:

”وَمَا دِينُ اللَّهِ تَعَالَى فِيْ إِنْ أَوْصَى بِهِ، وَجَبَ تَنْفِيذُهُ مِنْ ثُلُثِ الْبَاقِيِّ، وَإِلَّا لَا“۔ در مختار۔

قال الشامي: ”قوله: أما دين الله تعالى، الخ) محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالزكوة والكفارات ونحوها. قال الزيلعى: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها لهم من عندهم؛ لأن الركن في العبادات نية المكلف و فعله، وقد فات بموته، فلا يتصور بقاء الواجب، اهـ، وتمامه فيه. أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها، لا يسقط الواجب عنه، لعدم النية منه، ولأن فعلهم لا يقوم مقام فعله بدون إذنه، تأمل، اهـ“۔ رد المحتار: ۵۳۶/۱-

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی، جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثاء پر اس کا

گناہ نہیں۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهة، فصل في الكسب: ۱۸۷/۳، مكتبة غفاريه كوشيه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰/۲، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۳۷۲، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۶، كتاب الفرائض، رسيدية)

۲..... زکوٰۃ ادائہ ہونے کی وجہ سے ورثاء پر تو اس کا کوئی و بال نہیں (۱)، البتہ نفس مال جیسا کہ بعد ادائے زکوٰۃ طیب اور مزکی ہوتا ہے ویسا نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۸/۱۳۵۲ھ۔
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۰/محرم ۱۳۵۲ھ

ناجائز میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۳]: میرے والد مر جم کمہ جنگلات کے چوکیدار تھے، بعد وظیفہ انتقال ہو گیا، جبھی کرچکے تھے، اب ان کی جائیدادوارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گذر بسراپی تشوہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے (۲)، دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں، آپ کو اپنا حصہ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزوں ناجائز طریقہ پر مثلاً: رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے

(۱) ”قوله: أَمَا دِينُ اللَّهِ تَعَالَى، إِلَخْ“ محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالزكوة والكافارات ونحوها. قال الزيلعى: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائهما، إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها هم من عندهم.“ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶۰/۶، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، کتاب الفرائض: ۲/۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”الترکة في الاصطلاح: ماتر كه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال.“

(رد المختار: ۶/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۶۳، کتاب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

مالک کو واپس کر دیں، اپنی اولاد کی طرف بھی منتقل نہ کریں (۱)، زہر سے جس طرح خود پر ہیز ضروری ہے، اپنی اولاد کو بھی کھلانے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۳۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۹۳۔

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سوال [۹۷۸۲]: حرام کا روابر کے مالک کے مرجانے کے بعد وہ حرام پسیے وارثین کے لئے حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وارثین کا کاروبار حلال ہوا اور حرام کا کاروبار کو برائی سمجھتے ہوں۔ بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ تبدیل ملک سے تبدیل حکم لازم آتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”لک صدقۃ ولنا هدیۃ“ (۲)۔ ملک بدلنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہدیۃ ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ ملک کے تابدیل سے تبدیل حکم لازم آتا ہے اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص ہے اسی وراثت کے پسیے سے وارثین حضرات مرحوم مورث کی طرف سے حج بدل کرانا چاہتے ہیں۔ اس پسیے سے حج بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) ”إِذَا ماتَ الرَّجُلُ وَكَسَبَهُ خَيْرًا، فَالْأُولَى لِوَرَثَتِهِ أَنْ يَرْدُوا الْمَالَ إِلَى أَرْبَابِهِ، فَإِنْ لَمْ يَعْرِفُوا أَرْبَابَهُ، تَصْدِقُوا بَهُ“. (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۹، کتاب الكراہیۃ، الباب الخامس عشر فی

الکسب، رسیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۵/۹۹، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فیمہ ورث مالاً حراماً، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۳/۱۸۷، کتاب الكراہیۃ، فصل فی الکسب، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِلَحْمٍ تَصْدِقُ بِهِ عَلَى بَرِيدَةَ، فَقَالَ: “هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَۃٌ“. (صحیح البخاری، کتاب الزکوہ، باب ما یذکر فی الصدقة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلیم وأله: ۱/۲۰۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامان جمع کیا ہے پھر انتقال ہو گیا اور ورثاء کو معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ سامان اور پیسہ ورثاء کے لئے حلال نہیں ہو گا۔ یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہو جاتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالۃ مستحق نہ ہوتا تو مورث کا نائب ہو کر مستحق ہو سکتا تھا۔ اور صورتِ مسئولہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہو گی:

”أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه..... والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم، وإنْ فإن علم عين الحرام، لا يحل له ويتصق بینة صاحبه. وإنْ كان مالاً مختلطًا مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه، حل له حكماء، والأحسن ديانة التنزه عنه، اه، رد المحتار: ۴ / ۱۳۰ (۱)۔

حرام پیسہ کو حج کے لئے خرچ کرنا مکروہ تحریکی ہے اگرچہ اس سے حج ادا ہو جائے گا، مگر قبول نہیں ہو گا، اور خدا نے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہو گی۔

”يُجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام، كما ورد في الحديث مع أنه يسقط الفرض عنه معها. ولا تناهى بين سقوطه وعدم قبوله، فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج، اه“۔ شامي: ۲ / ۴۰ (۲)۔ فقط والله تعالى أعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۱۔



(۱) (رد المحتار، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراما: ۵/۹۹، سعید)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام: ۲/۳۵۶، سعید)

الفصل الثامن فی ذوی الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

لڑکی کا حصہ میراث

سوال [٩٧٨٥]: اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد کو مر جائے اور اس کی جائیداد اراضی اس کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا پچھا حقیقی نہ ہو، صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دختر کو نصف ترکہ تو ضروری ملے گا (۱) اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبات میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کے واٹ ہو جائے گی (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفوا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۹/۳/۱۴۶۰۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۹/۳/۱۴۶۰۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلْهَا النَّصْفُ﴾۔ (سورة النساء: ۱۱)
”وَأَمَّا النَّسَاءُ فَإِلَّا لِبْنَتٍ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدَتْ“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۵۶، ۱۴۶۰)

كتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور

(وكذا في تبيين الحقائق: ٢/٣٧٨، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۲) لڑکی ذوی الفروض میں سے ہے اور ذوی الفروض جب اکیلا ایک ہی شخص ہو تو اس صورت میں اپنے حصہ سے زائد حصہ میراث اس پر رہو کرہی مالک ہو جاتا ہے:

”فَيَبْدأ بَذِي الْفِرْضِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَةِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَةِ السَّبْبِيَّةِ..... ثُمَّ الرَّدُّ عَلَى ذَوِي

= الفروض النسبية بقدر حقوقهم“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ: ٦/٢٢، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۶]: لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کون حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ میراث کی لڑکی تو صرف ایک ہوا اور لڑکا کوئی نہ ہوتا اس صورت میں لڑکی کو میراث کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے۔ دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوا اور لڑکا کوئی نہ ہوتا اس صورت میں ان لڑکیوں کو میراث کے کل ترکہ کا دو ترکہ ملتا ہے۔ سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو، اس صورت میں لڑکے سے نصف کے مستحق ہو گی خواہ ایک لڑکا ہو یا زیادہ (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۶/۲۶/۱۳۵۶۔

الجواب صحيح: سعید احمد غفرلہ، صحيح: عبداللطیف، ۶/۲۸/۱۳۵۶۔

بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸]: بیوی کو اپنے شوہر کی جائیداد میں سے کون حصہ ملنا چاہئے، احکام شرعیہ سے

مطلع فرمائیں۔

= (وكذا في الدر المختار: ۲/۲۳-۲۴ کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعید)

(۱) ذکورہ تینوں صورتیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی گئی ہیں:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مِثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ، إِنْ كَنْ نِسَاءً

فوقِ اثنتين فلهن ثلثا ماترک، وإنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصَّلْبِ فَأَحْوَالُ ثَلَاثَةِ: الصَّفَ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثَّلَاثَانِ لِلْأَنْثِيَنِ فَصَاعِدَةٌ، وَمَعَ الْابْنِ

لِذِكْرِ مِثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ، وَهُوَ يَعْصِبُهُنَّ“۔ (السراجية، ص: ۷، سعید)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر کوئی اولاد بھی ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے، اگر کوئی اولاد نہیں تو چوتھائی حصہ ملتا ہے (۱)۔ فقط
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/۲۸/۱۳۵۶ھ۔

زوجہ اور همسیرہ کو میراث

سوال [۹۷۸۸]: سردار صاحب کا انتقال ہو گیا، مرحوم نے ایک بیوی، ایک همسیرہ اور ایک بھانجا، ایک نواسی چھوڑا۔ بھانجا مذکور کی والدہ کا انتقال سردار کی حیات میں ہو گیا تھا، اور لڑکی کا بھی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ قبل انتقال سردار کے تیرہ چودہ روز اس نے اپنے شوہر، دو لڑکیاں، والدین کو چھوڑا تھا، ایک لڑکی مرگئی، ایک زندہ ہے، یعنی جس کو نواسی سردار لکھا گیا ہے۔ اب دریافت یہ ہے کہ مرحوم کا ترک کس طرح تقسیم ہو گا؟

فتوث ضروری: سردار موصوف مرحوم نے بھانجا مذکور حقیقی اور بھتیجا غیر حقیقی کی پروش بچپن سے کی، شادی وغیرہ انہی نے کی ہے، اور اکثر کہتے تھے کہ جو کچھ ہے سب انہی کا ہے اور انہیں دونوں نے قرضہ جو مکان بنانے میں لگا تھا ادا کیا اور کچھ باقی ہے، وہی ادا کریں گے۔ لہذا ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب مرحمت فرمادیں۔

محمد یوسف مؤمن پورہ ناگپور کیم / محرم ۱۳۵۹ھ۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِهُنَّ الْرِّبُّعُ مَا ترکتمْ إِن لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِهُنَّ الشَّمْنُ مَمَّا ترکتمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”فِيَفْرَضُ لِلزَّوْجَةِ فَصَاعِدًا الشَّمْنُ مَعَ وَلَدٍ أَوْ وَلَدِ ابْنٍ وَإِنْ سَفْلٌ، وَالرِّبُّعُ لَهَا عِنْدَ عَدْمِهَا، فَلِلزَّوْجَاتِ حَالَتَانِ: الرِّبُّعُ بِلَا وَلَدٍ، وَالشَّمْنُ مَعَ الْوَلَدِ“۔ (الدر المختار: ۲/ ۷۰، کتاب الفرائض، سعید)
(وَكَذَا فِي السَّرَاجِيَّةِ، ص: ۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

مسئلہ ۲

نواسی	بجانبہ	ہمشیرہ	زوجہ
محرومہ	محروم	۳	۱

صورت مسئلہ میں بشرط صحیح سوال عدم موافع ارث بعد تجهیز و تکفین، وادائے دین وغیرہ (۱) سردار صاحب کا کل تر کہ چار سهام قرار دے کر حصہ نقشہ بالاوارثان پر تقسیم ہوگا، ایک سهم زوجہ کو ملے گا (۲) اور تین سهم ہمشیرہ کو (۳)،

(۱) ”تعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقییر، ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدين، ثم یقسم الباقي بین ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، ۷۵۹، سعید)

وکذا فی الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکۃ:

۶/۷۳، رشیدیہ)

(۲) مذکورہ صورت میں میت کی اولاد نہیں، لہذا زوجہ کو ربع ملے گا:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلِهُنَّ الرُّبُعُ مَا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء: ۱۱)

(۳) مذکورہ صورت میں اخت ”بہن“ چونکہ ذی الفروض میں سے ہے، لہذا اس کو نصف ملے گا، اس لئے کہ میت کے اصول و فروع موجود نہیں، مگر مسئلہ میں اجمالی طور پر بہن کو تین حصے دیئے گئے ہیں، تفصیل یہ ہے کہ بہن کو دو حصے بوجہ ذی الفرض ہونے اور ایک حصہ بطور دلی ذوی الفرض النسبیہ کے دیئے گئے ہیں:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أختٌ، فَلَهَا نَصْفٌ مَا ترَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

”الخامسة: الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثالثان“۔ (الفتاوى العالمکیریہ: ۲/۳۵۰، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

بھانجے کو اور نواسی کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

آپ نے یہ تحریر نہیں کیا کہ بھتیجا اگر حقیقی نہیں تو کیسا ہے، نہ بھتیجا کو ورثاء میں شمار کیا۔ اگر علاتی بھتیجا ہے یا پچازاد بھائی کا لڑکا ہے تو شرعاً وہ بھی وارث ہوگا۔ اس وقت چار سہم میں سے ایک بیوی کو ملے گا، ایک بھتیجے کو، دو ہمیشہ کو (۲)۔ اگر ماں و زاد یا پھوپھی زاد بھائی کا لڑکا ہے، یا خالہ زاد بھائی کا لڑکا ہے تو پھر وہ

(۱) ”فِيَدَا بَذُوِ الْفَرْوَضِ، ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْمُعْنَقِ، ثُمَّ عَصَبَةُ الذَّكُورِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلَى ذُوِ الْفَرْوَضِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ ذُوِ الْأَرْحَامِ“۔ (الدر المختار: ۲/۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ، کتاب الفرائض: ۶/۳۳۷، رشیدیہ)

(۲) اگر بھتیجا بھی موجود ہو تو تقسیم یوں ہوگی:

مسئلہ ۲

زوجہ	بھتیجہ علاتی	ہمیشہ	نواسی	بھانجہ
۱	۱	۲		محروم

اور اگر پچازاد بھائی کا لڑکا موجود ہو تو بھی تقسیم اس طرح ہوگی:

مسئلہ ۳

زوجہ	ہمیشہ	ابن ابن اعم	نواسی	بھانجہ
۱	۱			محروم

واضح رہے کہ یہاں علاتی بھتیجا اور پچازاد بھائی کا لڑکا عصبات میں سے ہے اور عصبات کو ماتحتی ملے گا، یعنی ذوی الفروض کو اپنا حصہ دے کر جو کچھ نجع جائے وہ عصبات کو دیا جائے گا:

”العصبات: وهم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۳۵۱، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي السَّرَاجِي، ص: ۳، سعید)

محروم رہے گا (۱)۔ کسی کو بچہ جانے یا باپ کو جانے سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے میراث نہیں ملتی (۲)، ہاں! اگر کوئی وصیت کسی کے حق میں کی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۹/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۹/محرم ۱۳۵۹ھ۔

بیوی اور بھائی میں تقسیم و راثت

سوال [۹۷۸۹]: ہمارے یہاں میوپل بورڈ میں ایک بہشتی غشی خان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں، صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجا عبداللطیف ہے۔ غشی خان نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میوپل بورڈ میں آٹھ سور و پیہ فنڈ بھی چھوڑا ہے۔ مسلکہ ہذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ غشی خان نے اپنا مکان و سامان سب اپنی بیوی کو دیا ہے اور اس وصیت نامہ کو رجسٹری نہیں کرایا، نہ اس وصیت نامہ میں کسی اور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔

اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قابل عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجا عبداللطیف کو ناحق قرار دیا جائے، اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی؟ آٹھ سور و پیہ میں سے بیوی اور بھانجا کو کتنے کتنے دیئے جائیں؟

مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میکہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو حق

(۱) "فَيَبْدأ بِذُو الْفَرْوَضِ، ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْمَعْتَقِ، ثُمَّ عَصَبَةِ الذَّكْرِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلَى ذُو الْفَرْوَضِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ ذُو الْأَرْحَامِ". (الدر المختار: ۲/۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ، کتاب الفرائض: ۲/۲۷، رشیدیہ)

(۲) "وَيَسْتَحِقُ الْإِرْثُ بِإِحْدَى خَصَالِ ثَلَاثَةِ: بِالنِّسْبَةِ وَهُوَ الْقِرَابَةُ، وَالسَّبِبُ وَهُوَ الزَّوْجِيَّةُ، وَالوَلَاءُ".

(الفتاویِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ، کتاب الفرائض: ۲/۳۷، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدَّرِ المُخْتَارِ، کتاب الفرائض: ۲/۲۷، سعید)

(وَكَذَا فِي السَّرَاجِيَّةِ، ص: ۳، سعید)

حاصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بھانجنا کا حصہ متعین فرمادیجئے۔

حکیم عبدالرحمٰن، بلند شہر۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضا مند نہ ہوں (۱)۔ اگر مسمیٰ مشی خال کا وارث بھانجنا عبد اللطیف اور بیوہ مسماۃ محفوظاً کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبد اللطیف کی اجازت پر ہے، اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسب وصیت نامہ محفوظاً ان چیزوں کی مالک ہو جائے گی، ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہروغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو ادا کیا جائے (۲)۔ اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ مسماۃ محفوظاً کو (۳) اور بقیہ مسٹی عبد اللطیف کو دیا جائے۔ نقد،

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: إني لتحت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم، يسيل على لعابها، فسمعته يقول: “إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، إلا لاوصية لوارث”. (سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۵، کتاب الوصایا، باب: لاوصية لوارث، قدیمی)

”ولاتجوز بما زاد على الثالث لقول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه: ”الثالث والثالث كثير“ بعد مانفی وصیته بالکل والنصف، ولأنه حق الوراثة إلا أن يجيزها الوراثة بعد موته وهم كبار؛ لأن الامتناع لحقهم وهم أسقطوه، ولا معتبر بآجازتهم في حال حياته“. (الهدایة: ۲/ ۲۵۱، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۳۷۶، کتاب الوصایا، مکتبہ دار الكتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینة وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضی ديونه من جميع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة“. (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷/ ۵۹، ۲۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالیہ العالیہ المکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة: ۶/ ۳۲۷، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مَا ترکتمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَذْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”للزوجة الرابع عند عدمهما، والشمن مع أحدهما“۔ (الفتاوى العالیہ العالیہ المکیریہ، کتاب الفرائض: =

سکان، نشست گاہ، اثاثہ سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیمِ میراث

سوال [۹۷۹۰]: حاجی عبدالغنی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کچھ جائیداد غیر منقولہ چھوڑی ہے اور وارثان میں دو لڑکیاں اور تین براورزادے اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ مہربانی فرمائ کر حکم شرعی سے مطلع فرمائیئے کہ ان کو کتنا کتنا جائیداد متروکہ میں سے ملے گا؟

حاجی عبدالغنی صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۲ تص ۷۲

زوجہ خانزادی	دختر کبریٰ	دختربانو	براورزادہ عبدالجبار	براورزادہ عبدالستار	۱۵	۱۵
$\frac{5}{9}$	$\frac{8}{23}$	$\frac{5}{23}$	$\frac{8}{23}$	$\frac{3}{9}$		

بشرط صحبت سوال و عدم موافع ارث، بعد تجهیز و تکفین و ادائے مہر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از ثلث (۱) مال حاجی عبدالغنی کا ترکہ جائیداد غیر منقولہ وغیرہ بہتر سہام بناء کراس طرح تقسیم ہوگی کہ نوسہام

= ۳۵۰، رشیدیہ)

”اما للمزوجات فحالتان: الرابع للواحدة فصاعداً عندم عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والشمن مع الولد وولد الابن وإن سفل“۔ (السراجیۃ، ص: ۷، سعید)

(۱) ”تعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تفتیر، ثم

بیوہ کو ملیں گے (۱) چوبیس چوبیس سہام ہر دو دختر کو ملیں گے (۲)، پانچ پانچ سہام ہر سہ برادرزادہ کو ملیں گے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵ھ/۹/۱۶۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵ھ/۹/۱۶۔

ورثہ میں بہن اور بیوی کا پچاہوتہ تر کہ کس کو ملے گا؟

سوال [۹۷۹۱]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے، صرف ایک بہن

= تقاضی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدين، ثم یقسم الباقي بین ورثته۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة:

۶/۳۷، رشیدیہ)

(۱) میت کی چونکہ اولاد موجود ہے، لہذا زوجہ (بیوی) کو اس صورت میں شمن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مَا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ تَوَصَّوْنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”وَأَمَّا الإِثْنَانِ مِنِ السَّبْبِ، فَالزَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ وَلِلزَّوْجَةِ الرِّبْعُ عِنْدَ عَدْمِهِمَا، وَالشَّمْنُ مَعَ أَحَدِهِمَا“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۶۰، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) بیٹیاں جب ایک سے زیادہ ہو تو ثلثان ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَنْ نِسَاءً فَوْقَ النِّتَّيْنِ، فَلَهُنَّ ثَلَاثًا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”وللبنت النصف والأكثر الثالثان“۔ (البحر الرائق: ۹/۳۷۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) برادرزادے بھتیجے عصبہ ہیں اور عصبہ کو ماہی یعنی ذوی الفروض سے جوڑہ جائے وہ عصبہ کوٹل جائے گا:

”العصبات: وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال“۔ (الفتاوى العالمکیریة: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۷، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی السراجیة، ص: ۳، سعید)

ہے۔ تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے، لیکن وہ بھی لاولد ہے۔ عند الشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا (۱)، بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔ اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔ اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۳۸۵ھ۔

(۱) واضح رہے کہ بہن کو ابتداءً بطور ذی فرض ہونے کے نصف ملے گا اور باقی مال بھی جب دیگر ورثاء موجود نہ ہوں تو بہن کو علی سبیل الرد ملے گا:

”فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد على ذوی الفروض النسبية بقدر حقوقهم“۔ (الدرالمختار)۔ (قوله: ثم الرد): ای عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يرد من أصحاب الفروض على ذوي الفروض النسبية“۔ (ردالمختار: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الشريفية شرح السراجية، ص: ۹، سعید)

(۲) ”ويستحق الإرث بواحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“۔

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضی دیونه من عمیع ما باقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما باقی بعد الدين، ثم یقسم الباقي بین ورثته“۔ (السراجية، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

بہن اور پچاہ کا حصہ میراث

سوال [۹۷۹۲]: زید کا ولد انتقال ہو گیا اور ایک حقیقی ہمیشہ اور ایک حقیقی چھازاد بھائی وارث چھوڑا۔ ترکہ مورث کیسے تقسیم ہوگا؟

محمد رضا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجهیز و تکفین وادائے دین میت و تنفیذ وصایا (۱)، وشرط عدم موافع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن کو ملے گا (۲) اور نصف چھازاد بھائی کو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، ۱۲/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ذی الحجه ۱۳۵۳ھ۔

(۱) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۲۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة: ۶/۲۷، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱) ”وَأَمَّا النَّسَاءُ فَالْأُولَى لِلنِّسَاءِ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدتْ وَلِلْبَنِتَيْنِ فَصَاعِدًا ثَلَاثَانِ“۔ (الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۳۸، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجیۃ، ص: ۷، السعید)

(۳) ”العصبات وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفردأخذ جميع المال“۔ (الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۳]: زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان اور ورثاء میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینے بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا، اب بھائی کے لڑکے ہیں۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مسئلہ ۲

بھتیجے	بہن	بھائی	بیوی
محروم	۱	۲	۱

بشرط صحت سوال بعد اداۓ دین، مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہماں بنا کر ایک سہم بیوی کو ملے گا (۱)، دو سہم بھائی کو ملیں گے، ایک سہم بہن کو ملے گا (۲)، پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۴]: ماقولکم رحمکم اللہ فی الصورۃ المذکورۃ فی الذیل:

(۱) اس لئے کہ میت کی جب اولاد نہ ہو تو بیوی کو (چوتھائی) حصہ ملے گا:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلِهُنَّ الرِّبْعُ مَا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

(۲) بھائی بہن دونوں اس صورت میں عصبہ ہیں تو بھائی کو دو ہرا اور بہن کو اکھر املے گا:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلَلَّذِكْرُ مُثْلٌ حَظَ الْأَنْثَيْنِ﴾ (سورۃ النساء: ۱۷۶)

ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثاء حسب ذیل باقی رہے:

زوج	ام	اختِ حقیقی	عم
-----	----	------------	----

ترکہ کس نجح پر تقسیم ہوگا اور صحیح کس طرح کی جاوے گی، اور کیا کیا اور کس کس کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائلہ ۶ تص ۸	ہندہ	ام	زوج
---------------	------	----	-----

زوج	ام	اختِ عینیہ	عم
۳	۲	۳	محروم

میت کا کل ترکہ بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین وغیرہ و تنفیذ وصیت (۱)، آٹھ سہماں پر تقسیم ہوگا: تین سہماں زوج کو (۲)، دو ام کو (۳)، تین اختِ عینیہ کو تقسیم ہوگا (۴) اور عم محروم رہے گا (۵)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۷/۱۵۵۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

(۱) ”تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، ۴، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمةکیرية، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما یتعلق بالترکة:

۶/۲۷۳، رشیدیہ)

(۲) میت کی چونکہ اولاد نہیں، لہذا زوج کو نصف کو ملے گا:

ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علائقی بہن ہو تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۵] : مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں :

محمودہ بیگم دوسری والدہ سے محمد حنیف خان شوہر، فہمیدہ بیگم حقیقی بہن، امان اللہ خاں علائقی بھائی،

شفقت اللہ خاں بندو سوندہ حمیدہ نور جہاں

محمد حنیف خان	فہمیدہ بیگم	امان اللہ خاں	شفقت اللہ خاں	بندو	سوندہ	حمدیدہ	نو ر جہاں
شوہر	حقیقی بہن	علائقی بھائی	علائقی بہن	علائقی بہن	علائقی بہن	علائقی بہن	

= قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا ترَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) میت کی جب اولاد نہ ہو اور اخوات بھی متعدد نہ ہوں اور احدا الزوجین مع الاب بھی نہ ہو تو اُم کو شلث کل ملے گا:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَلَا بُویه لَكُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السَّدِسُ مِمَّا ترَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَرُثَاهُ أَبُواهُ فَلَأُمَّهُ الْثَلِثُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) میت کے جب نہ اصول یعنی: اب اب الاب وغیرہ نہ ہوں اور نہ فروع یعنی ابن ابن الابن، بنت ہو تو اونت یعنی قائم مقام بنت کے ہے، ایک ہو تو نصف، ایک سے زائد ہو تو ثلثاں ملے گا:

”الخامسة. الأخوات لأب وأم، للواحدة النصف، وللثنين فصاعداً الثالثان“۔ (الفتاوى العالمة کیریہ: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي السَّرَاجِيَّةِ، ص: ۹، فَصْلُ فِي النِّسَاءِ، سَعِيدٌ)

(۵) عم چونکہ عصبات میں سے ہے اور عصب کا حکم یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں، ذوی الفروض سے جو نفع جائے وہ ان کو ملے گا، اگر ذوی الفروض سے کچھ بھی نہیں بچاتو کچھ بھی نہیں ملے گا، جیسا کہ مذکورہ صورت میں ہے:

”العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد

أخذ جميع المال“۔ (الفتاوى العالمة کیریہ، کتاب الفرائض: ۶/۳۵۱، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْإِخْتِيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمُخْتَارِ: ۵۲۲/۲، کتاب الفرائض، باب فی العصبات، حقانیہ پشاور)

الجواب حامداً ومصلياً:

محمد حنفی خاں (شوہر) فہیدہ بیگم (حقیقی بہن) امان اللہ خاں بندو سوندھ حمیدہ نور جہان

محروم

بشرطِ صحیح سوال میت کا کل ترکہ بعد اداۓ حقوقِ متفقدمہ کے (۱) دوسرا مقرار دیکر نصف شوہر کو ملے گا (۲)، اور نصف حقیقی بہن کو (۳)۔ دوسرا والدہ سے جو بہن بھائی ہیں، وہ سب محروم رہیں گے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف الدفعہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۶/۲۲، ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۶/۲۶، ۱۳۵۷ھ۔

(۱) حقوقِ متفقدم سے مراد تجهیز و تکفین، ادائے دین، ادائے مہر اور تنقید و صیت ہے، ان تمام کو ادا کرنے کے بعد باقیہ ترکہ تقسیم ہوگا: ”تعلق برکة المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، ۷۵۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة: ۶/۷، ۲۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولكم نصف ماترك أزواجاكم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲) ”وأما الاثنان من السبب، فالنرث والزوجة: للزوج النصف، عند عدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد“۔ (الفتاوى العالمکیریۃ: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوى الفروض، رشیدیہ) (وکذا فی السراجیۃ، ص: ۲، سعید)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”واما النساء: فالأولى البت، ولها النصف إذا انفردت، وللبتين فصاعداً الثالثان“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۶/۵۵۶، کتاب الفرائض، فصل فی ذوى السهام، مکتبہ حقانیہ پشاور)

تین سمجھیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم تر کہ

س۔۔۔۔۔ وال [۹۷۹۶] : اللہداد خان، عالیجہ خان نے مشترکہ مکانات تعمیر کئے چند روز کے بعد اللہداد خان نے انتقال پایا اور تین لڑکے وارث چھوڑے۔ اس کے بعد عالیجہ خان صاحب کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی اور تین سمجھیجے وارث چھوڑے۔ مکانات مشترکہ موصوفہ بالاشرعاً کس طرح تقسیم ہونے چاہئیں؟
السائل: طفیل احمد بقلم خود ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسؤولہ میں اللہداد خان کا مکانات میں جس قدر حصہ تھا، وہ تمام بعد تجہیز و تکشیں و ادائے دین و تنفیذ وصیت اس کے تین لڑکوں کو برابر مل جائے گا (۱)، عالیجہ خان کا جس قدر حصہ تھا وہ اس کے انتقال کے بعد

= (وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) مذکورہ صورت میں بیٹے چونکہ عصبه ہیں اس لئے اپنے والدکی جانبیاد کے تمام حصہ کے مالک ہوں گے۔ تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

اللہداد خان

مسئلہ ۳

ابن

ابن

ابن

۱

۱

۱

”العصبات: وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۶۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۱، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۱/۲۵۱، كتاب الفرائض، الباب الثاني في العصبات، رشیدیہ)

نصف اس کی لڑکی کو ملے گا اور نصف تینوں بھتیجوں کو (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفوا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۵۲/۲/۲۰۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: بنده عبدالرحمٰن غفرلہ۔

تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیمِ میراث

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
مندوہی محترمی جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی!

حسب ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعت اسلام بمہر خاص مرحمت فرمادیں:

سوال [۹۷۹]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، مرحوم کا

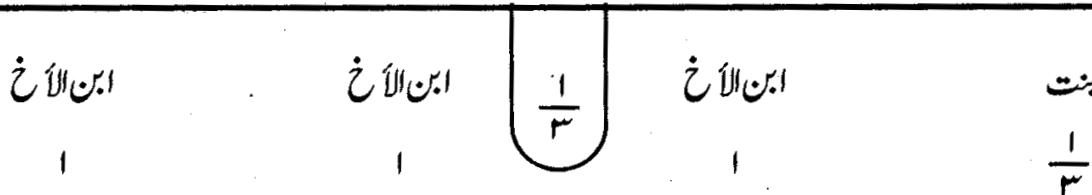
ترکہ جائیداد معافی اراضی کا لگان سالانہ ہے، اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا؟

۲..... ایک لڑکے کا قبضہ نابنا صاحب مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغير منقولہ پر ہے اور اس کا داخل خارج

(۱) نقشہ تقسیم ملاحظہ ہو:

عایجاح خان

مسئلہ ۲ تص ۶



قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

”فیبدأ بذی الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية اہ۔“ (الفتاوى العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۲/۳۲۷، رشیدیہ)

”العصبات: وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال.“ (الفتاوى العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الثالث فى العصبات: ۲/۳۵۱، رشیدیہ)
(وكذا في الدر المختار، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۲/۷۷۲، سعید)

اس جائیداد پر ہو چکا ہے۔ اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے؟

۳..... متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجهیز و تکفین کا قرض پہلے ادا ہوگا، یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا؟

۴..... بعض ورثاء نے متوفی کی تجهیز و تکفین میں فضول خرچی کر کے خلاف شرع روپیہ صرف کیا اور تبھی کا کھانا پکایا، اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے الیصال ثواب کیلئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے۔ یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

۵..... کیا ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے؟

قاضی ثناء اللہ، کرانہ مرچنٹ، بھاجی بازار، دھاری (سی، آئی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۷

لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا
۱	۲	۲	۲

۱..... بعد تجهیز و تکفین و ادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم لڑکی کو ملے گا اور دوسرا سہام ہر لڑکے کو ملیں گے۔ اراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی (۱)۔

۲..... نانا کی جائیداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ والد

(۱) قال الله تعالى: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْرَوْةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

کے ترکہ سے حسب جواب: ۱، حصہ ملے گا (۱)۔

۳..... اول متوسط طریق پر تجھیز و تکفین ہوگی، پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی، اس کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا (۲)۔

۴..... یہ رقم جو ایصال ثواب، فاتحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے، اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں، بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں (۳)۔
تنبیہ: مروجہ طریقہ پر فاتحہ اور تیجہ منع ہے (۴)۔

(۱) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء.“

(الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”يبدأ من تركة الميت بتجهيزه يعم التكفين من غير تقتير ولا تبذير، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد ثم وصيته من ثلث مابقى ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته.“

(الدر المختار: ۲/۵۹، ۷/۲۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا في الشريفية، ص: ۳، ۷، سعید)

(۳) ”التركة تتعلق بها حقوق أربعة: جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث، فيبدأ أولًا بجهازه وكفنه وما يحتاج إليه في دفنه بالمعروف“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۲، کتاب القراءات، رشیدیہ)

(۴) ”ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنَّه شرع في السرور لافي الشرور، وهي بدعة مستقبعة وفي البزاية: ويكره الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص“۔ (رد المختار، کتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲/۲۳۰، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲۷، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون في الجنائز، رشیدیہ)

(وكذا في البزاية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۸۱، کتاب الصلوة، باب الجنائز، رشیدیہ) =

۵..... متوفی نے جو قرض اپنی حیات میں لیا تھا اس کو ادا کرنے کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا اور جو رقم تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکہ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں، بلکہ وہ خود ان خرچ کرنیوالوں کے ذمہ ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۲۳/ جمادی الاولی ۱۴۶۹ھ۔

ایک بیٹی اور تین بیٹیوں میں تقسیمِ میراث

سوال [۹۷۹۸] : مسٹی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین، تین لڑکیاں: مسماۃ مجیداً، مریم، حاجن عزیزاً، چھوڑے۔ لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ زوجہ مسماۃ حبیباً تھی جس کا انتقال ہو گیا اور ورثاء مذکورہ چھوڑے۔ پھر عزیزاً کا انتقال ہوا، اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے۔ عزیز الدین کے ننانے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتبے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیداً اور عزیزاً کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئله ۳

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
حبیباً	عزیز الدین	مجیداً	مریم	عزمیہ	عزمیہ	عزمیہ
کان لم تکن؛ لأنها ماتت أولاً وتركت	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷
الورثة المذکورة						

= ”لا يجوز ما يفعله الجهل بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ المسروق والمساجد إليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً“۔ (التفسير المظہری: ۲/۲۵، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

= (۱) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد“۔ (الدر المختار: ۲/۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

حسب بیان سائل صورت مسئولہ میں مسٹی حاجی کریم الدین کا ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ۲/ سہام کئے جائیں گے، ایک ایک دونوں لڑکیوں مجیداً اور مریم کو، اور دو سہام لڑکے حاجی عزیز الدین کو ملیں گے، هکذا فی کتب الفرائض (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عزیز الدین کے ننانے اپنی صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دیدیا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے (۲)، اس میں مجیداً و مریم و عزیز اور غیرہ کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر مرض الموت میں ہبہ کر کے قبضہ کرایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، یعنی ایک تہائی میں جاری ہوگی، بشرطیکہ عزیز الدین شرعی وارث نہ ہو۔ اور دو تہائی کی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، اگر قبضہ نہیں کرایا تو وہ ہبہ تام نہیں ہوا (۳)، حسب حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۶/ ۲۹، ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرله، صحیح: عبداللطیف عفاف اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارپور، ۲/ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ۔

= (وکذا فی السراجی، ص: ۳، ۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة:

۶/ ۳۲۷، رشیدیہ)

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مُثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”وإذا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ عَصَبَ الْبَنُونَ الْبَنَاتَ، فَيَكُونُ لِلَّابِنِ مُثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ“۔ (الفتاوی العالمکیریة: ۶/ ۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

”قال رحمه الله تعالى: وعصبها الابن، وله مثلاً حظها. معناه: إذا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، عَصَبَ الْبَنُونَ الْبَنَاتَ، فَيَكُونُ لِلَّابِنِ مُثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ“۔ (تبیین الحقائق: ۷/ ۲۸۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”یملک الم WooB لہ الم WooB بالقبض، فالقبض شرط لثبتت الملک“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/ ۳۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) ”إذا وَهَبَ وَاحِدٌ فِي مَرْضٍ مَوْتَهُ شَيْئًا لَا يَحْدُدُ وَرَثَتْهُ، وَبَعْدَ وَفَاتِهِ لَمْ يُجْزِ سَائِرُ الْوَرَثَةِ، لَا تَصْحُ تَلْكَ الْهَبَةُ أَصْلًا؛ لَأَنَّ الْهَبَةَ فِي مَرْضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ، وَلَا وَصِيَّةٌ لَوَارِثٌ. وَلَكِنَّ لَوْ أَجَازَ الْوَرَثَةُ هَبَةُ الْمَرِيضِ بَعْدَ =

دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹]: ایک شخص کی دو بیوی ہیں، ایک بیوی سے ایک نواسی اور دوسرا بیوی سے چار لڑکی۔ اس میں سے بڑی بیٹی سے ایک لڑکا یعنی نواسہ اور ایک لڑکی یعنی نواسی۔ دو بھائی اور ان دونوں کے دو دو لڑکے ہیں۔ ان میں سے کس کس کو کیا کیا حق پہنچتا ہے اگر دونوں بھائی انتقال کر جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شخص متوفی کے ترکہ میں دونوں بیویاں چاروں لڑکیاں حق دار ہیں:

مسئلہ ۸ ص ۳۲

زوجہ زوجہ	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	ابن البت
زبیدہ	حیدہ	شاہدہ عابدہ	عاشرہ	طاهرہ	
		۷	۷	۷	۱
محروم		۷	۷	۷	۲

شخص متوفی کا ترکہ حقوقِ متقدمہ علی الارث کے بعد ۳۲/سہام ہو کر دودو، دونوں بیویوں کو (۱)، اور

= موتہ، صحت۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۸۳، (رقم المادة: ۸۷۹)، کتاب الہبة، الفصل

الثانی فی هبة المريض، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

”وَأَمَّا لَوْهَبَ وَسَلَمَ لِغَيْرِ الْوَرَثَةِ، فَإِنْ خَرَجَ الْمَوْهُوبُ مِنْ ثُلَثِ مَالِهِ، صَحَّ الْهَبَةُ. وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ وَلَمْ تُجْزِ الْوَرَثَةُ الْهَبَةُ، فَإِنَّمَا تَصْحُّ فِي مَا يَخْرُجُ مِنَ الْثُلَثِ، وَيُجْبِرُ الْمَوْهُوبُ لَهُ عَلَى رَدِ الْبَاقِي: أَىْ فِي أَجَازَهَا الْوَرَثَةُ، صَحَّ وَإِنْ لَمْ تُجْزِهَا، تَنْفَذُ مِنَ الْثُلَثِ فَقَطْ“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۸۳، کتاب الہبة، باب هبة المريض، (رقم المادة: ۸۷۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وَكَذَا فِي رِدِ الْمُحْتَارِ: ۵/۰۰۷، کتاب الہبة، باب الرجوع فی الہبة، سعید)

= (۱) مذکورہ صورت میں بیویوں کو شمن ملے گا، اس لئے کہ میت کی اولاد موجود ہے اور نیس کا شمن چار ہے:

سات سات ہر لڑکی کو ملیں گے (۱)۔ اور نواسے اور نواسیاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اصحاب الفرائض کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے ہیں (۲)۔

دونوں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد میں اگر ملک برابر ہے تو چاروں لڑکے برابر حق دار ہیں، یعنی پوری جائیداد کے چار حصہ کر کے ایک ایک حصہ لیں گے (۳)۔ اور اگر بھائیوں کی ملک برابر نہیں ہے، بلکہ ایک بھائی

= قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مَمَاتِرٍ كُتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَةٍ تَوَصَّوْنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”وَأَمَّا الْأَئْنَانُ مِنِ السَّبْبِ الزَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ وَلِلزَّوْجَةِ الرِّبْعُ عِنْدَ عَدْمِهِمَا وَالشَّمْنُ مَعَ أَحَدِهِمَا“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۰/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقائیہ پشاور)
(۱) چاروں لڑکیوں کو ثلثاں بوجہ ذوی الفرض ہونے کے لئے گا اور باقی بطور رد کے:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَنْ نِسَاءً فَوْقَ النِّسَاءِ، فَلَهُنَّ ثَلَاثًا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”وَأَمَّا النِّسَاءُ، فَالْأُولَى الْبَنْتُ، وَلَهَا النَّصْفُ إِذَا انْفَرَدتُّ، وَلِلْبَنْتَيْنِ فَصَاعِدًا الْثَّلَاثَانُ“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۲/۳۳۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”وَذُو الْأَرْحَامِ كُلُّ قرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصْبَةٍ، وَهُمْ كَالْعَصْبَاتِ، مَنْ انْفَرَدَ مِنْهُمْ أَخْذَ جَمِيعَ الْمَالِ۔ وَذُو الْأَرْحَامِ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ: صَنْفٌ يَنْتَسِمُ إِلَى الْمَيْتِ وَهُمْ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الْأَبْنَاءِ“
(الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام: ۲/۳۵۸، رشیدیہ)

”فَيَبْدأُ بِذُوِي الْفَرَوْضِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَاتِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْمَعْتَقِ، ثُمَّ عَصْبَةُ الذَّكُورِ، ثُمَّ الرَّدُّ عَلَى ذُوِي الْفَرَوْضِ النَّسْبِيَّةِ بِقَدْرِ حُقُوقِهِمْ“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: ثُمَّ الرَّدُّ): أَى عِنْدَ عَدْمِ مِنْ تَقدِيمِ ذَكْرِهِ مِنَ الْعَصْبَاتِ يَرَدُّ مِنْ أَصْحَابِ الْفَرَوْضِ عَلَى ذُوِي الْفَرَوْضِ النَّسْبِيَّةِ“۔ (رَدَ المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۲/۲۷، ۳۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)
(۳) بیٹے عصبه ہیں اور میت کے ورثاء میں اگر صرف عصبه ہو تو کل مال کا مستحق ہے:

”الْعَصْبَاتُ: وَهُنْ كُلُّ مَنْ لَيْسَ لَهُ سَهْمٌ مَقْدَرٌ، وَيَأْخُذُ مَا بَقِيَ مِنْ سَهَامِ ذُوِيِ الْفَرَوْضِ، وَإِذَا انْفَرَدَ أَخْذَ جَمِيعَ الْمَالِ“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، مکتبہ حقائیہ پشاور)

کے مثلاً دو تھائی ہے، دوسرے کی ایک تھائی تو اولاً جائیداد کو دونوں بھائیوں کی ملک کے حساب سے تقسیم کیا جائے، پھر ہر ایک بھائی کی ملک کی دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دی جائے (۱)۔ جتنے ورثاء سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، سب کو متوفی کے انتقال کے وقت زندہ مان کر اور اس تقدیر پر کہ اور کوئی وراث نہیں ہے، دونوں مسئلے کا حل کیا گیا ہے۔

لیکن اگر سب اس وقت زندہ نہ ہوں، مثلاً دونوں بیویاں زندہ ہیں اور بیٹیاں زندہ نہیں ہیں، بلکہ صرف نواسے نواسیاں زندہ ہیں، یا بیویاں بھی زندہ نہیں ہیں اور اسی طرح دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد چاروں لڑکوں کے ساتھ اگر کوئی دوسرا وارث بھی ہو، مثلاً دونوں بھائیوں کی بیویاں بھی ہوں تو دونوں مسئلے کا حل دوسرے طریقہ پر ہوگا، اس کو الگ لکھ کر (کہ صرف اتنے ورثاء موجود ہیں) معلوم کر لیا جائے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیم تر کہ

سوال [۹۸۰۰]: مسأة الف (ایک فرضی نام ہے) نے اپنے پہلے شوہر کی وفات کے پچھے عرصہ بعد

= ”وعند الانفراد عن غيره في الورثة يحرز جميع المال بجهة واحدة“۔ (الشريفية، ص: ۸، سعید)

(وَكَذَا فِي تَبْيَانِ الْحَقَائِقِ: ۷/۲۸۵، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۱) واضح رہے کہ دونوں بھائیوں کے حصے تقسیم کرنے کے بعد اگر دونوں بھائیوں کے یہی دونوں بیٹے ہیں اور کوئی ڈارث نہ ہو تو دونوں کی جائیداد کو حصے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیدیا جائے گا:

مسئلہ ۲

ابن

۱

ابن

۱

اپنا نکاح ثانی مسٹی زید کے ساتھ کر لیا تھا اور یہ کہ ترکہ جائیداد اور غیر منقولہ مسماۃ مذکورہ کو اپنے سابق شوہر سے ملا ہوا ہے۔ بعدہ مسکی زید کی وفات کے بعد زید کے حقیقی وارثان نے ترکہ زید پر تقسیم کیا اور مسماۃ الف کو بھی اس کا حصہ از ترکہ منقولہ و غیر منقولہ بموجب حق شرعی دیدیا۔

چنانچہ مسماۃ مذکورہ ہر دو ترکہ جات پر بحیثیتِ ماکانہ قابض و دبیل ہوئی۔ سابق شوہر سے کوئی اولاد حیات نہیں ہے اور نہ زید کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قریبی رشتہ مسماۃ الف کے ساتھ نکاح ہونے سے قبل حقیقی سالی کا بھی وابستہ تھا۔ اب محض مسماۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسکی عمر موجود ہے اور مسکی زید کے نطفہ سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں۔

زید کی وفات کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا ہے، اب تک بدستور مسماۃ الف کی بود و باش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے۔ مسماۃ مذکورہ کی کوئی حقیقی بہن بھی حیات نہیں، صرف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مسماۃ الف کے ترکہ کے جائز شرعی وارث کون کون ہو سکتے ہیں اور کس قدر حصہ پا سکتے ہیں؟

محمد صدیق از دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسماۃ الف کے والدین دادا، وغیرہ کوئی موجود نہیں، صرف مسکی عمر حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہے تو اس صورت میں مسماۃ کا کل ترکہ بعد اداء حقوق متفقدمہ علی الارث برادر حقیقی مسکی عمر کو ملے گا (۱)، بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۲)، ترکہ بعد وفاتِ مورث تقسیم ہو چکا ہے۔

(۱) بھائی عصبه ہے اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ عصبه کو ملتا ہے:

”العصبات وهم کل مَنْ لِيْسَ لِهِ سَهْمٌ مَقْدُرٌ، وَيَاخْذُ مَا بَقِيَّ مِنْ سَهَامِ ذُوِّيِ الْفَرَوْضِ، وَإِذَا انْفَرَدَ أَخْذَ جَمِيعَ الْمَالِ۔“ (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۲/۳۵، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)
 (وَكَذَا فِي تَبَيِّنِ الْحَقَائِقِ: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیہ بیروت)
 (وَكَذَا فِي الْأَخْتِيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمُخْتَارِ: ۲/۵۶۲، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۲) بہن کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی الفروض و عصبه ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے:
 ”إِنَّمَا يَرِثُ ذُووَ الْأَرْحَامَ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِّنْ أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ مَمْنُ يَرِدُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ

سوال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مسماۃ الف کا انتقال ہو چکا، لہذا انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے، یا کسی وارث کا اضافہ ہو گیا تو اس کا اعتبار ہو گا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم شہار پور، ۲۲/۶/۱۳۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

نافیٰ کو میراث

سوال [۹۸۰۱] : ہندہ کا انتقال ہو گیا، کوئی اولاد ان کے نہیں۔ وارثوں میں شوہر، ایک سگا بھائی، ایک سگی بہن، ایک نافیٰ چھوڑی۔ جائیداد میں صرف ایک کھیت ہے۔ اس میں ترکہ کس قدر تقسیم ہو گا؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مسئلہ ۲ تص ۱۸

بہن	$\frac{2}{6}$	بھائی	$\frac{3}{6}$	نافیٰ	$\frac{1}{3}$	زوج	$\frac{3}{9}$
۲		۳					

بعد ادائے حقوقِ واجبه: تجمیئر و تکفین (۲) ہندہ متوفیہ کا ترکہ ۱/۱۸ حصوں پر منقسم ہو کر نو حصے

= عصبة۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ: ۶/۳۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)
”وهو كل قریب ليس بذی سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة“۔ (الدر المختار: ۶/۹۱)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۷، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الأرحام، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۱) ”يعتبر كونه وارثاً أو غير وارث وقت الموت لا وقت الوصية“۔ (الدر المختار: ۷/۲۵۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۲۹، کتاب الوصایا، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) حقوقِ واجبه یعنی تجمیئر و تکفین کے علاوہ وہیں میت اور وصیت پورا کیا جائے گا:

شوہر کو (۱) اور تین نانی کو (۲) اور چار بھائی کو اور دو بہن کو دیئے جائیں گے (۳)۔ فقط والد بسجناه تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۱/۲۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۱/۲۔

بعض ورثاء کو پچھوڑیکر فارغ کر دینا

سوال [۹۸۰۲]: زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو عقد نکاح کئے، پھر زید کا انتقال ہو گیا۔ پسمندگان میں دونوں بیوی سے نو اولاد میں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دتیں حائل ہو گئی ہیں، اندیشہ نزاع پیدا ہو جانے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل

= ”تعلق بترکۃ السمیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تغیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة: النساء: ۲۷/۶، رشیدیہ)

(۱) شوہر اولاد کی عدم موجودگی میں نصف ترکہ کا مستحق ہوتا ہے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ولکم نصف ماترک ازواجکم إن لم يكن لهن ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) ”الجدة الصحيحة كأم الأم وإن علت وأم الأب وإن علا ولها السادس، لأب كانت أولأم، واحدةً كانت أو أكثر“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲۵۰/۶، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في السراجية، ص: ۱، فصل في النساء، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء آیت: ۱۱) ”العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوى الفروض“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، فصل في العصبات، مکتبہ حنفیہ پشاور)

کر کے اطمینان کر لیا جائے تاکہ بٹوارہ کے بعد مرنے والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسئل یہ ہیں: ایک قدیمی کاروبار میں دو قدیمی بھائی برابر کے شریک دار تھے، ان دونوں نے ایک قطعہ مکان اور چند کمپنیوں کے شیرز (حصے) اس مشترکہ کاروبار کی رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا، کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولاد میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے، اور رقم کاروباری کاغذات میں خرید جائیداد کھاتے کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔ مکان و شیرز کا منافع اور ان کے جو مصارف کا اندر ارج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا، سالانہ مجموعی منافع شرکاء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولاد میں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکاء پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔ زید کا انتقال ہو گیا، انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان و شیرز کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں، زید مرحوم کے بھائیوں کا حق ملکیت اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہو گا جب تک جملہ وارثان زید کے نام بھائیوں بینا مہنہ کر دیں۔

ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان و شیرز کی پختہ قیمت کا تخمینہ کر کے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دیدی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کر لینا شرعاً درست ہے، اس صورت میں بھائیوں کا جو حق و حصہ مکان اور کمپنیوں کے شیرز میں تھا اس کا معاوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی رحمت بھی نہیں ہوگی (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹۔

(۱) "التخارج وهو تفاعل، والمراد به هنا أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشىء معلوم من التركة، وهو جائز عند التراضى، نقله محمد فى كتاب الصلح عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما. وذكر عن عمرو بن دينار أن عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه طلق امرأته تماضر الكلبية فى مرض موته، ثم ماتت وهى فى العدة، فورثها عثمان رضى الله تعالى عنه مع ثلث نسوة آخر، فصالحوها عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقيل: هى دنانير، وقيل: دراهم". (الشريفية شرح السراجية،

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۰۳] : چند مکان ترکہ کی صورت میں ایسے ہیں جن کو زید مرحوم کے بھائیوں اور زید کے وارثان پر تقسیم کرنا ہے۔ ان مکانات میں وارثان کا جو حصہ متعین ہو وہ مجموعی طور پر وارثان کی رضامندی سے ایک ہی مکان میں کل حصہ دیدیا جائے۔ گھر ہستی (۱) کے بٹوارہ میں جس سامان کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت تقسیم کر دی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر بچوں کے حق میں یہ مفید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان میں جمع کر دیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہو تو یہ بھی درست ہے، لیکن قیمت کا اندازہ دیانت دار اور تجربہ کا رحمات سے کرایا جائے تاکہ بچوں کو نقصان نہ ہو (۲)۔ جو سامان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو اور حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت کو محفوظ کر لینا بہتر ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۹۸۹۔

= ص: ۳۷، فصل فی التخارج، سعید)

(وَكذا فی رد المحتار: ۵/۲۲۶، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، سعید)

(وَكذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۲/۵۵۸، کتاب الصلح، کلام فی التخارج، (رقم المادة: ۱۵۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”گھر ہستی: گھر کا انتظام“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”والوصى إذا قاسم مالاً مشترىً كَبَيْنِهِ وَبَيْنِ الصَّغِيرِ، لَا يُجُوزُ، إِلَّا إِذَا كَانَ لِلصَّغِيرِ فِيهَا مَنْفَعَةٌ ظَاهِرَةٌ عَنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ“۔ (أحكام الصغار علی هامش جامع الفصولین: ۱/۲۳۶، کتاب القسمة، اسلامی کتب کراچی)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرِبُوا مَالَ الْيَتَيمِ إِلَّا بِالْتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَلْغَ أَشْدَهُ﴾

”جواز التصرف فی مال الیتیم للوالی علیه من جد او وصی اب لسائر ما یعود نفعه علیه؛ لأن الأحسن ما كان فيه حفظ ماله وتمیره، فجائز على ذلك أن یبیع ویشتري للیتیم بما لا ضرر على الیتیم فيه وعلی أن یشتري مال الیتیم لنفسه إذا كان ذلك خيراً للیتیم، وهو قول أبي حنیفة رحمة الله =

سو تیلے بیٹے کی موہو بہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟

سوال [۹۸۰۲]: مسماۃ نور جہاں الہی بخش متوفی کی زوجہ ثانیہ تھی اور الہی بخش کی زوجہ اولیٰ کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایامِ طفویت سے ۳۵/ سال کی عمر تک مثل اپنے حقیقی لڑکے کے پرورش کیا، اور نور جہاں والہی بخش کے درمیان باہمی رجسٹر کا موقع پیش آیا۔ الہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو طلاق دیدی اور تقریباً تیس ہزار کی جائیداد و زیورات نقد و اثاث البیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں دیا۔

بعد عددت مسماۃ مذکورہ نے مسمی عبدالاحد سے نکاح کر لیا، تقریباً ۲۵، ۳۰/ سال تک عبدالاحد خاں مذکور کے گھر میں رہی، اور بد قسمتی سے اس کے بطن سے عبدالاحد کے یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور عبدالاحد مذکور فوت ہو گیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پسر طفیل احمد کو چند مردمان کے رو برو کہا کہ میں اپنی عمر تیری سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرہ تیرے نام کر دوں گی، تو مجھ کو تازیست ایک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کیلئے۔

چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائیداد اس کے نام پر تھی بذریعہ ہبہ نامہ رجسٹری کر دیا۔ ترکہ شوہر مسمی عبدالاحد کو تقسیم کرانے کی فکر کی، کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا۔ مسمی (عبدالاحد) کا بھائی عبد الصمد عبدالاحد کے سامنے فوت ہو چکا اور عبد الصمد کا لڑکا عبدالرووف بھی اپنے باپ

= تعالیٰ۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲۹۷، قدیمی)

”إذا كان في الورثة صغير وكبير، فقاسم الوصي مع الكبير وأعطيه حصته وأمسك حصة الصغير، فهو جائز“۔ (أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين: ۱ / ۲۳۵، کتاب القسمة، مکتبہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

”وَجَازَ بِيَعِهِ عَقْرَ صَفِيرٍ مِّنْ أَجْنِبَى لَا مِنْ نَفْسِهِ بِضَعْفِ قِيمَتِهِ، أَوْ لِنَفْقَةِ الصَّفِيرِ أَوْ دِينِ الْمَيْتِ أَوْ وَصِيَّةٍ مُرْسَلَةٍ لَا نَفْاذَ لَهَا إِلَّا مِنْهُ، أَوْ لِكُونِ غَلَاتَهُ لَا تَزِيدُ عَلَى مَؤْنَتِهِ أَوْ خَوْفِ خَرَابِهِ أَوْ نَقْصَانِهِ، أَوْ كُونَهُ فِي يَدِ مُتَغَلِّبٍ“۔ (الدرالمختار)۔ ”(قوله: أَوْ فِي يَدِ مُتَغَلِّبٍ) كَأَنْ اسْتَرْدَهُ مِنْهُ الْوَصِيَّ وَلَا بَيْنَ لَهُ وَخَافَ أَنْ يَأْخُذَهُ الْمُتَغَلِّبُ مِنْهُ تَمْسِكًا بِمَا كَانَ لَهُ مِنْ يَدٍ، فَلَلْوَصِيِّ بِيَعِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْيَتَيمِ حَاجَةٌ إِلَى ثَمَنِهِ“۔

(الدرالمختار: ۲/ ۱۱، کتاب الوصایا، سعید)

عبدالحمد کے سامنے فوت ہو گیا۔ عبد الرؤوف کے دلڑکے: حمید الظفر، ایوب خاں مجملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کو ایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دین مہر۔ مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کر کے اپنا ترکہ جدا کر لیا اور قابض ہو گئی۔

چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائیداد کا وعدہ ہو چکا تھا، اس لئے طفیل احمد نے تین سور و پیہ جائیداد کی ترمیم پر خرچ کیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائیداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں، اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا۔ اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہو گئی، اس کی تجهیز و تکفین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اس کا مالک طفیل احمد ہے، یا حمید الظفر و ایوب خاں کو پہنچتا ہے؟ اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکورہ کا مادری یا پدری نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمید الظفر و ایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں، اگر مسماۃ اپنی جائیداد طفیل احمد کو شرعی ہبہ نہ کر چکی ہوتی تب بھی حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا (۱)۔ پھر جبکہ اپنی زندگی میں بحالت صحت مسماۃ اپنی جائیداد تقسیم کر کے اس پر قابض ہو گئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا پورا کرا دیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائیداد کا مالک ہو گیا۔ تواب بطریقِ اولیٰ حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا:

”وَتَصْحُّ: (أَى الْهَبَةِ) بِالإِيْجَابِ وَالْقَبْوُلِ وَالْقَبْضِ، أَمَا الإِيْجَابُ وَالْقَبْوُلُ، فَلَأَنَّهُ عَدْ وَالْعَدْ مَنْعَدٌ بِالإِيْجَابِ وَالْقَبْوُلِ. وَالْقَبْضُ لَا بَدْمَنَهُ لِثَبُوتِ الْمُلْكِ“۔ هدایہ: ۱/۲۸۰ (۲)۔

”وَالْأَصْلُ فِي هَذَا أَنَّ كُلَّ عَدْدٍ مِنْ شَرْطِهِ الْقَبْضُ، فَإِنَّ الشَّرْطَ لَا يَفْسَدُ كَالْهَبَةِ وَالرَّهْنَ،

(۱) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء، وهو على ضربين“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرْمَخْتَارِ: ۲/۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (الهدایہ: ۳/۲۸۱ کتاب الہبۃ، مکتبہ شرکت علمیہ ملٹان)

کذا فی السراج الوهاج۔ عالمگیری: ۲/۴۹۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفی اللہ عنہ، صحیح: عبد الرحمن عفی عنہ، ۱۳۵۲/۱/۱۲۔

مناسخہ کی ایک صورت کا حکم

سوال [۹۸۰۵]: ایک مکان کے دو بھائی حصہ دار ہیں، ایک بھائی کا انتقال ہو گیا ہے جس کے کوئی اولاد نہیں ہے، البتہ مرحوم نے اپنے ماں باپ اور ایک بھائی چھوٹے۔ بعد ازاں مرحوم کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اب صرف باپ بھائی موجود ہیں۔ جائیداد میں چونکہ مرحوم بھائی نصف کا حصہ دار تھا تو مرحوم کے حصہ کی شرعاً تقسیم کیا ہوئی، یعنی باپ کو اس کی جائیداد میں سے کس قدر اور بھائی کو کس کس قدر حصہ پہنچے گا؟

اکبر علی، بابو عبد الرحمن، روزہ کی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲ نص		
آخر	اب	ام
عمر	زید	زنینب
۳	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{3}$

مسئلہ تداخل ام زنینب مافی الید ۱		
ابن	زوج	
عمر	زید	
۳	۱	

الأحياء المبدأ		
ابن	اب	
عمر	زید	
۳	۹	

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۹۶/۳، كتاب الهبة، الباب الثامن في حكم الشرط في الهبة، رشيدية)

ا..... بشرط صحیت سوال عدم موانع ارث وادائے دین میت و تنفیذ وصایا (۱)، مرحوم بھائی کا کل ترکہ حسب صورت مندرجہ بالا بارہ، سہام پر تقسیم کر کے ہر وارث کو اپنے حصہ کے موافق دیں گے (۲)۔

= ”تنعقد الہبة بالإيجاب والقبول، وتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رسمیت باز: ۱/۲۶۲، (رقم المادة: ۸۳)، کتاب الہبة، الفصل الأول، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”تعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم یقسم الباقی بین ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکۃ: ۶/۷۳، رشیدیہ)

(۲) مسئلہ اولیٰ کے ورثاء میں ام کو ثلث ملے گا، اس لئے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو اور آخرہ و آخرات بھی ذی العدد نہ ہوں اور نہ أحد الزوجین مع الأب ہو تو اس صورت میں ام ثلث کل کا مستحق ہوگی:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرَثَهُ أَبُوهَا، فَلِأَمِّهِ الْثَلِثُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”وَأَمَّا لِأَمٍ فَأَحْوَالُ ثَلِثٍ: السَّدِسُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْأَبِ وَإِنْ سَفْلٌ أَوْ مَعَ الْأَثْنَيْنِ مِنَ الْإِخْوَةِ
وَالْأَخْوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ أَىٰ جِهَةٍ كَانَا، وَثَلَثُ الْكُلِّ عِنْدَ عَدْمِ هُؤُلَاءِ الْمَذْكُورِينَ، وَثَلَثٌ مَابْقَى بَعْدِ فَرْضِ
أَحَدِ الزَّوْجِينَ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۱، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۲، سعید)

”اب“ میت کی جب اولاد نہ ہو تو اب عصبه ہوگا، بطور عصوبت کے ماقبل مال کا مستحق ہوگا:

”اما الأب، فله أحوال ثلث: الفرض المطلق وهو السادس، وذلك مع الابن وابن الابن وإن سفل.“۔ (السراجی، ص: ۶، سعید)
”وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

مسئلہ اولیٰ میں تیراوارث اخ ہے، میت کے جب اصول یا فروع موجود ہو تو اخ بھائی میراث سے محروم ہو جائے گا:
”ویسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالابن بالاتفاق، وبالجد عند أبي“

۲.....تایا کے ترکہ سے ایسی صورت میں بھیجنوں کو نہیں ملے گا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہ، صحیح: عبداللطیف عفی عنہ۔

مناسخ کی ایک صورت

سوال [۹۸۰۲]: ا.....مسکی زید نے انتقال کیا۔ عمر پسر، احمد پسر، زبیدہ دختر، ہندہ زوجہ وارث

چھوڑے۔

۲.....مسماۃ زبیدہ نے انتقال کیا۔ اللہ رکھا شوہر، عمر برادر، محمد پسر، ہندہ مادر چھوڑے۔

۳.....ہندہ نے انتقال کیا۔ محمد نواسہ، اللہ رکھا داماد، عمر و احمد پسران چھوڑے۔

= حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ”。 (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض:

۶/۳۵۰، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۷، سعید)

مسئلہ ثانیہ میں زوج ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو زوج کو زنگ لے گا:

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الرُّبُعُ مَا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَةٍ يُوصَنَ بِهَا

أو دِين﴾۔ (سورة النساء: ۱۲)

ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ مال عصبه کو ملتا ہے اور مسئلہ ثانیہ میں ”ابن“ عصبه ہے:

”العصبات: وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما يبقى من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد

أخذ جميع المال“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الفرائض، باب فی العصبات: ۶/۳۵۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۳، سعید)

(۱) ”يرجحون بقرب الدرجة أعني أول لهم بالميراث جزء الميت ثم جزء أبيه: أى الإخوة، ثم

بنوهم وإن سفلوا“۔ (السراجیہ، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

”فأقرب العصبات الابن، ثم ابن الابن ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ

لأم وأم“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۳۵۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

زید مورث اعلیٰ

مسئله ۸، تص ۲۰، تص ۳۸۰

زوجہ	ابن	ابن	بنت
ہندہ	عمر	عمر	زبیدہ

$\frac{1}{5}$

$\frac{1}{128}$

$\frac{1}{128}$

زوج	ابن	تباین	ما فی الیدے زبیدہ	مسئله ۱۲
الذرکھا	محمد	ہندہ	اخ	اخ

$\frac{3}{21}$

$\frac{1}{29}$

$\frac{2}{12}$

مسئله ۲ تدخل (۷) ما فی الیدے

ابن	ابن	ابن	ہندہ
الذرکھا	محمد	احمد	ختن یعنی داما

$\frac{1}{37}$

$\frac{1}{37}$

مسئله ۳ الأحياء الماء

عمر	احمد	الذرکھا	محمد
۲۰۵	۲۰۵	۲۱	۲۹

بشرط صحیت سوال و عدم موافع ارث بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین میت، وغیرہ (۱) مورث اعلیٰ مسمی زید کا کل تر کہ چار سو اسی سہام (۲) قرار دیکر حسب نقشہ بالا و رثاء پر تقسیم ہو گا، یعنی عمر اور احمد پسران زید میں سے ہر ایک کو دو سو پانچ سہام (۳)، اور اللہ رکھا زوج زیدہ کو اکیس (۴) اور محمد پسر زیدہ کو

(۱) ”تعلق بر کہ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتكفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تفیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته“. (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض، ص: ۶۵۹، ۷۲۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکریۃ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة: ۶/۳۲۷، رشیدیہ)

(۲) ”المناسخة أن يموت بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فيه أن تصح فريضة الميت الأول وتصح فريضة الميت الثاني، فإن انقسم نصيب الميت الثاني من فريضة الأول على ورثته، فقد صحت المسئلان. وإن كان لا يستقيم فإن كان بين سهامه ومسئنته موافقة فاضرب وفق التصحیح الثاني في التصحیح الأول. وإن لم يكن بينهما موافقة، فاضرب كل الثاني في الأول، فالحاصل مخرج المسئلين.“

وطریق القسمة أن تضرب سهام ورثة المیت الأول فی المضروب وسهام ورثة المیت الثاني فی کل مافی يده او فی وفقه، فإن مات ثالث فصحح المسئلين الأولین“ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۹۰، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۱۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار مع رdal المختار: ۲/۸۰۱، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورة النساء: ۱۱) ”العصبة وهم کل من ليس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض“ (الفتاوی العالمکریۃ: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿فیان کان آهن ولد، فلکم الرابع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بها أو دین﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”واما الإثنان من السبب، فالزوج والزوجة، فللزوج النصف عند عدم الولد ولد الابن، =

انچاں سہام (۱) از روئے شرع ملیں گے۔ فقط والد بسجانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفاللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۴۵۸/۳/۱۰۔
صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ریتیق الاول/۱۵۸۔

ذوی الفروض اور عصبات میں تقسیم و راثت

سوال [۹۸۰]: مسکی محمد جعفر خاں فوت ہوئے اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے تو ترک کس طرح

تقسیم ہوگا؟

والدہ	زوجہ	لڑکیاں	لڑکے	ہمشیرہ
مسماۃ پنچی	اللہ دی	محمد عاقل محمد باقر	عقیلہ بیگم، کنیز فاطمہ	صغری بیگم

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد جعفر خاں المتوفی

مسئلہ ۲۲، تص ۱۳۳

زوجہ	ام	ابن	ابن	بنت	بنت	اخت
اللہ دی	پنچی	محمد عاقل	محمد باقر	عقیلہ بیگم	کنیز فاطمہ	صغری بیگم
		۱۷	۱۷	۳۳	۳۳	
						محرومہ

= والربع مع الولد و ولد الابن”。 (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) قال الله تبارک وتعالى: «يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين» (سورة النساء: ۱۱)

”العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما يبقى من سهام ذوي الفروض“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

بشرط صحیت سوال عدم موافع ارث بعد ادائے دین میت، مهر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از ثلث میت (۱) کا کل ترکہ ۱۳۲/ سہام قرار دے کر حسب نقشہ بالا اور ثناء پر تقسیم ہوگا، هکذا فی کتب الفرائض (۲)۔

حررہ العہد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۳۵۵/۵/۸۔
التخریج صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد الطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

شوہراً اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۰۸]: زیدی کی بیوی ایک حصہ جائیداد کی بلا شرکت غیر مالک تھی جو اس کو ترکہ پدری سے

(۱) ”تعلق بر کہ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبدیر ولا تقتیر، ثم تقضی دیونه من جمیع مابقی من ماله، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۲۵۹، ۲۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة: ۶/ ۲۷، ۲۸، رشیدیہ)

یعنی کل جائیداد کے ایک سوچوا لیں حصے کر کے بیوہ کو اٹھارہ، مال کو چوبیس، بیٹوں میں سے ہر ایک کو چوتیس چوتیس اور بیٹیوں میں سے ہر ایک کو سترہ سترہ جھے لیں گے۔

(۲) اولاد کی موجودگی میں بیوی کو شمن ملتا ہے:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مَمَاتِرُكُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تَوَصَّوْنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں دادا، دادی کو چھٹا حصہ ملتا ہے:

قال الله تعالى: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السَّدِسُ مَمَاتِرُكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

اور اولاد اگر ذکر رواناٹ دونوں ہوں تو ان کے ہر فریق میں ذکر کو دو ہر اولاداٹ کو اکھر ا حصہ ملے گا:

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مُثْلِ حَظِ الْأَنْثَيْنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

پہنچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں، زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو ازروئے شریعت یہ امر دریافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائیداد میں کتنا حصہ پہنچتا ہے اور عمر و بکر اپنی بہن کی جائیداد میں کتنے کتنے حصے کے وارث ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

زید کی بیوی کا ترک نصف زید کو ملے گا (۱) اور نصف دونوں بھائی: عمر و بکر کو ملے گا (۲)، بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کر چکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والدکی طرف سے ملا ہو، یا شوہرن نے تمییکا دیا ہو، یا اور کسی طرح ملا ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا، نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۳)۔
فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۶، ۵۸۸۔

باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم

سوال [۹۸۰۹]: ایک شخص کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کر دی اور باورپی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھر ایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سالوں کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہو گیا اور ایک بیوہ اور تین لڑکیاں چھوڑیں، ان

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَكُمْ نَصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) ”فِيَدَا بِذَوِي الْفِرْوَضِ، ثُمَّ بِالْعَصْبَاتِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ الْمَعْنَقِ، ثُمَّ عَصْبَةُ الذَّكُورِ اه“۔

(الدر المختار: ۲۶/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

”العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما يبقى من سهام ذوى الفروض، وإذا انفردأخذ جميع المال“. (الفتاوى العالمكيرية: ۲۵۱/۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(۳) ”ولم يعترض المؤلف لبيان ما يجري فيه الإرث وما لا يجري فيه، فنقول: لاشك أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث“. (البحر الرائق: ۳۲۲/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

”قيد بالتركة؛ لأن الإرث يجري في الأعيان المالية“. (رد المختار: ۲۶/۲۷، کتاب

الفرائض، سعید)

سب کے مصارف کے کفیل دادا صاحب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والا لڑکا بھی واپس آگیا اور اس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد صاحب) صاحب فراش ہو گئے اور بالکل لاچار و معدود رہ گئے۔

اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موڑ جو کہ کرایہ پر چلتی ہے، اس سے بطورِ نگرانی ملازمت کر لی اور اپنی محنت اور جانفشنائی اور جدوجہد کے بعد دوسرے کو شریک کر کے پوری موڑ اپنے نام کر لی اور اس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کو اس کاروبار کا کوئی حساب نہیں دیا، البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔

اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہو گیا اور اپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اور ایک چھوٹا مکان اور کچھ بونڈ چھوڑا، چند غیرت مندوگوں نے باہم مل کر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کو دیدیا۔ اور تقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا، اور بڑے مکان کا باقیہ حصہ جو کہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے، دونوں بہنوں کو دیدیا۔

بہنوں نے اس مکان کے حصہ کو سب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اور لڑکیوں کے رہنے کیلئے دیدیا، نیز دیگر سامان بھی بقدر حصہ تقسیم کر دیا۔ اور بہنوں کیلئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کو اور ایک بھائی ایک بہن کو اس کے مطابق رقم دے دے۔ یہ سب کام زبانی طے ہوئے، تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موڑ کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہو گیا جس نے ایک مکان، ایک موڑ کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے (موڑ اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱/ سال کی لڑکی ہے۔ جو کہ فاتر العقل اور معدود رہے۔ چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں، جس لڑکے نے اپنی محنت و جانفشنائی سے جو کام کیا ہے اور نفع و نقصان اٹھایا ہے۔

۱..... باپ کے انتقال کے بعد اس نفع و نقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

۲..... باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

۳..... اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

اب اس گھر میں صرف ایک بھائی، دو بہن اور ایک شخص کی بیوہ اور ایک فاتح العقل لڑکی حیات ہیں۔ اس معاملہ میں شریعت کی رو سے جس طرح تقسیم ہو گی، اسے بالتفصیل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں ماخوذ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جس لڑکے نے ملازمت سے آگروالد کے کار و بار (موثر) میں نگرانی کی ملازمت کر لی، یہ ملازمت درست ہو گئی۔ پھر اگر پورے موڑا پنے نام والد سے خرید لی، یا شرعی طور پر ہبہ کر لی تو وہ موڑا س کی ملک ہو گئی (۱)۔ پھر با غیرت لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثاء نے منظور کر لی وہ بھی معتبر ہو گی (۲)۔ جو موڑا س لڑکے نے اپنے نام کر لی تھی، اگر اس کو بھی تقسیم کر دیا کہ اس میں بھی تمام ورثاء شریک رہیں اور اس لڑکے نے اس کو بھی منظور کر لیا تو اس کی بھی تقسیم ہو گئی (۳)۔

جب تک کار و بار باپ کا تھا، نفع و نقصان کا ذمہ دار باپ تھا، جب لڑکے نے موڈر (خرید کر یا ہبہ کر کے) اپنے نام کر لی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہو گیا، کوئی دوسراوارث ذمہ دار نہیں (۴)۔

۲..... باپ نے اپنی ملک میں جو کچھ چھوڑا، اس میں سب وارث حصہ شریک ہیں (۵)۔

(۱) "يَمْلِكُ الْمَوْهُوبُ لَهُ الْمَوْهُوبُ بِالْقَبْضِ، فَالْقَبْضُ شَرْطُ لِشُبُوتِ الْمَلْكِ". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۷۳، رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ: ۵/۵۰۰، ۵/۲۹، کتاب الہبة، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ، کتاب الہبة، الباب الأول: ۳/۳۷۳، رشیدیہ)

(۲) "إِذَا حَكَمَ رِجْلَانِ رِجْلَانَ، فَحُكْمُ بَيْنِهِمَا وَرِضْيَا بِحُكْمِهِ، جَازٌ". (الہدایۃ: ۳/۱۳۳، کتاب القاضی، باب التحکیم، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وَكَذَا فِي الْدِرْمَخْتَارِ: ۵/۵۲۸، کتاب القضاۓ، باب التحکیم، سعید)

(۳) (راجع رقم: ۲)

(۴) اس لئے کہ بیع اور ہبہ سے اس کی ملک ہو گئی، كما تقدم فی رقم الحاشیة: ۱، فلیراجع)

(۵) "لَانَ السَّرَّكَةُ مَا ترَكَهُ الْمَيِّتُ مِنَ الْأَمْوَالِ صَافِيًّا عَنْ تَعْلُقِ الْغَيْرِ بِعِينِ مِنَ الْأَمْوَالِ". (رد المختار: ۶/۵۹)، کتاب الفرائض، سعید)

۳..... جس لڑکے نے جو کچھ باپ سے علیحدہ خود کمایا وہ اُسی کا ہے (۱)، اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہو گا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۲)، نصف ترکہ لڑکی کو ملے گا (۳) پھر جو کچھ بچے اس میں سے دوہر ابھائی کو ملے گا، اکھر اکھر بہن کو ملے گا (۴)، یعنی کل چالیس سہام ہوں گے، پانچ سہام بیوہ کے ہیں، بیس سہام لڑکی کے ہیں، تین تین سہام بہنوں کے، چھ سہام ایک بھائی کے (۵)۔ کوئی قرض دین مہر وغیرہ ہوتا = ”ثم يقسم الباقى بين ورثته: أى الدين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع“.

(الدر المختار، کتاب الفرائض، ۲/۸۲۲، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۲/۳۳، رشيدية)

(۱) قال العلامة ابن عابدين: ”أقول: وفي فتاوى الخيرية: سُلْطَنُ بْنُ كَبِيرٍ ذُي زَوْجَةِ وَعِيَالٍ لَهُ كَسْبٌ مُسْتَقْلٌ حَصَلَ بِسَبِيلِ أَمْوَالِهِ: هَلْ هِيَ لِوَالدِّهِ خَاصَّةً أَمْ تَقْسِيمٌ بَيْنَ وَرَثَتَهُ؟ أَجَابَ: هِيَ لِلابنِ تَقْسِيمٌ بَيْنَ وَرَثَتَهُ حِيثُ كَانَ لَهُ كَسْبٌ مُسْتَقْلٌ بِنَفْسِهِ“۔ (تنقیح الفتاوی الحامدية، کتاب الدعوی: ۲/۱۷، مکتبہ میمنیہ مصر)

(وكذا في الخيرية على هامش تنقیح الفتاوی الحامدية: ۱/۱۸۵، کتاب الشرکة، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۲) میت کی جب اولاد ہو تو ”زوجہ“ کو آٹھواں حصہ ملے گا:

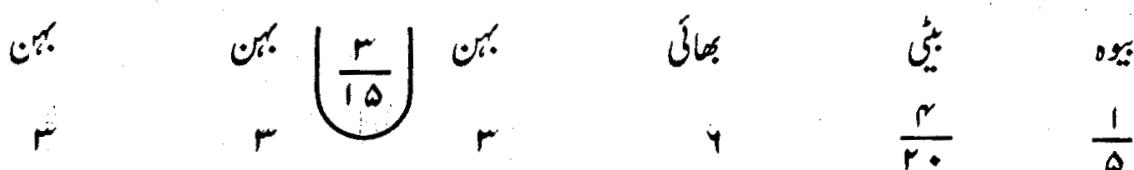
قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِهُنَّ الشَّرْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۲).

(۳) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النَّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۱۷)

(۵) تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۸، تص ۲۰



اس کو پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۹۲ھ/۲۲/۱۔

صورتِ عائلہ میں باپ کا حصہ

سوال [۹۸۱۰]: اگر کسی مسئلہ میں باپ عصبه ہوا اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ پختا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلہ کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے، یا محروم ہو جائے گا، یا یہ صورت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی؟ مسئلہ میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا، باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلہ میں عول کی گنجائش ہے تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا، یا فرض پر اکتفاء کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

باپ اگر کسی صورت میں عصبه نہ ہو تو وہ ذوی الفروض میں ضرور ہوگا، نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نہ عصبه ہونے ذی فرض میں ہو، اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے (لکل واحد منها السادس) الایة (۲)۔
پھر بھی اس کے ساتھ وہ عصبه بھی ہو جاتا ہے، کبھی عصبه محض رہتا ہے (۳)، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس

(۱) "تعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياته من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته". (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷/۲۱، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمة كيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعریفها وفيما يتعلق بالترکة: ۶/۲۷، ۲۷/۳۲، رشیدیہ)

(۲) (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "اما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السادس، وذلك مع الابن وأبن الابن وإن سفل. والفرض والتعصیب معاً وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت. والتعصیب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل". (السراجیة، ص: ۵، سعید)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۳۷، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

یہ سوال بے محل ہے کہ اصحاب فروض کو دینے کے بعد باپ کیلئے کچھ نہ پچے، کیونکہ وہ خود بھی اصحاب فروض میں ہے، اس کا فرض دینے کیلئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، تص ۱۵

زوج	بنت	بنت	بنت	ام	اب
۳	۲	۲	۲	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲/ سے کر کے عول ۱۵/ سے کیا گیا ہے، باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصبه محض قرار دیا گیا ہے، وہ ایسی صورت میں اصحاب فرائض سب لے لیں اور باپ کیلئے کچھ نہ پچے:

”والتعصیب المحضر، وذلك عند عدم الولد و ولد الابن، اه“۔ سراجی (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند۔

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۱۱]: ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکونہ مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کر دے، جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکونہ مکان مسلمہ کے نام منتقل کر دیا تھا۔

ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے ملنے والے ورثاء میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دیدیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکونہ مکان دینے کا

= (وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۵۵/۲، كتاب الفرائض، مكتبة حقوقية بشاور)

(۱) (السراجية، ص: ۶، سعید)

سوال نہ رہا۔ مسلمہ نے کہا چاروں کو دو دو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار، عمر نے کہا کہ نہیں بلکہ دس ہزار، دو ہزار ہندہ کے شوہر و اصف کو بھی دیا جائے کہ وہ بھی اپنا ہی بچہ ہے۔ اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً وارث کون کون ہیں، آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پیر فرمان، یا ہندہ کی اولاد بھی وارث ہے؟ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تقاضا کر کے اپنا حصہ طلب کرے؟

مسلمہ اور فرمان نے ہندہ کی اولاد کو اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکونہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے؟ عمر نے جو مسلمہ کو اپنے والد کے ترکی میں دو دو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندہ کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کر سکتی ہے؟ مسلمہ کو مشورہ میں کمی بیشی کا حق ہے یا نہیں؟ اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندہ کی اولاد نافرمانی اور بد تیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ گنہگار ہو گی؟

ہندہ کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصف کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے، انہوں نے اپنے ہی مکان میں رکھا، کھانا، پینا دنوں کا الگ رہا، مگر کبھی (تقریباً اٹھائیں سال) کوئی کرایہ طلب نہیں کیا۔ وقتاً فو قتاً اپنی ضرورت اور رہائش کیلئے واصف نے مرمت وغیرہ اپنے حصہ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔ آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے، مگر دوسرے حصہ مکان میں عارضی منتقل ہو کر اپنے حصہ بلا اجازت فرمان و مسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کر اکر دوسرا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصے جو مکان اصلی وارثان کے بلا منظوری کرایا گیا ہے، اس کی لaggت وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ واصف کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔ واصف اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا ۳/۱ تھا، مکان ان کی اندازہ قیمت سے دو گنی اور تیگنی قیمت پر فروخت ہوا ایسی صورت میں کیا فرمان اور مسلمہ کو واصف کو کچھ ادا کرنا چاہئے، جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصہ مکان دکھایا بھی نہ تھا؟ اور لaggت کے بعد واصف وغیرہ اس حصے مکان میں جوانہوں نے اپنی رہائش اور زیبائش کیلئے بنایا تھا، تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے بھی گئے اور ایسی صورت میں کیا واصف کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا

گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے، ہندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا کہ واصف ہے، شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ ہندہ کے انتقال پر اس کے وارث دو ظاہر کئے گئے: مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی ہندہ کی والدہ، فرمان (عمر کا لڑکا) یعنی ہندہ کا بھائی، حالانکہ ہندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے: ہندہ کے بچوں کو دو دو ہزار روپے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کے چار بیٹے بھی ہیں، ان کو ورثاء میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔

تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ دیئے ہوئے ہندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مُستحق، یہ مشورہ وصیت بھی نہیں (۱) اس کی بناء پر ہندہ کی اولاد کو نانا اور نانی کے ترکہ سے مطالبة کا حق نہیں، اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں، آٹھواں حصہ بیوی کا ہے (۲)، بقیہ لڑکے کا (۳)۔ اگر کوئی قرض دین مہروغیرہ ذمہ میں ہوتا اس کو تقسم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے (۴)۔ فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں

(۱) "الإِيْصَاءُ فِي الشَّرْعِ تَمْيلُكُ مَضَافٍ إِلَى مَا بَعْدِ الْمَوْتِ وَأَمَارَ كُنْهَا فَوْلَهُ: أَوْصَيْتُ بِكَذَا لِفَلَانَ، وَأَوْصَيْتُ إِلَى فَلانَ كَذَا". (الفتاوى العالمكيرية: ۶/۹۰، کتاب الوصايا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي تَبَيِّنِ الْحَقَائِقِ: ۳/۵۷، کتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِهُنَّ الْشَّمْنُ مِمَّا ترَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا عصبه ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ تمام ترکہ عصبہ کو ملتا ہے:

"العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر". (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(وَكَذَا فِي الفتاوى العالمكيرية: ۶/۱۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۲، ۵۲/۲، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۴) "تتعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتكفيه وتجهيزه، من غير تبذير ولا تقثير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياته من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين =

تو ہندہ کی اولاد کو چاہیے کہ شکر یہ کے ساتھ قبول کر لے۔ نانی کا احترام ضروری ہے، ان کے ساتھ بد تمیزی کرنا معصیت اور گناہ ہے۔

واصف اور اس کے متعلقین کو مکان میں عاریٰ رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا، یہ مسلمہ اور فرمان کا احسان و تبرع تھا، واصف کو مالک نہیں بنایا تھا، اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کرا کے دوبارہ تغیر کرائے جب تک اصلیٰ مالک کی اجازت نہ لے لے، اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا (۱)۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اور فرمان نے اپنے مکان میں ۲۸/ سال تک بلا کرایہ کے رکھا تو اس احسان کے عوض واصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوادیا: ﴿هَل جزاء الإِخْسَان إِلَّا الإِخْسَان﴾ (۲) الایہ۔

اب اس میں جو کچھ صرف ہوا، اس کا مطالبہ بے محل ہے (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۱۳۹۲ھ۔

بلا ضابطہ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت

سوال [۹۸۱۲]: زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائیداد کی مالک والدہ ہیں۔ نیز زید کی حیات ہی

= ورثتہ۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/ ۵۹، ۷۱، ۷۶، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة: ۶/ ۳۲۷، رشیدیہ)

(۱) ”لَا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه، وإن فعل كان ضامناً“۔ (شرح المجلة لسلیم

رستم باز: ۱/ ۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، المقالة الثانية فی القواعد الفقهیة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الغصب: ۶/ ۲۰۰، سعید)

(۲) سورۃ الرحمن: ۲۰

(۳) چونکہ تغیر کا یہ خرچ اس نے بغیر مالک کی اجازت کے اپنی طرف سے کیا ہے، اس لئے وہ مطالبہ کا مستحق نہیں:

”عمر دار زوجته بمالہ بیاذنها، فالعمارة لها والنفقة دین عليها، لصحه أمرها. ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له، ويكون غاصباً للعرصة، فيؤمر بالتفريح بطلبه ذلك، ولها بلا إذنها، فالعمارة لها، وهو متطوع في البناء فلا رجوع له“۔ (الدرالمختار، کتاب الخبیث، مسائل شتی: ۲/ ۷۳، سعید)

میں بغیر ضابطہ اس جائیداد کا بٹوارہ ہو گیا تھا، مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہو جاتی۔ لہذا وفات کے بعد بغیر ضابطہ (جس کا بھی بیننا نہیں ہوا) جائیداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہو گی یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر اس بٹوارہ (۱) پر والدہ صاحبہ نے رضامندی ظاہر کر کے اس کو منظور کر لیا تو وہ صحیح ہو گیا اور جو کچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زید کی ملک ہو گیا (۲)، وفاتِ زید کے بعد حسب قواعد شرعیہ اس میں میراث جاری ہو گی اور بیوی کو بھی $\frac{1}{2}$ /ا حصہ ملے گا، والدہ کو $\frac{1}{2}/\frac{1}{2}$ ملے گا (۳)۔ جو کچھ زید کے ذمہ دین مہر اور قیمت جائیداد وغیرہ ہو اس کو

(۱) ”بٹوارہ: حصہ، بانٹ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۰، فیروز سنبل میڈیا ہور)

(۲) واضح رہے کہ والدہ کا اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں میں تقسیم کرنا ہبہ ہے اور ہبہ میں واہب کی رضا ضروری ہے، ہبہ کی ہوئی چیز موهوب لے یعنی جس کو دی گئی، اس کی ملک ہو جاتی ہے:

”یلزم فی الهبة رضا الواهب، فلا تصح الهبة التي وقعت بالجبر والإكراه“۔ (شرح المجلة

لسليم رستم باز: ۱ / ۳۷۲، (رقم المادة: ۸۲۰)، کتاب الهبة، الباب الثاني فی شرائط الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض“۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱ / ۳۷۳، کتاب

الهبة، الباب الثاني، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی زید کے کل ورثاء تین قسم کے ہیں: ۱- بیوی، ۲- ام (والدہ)، ۳- تین بھائی۔ اس ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے کل جائیداد کو چھتیں حصے کر کے بیوہ کو $\frac{9}{9}$ / حصے اور والدہ $\frac{2}{9}$ / حصے اور تین بھائیوں کو $\frac{2}{9}$ / حصے یعنی ہر ایک کو سات حصے ملیں گے:

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

متوفی زید

مسئلہ ۱۲، تص

زوجہ	$\frac{3}{9}$
ام	$\frac{2}{9}$
اخ	$\frac{1}{9}$

تقسیم میراث اسے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۲/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۲/۸۵ھ۔

بیٹے اور بیٹی میں تقسیمِ ترکہ

سوال [۹۸۱۳]: ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور یہ دونوں بقید حیات ہیں، ان دونوں کے سوا کوئی اور رثاء نہیں۔ مرحوم کے ورثاء میں ان دونوں کا شرعی اعتبار سے کیا حصہ قرار پاتا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

مرحوم کے ترکہ کے بعد ادائے حقوقِ متقدمہ تین سہام بناؤ کر دو سہام لڑکے کو ملیں گے، ایک سہم لڑکی کو ملے گا (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۵ھ۔

= قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَ الرُّبُعُ مِمَّا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾۔ (سورۃ النساء: ۱۲)

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْرَوٌ، فَلَا مُهُدٌ السَّدِيسُ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

”والعصبة مطلقاً كل من يأخذ من التركة ما أبقيته أصحاب الفرائض“۔ (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۸۱، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۳۸۵، دارالكتب العلمیہ بیروت)

(۱) ”ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصاياته من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته“۔ (السراجیہ، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِذِكْرِ مُثْلِ حَظِ الْأَنْثِيَنِ﴾ (النساء: ۱۱)

فرائض اور تعلیین ترک

سوال [۹۸۱۲]: ہندہ مرگی، اس نے شوہر ماں، باپ، بہن وارث چھوڑے۔ کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا اور ترک کہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز یہ ہندہ کی ملک کردی گئی خواہ والدین کی طرف سے خواہ سرال کی طرف سے وہ سب ہندہ کا ترک ہے (۱)۔ جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور ہندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چار پائی وغیرہ، اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے: وہ یہ کہ جو چیز یہ مخصوص ہیں عورتوں کیلئے، جیسے: زناہ کپڑے، زیور وغیرہ وہ بھی ہندہ کا ترک ہے، اور جو چیز یہ مردوں کیلئے مخصوص ہیں، یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں، ہندہ کا ترک نہیں (۲)۔ ترک کہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بنا کر تین سہام شوہر کو (۳)

= **وقال الله تعالى:** ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلَلَّذِكْرُ مُثْلُ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۱) ”أما لومات فاذعنت ورثته، فلا خلاف في كون الجهاز للبنت، لما في الولوالجية: جهز ابنته ثم مات، فطلب بقية الورثة القسمة، فإن كان الأب اشتري لها في صغرها أو في كبرها وسلم لها في صحته، فهو لها خاصة“۔ (رد المحتار: ۳/۱۵، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(۲) ”وإن اختلف الزوجان في متعة البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما يصلح له مع يمينه، والقول له في الصالح لهما“۔ (الدر المختار: ۵/۵۶۳، کتاب الدعوى، باب التحالف، سعید)

” وإن اختلف الزوجان في متعة البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما يصلح له قالوا: والصالح له: العمامة والقباء والقلنسوة والطيلسان والسلاح والمنطقة والكتب والفرس والدرع والحديد، فالقول في ذلك له مع يمينه. وما يصلح لها: الخمار والدرع والأساورة وخواتم النساء والحلبي والخلخال نحوها فالقول لها فيها مع اليمين“۔ (البحر الرائق: ۷/۳۸۱، کتاب الدعوى، باب التحالف، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي تَنْقِيْحِ الْفَتاوِيِّ الْحَامِدِيَّةِ، کتاب الدعوى و مطالبه: ۲/۱۶، مكتبة ميمونه بمصر)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نَصْفُ مَا ترَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

ایک سہام مال کو (۱) دوسہام باپ کو ملیں گے (۲) بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا (۳)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عقی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلَا مِلْهُ السَّدِسُ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ يُوصَىُ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”والثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السادس مع الولد أو ولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات من أي جهة كانوا، والثالث عند عدم هؤلاء، وثلث ما يبقى بعد فرض الزوج والزوجة.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۹/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

فیوٹ: واضح رہے کہ یہ صورت اس وقت ہے کہ جب بینیں متعدد ہوں اور اگر بہن ایک ہو تو اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملے گا۔ تواب صورت مسئلہ یہ ہے کہ کل سہام کو کچھ حصے کر کے زوج کو تین سہام، ام کو ایک سہم اور اب کو دوسہام ملیں گے۔

تقریب کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۶	ہندہ
شہر	ماں
۱	بہن
۲	باپ
۳	محروم

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَرِثَهُ أَبُوهُهُ، فَلَا مِلْهُ الثَّلِثَةِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”اما للأم فاحوال ثلث: السادس مع الولد او ولد الابن وإن سفل او مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث ما باقى بعد فرض أحد الزوجين.

وذلك في مسئلتين: زوج وأبوين وزوجة وأبوين“۔ (السراجية، ص: ۱۱، سعید)
(۲) باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے اپنے حصے کے علاوہ ما باقی میراث ملتا ہے:

”العصبة میں یا خذ جمیع المال عند انفرادہ وما أبقيته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة=

رد علی الزوجین اور ابین و بنت معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب
رشید احمد عفی عنہ مدرسی اول مدینۃ العلوم بھپنڈہ، پوسٹ راہوکی، جودھ پور لائن، متصل حیدر
آباد، سندھ۔

مشفق المکرم زیدت عنایا تکم!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۸۱۵]: بعد از طلبِ خیریت جانبین گزارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصول ہوا، آنچنان کی محنت اور تحقیق میں جانشنا فی کام منون ہوں۔ بعض مسائل سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں، اگر خلافِ عقل یا نقل ہو تو امید ہے کہ اصلاح فرمائی فرمائی گے۔ نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرمائی شکرگزاری کا موقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیفِ دہی سے معاف رکھیں گے، بلکہ دعائے خیر میں فراموش نہ فرمائیں گے۔

رد علی الزوجین و بنت معتق اور ابین و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق بندہ کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں، سراجی کے حاشیہ میں ہے کہ: ”مالِ متروکہ کا ان لوگوں کو مانا بطریق ارث نہیں ہے، بلکہ بوجہ قرب الی المیت ہے“، (۱) پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطورِ وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی

= رحمة الله تعالى عليه۔ (الفتاوى العالى المکیرية، کتاب الفرائض، الباب الثانى فی ذوى الفروض:

۳۵۱/۶، رشیدیہ)

(۱) سراجی کے حاشیہ کی عبارت یہ ہے:

”ونقل فی الحمادیة أن المفتی به هو الرد علیها فی هذا الزمان. وقال فی الدر المختار: ذكر الزیلیعی معذیباً للنهاية: أن بنت المعتق والابن والبنت رضاعاً ترث فی زماننا، لفساد بیت المال، وكذا مافضل عن فرض أحد الزوجین يُرث علیه“. (حاشیة السراجیة، ص: ۳، (رقم الحاشیة: ۹)، سعید)

”إذا مات المعتق ولم يترک إلا بنت المعتق، فلا شیء، لما في ظاهر الروایة عن أصحابنا، ويكون الميراث لبیت المال. وحکی عن بعض مشايخنا أنهم كانوا یفتون في هذه المسئلة أن يدفع المال إليها لا بطريق الإرث، ولكن لأنها أقرب إلى المیت من بیت المال، كيف وأنه ليس في زماننا بیت المال، وإنما كان كذلك في زمن الصحابة. وإذا دفع ذلك إلى سلطان الوقت أو القاضی لا يصرفون إلى مصرفه، هكذا كان یفتی القاضی أبو بکر وصدر الشريعة. وذكر الإمام عبد الواحد الشهید في =

نہ ہوگی، مسلمان حاکم یا بستی کے بااثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیدیں۔

اس کے متعلق جدید استفسار یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں (صفحہ وغیرہ یاد نہیں) تحریر فرمایا کہ: ”اگر زوجہ یا زووج بیت المال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے“ (۱)۔ پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی؟ نیز اگر ”تحقیق“ کی قید لگائی جائے تو زوجہ وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے (۲)، اور جن کو حق وراثت کی وجہ

= فرائضہ أن الفاضل عن سهام الزوج والزوجة لا يوضع في بيت المال بل يدفع إليهما؛ لأنهما أقرب إلى الميت من جهة النسب، وكان الدفع إليهما أولى من غيرهما، وكذلك الابن والابنة من الرضاع إذا لم يكن للميته غيرهما يدفع المال إليهما“. (البحر الرائق: ۹ / ۳۸۲، کتاب الفرائض، رسیدیہ)
(۱) امداد الفتاویٰ کی عبارت یہ ہے:

”الجواب: امور خیر میں صرف کرنا قائم مقام بیت المال کے ہے، اور روعلی الزوجین اس وقت جائز ہے جب کہ زوجین مصارف بیت المال میں سے ہوں“۔ (امداد الفتاویٰ: ۳ / ۳۵۵، کتاب الفرائض، عنوان: بودن امور خیر بجائے بیت المال و روعلی الزوجین، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين، فإن كن نساء فوق اثنتين، فلنهن ثلثا ماترك، وإن كانت واحدة فللها النصف. ولأبويه لكل واحد منها السادس مما ترك إن كان له ولد، فإن لم يكن له ولد ورثه أبواه فلأمه الثالث، فإن كان له إخوة فلأميه السادس من بعد وصية يوصى بها أو دين، أباءكم وأبناءكم لا تدرؤن أيهم أقرب لكم نفعاً، فريضة من الله، إن الله كان عليماً حكيمًا. ولكن نصف ماترك أو زوجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد فلكلم الرابع مما ترك من بعد وصية يوصى بها أو دين. ولهن الرابع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الشمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين. وإن كان رجل يورث كللة أو امرأة وله أخ أو اخت فلكل واحد منها السادس، فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثالث من بعد وصية يوصى بها أو دين، غير مضار، وصية من الله، والله عليم حكيم﴾ (سورة النساء: ۱۱، ۱۲)

”فيبدأ بذوى الفروض، ثم بالعصابات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوى الفروض النسبية، ثم ذوى الأرحام، ثم بعدهم مولى الموالات، ثم المقر له بنسب، ثم الموصى له، =

سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منتقل نہیں، اور چونکہ ایسا مال اصلاحہ بیت المال میں رہنا چاہئے تھا، لہذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو، اُسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا جماعت معززہ مسلمین اس کے قائم مقام ہے۔ اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں، چنانچہ شریفیہ شرح سراجی ص: ۱۲ میں ہے:

”ثم بیت المال: أى إذا لم يوجد أحد من المذكورين، توضع التركة في بیت المال على أنها مال ضائع، فصارت لجميع المسلمين. اعلم أن هذا المال في بیت المال يصرف إلى نفقة المريض وأدويته إذا كانوا فقراء وللإمام حق الإعطاء والمنع“ (۱)۔

زوجین پر دبھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ ”اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔“

علاوه ازیں زوجین اور بنت المعتق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے، لہذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی: اول احتیاج، دوم قرابت۔ تو فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی، لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کیلئے ورع، افضل والیق ہے، حتیٰ کہ اغنياء کیلئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل قاضی وغیرہ نہ ہوں اور نقرہ کیلئے بلا ان وجہ کے بھی حصہ ہے:

”سئل عن بیت المال: هل للأغنياء فيه نصيب؟ قال: لا، إلا أن يكون عاملاً أو قاضياً، الخ“۔ شامی: ۳/۳۸۷۔ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم۔
حرره العبد محمود عفان اللہ عنہ۔

= بمازاد على الثالث، ثم بیت المال۔ (الدر المختار: ۲/۲۶، ۲۷، ۲۲، ۲۱)، کتاب الفرائض، سعید)
(وكذا في السراجية، ص: ۳، سعید)

(۱) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۱، سعید)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۱۸، ۲۱۹)، کتاب الجهاد، فصل في الجزية، سعید)
(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۱/۱۹۱، کتاب الزکوة، الباب السابع في المصارف، فصل: ما يوضع في بیت المال، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار: ۲/۲۱، کتاب الجهاد، فصل في الجزية، سعید)

توريث اخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب
 سوال [۹۸۱۶]: زید نے وفات پائی، ایک زوجہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علاقی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے:

مسئلہ ۱۰

۲	۳	۴	۵
اخ لاب	اخت لاب وام	بنیات	زوجہ

اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب معلوم کرنا ہے، امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ایک تو بنیان میں جمہور سے مختلف ہے، جمہور کے نزدیک بنیان ثلاثہ کی مستحق ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک نصف کی:

”وَأَمَّا لِبَنَاتِ الصَّلْبِ، فَأَحَادُّهُ ثُلَاثٌ: النَّصْفُ لَوَاحِدَةٌ، وَهَذَا مَصْرَحٌ بِهَا فِي الْآيَةِ. وَالثُّلَاثَانِ لِلْأَثْنَتِينِ فَصَاعِدَةٌ، وَالْمَنْصُوصُ عَلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ صَرِيحًا أَنَّهَا إِنْ كَنْ نِسَاءٌ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثَلَاثَةٌ مَاتِرَكَ. وَأَمَّا الْأَثْنَتَانِ فَحُكْمُهُمَا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رِضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حُكْمُ الْوَاحِدَةِ، وَهُوَ ظَاهِرٌ، وَعِنْدَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ رِضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حُكْمُ الْجَمَاعَةِ، إِهٗ“۔ شریفیہ (۱)۔

(۱) (الشیرفیہ شرح السراجیہ، ص: ۲۱، فصل فی النساء، سعید)

”وللبنت النصف، لقوله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النَّصْفُ﴾ قال رحمه الله تعالى: وللأكثرين ثلاثان، وهو قول عامة الصحابة رضي الله عنهم، وبه أخذ علماء الأمصار. وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه جعل حكم الشتتين منهنه حكم الواحدة، فجعل لها النصف وللجمهور ماروى عن جابر رضي الله تعالى عنه أنه قال: جاءت امرأة سعد بن الربيع إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم =

اور دوسرے اخت میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک بنت کے ساتھ اخت عصبة بن جاتی ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عصبة نہیں بنتی:

”ولهن (للأخوات لأب وأم) الباقى مع البنات أو مع بنات الابن، وهو قول جمهور العلماء، وقال ابن عباس رضي الله عنهما: لاتعصيب لهن مع البنات، الخ.“ شريفيه شرح سراجی، ص: ۳۲ (۱)- لیکن دونوں مسئللوں میں جمہور کا مسلک راجح ہے، کما فی موضعہ (۲)- فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عقا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، کیم / ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔

مفتی مقلد اور مستفقتی مقلد کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذهب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں (۳)۔ سعید احمد غفرلہ۔

صحیح عبد اللطیف، کیم / ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔

= بابنتيها من سعد، فقالت: يا رسول الله! هاتان ابنتا سعد بن الربيع قُتل أبوهما معك في أحد شهيداً وإن عمّهما أخذ مالهما، فلم يدع لهما مالاً، ولا ينكحان إلا بهما. فقال: "يقضى الله في ذلك". فنزلت آية الميراث، فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمّهما فقال: "أعط بنتي سعد الثلثين، وأمهما الشمن، وما بقي فهو لك". (البحر الرائق: ۹/۲۷۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۸/۲۷۸، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(۱) الشرفیۃ شرح سراجیة، ص: ۲۶، فصل فی النساء، سعید)

”وعصبهن إخواتهن والبنت وبنت الابن“، یعنی: يعصب الأخوات البنت وبنت الابن، لقوله عليه الصلة والسلام: ”اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة“..... وروى أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قضى في ابنة وابنة ابن وأخت، لبنت النصف، ولا بنة الابن السادس، والباقي للأخت وهذا قول جمہور الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم. وروی عن ابن عباس أنه أسقط الأخوات بالبنت، واختلفت الروایة عنه فی الإخوة والأخوات، فی روایة عنه. الباقي کله للإخوة، وفی روایة: الباقي بینهم للذکر مثل حظ الأنثیین. قیل: هو صحیح من مذهبہ“ (البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۲۷۹، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۸/۲۸۳، دار الكتب العلمية بیروت)

(۲) البحر والتبيين، المصدر السابق)

(۳) البحر والتبيين، المصدر السابق)

مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا

سوال [۹۸۱۷]: ا..... زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات: مہر وغیرہ، خرچہ عدت معاف کر دیا تھا، مگر اب مطالبہ کر رہی ہے۔ اس کا یہ مطالبہ قابلِ ادائیگی ہے یا نہیں؟

پیش اور گریجویٹی فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۸]: ۲..... سرکاری ملازم کو گریجویٹی ملتی ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کر لے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرضہ اس رقم سے 'س کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟

بیمه فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۹]: ۳..... بیمه کی رقم وصول کرنے کیلئے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟

پیش میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۰]: ۴..... پیش کی چڑھی ہوئی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے، یہ قانون سرکاری ہے۔ جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۱]: ۵..... میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی، دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۲]: ۶..... زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو کرایہ پر ہے، اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا، اس کاوصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھ دیا تھا، اہلیہ نے کرایہ کی رقم وصول کی ہے۔ دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم

قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

سامان آرائش میں وراثت

سوال [۹۸۲۳]: زید کے مکان کا سامان آرائش و برتن وغیرہ اہلیہ کے قبضہ میں ہیں، یہ سامان بھی دیگر ورثاء میں قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پرمیت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ

سوال [۹۸۲۴]: زید مرحوم کا کچھ سامان دیگر لوگوں کے پاس ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ سامان ہمیں زید نے بخشش کرایا تھا۔ یہ بخشش درست ہے یا نہیں، نیز یہ سامان بھی دیگر ورثاء پر قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

حاجی محمد اسحاق صاحب، ٹونک راجستان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا..... دین مهر معاف کرنے سے معاف ہو گیا، اب اس کے مطالبه کا حق نہیں (۱)۔ وفات شوہر کے بعد نفقة عدت واجب نہیں ہوتا (۲)۔ جو سامان زیور وغیرہ بیوی کی ملک کر دیا گیا تھا اور وہ موجود ہے تو اس کا مطالبه کر سکتی ہے (۳)، وہ معاف کرنے سے اس کی ملک سے خارج نہیں ہوا، اسی طرح حقِ میراث ایک چوتھائی

(۱) "إذا وهب أحد الزوجين لصاحبه، لا يرجع في الهبة وإن انقطع النكاح بينهما". (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۸۶)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۷۳، رقم المادة: ۸۲۷)، کتاب الهبة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(وکذا فی الهدایۃ: ۳/۲۸۷، کتاب الهبة، باب ما يصح رجوعه وما لا يصح، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) "لأنفقة للمتوفى عنها زوجها، سواء كانت حاملًا أو حائلاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۵۸)

الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثالث فی نفقة المعتمدة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۵۷۵، کتاب الطلاق، باب النفقة، سعید)

(وکذا فی الهدایۃ: ۲/۲۲۳، کتاب الطلاق، باب النفقة، مکتبہ شرکة علمیہ ملتان)

(۳) "لوجهز ابنته وسلمه إليها، ليس له في الاستحسان استرداده، وعليه الفتوى وإذا بعث =

ہے وہ بھی طلب کر سکتی ہے (۱)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۲..... جبکہ اس فارم نام زد (نامنیشن) کے ذریعہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تملیک مقصود نہیں تو اس گرجویٹی میں سب و راشت جملہ و رثاء شریک ہیں (۲)۔ قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۳..... اس کا حال بھی نمبر: ۲ کی طرح ہے۔

۴..... قانونی اعتبار سے جو سختق ہو، پیش اسی کو ملے گی (۳)، قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

۵..... یہ ترکہ زید ہے، سب و رثاء تقدار ہیں (۴)، قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔

= الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديناج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديناج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التملك". (الفتاوى العالمةkiriyah، كتاب النكاح، باب المهر،

الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱ / ۳۲۷، رشیدیyah)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱ / ۲۶-۲۷، كتاب النكاح، مسائل الجهاز، مكتبة ميمونية مصر)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿ولهن الربيع مما ترکتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "كُمَا أَنْ أَعْيَانَ الْمَتَوْفِيِ الْمُتَرَوِّكَةَ عَنْهُ مُشَتَّرَكَةَ بَيْنَ الْوِرَثَةِ عَلَى حَسْبِ حُصُصِهِمْ، كَذَلِكَ يَكُونُ الدِّينُ الَّذِي لَهُ فِي ذَمَّةِ آخِرِ مُشَتَّرِكٍ بَيْنَهُمْ عَلَى قَدْرِ حُصُصِهِمْ". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱ / ۲۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبة حنفية، كوثه)

(۳) حضرت خانوی رئۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور یہ وظیفہ محض تبرع و احسان سرکار کا ہے، بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا، لہذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی"۔ (امداد الفتاوی:

۳۲۳ / ۲، كتاب الفرائض، عنوان: عدم جریان میراث در وظیفہ سرکاری تخلواہ، دار العلوم کراجی)

(۴) امداد کی رقم زید نے اپنی زندگی میں وصول کی ہوتا مر نے کے بعد ترکہ شمارہ و رثاء میں تقسیم کیا جائے گا:

"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال، كما في

شرح السراجية". (رد المحتار، كتاب الفرائض: ۷/۵۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹ / ۳۶۵، رشیدیyah)

۶..... بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثاء رضا مند نہ ہوں (۱)، اس کرایہ میں سب ورثاء شریک ہیں (۲)، قرض کا حکم نمبر: ۸ میں ہے۔
۷..... وہ سامان جو زید کی ملک تھا، اب اس کا ترکہ ہے، اس میں سب ورثاء حصہ دار ہیں (۳)، تنہا بیوی کی ملک نہیں۔

۸..... اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں، اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے، ورثاء حقدار ہیں (۴)۔ کل ترکہ سے اولاً امر حوم کا قرض ادا کیا جائے (۵) پھر:

زید

مسئلہ ۲، تص

بیوی	حقیقی بھائی	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
۱/۶							
		۳					
		۱۸					
۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳

چوبیں حصہ بنائ کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے (۶)، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر ہمشیرہ کو ملیں گے (۷)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۱۳۹۵۔

(۱) ”عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة”. (نصب الرأي للزيلعبي: ۳۰۳/۳، رقم الحديث: ۷۰۸۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الريان، بيروت

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: “كان المال للولد، وكانت الوصية للوالدين، فنسخ الله من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، وجعل للأبدين لكل واحد منها السادس، وجعل للمرأة الشمن والربع، وللزوج الشطر والربع”. (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب: لا وصیة لوارث: ۱/۳۸۳، قدیمی)

قال الحافظ: "جぬ الشافعی فی الأم إلی أن هذا المتن متواتر فقال: وجدنا أهل الفتیا ومن حفظنا عنهم من أهل العلم بالمعاذی من قریش وغيرهم لا يختلفون فی أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال عام الفتح: "لا وصیة لوارث". ويوثرون عمن حفظوه عنه ممن لقوه من أهل العلم، فكان نقل کافی عن کافی والمراد بعدم صحة وصیة الوارث عدم اللزوم؛ لأن الأکثر على أنها موقوفة على إجازة الورثة، كما سیأتی بیانه". (فتح الباری، کتاب الوصایا، باب: لا وصیة لوارث: ۳۲۸/۵، قدیمی) (وکذا فی الدر المختار، کتاب الوصایا: ۲۵۵/۶، سعید)

(۲) "کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱۱۰/۱، رقم المادة: ۱۰۹۱)، کتاب الشرکة، الفصل الثالث فی الديون المشتركة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۳) امادکی رقم زید نے اپنی زندگی میں وصول کی ہوت مرنے کے بعد ترکہ شارہ و کروڑاء میں تقسیم کیا جائے گا:
"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال، كما في شروح السراجية". (رد المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

(۴) "الخارج ذو اليد إذا أدعى إرثاً من واحد، فذو اليد أولى، كما في الشراء". (رد المختار، کتاب الدعوى، باب دعوى الرجلين: ۵۷۰/۵، سعید)

(۵) "ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۶) واضح رہے کہ چھ چوہیں کاربج ہے اور میرت کی جانب اولاد نہ ہو تو زوجہ کو "ربيع" چوتھا حصہ ملے گا:
قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الْرِّبْعُ مَا ترَكُتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۷) بھائی بہن دونوں عصبه ہیں، تو بیانوں "للذکر مثل حظ الأنثیین" بھائی کو دو ہرا اور بہنوں کو اکھرا ملے گا:
قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

فندکی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوادینا

سوال [۹۸۲۵]: زید نے اپنی تخریج میں سے فندکی رقم میں وصیت دار اپنے پروش کنندہ بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فندک کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فندکی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے، اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچھتر ہزار روپے ہے۔

زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے، انتقال کے بعد سے ہی زید کی پروش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی، مثلًا: تعلیم، شادی، بیانہ اور غربی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی اور کوشش کر کے ایک ہونہار اور مقابل انسان بنایا۔

زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پروش کنندہ اور زید کی بیوی اور دوڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے، باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فندکی رقم اپنے پروش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فندکی رقم اپنے بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔

شادی کرنے کے تقریباً ۵ سال کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید نے فندکی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام بھی موجود ہے، لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا، اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فندکی رقم کاٹ دیجاتی ہے جو کہ پروش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔

اور اگر زید یہ وعدہ بھی کر لیتا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پروش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مر جوں اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا، مگر نام فندکی رقم میں ابھی بھی موجود ہے اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو روپیں کیا اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔

اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھی وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہے، لیکن اس فندک کا مسئلہ رکا ہوا ہے۔ کیا یہ فندکی رقم بزرگ پروش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ عام سرکاری قانون تو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی جب انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار

فلان ہو گا تو وہی حقدار ہوتا ہے، شادی کرنے اور کرانے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا؟

پھر اگر زیداً پنے بڑے بھائی کو فنڈ کی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ کیا یہ رقم جو کہ پروش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے وہ بھی وارثان پر شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو گی، یا صرف زید کے نام کی رقمیں شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو گی؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اس کی تخلواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو کچھ زائد ملا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے (۱)، جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخریات تک اس کو منسوخ نہیں کیا، اگر چاہتا تو (تبديل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قائم رہا ہے۔

پس اگر وہ رقم تمام ترکہ کے ایک ثلث کے اندر ہے تو حسب وصیت بڑے بھائی کو دی جائے، وصیت کا یہی حکم ہے کہ، ایک ثلث میں نافذ ہوتی ہے (۲)، اگرچہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحق وصیت نہیں تھا، لیکن انتقال مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ اس صورت میں بھائی کیلئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔

(۱) "المدرس لومات أو عزل في أثناء السنة، قبل مجئ الغلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنده كالأجير، إذا مات في أثناء المدة". (ردار المختار: ۲۳۵/۲، کتاب الوقف، مطلب فيما لومات المدرس أو عزل قبل مجئ الغلة، سعید)

"كما أن أعيان المتوفى المتزوكة عنه مشتركة بين ورثته على حسب خصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر خصصهم". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱۱۰، رقم المادة: ۹۲۱)، کتاب الشرکة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) "ثم تنفذ وصايا من ثلث مابقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع". (السراجية، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶۰/۷، کتاب الفرائض، سعید)

در مختار میں ہے۔ ”وَكُونَهُ غَيْرُ وَارِثٍ وَقْتَ الْمَوْتِ، الْخَ“.

شامی نے لکھا ہے: ”قوله: (وقت الموت): أى وقت الوصية، حتى لو أوصى لأخيه وهو وارث، ثم ولد له ابن، صحت الوصية لأخ. ولو أوصى لأخيه وله ابن، ثم مات الابن قبل الموصى، بطلت الوصية، زيلعى: الخ“۔ شامی: ۵/۳۱۶ (۱)۔ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۲۰۱۴۔

چائی داد میں شرکت اور اس کی تقسیم

سوال [۹۸۲۶]: محمد رضا عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضا عرف جمن صاحب کے دوڑ کے تھے: بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھا۔ محمد رضا صاحب سلامی کا کام کرتے تھے۔ اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپاؤنڈری سیکھی اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے۔ محمد رضا عرف جمن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے۔ بعد میں محمد رضا نے کام بند کر دیا جس کی وجہ سے وہ گھر کیلئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب ملکرا آپس میں رہتے تھے۔ بعدہ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کر دیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بُنکی چلے گئے اور وہیں تجارت کرتے تھے۔

زوجہ رحمت اللہ (دفاتر) کہا کرتی تھی کہ محمد رحمت اللہ نے تین سو بیس روپے اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے اور ان سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کر دیا جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بارہ بُنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے۔ یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی الہمیہ دفاتر اور بچے اور ان کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد مشمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑے وغیرہ یہاں

(١) الدر المختار مع رد المحتار: ٢٣٩ / ٤، كتاب الوصايا، سعيد

(وكذا في تبيين الحقائق: ٢٧٣، ٢٧٤، ٢٧٥، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ٣٢٣، ٣٢٣، ٣٢٣، كتاب الوصايا، مكتبة غفاريه كوثله)

بنارس میں بننے کا آرڈر وغیرہ دیا کرتے تھے اس کو یہاں سے بارہ بُنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے پا رسیل کر دیا کرتے تھے۔

محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا۔ اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہو گیا، لیکن کار و بار حسپ دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔ کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بُنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دو لڑکے: محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ دفاتر اور زیور اور کچھ روپے چھوڑے۔ اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کار و بار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بُنکی چلے گئے تاکہ وہاں کار و بار دیکھیں۔

شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے زیورات وصول کر کے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی۔ اور کچھ دنوں میں بارہ بُنکی کا کار و بار ختم ہو گیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے، یہاں آ کر کچھ دنوں شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانے پینے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، ہیکم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی، یا محمد رضا عرف جمِن کی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو مکان محمد رضا عرف جمِن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے (۱)، ورثاء شرعی میں حصوں کے موافق تقسیم ہو گا (۲)۔

محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کماں ہر ایک کی مستقل تھی (مشترک نہیں تھی)،

(۱) "لأن التركة ماترکة الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المحتار).

۶/۵۹، کتاب الفرائض، سعید

(۲) "ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته بالكتاب أو السنة، أو الإجماع". (الدر المختار: ۶۱/۲)

کتاب الفرائض، سعید

البتہ گھر کا خرچ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جدا گانہ مالک تھے (۱)۔ پھر محمد رضا نے کام بند کر کے کمائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے۔ پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا اور بقول زوجہ رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ محمد رضا کی آمدی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مدد کی تو محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا۔ اس لئے بنارس وبارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضا کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں (۲)۔

محمد رضا کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثاء کا حصہ ہوگا۔ محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثہ: ایک بیوی (۳)، دو لاڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ کا ہوگا، شمس

(۱) "لأنَّ الْمُلْكَ مَامِنْ شَانَهُ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِيهِ بِوَصْفِ الْاِخْتِصَاصِ". (رِدَالْمُحْتَار: ۳/۲۰۵، کتاب البویع، سعید)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمة الله عليه: "أقول: سئل في ابن كثير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً مات: هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته حيث كان له كسب مستقل". (تنقیح الفتاوی الحامدية: ۱/۲، کتاب الدعوی، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۳) میت کی جب اولاد ہو تو بیوی کو شن (آٹھواں حصہ) ملے گا:

قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)
بیٹے اور بیٹی چونکہ عصبه ہیں، لہذا بمقتضیہ: "للذکر مثل حظ الأنثیین" بیٹے کو دو ہر اور بیٹیوں کو اکھر ا حصہ ملے گا:
قال الله تبارک وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

لہذا مرحوم کی کل جائیداد کو چالیس حصے کر کے بیوی کو پانچ حصے، دونوں بیٹوں میں سے ہر ایک کو چودہ چودہ اور بیٹی کو سات حصے دیئے جائیں گے۔ تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

الدین کا حصہ نہیں ہوگا (۱)۔ محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوٹے ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، اس کا ان کو حق نہیں تھا، وہ ان کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

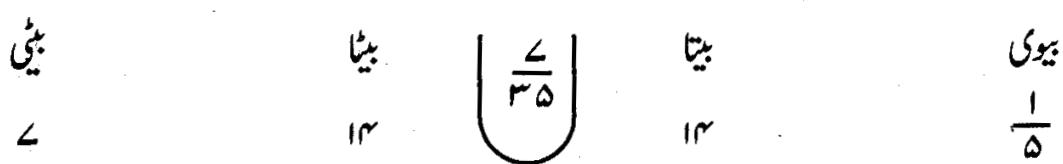
حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۶/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۶/۱۱ھ۔

جائیدا اور راثت

سوال [۹۸۲۷]: زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کا رخانہ کی عمارت پر آقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار = ۳۵۰۰۰ روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حسین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیکر بطور قرض دس ہزار روپے، لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہو کر کاروبار ختم ہو گیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالا عمارت روپے دیکر رہن سے چھڑانہ سکے۔

مسئلہ ۸، تص ۲۰



(۱) اس لئے کہ مرحوم کی اولاد موجود ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو بھائی بہن محروم ہونگے:

”وبنوا الأعيان: أى الإخوة والأخوات لأب وأم، وببنوا العلات: أى الإخوة والأخوات لأب،“

کلهم یسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل۔“ (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۲۸، سعید)

(وکذا فی رد المحتار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”لیس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعی، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردہ۔“ (شرح المجلة: ۱/۲۲، رقم المادة: ۹)، المقالة الثانية في القواعد، مكتبة حنفیہ کوئٹہ)

رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تجھیٹاً پانچ ہزار روپوں سے زیادہ رقم کے ان سے وعدہ پر لیکر کہ مذکورہ جائیداد کورہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کر دیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطور قرض حاصل کر لیا۔ اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپے لے کر مذکورہ رہن والے صاحب۔ جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہن کے رہی۔ گفتگو کر کے یہ بات طے کر لی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے دیدیں گے اور باقیہ رقم کارخانہ ماہانہ کرایہ۔ کے آمد میں وہ صاحب جمع کرتے جاویں۔

اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہن والے صاحب کو دیدیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائیداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس اثناء میں زید کا انتقال ہو گیا۔

زید مرحوم کے دوڑ کے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنی جانب سے شوہر کو گواہی کیلئے وکیل بنانے کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کر کے جائیداد ماں کے قبضہ میں کلیئہ دیدی۔ اور اس طرح یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہو گئی، اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، ان کو اس کا پورا علم تھا اور اس عرصہ میں انہوں نے کبھی اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

زید مرحوم کی والدہ اس واقعہ کے چار پانچ سال تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں، ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زید رہن کو رکھ چکا ہے اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دیکر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہن سے نہ چھوٹی اور اسی میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوہ بی بی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً تیس سال کی طویل مدت گذر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلیئہ چلا آ رہا ہے، وہی اس کی آمدی اور سیاہ و سفید کی مالکہ تھی۔ اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان لوگوں کا بھی انتقال ہو گیا ہے (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا)۔

زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جائیداد ہے مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیئہ چلا آ رہا تھا اور آمدی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

۱..... مذکورہ حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن۔ جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی اولادوں، وارثوں کی طرف سے مذکورہ بالازید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائیداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابل سماعت اور حق بجانب ہو گا؟

۲..... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحب جائیداد کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جاوے تو کیا یہ قابل قبول اور حق بجانب ہے؟

۳..... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدی / سال کی آمدی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابل سماعت ہو گا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الادا کس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار ۵۰۰۰ روپیہ ادا کر سکے اور نہ جائیداد بعض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے دین مہر و دیگر قرض سب ورثاء کا حصہ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض بصورت زیور

ونقداً انہیں کیا گیا، بلکہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا گیا تاکہ مرحوم وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثاء متفق ہو کر یہ صورت اختیار کرتے، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا، مگر اب انہیں کیا گیا، یہ کوتاہی ہوتی۔

تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی ۶/ اوراثت کی حقدار تھیں (۱)، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضا مند تھیں، اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے (۲)۔

پس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہو گئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثاء کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں (۳)، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قرض زوجہ زید کے پاس چلا گیا۔ ہاں! اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ، بواس میں سے ان کو حصہ ملے گا (۴)۔ اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدِسُ مَمَاتِرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد“۔ (الدر المختار، ۲۰/۲۷، کتاب الفرائض، سعید) (وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۶۳، کتاب الفرائض، رشیدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“۔ (الفتاوى العالمية: ۲/۲۷، ۲۳۳، کتاب الفرائض، رشیدية)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۲۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۲۵۵، کتاب الفرائض، مكتبة حقوقية بشاور)

(۴) ”لأن التركة ماترکہ المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال“۔ (رد المختار: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۵۳، کتاب الفرائض، رشیدية)

نہیں ملے گا، اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہو گیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے (۱)۔
۲..... یہ مطالبہ درست نہیں۔

۳..... یہ بھی درست نہیں (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبییہ: یہ جواب اس اتذیر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعض قرض منتشر کرنے پر والدہ زید کی رضا مندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد کی مالیت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، گو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا (۳)، انتقال والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہو گا۔

پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدت طویلہ گزر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطہ اور قضاء نہیں رہا (۴)۔ تاہم عند اللہ دیانتہ

= (وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۱۷۳، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) جب میت کی اولاد بیٹے، بیٹیاں موجود ہیں تو پوتے محروم ہوں گے:

قال العلامة سراج الدين رحمة الله عليه: "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني:

أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم". (السراجي، ص: ۱۳، سعید)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۲۷۷، كتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۲۳، ۲/۵۲۳، كتاب الفرائض، حقانیہ پشاور)

(۲) اس لئے یہ لوگ مرحومہ خیر النساء کے وارث نہیں، راجع، ص: ۳۱۵، رقم الحاشیة: ۳۔

(۳) "لا يسقط الحق بتقادم الزمان". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۹۹۶/۲، رقم الماد: ۲۷۳،

كتاب الدعوى، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وكذا في الأشباء والنظائر: ۲/۱۹۳، الفن الثاني، كتاب القضاء والشهادات والدعوى، إدارة القرآن کراچی)

(۴) "إذا ترك الدعوى ثلاثة وثلاثين سنة، ولم يكن مانع من الدعوى، ثم ادعى، لا تسمع دعواه؛ لأن ترك الدعوى مع التمکن يدل على عدم الحق ظاهراً ونقل عن الخلاصة: لا تسمع بعد ثلاثين =

برأت نہیں ہوئی، اس لئے ان سے مفہوم و مصالحت کر کے سبکدوشی کر لی جائے، یا ان کو جائیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے، یا قیمت دی جائے، یا معاف کرایا جائے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت

سوال [۹۸۲۸]: ۱..... ظہور الحجی مرحوم نے بذریعہ وصیت نامہ اپنی تحریر میں کہا کہ علاوہ نقد کے دیگر جائیداد منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر باقی جائیداد کو فروخت کر دیا جائے اور اس کے زرثمن کو حمیدہ اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگا دیا جائے اور شادی ہو گئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگایا دیا جائے۔ ابھی حمیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجوں پر از روئے شرع جائز ہے اور نفاذ پذیر ہے یا نہیں؟

۲..... کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی حقیقی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ از روئے شرع ہو سکتی ہیں یا نہیں، یا ان کے بھائی اور بہن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں (۲)، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر

= سنۃ۔ (رد المحتار، کتاب القضاۃ، مطلب: إذا ترك الدعوى ثلاثاً وثلاثين سنة: ۵/۲۲۲، سعید)

(وكذا في الفتاوى الأنقرورية: ۲/۵۸، کتاب الدعوى، الفصل الأول، دار الإشاعت، قندهار)

(وكذا في شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۲/۹۹، (رقم المادة: ۲۷)، کتاب الدعوى، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”عن السائب بن يزيد عن أبيه رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: “لَا يأخذ أحدكم عصا أخيه لاعباً جاداً، فمن أخذ عصا أخيه فليرد لها إلية“.

”وعنه (سمرة رضي الله تعالى عنه) عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”على اليد ما أخذت حتى تؤدى“. (مشکوہ المصابیح، کتاب البيوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني:

۱/ ۲۵۵، قدیمی)

(۲) بہن کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں، اور بھائی بہن عصبه ہیں، ذوی الفروض فی عدم موجودگی میں عصبة کل مال لے =

ہے، لہذا مرحوم کے ترک کے ابکث میں وصیت نافذ کی جائے گی (۱)۔

۲..... مرحوم نے اپنے بعد کیلئے جس کو متولی جائیدادِ موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہو گا (۲) اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً مجاز رکھا جائے گا (۳)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرانہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵ھ/۳/۱۱۔

ترکہ سے نفقہ عدت وفات اور خرچہ رضا عنعت کا مٹنا اور تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۲۹] : مسمی عبد الرشید متوفی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی حاملہ بیوہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی چار سال زندہ رہ کر مر گئی، اب عبد الرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے۔ ہمارے علاقہ کے ایک

= جاتے ہیں، لہذا بہن کی لڑکیاں ذوی الارحام ہونے کی بنیاد پر محروم اور غیر وارث ہیں:

” وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض من يرث عليه ولم يكن عصبة“.

(الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۲۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۹۷، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعید)

(۱) ”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك، لا الزيادة عليه“. (الدر المختار:

۲/۲۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۳، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۲۷۶، کتاب الوصایا، دارالكتب العلمیہ بیروت)

(۲) ” وإن شرط أن يأبه فلان بعد موته، ثم بعده يأبه فلان، فهذا الشرط جائز، كذا فی محيط السرخسی“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف، الخ:

۲/۸۰۸، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الوقف، الفصل السادس فی الولاية فی الوقف: ۵/۵۰۲، قدیمی)

(۳) ”شرط الواقف كنص الشارع، فيجب اتباعه“۔ (ردمختار: ۳/۲۹۵، کتاب الوقف، مطلب: مخالف شرط الواقف، سعید)

”صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة“۔ (ردمختار: ۳/۲۲۵، کتاب الوقف، مطلب:

مراعاة غرض الواقفين واجبة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۵/۱۱۳، کتاب الوقف، رشیدیہ)

مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوی کی مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت کا نفقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعد ازاں لڑکی کی تربیت کا دوسال کا خرچہ ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بچے، وہ جملہ ورثاء میں حصہ حصل شرعیہ تقسیم کر دیا جاوے۔ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے، کیا بیوہ اپنے حصہ کے علاوہ نفقہ لینے کی حقدار ہے؟ یعنوا توجروا۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں مدتِ حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ کو لینے کا شرعاً صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدتِ رضاعت کے نفقہ کی مستحق ہے۔ نیز مدتِ تربیت دوسال کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے، بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو۔ اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثاء پر حصہ شرعیہ تقسیم ہوگا اور بیوی کو اس میں سے آٹھواں حصہ ملے گا اور لڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثاء پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا:

”سئل في من توفى زوجته حامل، فهل لها نفقة في مال الزوج أم لا؟ أجاب: اختلف المشايخ فيما إذا كانت حاملًا، قال بعضهم: نفقتها في جميع المال، وقال بعضهم: لأنفقها لها في مال الزوج، وهو الصحيح، كذا في الخلاصة“ (۱) عمدة أرباب الفتاوى ص: ۴۷ (۲)۔

”إِنْ كَانَ الْأَبُ قَدْ مَاتَ وَتَرَكَ أَمْوَالًا، وَتَرَكَ أَوْلَادًا صَغِيرًا، كَانَتْ نَفْقَةُ الْأَوْلَادِ مِنْ أَنْصَبَائِهِمْ، وَكَذَا كُلُّ مَنْ يَكُونُ وَارِثًا، فَنَفْقَتُهُ فِي نَصِيبِهِ، وَكَذَلِكَ امْرَأَةُ الْمَيْتِ يَكُونُ نَفْقَتُهُ فِي حَصَتِهِ مِنَ الْمِيرَاثِ، حَامِلًا كَانَتْ أَوْ حَائِلًا“، عالمگیری: ۲/۱۵۱، مطبوعہ رحیمیہ (۳)۔ فقط والله سبحانه وتعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عطا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۵۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور/ ۵۵۶ ذی القعده۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) (خلاصة الفتاوى: ۲/۵۸، کتاب النکاح، الفصل التاسع عشر في النفقات۔ امجد اکیڈمی لاہور)

(۲) لم أجده

(۳) (الفتاوى العالمة کیریہ: ۱/۵۲۲، باب النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي تَنْقِيْحِ الْفَتاوىِ الْحَامِدِيَّةِ: ۱/۲۷، بَابُ النَّفْقَةِ وَمَطَالِبِهِ، مَطْلَبٌ: إِذَا مَاتَ عَنْ أُمٍّ وَلَدَهُ الْحَامِلُ، مَكْتَبَةُ مِيمَنِيَّةِ مِصْرٍ)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوىِ الْكَامِلِيَّةِ، ص: ۳۸، بَابُ النَّفْقَةِ، مَطْلَبٌ: لَانْفَقَةُ الْمَتَوفِيِّ عَنْهَا زَوْجُهَا، مَكْتَبَةُ حَقَانِيَّةِ بَشَّارُور)

الفصل التاسع فی العصبات وذوی الارحام وتوريث الحمل

(عصبات، ذوی الارحام اور توريث حمل کا بیان)

عصبات کی انتہا کیا دادا کے چھا تک ہے؟

سوال [۹۸۳۰]: وراشت میں عصبة کہاں تک ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو داد کے چھا تک ختم کرتے ہیں (۱)، اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراشت منتقل ہو جائے گی۔ اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اسی آخرہ تک عصبة کو لکھتے ہیں (۲)۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر اسی آخرہ عصبة کو مانا جائے تو ذوی الارحام کو نمبر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرماؤں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا تھا (۳)۔ صحیح وہی ہے جس کو

(۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: ”تمام کتب فرانش و فرنگی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہیں: ”ابن، ثم ابن الابن وإن سفل، أب، جد صحيح وإن علا، حتى إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وإن سفل، جزء الجد يعني عم، ثم ابنه وإن سفل، عم الأب، ثم ابنه وإن سفل، عم الجد، ثم ابنه وإن سفل۔“ پس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہوم تصانیف حسب تصریح علماء جلت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں۔ (امداد الفتاوی: ۳۲۳/۲، کتاب الفرائض، منتهی شدن عصوبت بأولاد عدم الجد، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ”درجہ دوم کے عصبات کا بیان یہاں ختم کر دیا گیا، اسی طرح پانچوں، چھٹی پشت تک لکڑ دادا اور پکڑ دادا تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے، جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا، خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو۔“ (قانون و راثت، مفید الوارثین، ص: ۱۸۵، پانچواں باب: عصبات کا بیان، سعید)

(۳) امداد الفتاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: ”اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا تھا۔“ (امداد الفتاوی: =

مولانا اصغر حسین صاحب رحمة اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے (۱)۔ جس وقت کسی عصبه کی تحقیق نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا (اگر آپ اپنی تحریر میں کتاب کا حوالہ دیتے اور عبارات نقل کرتے کہ حضرت تھانوی رحمة اللہ علیہ اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمة اللہ علیہ نے کن کتب میں عبارات لکھی ہیں، تو میں بھی جواب میں عبارات نٹل کر دیتا، تاہم میں نے جامع وجیز کا حوالہ دیا ہے)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟

سوال [۱ ۹۸۳]: امداد الفتاوی جلد سوم، ص: ۱۱۸، ۱۱۹، میں حضرت تھانوی رحمة اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ ”اولادِ الجد پر عصوبت ختم ہو جاتی ہے“ (۲)، یعنی اولادِ عم ابِ الجد بطورِ عصوبت وارث نہ ہوں

= ۳۲۲/۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) واضح رہے کہ ”الجامع الوجیز“ سے مراد ”فتاویٰ بزازیہ“ ہے:

”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا بنوهما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذكر وإن سفلوا“. (البزازية على هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثاني فی العصبات المحيضة، رشیدیہ) (وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیة بیروت)

(۲) امداد الفتاوی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

سوال: ”شرع محمدی کا مسئلہ یہ ہے کہ جب عصبه نہ ہو..... تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں، لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبه نہ ہو، اگر آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے، مثلاً: ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا تقال ہو، ایک غاصب نے متوفی کی جائیداد پر قبضہ کر لیا تب ذوی الارحام نے دعویٰ متروکہ کا کیا، غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اس وقت وارث ہو سکتے ہو کہ جب عصبه نہ ہو، علوی اور صدیقی کے بہت سے خاندان دنیا پر موجود ہیں، جب تک وہ موجود ہیں تم بحیثیت ذوی الارحام کے وارث نہیں ہو سکتے ہو۔ تو ایسی حالت میں ذوی الارحام کو عصبه کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیے؟ یہ ظاہر ہے کہ عصبه کا عدم ثابت کرنا قریب محال ہے، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوی الارحام متوفی کے متروکہ کا کبھی وارث نہ ہو۔ یہ بات اگرچہ =

گے۔ بعدہ ملحوظاتِ تتمہ اولیٰ، امداد الفتاویٰ، ص: ۳۲۸، میں حضرت نے عام اطلاع دی ہے کہ: ”میرے اس فتویٰ پر وثوق نہ کریں، میں از سر نو تحقیق کر رہا ہوں، ویگراہ میں علم بھی اس کی اپنے طور پر تحقیق کریں“ (۱)۔

= خلاف عقل ہے، لیکن اس کے لئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہے، عنایت فرمائے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں فرمائیے؟“؟

جواب: ”اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے، ورنہ اگر عصبه میں اس قدر تعییم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے، اس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے، اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی۔ اور جو ائمہ توریث ذوی الارحام کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی، اور اس کے بعد مستحقین کو میراث دلائی، حتیٰ کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا۔ تو یہ سب احکام جو نصاً و اجماعاً ثابت ہیں سب باطل ہو جاویں گے، اور نص اور اجماع کا ابطال باطل ہے، اور جو دعویٰ مسئلہ امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعویٰ غاصب کا باطل ہے۔

تمام کتب فرائض و فقہ کی تصریح کے موافق عصبات یہ ہیں:

ابن، ثم ابن الابن وإن سفل، أب، جد صحيح وإن عَلَا حتى إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وإن سفل، جزء الجد يعني عم، ثم ابنه وإن سفل، عم الأب، ثم ابنه وإن سفل، وعم الجد ثم ابنه وإن سفل.

بس اس پر عصبات ختم ہو گئے، اور مفہوم تصانیف حب تصریح علماء جلت ہے، معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں ہے۔ اور مرتبہ ثالثہ میں جد کے عموم ”إن عَلَا“ سے دوسرے مراتب میں عموم لازم نہیں، بلکہ عدم عموم اس لئے لازم ہے کہ عموم کی صورت میں جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ لکھنا چاہیے، کیونکہ عم الأب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جز ہی ہیں۔ اور بعض مخشین نے جو جزء الجد میں جد کو عام کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض متون میں کل مراتب کو چار عنوان میں منحصر کر دیا ہے: ۱- جزء، ۲- اصل، ۳- جزء الأب، ۴- جزء الجد۔

اس پر شبہ عدم تناول عم الأب وعم الجد کا وارد ہوتا تھا، اس کے دفع کے لئے عام کہہ دیا، اس سے مغلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہیں، بلکہ عموم خاص ہے جو تناول عم الأب اور عم الجد پر مشتمل ہو جاوے، جیسا شایی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے، پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب میں جد سے خاص اب الأب مراد ہے۔ پس جو شخص میت کے اب الأب کے عم کی اولاد سے بھی نہ ہو وہ عصبه نہیں ہے، اور بہت ہی ظاہر ہے لیکن قدر بے فہم درکار ہے۔ (امداد الفتاویٰ، عنوان: منتھی شدن عصوبت با ولاد عم الجد: ۳/۳۲۳، ۳۲۳، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

(۱) حاشیہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ: ”اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ رجوع فرمایا ہے، جس کی تفصیل کتاب میں درج =

اب گذارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ کر گئے؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنحضرت اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرمائے کر منون فرمائیں، حسن خاتمه کی دعاء سے فراموش نہ فرمائیں۔

فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہو سکی، مگر جامع وجیز یعنی فتاویٰ بزاڑی: ۳۵۶/۲، برحاشیہ عالمگیری، جلد: ۲، سے معلوم ہوتا ہے کہ ”أولادِ عمِ أبِ الجد“ بھی بطور عصوبت وارث ہوں گے:

”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم مولى العتقة، لأب، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوا، وأولادهم الذكران وإن سفلوا، ثم مولى العتقة، أه.“ (۱)۔ تتمہ إمداد الفتاوی میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال [۹۸۳۲]: اگر اہل اسلام فقیر قوم کی دختر موجود ہو اور شادی سے اپنے باپ کے شامل ہوا اور متوفی کا حقیقی برادر و پیچا و بھتیجانہ ہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری، چوتھی پشت کے جدول کا شرع کے بموجب کوئی حق ملتا ہے، ایسی صورت میں کہ جائیداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

= ہونے سے رہ گئی ہے۔ (امداد الفتاوی: ۳۲۲/۲)

(۱) البزاڑیہ علیٰ هامش الفتاوی العالمگیریہ: ۳۵۶/۲، کتاب الفرائض، الفصل الثانی: العصبات المحسنة، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنہر: ۵۰۵/۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳۸۷/۷، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

تیری یا چوہی پشت کے عصبات کو بھی حق پہنچتا ہے اگرچہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفوا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۲۰۰۵۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۳/۲۰۰۵۔

عینی مقدم ہے علاتی پر

سوال [۹۸۳۳]: آسمان خان نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خان اور دو زوجہ وارث چھوڑے: خدیجہ و افسوں۔ پھر حمید خاں فوت ہوا۔ ماں افسوں بی بی اور عم الأب لأب تین چھوڑے: قلمدار خاں، علمدار خاں، اعلمدار خاں۔ اور ابن عم الأب لأب و ام تین چھوڑے: ظلمات خاں، رحیم خاں، عبدال قادر خاں۔

اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عم الأب لأب میراث کا مستحق ہے یا ابن عم الأب لأب و ام مستحق ہے؟ لیکن مبسوط کی عبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عم الأب لأب ہی مقدم ہے:

”کذا فی ضياء السراج، وكذا الحال فی أبناء هولاء الأصناف. قال فی المبسوط فی بيان الأعمام وأبنائهم: ”ثم العم لأب وأم، ثم الغم لأب، ثم ابن العم لأب وأم، ثم ابن العم لأب لأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابنة العم لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم الجد. انتهى“۔ مبسوط: ۲۹/۱۷۴ (۲)۔ چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، لہذا یعنوا بالدلیل توجرو عند الجلیل۔

(۱) ”ثم العم لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا بنوهما وإن سفلوا، وهكذا عمومة الأجداد وإن علوها، وأولادهم الذكران وإن سفلوا“. (البزاریة على هامش الفتاوی العالمکیریہ: ۶/۲۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصبات الممحضة، رشیدیہ) (وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۲۸۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیة، بیروت)

(۲) (المبسوط للسرخسی: ۲۹/۱۹۳، کتاب الفرائض، باب أصحاب المواریث، غفاریہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسؤولہ میں عم الاب لأب کو تقدم ہے این عم الاب لأب و أم سے۔ ذوالقرابتین کو ذوالقرابة الواحدة پر تقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں، ورنہ جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ مقدم ہوگا:

”وبعد ترجيحهم بقرب الدرجة يرجحون عند التفاوت بأبوين وأب - كما مرّ - بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصبات ولو أثني - كالشقيقة مع البنت تُقدم على الأخ لأب - مقدم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: “إن أعيان بنى الأم يتوارثون دون بنى العلات”. والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يُقدم ذوالقرابتين، وعند التفاوت فيها يُقدم الأعلى، اهـ“. در المختار على هامش رد المحتار: ۶۷۸/۵ (۱). فقط واللهم بسجنه تعالى أعلم۔ حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، یکم رمضان المبارک ۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۳ / رمضان / ۲۶ھ۔

علاتی بحقیجا، عینی کی موجودگی میں وارث نہیں

سوال [۹۸۳۲]: مسی زید نے دو بھتیجے عینی اور ایک بھتیجا علاتی چھوڑا۔ اب اس کی جملہ جائیداد کے وارث از روئے شرع شریف بحقیچے عینی ہیں، یا کہ علاتی بحقیجا وارث ہے؟

المستقی: عبداللطیف، ضلع جہلم، معرفت نصیر احمد، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بشرط صحت سوال و عدم موافع ارث بعد تجهیز و تکفیں و ادائے ویمن میت از کل مال، و تنفیذ وصیت وغیرہ

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۲۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۸۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۲، کتاب الفرائض، الفصل الثاني في

العصبات المحضة، رشیدیہ)

ازثلث مال (۱)۔ صورتِ مسئولہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں عینی بھیجوں کو ملے گا، علاقی بھیجا اس صورت میں وارث نہیں ہوگا:

”ثم يرجحون بقوة القرابة، أعني به أن ذا القرابتين أولى من ذى القرابة واحدة، ذكرأ
كان أو أنثى، لقوله عليه السلام: ”إن أعيان بنى الأُم يتوارثون دون بنى العلات“۔ كالأخ لأب
وأم، أو الأخت لأب، وأم إذا صارت عصبةً مع البنت أولى من الأخ لأب والأخت لأب، وابن
الأخ لأب وأم أولى من ابن الأخ لأب، اهـ“۔ سراجی، ص: ۱۶ (۲)۔ فقط۔ والله سبحانه وتعالى أعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۳/۳/۲۵۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرله، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، صحیح عبد اللطیف، ۱۰/ ربيع الاول/ ۲۳۵۔

عینی بھائی کی موجودگی میں علاقی بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال [۹۸۳۵]: ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورث چھوڑتا ہے، اس کی میراث کس

(۱) ”يبدأ من ترك الميت الخالية عن حق الغير بتجهيزه -يعم التكفين- ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته“۔ (الدر المختار: ۲۷۳/۶، کتاب الفرائض، سعید)

”تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى يبدأ بتتكفيفه، ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله، ثم تنفذ وصياته من ثلث مابقى بعد الدين، ثم يقسم بين ورثته“۔ (السراجی، ص: ۳، سعید)
(وكذا في الدر المختار: ۶/۹۵، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”ويرجحون بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصبات مقدم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: ”إن أعيان بنى الأُم يتوارثون دون بنى العلات“۔ (الدر المختار: ۶/۲۷۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في مجمع الأئمہ: ۲/۵۰، کتاب الفرائض، غفاریہ، کوئٹہ)

(وكذا في الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۲، ۵۲۳، ۵۲۴، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، مکتبہ حلقانیہ، پشاور)

طرح تقسیم کی جائے: دو برادر حقیقی، دو برادر علاتی، ایک ہمشیرہ حقیقی، ایک ہمشیرہ علاتی۔

آخر عینی آخر علاتی آخر علاتی آخر عینی آخر علاتی

بینوا تو جروا۔

مسکین علی احمد غفراللہ، اسکندری، ۱۳۶۷/شوال/۱۳۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بعد ادای حقوق مقدمہ علی الارث کل پانچ شہام ہوں گے: دو دو ہر دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے (۱)، ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا، علاتی بھائی بہن محروم رہیں گے، لقوله علیہ السلام: "إِن أَعْيَانَ بَنِي الْأَمْ

يتوارثونَ دُونَ بَنِي الْعَلَاتِ، إِهٗ". سراجی (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/شوال/۱۴۶۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/۲۳۶۷/۱۳۶۷ھ۔

(۱) واضح رہے کہ بھائی بہن ملکرونوں عصہ بن جاتے ہیں تو بقاعدة "للذکر مثل حظ الأنثيين" کے دو دو حصے ہر ایک بھائی کو، اور ایک حصہ بہن کو ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِّيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مُثُلُّ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"اذا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، عَصَبَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، فَيَكُونُ لِلَّابِنِ مُثُلُّ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ". (تبیین

الحقائق: ۷/۳۸۰، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بیروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، ۱۲، سعید)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۷۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في مجمع الأئمہ: ۳/۵۰۶، کتاب الفرائض، غفاریہ، کوئٹہ، ودار الكتب العلمية بیروت)

علاتی بہن اور پچازاد بھائی کے درمیان تقسیمِ ترکہ

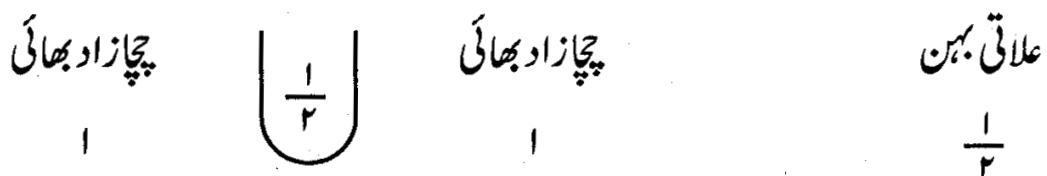
سوال [۹۸۳۶] زید وفات پاتا ہے اور پسمندگان میں سے ایک اپنی سوتیلی ماں کی لڑکی ہے (علاتی بہن) اور دو پچازاد بھائی چھوٹا ترکہ کے متعلقہ ہو یا غیر منقولہ۔ کس طرح اور کن کن پر تقسیم کیا جائے گا؟

السائل محمد عزیز، علی گڈھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید

مسئلہ ۲، تص ۲



بشرط صحیح سوال عدم موافع ارث بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین میت از کل ماں، و تنفیذ وصیت وغیرہ از ثلث مال (۱) زید کا کل ترکہ چار سہا مقرار دیکر حسب نقشہ بالاورثہ پر تقسیم ہو گا، یعنی علاتی بہن کو دو، هر دو پچازاد بھائیوں کو ایک ایک (۲)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفنا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۱/ ربیع الاول۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۱/ ربیع الاول/ ۵۸۵۔

= ”عن علی أنه قال: إنكم تقرأون هذه الآية ﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةً تُوصَنُ بِهَا أَوْ دِينًا﴾ وأن رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیة، وأن أعيان بنی الأُمّ يرثون دون بنی العلات، الرجل يرث أخاه لأبيه وأمه دون أخيه لأبيه“۔ (جامع الترمذی، أبواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث الإخوة من الأب والأم: ۲۹/۲، سعید)

(۱) ”یبدأ بتکفینہ و تجهیزہ ثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثته“۔ (السراجیۃ، ص: ۳، سعید) =

بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم

سوال [۷] ۹۸۳: اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور تین حقیقی بھتیجیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑتے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۳، تص ۹

تین حقیقی بھانجیاں	تین حقیقی بھتیجیاں
$\frac{1}{3}$	$\frac{2}{6}$

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صفتِ ثالث کے ہیں، اولاً اصول پر تقسیم کر کے پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذهب ہے (۱)۔ اور پھر مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر

= (وكذا في الدر المختار: ۶/۹۵، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۶۳، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَنَّ نِسَاءً فُوقَ الْثَّتَيْنِ، فَلِهُنَّ ثَلَاثًا مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النَّصْفُ﴾

(سورة النساء: ۱۱)

”السادسة: الأخوات لأب فللواحدة النصف، وللأكثر الثالثان عند عدم الأخوات لأب

وأم“۔ (الفتاوى العالمة کیریۃ: ۲/۰۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروع، رشیدیہ)

(وكذا في السراجیة، ص: ۰۱، فصل في النساء، سعيد)

(۱) ”وَمَا إِذَا اخْتَلَفَ الْفَرَوْعَ وَالْأَصْوَلُ، أَعْتَبَ مُحَمَّدَ رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ الْأَصْوَلِ، وَقَسَمَ عَلَيْهِمْ أَثْلَاثًا، وَأَعْطَى كَلَّا مِنَ الْفَرَوْعَ نَصِيبَ أَصْلِهِ، وَهُمَا اعْتَبَرَا الْفَرَوْعَ فَقْطًا، لَكِنْ قَوْلَ مُحَمَّدِ رَحْمَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَشْهَرُ الرَّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةَ اللَّهِ تَعَالَى فِي جَمِيعِ ذَوِي الْأَرْحَامِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى“۔ (الدر المختار مع

رد المختار: ۲/۷۹، كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعيد)

= (وكذا في السراجی، ص: ۲۷، ۲۸، باب ذوی الارحام، فصل في الصنف الثالث، سعيد)

فتویٰ ہے، کما فی شرح عقود رسم المفتی (۱)۔ امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ظاہر قول یہی ہے، کما فی الشریفیہ، ص: ۱۲۵ (۲)۔ لہذا کل نو سہام بنا کر دو دو سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو ملیں گے، ایک ایک سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

دوبیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال [۹۸۳]: زید کی پہلی بیوی سے دوڑکے اور ایک لڑکی، دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے۔ بتلائیئے کہ باپ کی جائیداد کس طرح تقسیم ہو گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف یہ ہی وارث ہیں تو کل سات سہام (حصہ) بنا کر دو دو سہام (حصہ) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو ملے گا (۳)۔ دین، مہر وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۸۰، كتاب الفرائض، فصل في ذوي الأرحام، مكتبة حقوقية، بشاور)

(۱) "الثالث مافي متن المثلثي وغيره في مسئلة القسمة على ذوى الأرحام: وبقول محمد يفتى. قال في سكب الأنهر: أى في جميع توريث ذوى الأرحام، وهو أشهر الروايتين عن الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وبه يفتى، قاله الشيخ وقال في الكافي: وقول محمد أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع ذوى الأرحام، وعليه الفتوى". (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۸۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) "وقول محمد أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع أحكام ذوى الأرحام، وعليه الفتوى". (الشریفیہ، ص: ۷۰، باب ذوى الأرحام، سعید)

(۳) لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملکر عصبہ بن جاتے ہیں اور ورثہ میں اگر صرف عصبہ ہو تو کل جائیداد انہی کو ملے گا:

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿هُوَ إِن كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلَلَّذِكْرُ مِثْلُ حَظِ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۲۶)

"إِذَا اخْتَلَطَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، عَصَبَ الْبَنُونَ وَالْبَنَاتُ، فَيُكَوِّنُ لَابْنٌ مِثْلُ حَظِ الْأَنْثِيَنَ". (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۰، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریہ: ۲/۳۲۸، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوى الفروض، رشیدیہ)

(۳) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقى بعد ذلك =

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۳۹]: زید کی سب سے پہلی بیوی جو تھی اس سے ایک لڑکا ہے، زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا، زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی، اس بیوی سے دولڑ کیاں باقی تھیں۔ زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پہبڑ میں تھا، زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا، دولڑ کیاں اور لڑکا ہو گیا۔ لڑکیاں جو تھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرمائیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے، جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہو گیا۔

جو تھائی مکان جو اس کو ملا تھا، دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی، چوتھائی کر لیا تھا۔ دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچ سور و پیہ فروخت کر دیا تھا، اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے۔ تو اب التماس ہے کہ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دولڑ کیاں جو تھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں؟

زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے، اپنا مکان کا تھائی اس نے فروخت کر دیا تھا، اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں سے اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچ یا نہیں؟
محبوب الرحمن، محلہ ٹولی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا، لہذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے..... اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو

= بین ورثتہ۔ (الدر المختار: ۶/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۲۷۲، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

ان بہنوں اور ماں کے حصہ کے مطالبہ کا پہلی بیوی کے لڑکے کے حصہ میں سے کوئی حق نہیں (۱)۔ البتہ باپ جمع ترکہ میں سے اپنی بہنوں اور ماں کا حصہ اور عہر (بشر طیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو) کے مطالبہ کی حقدار ہے، اسی طرح پہلی بیوی کا لڑکا بھی جمع ترکہ میں سے اپنی ماں کا مہر۔ بشر طیکہ مہر کی ادائیگی یا معافی نہ ہوئی ہو۔ وصول کر سکتا ہے (۲) اور جس قدر حصہ ماں کے ترکہ اور بہنوں کے ترکہ سے دوسری بیوی کے لڑکے کو پہنچے اس کو فروخت کر سکتا ہے (۳)۔

مسئلہ ۸، تص ۲۸

زوجہ اولی	زوجہ ثانیہ	ابن زوجہ اولی	ابن زوجہ ثانیہ	بنت	بنت
۱	۱۲	۱۲	۷	۷	۷

کان لم تكن؛

لانها ماتت قبله

(۱) چونکہ اسباب ارث میں کوئی سبب نہیں پایا جا رہا ہے، اس وجہ سے استحقاق نہیں: ”ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء“۔ (الدر المختار: ۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲۷/۲۳، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی البرازیۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۳۵۳، کتاب الفرائض، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۲) ”المرأة يأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة“۔ (خلاصة الفتاوی: ۲/۲۳۱، کتاب الوصایا، الفصل السابع فی الدعوى والشهادة، رشیدیہ)

(۳) اس صورت میں لڑکا عصبه ہے اور ذوی الفرض کے بعد یا تی تمام ترکہ عصبه کو ملے گا:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقيه الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۲۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیہ بیروت)

کل تر کہ حسب نقشہ مسطورہ تقسیم کیا جاوے۔ دوسری بیوی اور اس کی لڑکیوں کے تھوڑے کی تقسیم پورے ورثہ معلوم ہونے پر کھلی جاسکتی ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔
العبد محمود غفران۔

سوال متعلق استفتاء بالا

سوال [۹۸۲۰]: جس وقت زید کا انتقال ہوا تھا تو جود دوسری بیوی تھی وہ زندہ تھی، اس وقت اس بیوی کے پاس دونوں بیویوں کا زیور اور برتن وغیرہ ہے تو یہ سامان سب اس بیوی کے والدین کے بیہاں رہے، بعد میں اس دوسری بیوی کا انتقال ہو گیا تو وہ سب سامان اس کے والدین کے پاس رہا۔ جب لڑکا ہوشیار ہو گیا تو اس کے ماموں نے سب سامان لڑکے کو دیدیا اور لڑکے کی شادی ہوئی تو سب زیور لڑکے کی بیوی کو چڑھا دیا اور برتن وغیرہ اس کے قبضہ میں دیدیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں، زیور وغیرہ میں دونوں کا حق ہے یا ایک کا؟ سائل بالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوز زیور وغیرہ پہلی بیوی کی ملک ہے، اس میں دوسری بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں (۲)،

(۱) نقشہ مذکورہ کے مطابق تمام اہل سہام کے حصص کی عبارات بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں: زوجہ اولیٰ کو میراث اس وجہ سے نہیں ملے گا کہ میراث زندہ کو ورثہ کو ملے گا، نہ کہ فوت شدہ کو:

”وَشَرُوطُهُ ثَلَاثَةٌ: مَوْتُ مُورِثٍ حَقِيقَةً أَوْ حَكْمًا، وَوُجُودُ وَارِثٍ عِنْدَ مَوْتِهِ حَيَا، وَالْعِلْمُ بِجَهَةِ الْإِرْثِ“۔ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۲۵۸، سعید)

(وَكَذَا فِي مُجْمِعِ الْأَنْهَرِ، کتاب الفرائض: ۳۹۳/۳، غفاریہ کوئٹہ)

زوجہ ثانیہ چونکہ مردوم کے مرنے کے بعد زندہ تھی الہذا مردوم کے ترکہ میں شمن (آٹھویں حصے) کی مستحق ہوگی:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِهُنَّ الشَّمْنُ مَا تَرَكُتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

بیٹی اور بیٹیاں چونکہ عصہ ہیں تو بقاعہ "للذکر مثل خط الأنثیین" کے تقسیم ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْرَاجًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مُثْلٌ حَظُّ الْأَنْثِيَنَ﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۲) استحقاق ارث کے اسباب ثلاش میں سے کوئی سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر مستحق ہے، ”وَيَسْتَحْقُ الْإِرْثَ بِرَحْمَ

وہ تمام پہلی بیوی کے لڑکے کا ہے (بشرطیکہ کوئی اور شرمی وارث نہ ہو) (۱)۔ اور جو سامان زیاد کا ہے، اس کی تقسیم کی صورت جواب نمبر: ا، میں بیان کردی گئی۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود عفاف اللہ عنہ، ۷/۶۵۲۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الثانی ۱۴۵۳ھ۔

عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت

سوال [۱ ۹۸۲]: ایک شخص غلام حیدر خاں تھے، ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ غلام قادر خاں کے ایک پسر غلام حضرت خاں، وغلام دشمنیگیر خاں گے ذو لڑکے: غلام فرید خاں و عبد الوہاب خاں۔ عبد الوہاب خاں کے پسر محمد رفیق خاں جو لا ولد فوت ہوئے۔ غلام فرید خاں کے دو لڑکے: عبد الرشید خاں و عبد الوحید خاں و مسماۃ عزیز بیگم۔ عزیز بیگم کی ایک لڑکی سلطان جہاں ہوئی۔ سب فوت ہو گئے، صرف سلطان جہاں حیات ہیں۔

سب سے آخر میں عبد الوحید خاں کا انتقال ہوا ہے، ان کے ترکہ کے متعلق علماء سے فتویٰ لیا گیا، تو علمائے ٹونک نے سلطان جہاں کو ذوی الارحام میں سے مان کر عبد الوحید خاں کا ترکہ یوں تقسیم کیا ہے کہ:

”عبد الوحید خاں کی دو بیوہ گاں کو ایک چہارم دے کر باقی میں چوتھائی، یا یوں کہا جائے کہ بیوہ گاں کو ۳/ دیگر باقی ۱۲/ بھائی سلطان جہاں کو۔ تجمل حسین خاں عصبہ نہیں ہیں، ان کا کچھ حق نہیں ہے۔“

اور علمائے بھوپال نے یہ فتویٰ دیا کہ:

= ونكاح و ولاء۔ (الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) اس لئے کہ بیٹا عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال کا مستحق ہوگا:

اس صورت میں لڑکا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کو ملے گا:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر۔“ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمیہ بیروت)

”تجل حسین خاں عصبه کی موجودگی میں ذوی الارحام مسماۃ سلطان جہاں کا کوئی حق نہیں ہے۔ ۲/ بیوگاں کا نکال کر باقی ۱۲/ تجل حسین کو ملے گا۔“

میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے، کس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے؟ براہ عنایت ان دونوں فتاویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجہہ ودلائل تحریر فرمائے جو کہ ممnon و مشکور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔ بینوا تو جروا، کیم جنوری / ۴۸۷۔

نبوت: غلام حیدر خاں کے انتقال کو یک صد برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے، ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبد الوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکہ کے متعلق عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوامیری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اور کوئی نہیں ہے۔

حر خاں، مقام مالوسنڈرل، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔ سراجی میں اگرچہ ”فرع أجداده“ نہیں فرمایا، لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ امام کروری نے جامع وجیز میں ترتیب عصبات کے ذیل میں لکھا ہے:

”شِ عَمُ الْأَبِ لَأَبٌ وَأَمٌ، شِ عَمُ الْأَبِ لَأَبٌ، ثُمَّ ابْنُ عَمٍ لَأَبٌ وَأَمٌ، ثُمَّ ابْنُ الْأَبِ لَأَبٌ، وَهَذَا بِنَوْهُمَا وَإِنْ سَفْلُوا، وَهَذَا عَمُومَةُ الْأَجْدَادِ وَإِنْ عَلَوْا، وَأَوْلَادُهُمُ الذُّكْرَانُ وَإِنْ سَفْلُوا، اه۔“ فتاویٰ بزاریہ: ۳/ ۴۵۶ (۱)۔

یہ کتاب کسی ہندوستانی کی لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے، بلکہ کشف الظنون میں

(۱) (الفتاویٰ البزاریہ علی هامش الفتاویٰ العالمکیریہ: ۲/ ۳۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثاني فی

العصبات المحسنة، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّاءِقِ: ۹/ ۳۸۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي تَبَیِّنِ الْحَقَائِقِ: ۷/ ۳۸۷، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بیروت)

اس کے متعلق لکھا ہے:

”وذکر الأئمة أن عليه التحويل، قيل لأبي سعود المفتى: لما لم تجمع المسائل المهمة ولم تؤلف فيها كتاباً؟ قال: إنني أستحيى من صاحب البزارية مع وجود كتابه؛ لأنه مجموعة شريفة جامعة للمهمات كما ينبغي، اه“ (۱)۔

رہایہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی توریث کا مدار عدم علم عصبات پر ہے کہ بغیر تحقیق کسی کو عصبة قرار دیکروارث نہیں بنایا جاسکتا (۲)۔ بوضع المال فی بیت المال کی صورت میں جواشکال عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا، بلکہ اس سے زائد ہوگا، کیونکہ عصوبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو مستثنی کیا گیا ہے، مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مستثنی نہیں۔ پھر ایسی کوئی صورت نکل سکتی ہے کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو، اور بیت المال کے حوالے اس کا ترکہ کیا جائے۔ فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم واعلمہ و اتم واحکم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان الدعنة، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبد الوہید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود ہے، خواہ وہ کوئی ہو جل حسین ہو یا عمر و بکر، اس کو عبد الوہید خاں صاحب کے ترکہ سے حصہ ملے گا (۳)۔ ذوی

(۱) (کشف الظنون: ۱/۲۲۲ باب الباء، منشورات مکتبۃ المشنی بغداد العراق)

(۲) ”رجل طلب المیراث وادعی أنه عم المیت، یشرط لصحة دعواه أن یفسّر، ويقول: هو عمه لأبيه وأمه، أو لأبيه، أو لأمه. یشرط أن یقول: وهو وارثه ولا وارث غيره“. (تنقیح الفتاوی الحامدیۃ:

۱۲/۲، کتاب الدعوی، مکتبہ میمنیہ مصر)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۵، ۵۸۵، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب، سعید)

(۳) ” وإنما يرث ذروا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة“.

(الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

”وهو كل قریب ليس بذی سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة“۔ (الدر المختار:

۶/۹۷، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، سعید)

(وكذا في البزارية على هامش الفتاوی العالمكيرية: ۲/۲۵۷، الفصل الثالث فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

الارحام کو عصبه کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا، اس کے ثبوت کیلئے مفتی محمود صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں، اور اس صورت میں تجلی حسین خاں کو اگر عصبه ہیں، یعنی عبدالوحید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جا کر پردادا، یا اس سے اوپر کسی جگہ مل جاتے ہیں تو علاوہ ان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے (۱) بھائی وارث نہ ہوگی (۲)۔ ہاں! اگر تجلی حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کو حصہ نہ ملے گا، بھائی وارث ہوگی۔

جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتابیں غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ الہادی
إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ (۳)۔ فقط واللہ اعلم
حرره سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ربیع الاول / ۱۳۶۸ھ۔

(۱) اس لئے کہ زوجہ ان ذوی الفروض میں سے ہے جن پر وہیں کیا جاسکتا یعنی ذوی الفرض سبیہ میں ہے جیسا کہ تمام فتاویٰ میں یہ قید موجود ہے، کما فی الدر:

”ثم الرد على ذوى الفرض السببيه كالزوجين؛ لأن سبب الرد هو القرابة الباقية بعد أخذ الفرض، وقرابة الزوجية حكمية لا تبقى بعد أخذ الفرض، فلا رد لانتفاء سببها“ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/ ۲۷، سعید)

”ولايirth مع ذى سهم ولا عصبة سوى الزوجين، لعدم الرد عليهمما“۔ (الدر المختار، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام: ۹۱/ ۲، سعید)

(وَكذا في البزارية على هامش الفتاوى العالمكيرية، کتاب الفرائض، الفصل الثاني في ذوي الأرحام: ۳۵۷/ ۶، رشیدیہ)

(وَكذا في الفتاوى العالمكيرية، کتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الأرحام: ۳۵۹/ ۶، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ بھائی ذوی الارحام میں سے ہے اور عصبه کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث نہیں ہوتے۔

(۳) سوال میں نفس مسئلہ پوچھا گیا ہے اور ساتھ ہی دو فتوؤں میں تعارض بیان کیا گیا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے ابتداء فرمایا ہے کہ: ”بہتر یہ تھا کہ وہ فتاویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کا موقع ملتا“۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مذکورہ سوال کے ساتھ مستفتی نے وہ دو فتاویٰ ساتھ نہیں بھیجے ہیں، لیکن مذکورہ بالا عبارت کے متصل ہی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”سراجی میں اگرچہ فرع اجددادہ نہیں فرمایا، لیکن

میراث ذوی الارحام

سوال [۹۸۲]: زید کا انتقال ہوا۔ چھوڑا حقیقی ماموں کے دلڑ کے، عمر، بکر اور حقیقی پھوپھی کے دلڑ کے: خالد، واقد، اور ایک لڑکی زبیدہ کو۔ پس ان پھوپھی زاد بھائی بہن پر زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور پھوپھی زاد بھائی خالد و واقد ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اور زبیدہ دوسری پھوپھی کی لڑکی ہے، لیکن سب حقیقی ہی پھوپھی کی اولاد ہیں۔ جواب مدلل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

مولوی محمد یاسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

= دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے انج۔ -

اس کے بعد جامع وجیز (فتاویٰ برازیہ) کی عبارت نقل کر کے فرمایا ہے: ”یہ کتاب کسی ہندوستانی کی نہیں، نہ یہارو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے بلکہ کشف الظنون میں اس سے متعلق لکھا ہے، انج۔“ پھر کشف الظنون کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ آگے جا کر اشکال نقل فرماتے جو اس طرح حضرت مفتی سعید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ہے، اور پھر آخر میں یہ فرمایا کہ: ”جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے سراجی کے علاوہ دوسری کتاب غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔“

تو ان دونوں حضرات (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ) کی مجموعی عبارات سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ سائل نے دونوں متعارض فتاویٰ بھی بھیجے ہیں۔

الہذا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ اور عبارت آخرہ میں، اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری عبارت کا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ میں بظاہر تعارض ہے، یہی وجہ ہے کہ سوالیٰ مذکور کے اندر ان دونوں حضرات کی کی ہوئی وضاحتوں اور جوابی تفصیلی عبارات سے متعلق کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ ان حضرات کی وضاحتیں فلاں جملہ کے مقابلہ میں ہیں۔

الہذا کہا جائے گا کہ سائل نے پہلی مرتبہ سوال مذکور بھیجا، پھر حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا، اس میں حضرتؒ کے جملہ اولیٰ کو دیکھ کر سائل نے وہ دو فتاویٰ متعارضہ بھی بھیج دیئے، اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے عبارت اولیٰ کے بعد والا جواب دیا ہے۔ لیکن شاید مرتبین حضرات سے تسامح ہوا کہ حضرتؒ کے جواب اول اور اس کے بعد فتاویٰ متعارضہ کو نقل نہیں کیا، اس جواب اول کا صرف ایک جملہ نقل کر کے جواب ثانی کو بغیر فتاویٰ متعارضہ کے نقل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقت الحال و علمہ اتم و حکم۔ (فضل مولیٰ بن فضل خالق المرحوم)

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صنف رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں سب مساوی ہیں، مگر حیز قرابت مختلف ہے اور کوئی ولد عصبة نہیں۔ عمر اور بکر کی قرابت والدہ کی جانب سے ہے، لہذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دولث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بھائی بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک ثلث والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا، اس کے بعد پھوپھی کی اولاد کو جو کچھ ملا تھا وہ ان کے درمیان ”اللذکر مثل حظ الأنثيين“ تقسیم ہو جائے اور تمیں سے صحیح ہو جائے۔

مسئلہ ۳، تص ۳۰

ماموں کا لڑکا	پھوپھی کا لڑکا	پھوپھی کا لڑکا	ماموں کا لڑکا
بکر	خالد	واقد	زبیدہ
۵	۸	۸	۳

”وان اختلف حیز قرابتهم، فالثلثان لمن يدلی بقرابة الأب، فالثالث لمن يدلی بقرابة الأم، اهـ“۔ شامی: ۵/۷۰۵ (۱)، وهكذا في السراجية، ص: ۴۵ (۲)، والشريفية، ص: ۱۳۳ (۳)۔ فقط والله سبحانه تعالى أعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان الدّعنة، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحيح: سعید احمد غفرله، ۲۳/ جمادی الاولی/ ۶۹۔

(۱) (رد المحتار: ۶/ ۹۶، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(۲) ”وان استروا في القرب ولكن اختلف حیز قرابتهم لكن الثلثين لمن يدلی بقرابة الأب، فتعتبر فيهم قوة القرابة، ثم ولد العصبة. والثالث لمن يدلی بقرابة الأم، وتعتبر فيهم قوة القرابة“۔

(السراجية، ص: ۵۳، باب ذوی الارحام، فصل في الصنف الرابع وفي أولادهم، سعید)

(۳) (الشريفية شرح السراجية، ص: ۱۲۰، باب ذوی الارحام، فصل في الصنف الرابع وأولادهم، سعید)

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال [۹۸۳]: زید کا انتقال ہو گیا ہے، وہ ایک بنتِ اعم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکہ زید کا وارث کون ہو گا؟ مع حوالہ کتب بیان فرمائیں۔

فضل الحق، کمرلائی، ۹/ شعبان/ ۱۴۶۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۵

خال

۱

بنت اعم

۲

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہتہ الاب ہے، دوسرا من جہتہ الام ہے۔ قسم کی صورت یہ ہے کہ دو ثلث بنت اعم کو ملے گا اور ایک ثلث خال کو (۱) بعد اداء حقوق متقدمة علی الارث (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارہ پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/ شوال/ ۱۴۶۲ھ۔

(۱) ”وَإِنْ كَانَ حِيزُ قِرَابِهِمْ مُخْتَلِفاً، فَلَا اعْتِبَار لِقُوَّةِ الْقِرَابَةِ كَعِمَّةِ الْأَبِ وَأَمِّ، وَخَالَةِ الْأَمِّ، أَوْ خَالَةِ الْأَبِ وَأَمِّ، وَعِمَّةِ الْأَمِّ، فَالشَّلَاثُانِ لِقِرَابَةِ الْأَبِ، وَالثَّلَاثُ لِقِرَابَةِ الْأَمِّ“۔ (السراجی، ص: ۱، ۵، باب ذوی الارحام، فصل في الصنف الرابع، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/ ۷۹، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۸۱، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالیہ المکیریۃ: ۲/ ۳۲۲، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام الصنف الرابع، رشیدیہ)

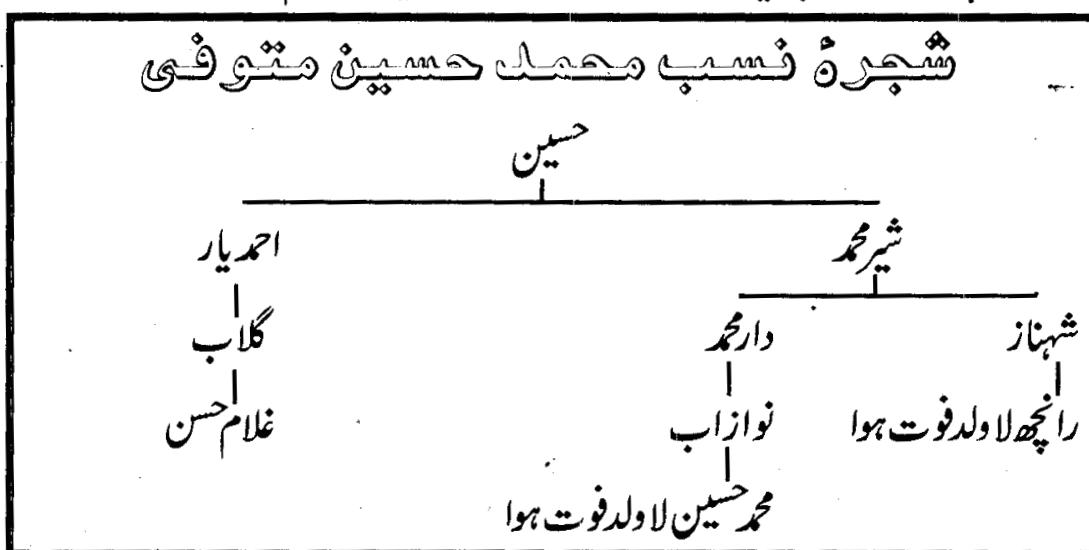
(۲) حقوق متقدمة یعنی تجہیز و تفصین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تنفیذ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہو گا:

ذوی الارحام کی حد بندی

سوال [۹۸۳]: سراجی و دیگر کتب فرائض میں عصبات کے تحت میں لفظ ”ولان علا، وإن سفلوا“ ملکہ کرد رجات عصبات کو غیر محدود کر دیا ہے، بایس صورت توریث ذوی الارحام ناممکن ہو جاتی ہے، مثلاً: قوم خوجہ ایک شخص سے چلی، اب یہ قوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے، اب میت کے ورشہ میں تو جزء الحجہ موجود نہیں، لیکن ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزء الحجہ ضرور کسی نہ کسی جگہ ضرور موجود ہو گا اور شجرہ نسب ہر قوم کا ملنا مشکل ہے۔

صورت ہذا میں اگر ذوی الارحام کو کچھ دیا گیا، تو عصبات موجودہ غیر معلوم محروم رہ جائیں گے، اب توریث ذوی الارحام بغیر حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اگر حد بندی عصبات کی کوئی صورت ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمائیں، ورنہ اشکال کا جواب تحریر فرمائیں۔

صورت ہذا کے ماتحت جائیداد میں پھوپھیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں غلام حسن کی موجودگی میں؟



لمستقتی: محمد عبد الحق، مقام تواریخ ضلع ڈیرہ۔

= ”تعلق بر کہ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول یبدأ بتکفینه وتجهیزه، من غير تبدیر ولا تقیر، ثم تقضی دیونه من جميع ما بقی من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدين، ثم یقسم الباقی بین ورثته“. (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالیہ المکیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة:

(۳۲۷، شیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کا اشکال صحیح ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ توریث ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو (۱)، ورنہ حقیقتہ عصبات کا عدم دشوار ہے، حد بندی کی ضرورت نہیں، ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورت مسئولہ میں پھوپھیوں کو کچھ نہ ملے گا، کیونکہ عصبة محمد حسین متوفی کا یعنی پرداداً مسکی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتاً مسکی غلام حسن موجود ہے اور عصبه کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں، صرف پھوپھیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتاً موجود ہے تو کل ترکہ بعد ادائے حقوقِ متفقدمہ علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کوں جائے گا (۲)۔ نیز پھوپھیاں محروم رہیں گی۔ فقط اللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۶۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳۶۱/ جمادی الثانیہ۔

بیوہ، علائی بیٹھی اور حقیقی بھانجوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۲۵]: زید کا انتقال ہوا، چھوڑا زوجہ ہندہ اور علائی بیٹھی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے: محمد

(۱) ”وإنما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبة“.

(الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرْ المُخْتَار: ۶۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبِرَازِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۳۵۷/۶، کتاب الفرائض، الثالث فی ذوی

الأرحام، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ عصبه ہے اور عصبة ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کا مستحق ہوگا:

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده وما أبنته الفرائض عند وجود من له الفرض

المقدر“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدِّرْ المُخْتَار: ۶۷۳/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

عمر، محمد حسن، محمد سلیم، محمد ظہیر کو۔ پس تر کہ زید کا کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب مدل مع عبارت وحوالہ کتاب کے تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاتی بحقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنف ثالث میں داخل ہیں جن کی نوعیت توریث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، اور فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر میراث تقسیم کی جائے، پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ ربع زوجہ کا، نصف حقیقی بہن کا، باقی علاتی بھائی کا

مسئلہ ۲

زوجہ	حقیقی بہن	علاتی بھائی
۱	۲	۱

مسئلہ ۳، تص ۲۰

زوجہ	حقیقی بھانجے	علاتی بحقیقی
۱	۱	۱
ہندہ	محمد عمر	محمد حسن
۱/۵	۲	۲

”أو كان بعضهم أولاد العصبات وبعضهم أولاد أصحاب الأرض، فأبو يوسف رحمة الله تعالى عليه يعتبر الأقوى، ومحمد رحمة الله تعالى عليه يقسم المال على الإخوة والأخوات مع اعتبار عدد الفروع والجهات في الأصول، فما أصحاب كل فريق يقسم بين

فروعهم، اہ۔” سراجی، ص: ۴۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۳۶۲ھ/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرله، صحیح: عبداللطیف، ۱۳۶۲ھ/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۲ھ۔

بیوہ، حقیقی مماثی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم تر کہ

سوال [۹۸۲]: زید کا انتقال ہو گیا، حسب ذیل وارث چھوڑے: بیوی، حقیقی مماثی، وحقیقی ماموں زاد بھائی اور وحقیقی ماموں زاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چپازاد بہنیں۔ سب سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا، بعد کو جو کچھ بچے گا ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد تجهیز و تکفین اول زید کے ذمہ جو قرض، مہروغیرہ ہو، اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے (۲)، اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو دیا جائے (۳)، بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چپازاد بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے (۴)، ان کے علاوہ مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے عزیز ہوں (۵)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸۵ھ۔

(۱) (السراجی، ص: ۳۸، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۶۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، الصنف الثالث، رشیدیہ)

(وکذا فی الشریفیۃ شرح سراجیة، ص: ۱۱۱، ۱۱۲، باب ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(۲) ”يبدأ من تركة الميت بتجهيزه - يعم التكفين - ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته“۔ (الدرالمختار: ۶/۷۵۹، ۱/۷۷، کتاب الفرائض، سعید)

= (وكذا في الفتاوى العالمية: ٢/٣٣، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيدية)

(٣) قال الله تبارَك وتعالى: ﴿ولهُنَّ الْرِّبُّعُ مِمَّا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ١٢) “والربع لها عند عدمهما، فللزوجات حالتان: الربع بلا ولد، والثمن مع الولد”. (الدر المختار:

٦٠٧، كتاب الفرائض، سعيد

(وكذا في الفتاوى العالمة الكيرية: ٢/٣٥٠، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، رشيدية)

(۲) مذکورہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ میت کے ورثاء میں ایک بیوہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چیز ادھاری ہوں۔

موجودہ سوال میں مذکور ورثاء میں تقسیم میراث اس طرح سے ہوگا کہ کل ترکہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے بیوہ کو دو اور زید کے ماموں زاد بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو، جب کہ ماموں زاد بہنوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے اور باقی ورثاء محروم ہوں گے، مزید تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ ہو:

تص مسئله ۳

زوج	حقيقی ماہوں	زید کے والد کے	زید کے والد کی				
زاد بھائی	زاد بھائی	زاد بھن	زاد بھن	زاد بھن	زاد بھن	چار حقيقی ماہوں زاد بھائی	تین حقيقی چھاڑا بھنیں
محروم						۳	۱

”قال رحمة الله تعالى: (ولا يرث مع ذي سهم وعصبة سوى إحدى الزوجين؛ لعدم الرد عليهم): أى لا يرث ذوى الأرحام مع وجود ذى فرض أو عصبة إلا إذا كان صاحب الفرض أحد الزوجين، فيرثون معه لعدم الرد عليه؛ لأن العصبة أولى منه. وكذا الرد على ذوى السهام أولى من ذوى الأرحام؛ لأنهم أقرب، إلا الزوجين، فإنهما لا قرابة لهما مع الميت، وإرثهما نظير الدين، فإن صاحب الدين لا يرد عليه ما فضل بعد قضاء الدين، فكذا لا يرد عليهما ما فضل من فرضهما، على ذلك كان عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم اهـ“ (تبين الحقائق، كتاب الفرائض: ٧/٢٩٣، ٢٩٥)، دار الكتب العلمية بيروت

= ”وذو الأرحام أصناف أربعة: الصنف الأول ينتهي: أى ينتسب إلى الميت، وهم أولاد البنات وإن سفلوا، ذكوراً كانوا أو إناثاً، وأولاد بنات الابن كذلك. والصنف الثاني: ينتهي إليهم الميت، وهم الأجداد الساقطون: أى الفاسدون وإن علوا كاب أم الميت، وأب أمها، والجدات الساقطات: أى الفاسدات وإن علون كام أم الميت، وأم لم أمها. والصنف الثالث ينتهي إلى أبوى الميت، وهم أولاد الأخوات وإن سفلوا، سواء تلك الأولاد ذكوراً أو إناثاً، سواء كانت الأخوات لأب وأم، أو لأب، أو لأم، وبنات الإخوة وإن سفلن سواء كانت الإخوة من الآبين أو من أحد هما، وبنو الإخوة لأم والصنف الرابع ينتهي إلى جد الميت، وهم أب الأب وأب الأم، أو جدتهيه وهم أم الأب وأم الأم، وهم العمات والأعمام لأم والأحوال والحالات، فإنهم إخوة وأخوات لأم الميت، فإن كانوا من أبيها وأمها أو من أبيها فهم متبعون إلى جد الميت من قبل أمها، وإن كانوا من أمها كانوا متبعين إلى جدته من قبل أمها، فهو لاء الأصناف الأربعة، وكل من يدل إلى الميت بهم من ذوى الأرحام ويتناول أولاد الصنف الرابع وروى أبو يوسف والحسن بن زياد عن أبي حنيفة، وابن سماحة عن محمد بن الحسن عن أبي حنيفة: أن أقرب الأصناف وأقدمهم في الميراث الصنف الأول ثم الثاني ثم الثالث ثم الرابع كترتيب العصبات وهو المأمور بالفتوى”. (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، ص: ۹۹-۷)

” وإن اختلط في الصنف الرابع الذكور والإثاث، واستوت أيضاً قرابتهم في القوة بأن يكونوا كلهم لأب وأم أو لأب أو لأم، فللذكر مثل حظ الأنثيين”. (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، الصنف الرابع، ص: ۱۲، حقائیہ پشاور)

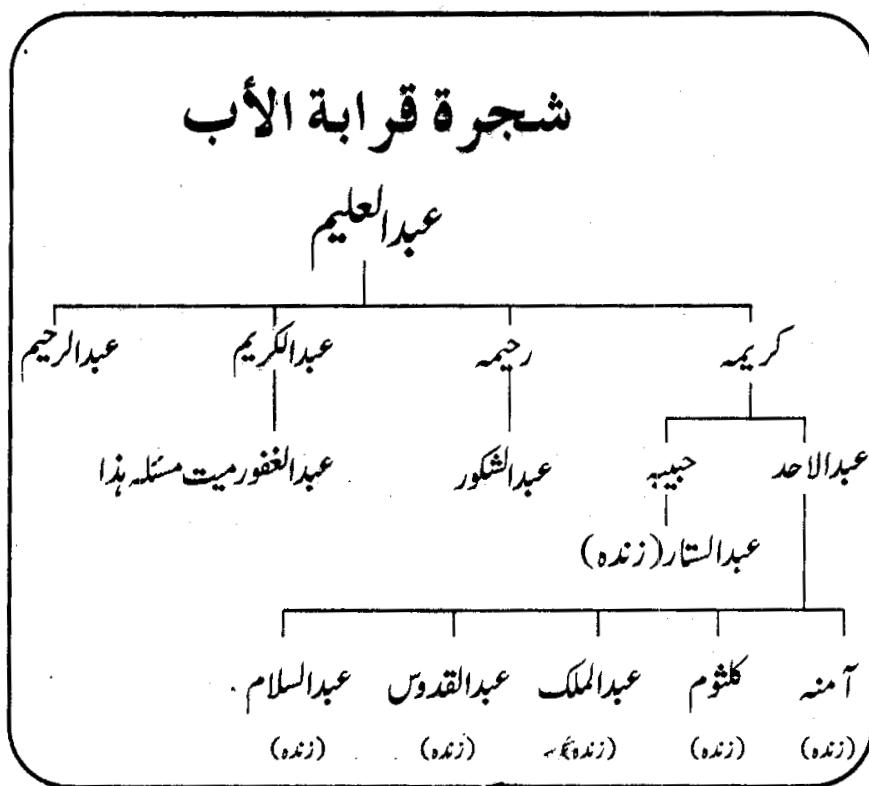
”إذا لم توجد عمومة الميت وخُولته وأولادهم، انتقل حكمهم المذكور إلى عم أم الميت لأم وعمته وختنه، وإلى عم أم الميت وعمتها وختنه وختنه”. (الشريفية شرح السراجية، باب ذوى الأرحام، فصل في أولاد الصنف الرابع، ص: ۱۲۳، حقائیہ پشاور)

” وإنما يرث ذوى الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه، ولم يكن عصبة، وأجمعوا على أن ذوى الأرحام لا يحجبون بالزوج والزوجة: أى يرثون معهما، فيعطى للزوج والزوجة نصيبيهما، ثم يقسم الباقى بين ذوى الأرحام مما لو انفردوا، مثاله: زوج وبنت وختنة وبنت عم فللزوج النصف، والباقي لبنت البت. ثم الأولى بالميراث من الصنف الأول الأقرب إلى الميت لبنت =

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۲]: ایک شخص مسمی عبد الغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے:

مرحوم کے حقیقی پچھلے مسمی عبد الرحیم کی دو نواسی: مسیات زینب اور فاطمہ اور ایک نواسہ مسمی محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ خصہ کے دوپتے، مسمایان: عبد الحکیم اور عبد العلی اور مرحوم کی ایک حقیقی پچھلی مسماۃ کریمہ کا ایک نواسہ مسمی عبد الشکور اور یہی پچھلی کی دوپتیں مسماۃ: آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمایان: عبد الملک اور عبد القدوں اور عبد السلام۔ اور مرحوم کی دوسری حقیقی پچھلی مسماۃ رحیمہ کا ایک پوتہ مسمی عبد الواحد۔ یہ کل بارہ وارث موجود ہیں۔ سواب مرحوم عبد الغفور کے ترکہ کا موافق شرع کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین کے نسب ناموں کے شجرے حسب ذیل ہیں:



= البت اولی من بت بت البت”。 (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)

(۵) دیگر اعزہ والدین ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام کو میراث نہیں ملے گا:

”فیبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم المعتق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد على ذوی الفروض النسبية، ثم ذوی الأرحام”。 (الدر المختار: ۲/۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكذا فِي الْبَحْرِ الرَّأْقِ: ۹/۳۶۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكذا فِي السَّرَاجِيَّةِ، ص: ۳، سعید)

شجرة قرابة الأم

عبدالخالق

خاله

رابع

عبدالباقي

عبدالغفور ميت مسئله هذا

عبدالعلى

عبدالعلى

(زندہ)

(زندہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

فی العالگیریه: ۴۶۴ / ۲، فی الصنف الرابع: ”وإن كانوا ذكوراً أو أناثاً واستوت
قرابتهم، فلذلك مثل حظ الأنثيين. وإن كان حيز قرابتهم مختلفاً فالثالثان لقرابة الأب وهو
نصيب الأب، والثالث لقرابة الأم وهو نصيب الأم. وكذا في أولادهم، أولهم بالميراث أقربهم
إلى الميت من أي جهة كان، انتهى“ (۱)۔

وفيها أيضاً، ص: ۴۵۹: ”واختلفوا في ولد الوارث، وال الصحيح أنه ليس بأولى، كذا
في خزانة المفتين“ (۲)۔

وفی السراجی: ”فصل في أولاد الصنف الرابع“. شریفیه (۳)۔ ”الحكم
فيهم كالحكم في الصنف الأول، الخ“ (۴)۔

وفيه أيضاً: ”وكذلك عند محمد رحمه الله تعالى إذا كان في أولاد البنات بطون
مختلفة يقسم المال على أول بطن اختلف في الأصول، ثم يجعل الذكور طائفه والإنان طائفه“

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۲/۶، کتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوى الأرحام، الصنف
الرابع، رشیدیہ)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب ذوى الأرحام، رشیدیہ)

(۳) (السراجی، ص: ۱۵، باب ذوى الأرحام، فصل في أولادهم، سعید)

(۴) (الشریفیہ شرح السراجیة، ص: ۷۱، باب ذوى الأرحام، فصل في أولادهم، سعید)

بعد القسمة، فما أصاب الذكور، يجمع ويقسم على الخلاف الذي وقع في أولادهم، وكذلك ما أصاب الإناث، وهكذا يعمل إلى أن ينتهي” (۱)۔

وفيه أيضاً: ”وكذلك محمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عليه، والعدد من الفرع“ (۲)۔ وفيه أيضاً: ”وقول محمد رحمه الله تعالى أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في جميع ذوى الأرحام، وعليه الفتوى، انتهى“ (۳)۔

ان تمام روايتون سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیرا حصہ تو وحصہ ہو کر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالحیم اور عبدالعلی کو ایک حصہ ملے گا، اور باقی دو تھائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی پچھا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دو تھائی پہلے خود پچھا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا، مگر تقسیم میں پچھا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کے برابر پچھا اور پھوپھیں مان کر ان پر تقسیم کریں گے۔

پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں، لہذا سات پھوپھیں مانی جائیں، اور پچھا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہذا تین پچھا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے، اس لئے یہ دو تھائی کے تیرہ حصہ کر کے اس میں سے چھ حصے پچھا کو ملیں گے۔

پھر پچھا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے، لہذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دو قسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دونواسی زینب اور فاطمہ، اور نواسے کا حق نواسی سے دو گناہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔

(۱) (السراجی، ص: ۱، ۳، باب ذوى الأرحام، سعید)

(وَكَذَا فِي الشَّرِيفِيَّةِ شَرْحُ السَّرَاجِيَّةِ، ص: ۱۰۲، سعید)

(۲) (السراجی، ص: ۳۲، باب ذوى الأرحام، الصنف الثاني، سعید)

(۳) (السراجی، ص: ۳۲، باب ذوى الفرائض، فى الصنف الأول، سعید)

(وَكَذَا فِي الشَّرِيفِيَّةِ، ص: ۷۰، باب ذوى الأرحام، الصنف الأول، سعید)

اور پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں، اس کا یہ حکم ہے کہ پھوپھیوں کی پہلے درجہ کی اولاد میں چونکہ دو قسم کے لوگ ہیں: مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی حبیبہ اور دو لڑکے عبد الصمد اور عبد الشکور ہیں، اور حبیبہ اور عبد الشکور کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور عبد الصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں، لہذا پہلے درجہ کی اولاد پھوپھیوں کی موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

اس لئے پھوپھیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں، ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے، اس میں سے ایک حصہ پھوپھی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اور اس کے لڑکے عبدistar کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھوپھی کے لڑکوں عبد الصمد اور عبد الشکور کے حصے میں رہے، وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ پھوپھیوں کی دوسرے درجہ کی اولاد ہے ان کو ملیں گے، مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد و عورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں، اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے، ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمنہ اور کلثوم کو مل جائے گا اور دو دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبد الاحد اور عبد الملک اور عبد القدوں اور عبد السلام کو ملیں گے۔

اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کیلئے ایک مثال لکھی جاتی ہے، مثلاً: مرحوم عبد الغفور کا ترکہ چھ بیس روپے ساڑھے چھ آنہ ہے۔ تو اس میں سے ایک تھائی آٹھ روپے دس پانی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے پتوں عبد الحليم اور عبد العلی کو ملیں گے، ہر ایک کو چار روپے، چھ آنے، پانچ پانی ملیں گے اور باقی دو تھائی یعنی سترہ روپے، نوازے، آٹھ پانی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصے کی رقم آٹھ روپے، ڈیڑھ آنہ مرحوم کے پچھا کے حصہ کے چار حصے ہو کر ان کی دونوں اسی: زینب اور فاطمہ اور نواسہ محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نواسی کو دو روپے دو پیسے اور نواسے کو چار روپے ایک آنہ ملے گا۔

اور باقی سات حصے کی رقم نوروز پے سات آنے آٹھ پانی (جو پھوپھیوں کے حصے کے ہیں) تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پانی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبدistar کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے، بارہ آنے جو عبد الصمد اور عبد الشکور کے حصے کے ہیں وہ دس حصہ ہو کر ان کی اولاد یعنی دو لڑکیاں آمنہ اور کلثوم اور چار لڑکے: عبد الاحد اور عبد الملک اور عبد القدوں اور عبد السلام کو

ملیں گے۔ ہر ایک لڑکی کو چودہ آنے اور ہر ایک لڑکے کو پونے دور و پے ملیں گے۔

فقط والله سبحانه وتعالى أعلم.

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۶ / رمضان المبارک / ۱۴۲۶ھ۔
تخریج کی اصولی تقسیم اور رقوم کی تصحیح صحیح ہے، مگر بیچ میں جو سہام کا عمل کیا ہے وہ بہت محمل ہے، جو قاعدہ
اہل فرائض نے نقل سہام کا ذکر کیا ہے اس کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۵/شعبان/۱۴۲۶ھ۔

چنانے بھتیجا کی پرورش کی، کیا چیجا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے؟

سوال [۹۸۲۸]: زید نے اپنے بھتیجا کی (جس کا باپ اس کو دوڑھائی سال کا چھوڑ کر مر گیا) پورش کی وہ جوان ہو کر تھوڑا بہت کام کرنے لگا اور ابھی اپنے چچا ہی کے پاس تھا کہ اس کے پچا زید نے ایک مکان خرید

کیا۔ آیا زید نے خرید کر دہ مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجا بھی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامد اور مصلیاً:

اگر زید کا بھتیجا کوئی مستقل علیحدہ کام کرتا ہے تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی نہیں۔ اور اگر وہ علیحدہ کام نہیں کرتا بلکہ زید کی معیت اور شرکت میں کرتا ہے تو اس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے اور یہ کہا جائے گا کہ اصل کاروبار کرنے والا زید ہی ہے اور بھتیجا اس کا معین۔

جو مکان ازید نے خریدا ہے، اس میں بھتیجا کا حصہ نہیں۔ اگر روپیہ کچھ بھتیجا کی ملک سے ادا کیا ہے تو اس روپیہ کی بطور قرض واپسی ضروری ہے:

”أَبْ وَابن يكتسبان فِي صنْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمَا مَالٌ، فَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلأَبِ إِذَا كَانَ الْابن فِي عِيَالِ الأَبِ، لِكُونِهِ مَعِينًا لَهُ، أَلَّا ترَى أَنَّهُ لَوْ غُرِسَ شَجَرَةً تَكُونُ لِأَبِ. وَكَذَا الْحُكْمُ فِي الْزَوْجِينَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُمَا شَيْءٌ، ثُمَّ اجْتَمَعُ بَسْعِيهِمَا أَمْوَالٌ كَثِيرَةٌ، فَهِيَ لِلزَوْجِ، وَتَكُونُ الْمَرْأَةُ مَعِينَةً لَهُ، إِلَّا إِذَا كَانَ لَهَا كَسْبٌ عَلِيَّهُدَةٌ، فَهُوَ لَهَا، كَذَا فِي الْقَنِيَّةِ. وَمَا تَغْزَلَهُ مِنْ قَطْنِ الزَوْجِ وَيَنْسِجُهُ هُوَ كَرَأِيسُ، فَهُوَ لِلزَوْجِ عِنْدِهِمْ جَمِيعًا، كَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْحَمَادِيَّةِ، أَهُدْ. هندية:

(۱) ۳۰۸/۲

”زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب علية حدة، ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوى ولا التمييز؟ فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركيبة أبيهم ونما المال، فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي، أهـ“.
رد المحتار: ۲/۴۰۵ (۲). فقط والله تعالى أعلم.

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/۲۷-۵۹۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربيع الثانی ۵۹ھ۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۲۹، كتاب الشركة، الباب الرابع في شركة الوجه وشركة الاعمال، رشيدية)

(۲) (رد المحتار: ۳/۳۲۵، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، سعید)

توریثِ حمل کی ایک صورت

رشید احمد عفی عنہ، مدرس اول ہدایۃ العلوم بھپنڈا، پوسٹ راہوکی، متصل حیدر آباد سنده۔

مشفقی المکرم زیدت عنایا تکم! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۸۲۹]: بعد از طلبِ خیریتِ طرفین گذارش یہ کہ بندہ ۱۰/ شعبان المظہم سے مدرسہ میں رخصت ہو جانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیر پور آیا ہوا ہے اور اس جگہ بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ باعثِ تحریر آنکہ مسئلہ مذکورہ ذیل میں بندے کو قدر رے شہر ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کر دیا ہے، اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں، تاکہ معتبر کتب سے اس کی تحقیقی کر لی جاتی اور اب آنچاہ کی طرف ارسال ہے، اگر صحیح ہو تو تصویب فرمادیں اور حوالہ بھی ہو سکے تو تحریر فرمادیں۔ اور اگر خطاب ہو تو اصلاح فرمائیں کرممنون فرمادیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ:

اگر حمل غیر مورث کا ہو اور حاملہ معتدہ رجعیہ ہو اور اس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو موت مورث سے چھ ماہ اور وقت طلاق سے دو برس میں سے جو مدت ابعد ہو، اس کے اندر اندر پیدا ہونا شرط ہے اور اگر مضی مدت کا اقرار کیا ہو تو اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو، بشرطیکہ مذکورہ بالا بعد الأجلین کے بھی اندر ہو، کیونکہ اگر ستہ اشهر من موت المورث ابعد ہے تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعیہ میں یوم طلاق سے دو برس کے بعد بھی وارث ہو گا۔

اور اگر یوم طلاق سے دو برس بعد الأجلین، تو اس میں اگرچہ ممکن ہے کہ موت مورث کے وقت حمل نہ ہو، اس کے بعد رجوع کر کے وطی کی ہو اور حمل ہو گیا ہو، مگر یہ خلاف ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔

فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کامزاج گرامی بھی مع الخیر ہو گا، حسن خاتمه کی دعا سے فراموش نہ فرمادیں۔

= (وَكَذَا فِي تَنْقِيْحِ الْفَتاوِيِّ الْحَامِدِيَّةِ، كَتَابُ الدُّعَوَى، مَطْلُوبٌ: مَا أَكْتَسَبَهُ الْابْنُ يَكُونُ لِأَبِيهِ: ۱۸/۲)

(مکتبہ میمنیہ مصر)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِّ الْكَامِلِيَّةِ: ۱/۱، ۵۲، ۵۱، كَتَابُ الشَّرْكَةِ، مَكْتَبَهُ حَقَانِيَّهُ پشاور، پاکِستان)

رشید احمد غفرلہ، لدھیانوی ثم خیر پوری، از خیر پور، میرس جامع مسجد (سنده)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جزئی صراحت نہیں ملا، اور جو تفصیل آپ نے تحریر کی ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کاماً خذ کیا ہے۔
امید کہ مدرسہ پہنچ کر بعد رخصت تحریر فرمائیں گے (۱)۔

(۱) یہ استفقاء حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا، اسی نوع کے تین سوالات احسن الفتاویٰ میں ایک ہی جگہ موجود ہیں، لیکن دونوں کی تاریخوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تینوں فتاویٰ کی تاریخیں بعد کی ہیں، یعنی ۱۳۷۵ھ کی اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ پہلے کا یعنی ۱۳۶۶ھ کا ہے۔ احسن الفتاویٰ کے تینوں فتاویٰ یہ ہیں:

سوال: ”ایک شخص کی موت کے چھ ماہ بعد اس کی والدہ کو پچھہ پیدا ہو جو ڈیڑھ سال سے مطلقہ رجعیہ تھی تو یہ پچھہ وارث ہوگا؟

ایک شخص فوت ہوا، سات آٹھ ماہ کا عرصہ گزرنے پر اس کا بھائی پیدا ہوا، حالانکہ ان کے باپ نے ان کی والدہ کو تقریباً ڈیڑھ سال سے طلاق رجعیہ دی ہوئی ہے، یہ بھائی شرعاً وارث ہوگا یا نہیں؟ میتواتو جروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:

اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس ولد کا علوق موت مورث کے وقت موجود تھا، کیونکہ وقت موت سے دو برس کے عرصہ تک پچھہ پیدا ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ زوج نے رجوع نہیں کیا اور یہ علوق قبل از طلاق ہے، لہذا یہ بھائی وارث ہوگا۔

قال الإمام المرغيناني رحمه الله تعالى: ”بخلاف ما إذا اعتقت المعتدة عن موت أو طلاق، فجاءت بولد لأقل من سنتين من وقت الموت أو الطلاق، حيث يكون الولد مولى لموالى الأم وإن اعتق الأب؛ لتعذر إضافة العلوق إلى ما بعد الموت والطلاق البائن لحرمة الوطء، وبعد الطلاق الرجعي، لما أنه يصير مراجعاً بالشك، فاستند إلى حالة النكاح، فكان الولد موجوداً عند الإعتاق فعتق مقصوداً“۔ (هدایة،

كتاب الولاء: ۳۲۲/۳)

وفي بحث العمل من الشامية: ”وإن كان من غيره، فإنما يرث لو ولد

لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتمدة ولم تقر بانقضائها، الخ.“
اور اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار کیا ہو تو یہ بھائی اس شرط سے وارث ہو گا کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو، والا فلا۔ والله سبحانه تعالیٰ اعلم، ۱۳۷۵/ رب جمادی۔

سوال: ”حمل غير مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونا شرط ہے:

حمل غير مورث کا ہوتواں کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاً قل من ستة أشهر ہے یا کہ تمام ستة أشهر؟ شامیہ میں ”لستة أشهر أو أقل“ اور بحر میں صرف ”أقل من ستة أشهر“ لکھا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب:

شامی نے سراجیہ کی موافقت کی ہے، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط میں دیگر بعض مسائل میں ستة أشهر کو أقل کے ساتھ لاحق کیا ہے، اور طحطاوی میں اسی مسئلہ میں ستة أشهر کا اکثر کے ساتھ لاحق ہونا مصرح ہے: ”وإن جاءت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، أه.“
بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے، خود شامیہ میں مسئلہ ذیل میں ستة أشهر کو اکثر کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

”والمتوفى عنها إذا ادعت انقضاءها، ثم جاءت بولد ل تمام ستة أشهر، لا يثبت نسبة، ولا أقل يثبت، أه.“ (ردد المحتار: ۲/ ۶۲۳)۔
والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔ ۱۳۷۵/ رب جمادی۔

حمل غير موت مورث مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا مگر ورثہ بوقت موت وجود حمل کے مقرر ہیں تو یہ حمل وارث ہو گا؟

سوال:

شامیہ بحث اعمل میں ہے:

”وإن كان من غيره، فإنما يرث لوولد لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتمدة ولم تقر بانقضائها أو أقر الورثة بوجوده“.
اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے یا کہ بعض کا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

محترم المقام زید احترامکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بغضلہ تعالیٰ یہاں ہر طرح خیریت ہے، خداوند تعالیٰ طرفین میں عافیت رکھے، اس مبارک ماہ، مبارک اوقات میں مبارک مشاغل میں۔

چوباحبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آرم جبان بادہ پیمارا
بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دین و دنیوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہ، ۱۳۶۶/۹/۱۰۔

طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟

سوال [۹۸۵۰]: اگر مورث کی والدہ حاملہ ہے اور معتدہ رجعیہ ہے، عدت گذرنے کا اس نے اقرار نہیں کیا تو اس کا ولد موت مورث یا وقتِ طلاق سے کتنی مدت کے اندر پیدا ہو تو وارث ہو گا؟

الجواب و منه الصدق والصواب:

چونکہ اقرار جلت قاصرہ ہے، اس لئے صرف مقرین کے حق میں ان کا اقرار معتبر ہو گا، البتہ اگر موت مورث کے وقت ظہور حمل عام طور پر معلوم ہو، یا اس کے ظہور پر شاہد موجود ہوں تو جملہ وارثوں کے حق میں اس کا ارث جاری ہو گا، ظہور حمل کا اعتبار جزئیہ ذیل سے ثابت ہے:

”یثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحججة تامة

أو حمل ظاهر، الخ.“ (رد المحتار: ۲۲۶/۲).

حمل کی ولادت سے قبل اس کے لئے سہم موقوف رکھنا بھی ظہور حمل کے اعتبار کی دلیل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۷۵ رب جمادی

(أحسن الفتاوى، كتاب الوصية والفرائض: ۹/۲۸۳-۲۸۵، سعید)

البتہ احسن الفتاوى نویں جلد کے آخر میں ”تسهیل المیراث“ کے نام سے ایک رسالہ ہے جس میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے سبق چہاروہم ”حمل کا حکم“ کے عنوان کے تحت جو بحث کی ہے اس کا اور فتاوىٰ محمودیہ میں ذکر کردہ فتویٰ دونوں کا سنہ ۱۳۶۶ھ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وقت طلاق سے اکثر مدتِ حمل کے اندر پیدا ہونے سے بچہ وارث ہوگا، جب کہ توریث کا مدار ثبوت نسب پر ہے:

”وَإِنْ كَانَ الْحَمْلُ مِنْ غَيْرِهِ: أَىٰ مِنْ غَيْرِ الْمَيْتِ وَجَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِأَقْلَى مِنْ سَتَةِ أَشْهُرٍ، يَرِثُ. وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسَتَةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَكْثَرَ، فَإِنَّهُ لَا يَرِثُ، كَمَا إِذَا تَرَكَ زَوْجٌ حَبْلًا مِنْ أَبْنَهُ الْكَافِرَ أَوْ الرَّقِيقَ، إِلَّا إِذَا كَانَتْ تِلْكَ الْمَرْأَةُ مَعْتَدِةً طَلَاقًا أَوْ فِرْقَةً وَلَمْ تَقْرَبْ بِانْقِضَاءِ الْعُدْدَةِ، فَإِنَّهُ حِينَئِذٍ يَرِثُ الْوَلَدَ لِضَرُورَةِ إِثْبَاتِ النِّسْبِ الدَّاعِيَةِ إِلَى إِضَافَةِ الْعُلُوقِ إِلَى أَكْثَرِ مَدَةِ الْحَمْلِ، اه“. طحطاوی:

(٤٠٣/١)-

صورت مسئولہ کا مدار توریث مطلق سے ثبوتِ نسب پر نہیں، بلکہ ولدِ الأم ہونے پر ہے، لہذا یہاں مضی عدت اور عدمِ مضی کو دخل نہیں اور اکثر مدتِ حمل کا اعتبار نہیں، بلکہ اگر موتِ مورث سے لأقل من ستة أشهر ولادت ہو تو وارث ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

توریثِ حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال [١] ٩٨٥]: حمل غیر مورث کا ہتواس حمل کے وارث ہونے کی شرط ولادت لأقل من ستة أشهر ہے، یا لتسامن ستة أشهر، شامی نے ”ستة أشهر أو أقل“ (٢)، بحر نے صرف ”لأقل من ستة

(١) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۰۳/۳، کتاب الفرائض، فصل فی الغرقي والحرقى، دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت)

(وَكَذَا فی الدر المختار: ۱/۸۰ کتاب الفرائض، فصل فی الغرقي والحرقى، سعید)

(وفی السراجیة، ص: ۵۸، فصل فی الحمل، سعید)

(٢) ”وَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ، فَإِنَّمَا يَرِثُ لَوْلَدٌ لِسَتَةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَقْلَى، وَإِلَّا فَلَا“۔ (رد المختار: ٦/٨٠، کتاب الفرائض، فصل فی الغرقي والحرقى، سعید)

أشهر، لکھا ہے (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی: ۷۰۲/۲ نے سراجی ص: ۲۹ کی موافقت کی ہے (۲)، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستہ اشهر کو أقل کے ساتھ لاحق کیا ہے (۳)، اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا۔ اور طحاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستہ اشهر اکثر کے ساتھ لاحق ہے، بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے: ” وإن جاءت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، أهـ“ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ۔

سؤال متعلق باستفتاء بالا

وال [۹۸۵۲]: اکثر کتب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے انقضائے عدت کا اقرار کر لیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا۔ تو کیا اگر اقرار سے لأقل من ستہ أشهر پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا؟

(۱) ”ذکر الصدر الشهید فی فرائضه، أن الجنين يرث إذا كان موجوداً فی البطن عند موت المورث بأن جاء لأقل من ستة أشهر مذمات المورث وهذا التقدير في استحقاق الجنين من غير الأب“.

(البحر الرائق: ۳۹۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) چنانچہ سراجی میں ہے: ”إِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ وَجَاءَتْ بِالوَلَدِ لِسَتْةِ أَشْهُرٍ أَوْ أَقْلَى مِنْهَا، يَرِثُ. وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْثَرُ مِنْ أَقْلَى مَدَةِ الْحَمْلِ، لَا يَرِثُ“۔ (السراجی، ص: ۵۸ فصل فی الحمل، سعید) (وراجع رد المحتار، المصدراً السابق)

(۳) ”وَإِنْمَا يَعْلَمُ وَجُودُهُ فِي الْبَطْنِ إِذَا جَاءَتْ بِهِ لأَقْلَى مِنْ ستةِ أَشْهُرٍ مذماتِ المورث؛ لِأَنَّ أَدْنَى مَدَةِ الْحَمْلِ ستةِ أَشْهُرٍ. وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لأَكْثَرُ مِنْ ستةِ أَشْهُرٍ، فَلَا مِيراثُ لَهُ“: (المبسوط: ۵، الجزء: ۳۰، ص: ۶۰، کتاب الفرائض، باب میراث الحمل، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۴) (حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار: ۳۰۳/۳، کتاب الفرائض، فصل فی الغرقی والحرقی، دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اقرار پر عدت ختم ہو جاتی ہے، لیکن اقرار کے بعد لااقل من ستة أشهر پیدا ہو جانا اس کے لئے مکذب ہے، لہذا بچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا، بشرطیکہ اکثر مدت حمل (دو سال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔ اگر موتِ مورث سے دو سال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا:

”والمتوفى عنها إذا أدعى انقضائه، ثم جاءت بولد ل تمام ستة أشهر، لا يثبت نسبة،

ولأقل يثبت، اه.“. شامی: ۲/۸۵۸۔

”يثبت نسب ولد المقررة بانقضاء العدة إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، كما إذا أقرت بعد ماضى من عدتها سنتان إلا شهرين فجاءت بولد بعد ثلاثة أشهر من وقت الإقرار، لم يثبت نسبة منه؛ لأن شرط ثبوته أن يكون لأقل من سنتين من وقت الفراق بالموت أو بالطلاق، وبعد ذلك لا يثبت. وإن لم تقر بالانقضاء فمع الإقرار أولى، اه.“. زيلعی (۲)۔

”قال الإماماني: هذا الذي ذكره القدورى يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدةً عن وفات أو عن طلاق، بأى من أورجعى؛ لأنه أطلق المعتدة ولم يقيدها، يدل عليه ما ذكره فخر الإسلام وغيره في شروح الجامع بقولهم: إذا أقرت بانقضاء العدة في الطلاق البائن أو الرجعى في مدةٍ تصلح لثلاثة أفراء، ثم ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر من ذ أقرت، ولأقل من سنتين من ذ بانت، وفي الرجعى كيف ما كانت بعد ما يكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت، لعلمنا ببطلان الإقرار. وإن ولدت لستة أشهر من ذ أقرت، يثبت (☆)؛ لأن لم نعلم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اه.“. شلبى هامش الزيلعى: ۳/۴۲۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۵۲۰، كتاب النكاح، باب العدة، سعيد)

(۲) (تبیین الحقائق لفخر الدين الزیلعی: ۳/۲۸۲، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمية بيروت)

(☆) ”قوله: يثبت هكذا في الأصل، والظاهر أنه ”لم يثبت“ قد سقط ”لم“ من الكاتب. محمود حسن گنگوہی غفرله

(۳) (حاشية الشلبى على هامش التبیین للزیلعی: ۳/۲۸۲، ۲۸۳، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمية بيروت)

والمسئلة مذکورة فی البحر: ۴/۱۷۳ (۱)۔ وفتح القدیر: ۳۰۵/۲ (۲)۔
لیکن علامہ زیلیعی نے ایک اشکال کیا ہے (۳) جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے،
فليتأمل فيه (۴)۔

فی الفتاوی الہندیۃ: ”ولومات عنہا قبل الدخول او بعده، ثم جاءت بولد من وقت
الوفات إلى سنتین، یثبت النسب منه. وإن جاءت به لأكثر من سنتین من وقت الوفات، لا یثبت
النسب. هذا كله إذا لم يقر بانقضاض العدة، وإن أقرت – وذلك في مدة تنقضى في مثلها عدة
الطلاق والوفاة سواء۔ ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، یثبت النسب،

(۱) ”اما من الأب، فإن جاء به لأقل من سنتين من وقت الموت، فإنه يرث مالم تقرّ بانقضاض العدة فالاصل أن
المعتدة إذا جاءت بالولد لأقل من سنتين من وقت الطلاق، فإنه یثبت نسب الولد من الزوج إذا لم تقرّ بانقضاض العدة، فإذا
ثبت النسب من الميت، يرث منه ضرورةً. وإن جاء لأكثر من سنتين، لا یثبت النسب من الميت، ولا يرث منه“. (البحر

الراائق: ۹/۳۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”قوله: ویثبت نسب ولد المطلقة الرجعیة إذا جاءت به لسنتین أو أكثر مالم تقرّ بانقضاض عدتها، ثم جاءت بولد،
لا یثبت نسبه، إلا إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، فإنه یثبت نسبه“. (فتح القدیر: ۳/۳۵۱، کتاب
الطلاق، باب ثبوت النسب، مصطفیٰ البانی الحلبي مصر)

(۳) (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳/۲۸۳، دار الكتب العلمية بیروت)

(۴) ”وذكر في التبیین بقیٰ فيه إشكال وهو ما إذا أقرت بانقضاض عدتها، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من
وقت الإقرار وأقل من سنتين من وقت الفراق، ينبغي أن لا یثبت نسبه إذا كانت المدة تتحمل ذلك بأن أقرت بعد ما
مضى سنة مثلاً، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار؛ لأنه يحتمل أن عدتها انقضت في شهرين أو ثلاثة
أشهر، ثم أقرب بعد ذلك بزمان طویل، ولا یلزم من إقرارها بانقضاض العدة أن تنقضى في ذلك الوقت فلم یظهر كلبها
بیقین، إلا إذا قالت: القضاة علتنی الساعۃ، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من ذلك الوقت“. (البحر الراائق، کتاب
الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳/۲۷۰، ۲۷۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في ثبوت النسب، مطلب في ثبوت النسب من الصغیرۃ:

۳/۵۳۲، سعید)

عالیٰ گیری: ۱/۵۳۷ (۱)۔
والأفلا، اه۔

جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق و راثت بھی ہوگا۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفوا اللہ عنہ۔

ال ايضاً

سوال [۹۸۵۳]: شامی بحث الحمل میں ہے: ”إِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِ، فَإِنَّمَا يُرِثُ لِوْلَدَ لِسْتَةَ أَشْهُرٍ أَوْ أَقْلَ، إِلَّا إِذَا كَانَتْ مَعْتَدَةً وَلَمْ تَقْرَأْ بِانْقِصَاصِهَا أَوْ أَقْرَأْ الْوَرَثَةَ بِوُجُودِهِ“ (۲)۔

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کیا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا عاقل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روزِ طلاق سے دو سال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا اور اگر معتدہ باسہ ہو، یا ورثہ نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روزِ طلاق یا موت سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس مسئلہ میں صراحةً کوئی جزئی نہیں ملا۔ حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں عبارت ہے:

”ويثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحججة تامة أو حبل ظاهر، أو إقرار الزوج به، أو تصديق بعض الورثة، فيثبت في حق المقررين. وإنما يثبت النسب في حق غيرهم حتى الناس كافة إن تم نصاب الشهادة بهم، بأن شهد مع المقرر رجل آخر. وكذلك الوصده عليه الورثة وهم من أهل التصديق، فيثبت النسب، وإلا يتم نصابها، لا يشارك المكذبين، اه۔“ در المختار مختصرًا (۳)۔

”قوله: أو تصدق بعض الورثة) المراد بالبعض من لا يتم به نصاب الشهادة وهو الواحد

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۳۷، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، رشيدية)

(۲) (رد المختار: ۱/۸۰، کتاب الفرائض، فصل في الغرقى والحرقى، سعيد)

(۳) (البر المختار مع رد المختار: ۳/۵۳۲، ۵۳۱، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعيد)

العدل أو الأکثر مع عدم العدالة كما يظهر مقاله ح. و صورة المسئلة: لو أدعى معتدة الوفاة الولادة، فصدقها الورثة ولم يشهد بها أحد، فهو ابن الميت في قوله جمیعاً؛ لأن الإرث خالص حقهم، فيقبل تصدیقهم فيه، فتح. (قوله: فيثبت في حق المقربين) الأولى: في حق من أقر، يشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعة، ثبت في حق غيرهم أيضاً، إلا أن يحمل على ما إذا كانوا غير عدول، أفاده قوله: (في حق غيرهم): أى في حق من لم يصدق، اهـ. شامی: ۸۶۳/۲(۱)-
لیکن یہ نفس ولادت کے متعلق کلام ہے۔ معتده باشہ رجعیہ کا جزئیہ صریحہ اس سے پہلے جواب میں شلبی ہامش الزبیعی سے منقول ہو چکا ہے (۲) اور یہ بحر (۳)، وشامی وغیرہ میں بھی ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ۔

(۱) (رجال المحatar، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۵۳۶/۳، سعید)

(۲) ”قال الإتقانى: هذا الذى ذكره القدورى يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدة عن وفات أو عن طلاق، بائن أو رجعى؛ لأنه أطلق المعتدة ولم يقيّدها، يدل عليه ما ذكره فخر الإسلام وغيره فى شروح الجامع بقولهم: إذا أقرت بانقضاء العدة فى الطلاق البائن أو الرجعى فى مدة تصلح لثلاثة أقراء، ثم ولدت، فإن ولدت لأقل من ستة أشهر منذ أقرت، وأقل من سنتين منذ بانت، وفي الرجعى كيف ما كانت بعد ما يكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت؛ لعلمنا ببطلان الإقرار. وإن ولدت لستة أشهر منذ أقرت، يثبت؛ لأن المعلم بفساد الإقرار، كذلك فى الوفاة، اهـ.“ (حاشية الشلبی على هامش التبیین للزبیعی: ۲۸۲/۳، ۲۸۳، ۲۸۲، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمیہ بیروت)

(۳) قال العلامة ابن نجمیم رحمه الله تعالى: ”والمرأة بمضيها لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، والإلا: أى وثبتت نسب ولد المعتدة المقررة بمضيها إذا جاءت بالولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار ولو جاءت به لستة أشهر أو أكثر من وقت الإقرار، لم يثبت؛ لأن المعلم بطلاق الإقرار، لاحتمال الحلوث بعده، وهو المراد بقوله: والإلا“۔ (البحر الرائق: ۲۷۰/۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، رشیدیہ)

(۴) ”وكذا المقررة إن ولدت لذلك من وقت الإقرار: أى من أقرت بانقضائها بعد ثلاثة أشهر. (قوله: إن ولدت لذلك): أى لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار: أى وأقل من تسعة أشهر من وقت الطلاق، لظهور كذبها بيقين، وحينئذ فلا فرق بين الإقرار وعلمه في أنه لا يثبت النسب، إلا إذا ولدته لأقل من تسعة أشهر.“ (رجال المحatar: ۵۳۳/۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

ایضاً

سوال [۹۸۵۲]: اگر حمل غیر مورث کا ہوا اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وفات مورث سے، تو وہ تب وارث ہو گا کہ ورش نے وفات مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو، یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے؟

اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائی ہیں، مگر اس صورت میں "إقرار من يتم به الشهادة" اس لئے کافی ہے کہ ولادت خود ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے، بخلاف صورت مسئولہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہو گی، ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہو گی۔ پس احقر کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ جھٹ قاصر ہے، اس لئے مقررین کے حق میں حمل وارث ہو گا، بقیہ کے حق میں وارث نہ ہو گا اگرچہ مقررین کی تعداد نصاب شہادت سے بھی زائد ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق صراحةً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوتِ نسب ہو گا تو استحقاق وراثت بھی ہو گا (۱)۔ نیز عبارات درختار میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا: "فيثبتت في حق المقررين" (۲)، اس سب سے مقصود بعض احتمالات کی اقربیت کو بیان کرنا تھا۔ اقرار کا جھٹ قاصر ہے جس کی نظر "فيثبتت في حق المقررين" بھی ہے، اگرچہ وہ نقصان نصاب پر مرتب ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ۔

(۱) چنانچہ بحر الرائق میں ہے: "فِإِذَا ثَبِّتَ النَّسْبَ مِنَ الْمَيِّتِ، يُرِثُ مَنْهُ ضَرُورَةً". (البحر الرائق: ۳۹۲/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "فيثبتت في حق المقررين" وثبتت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحججة تامة أو جبل ظاهر أو إقرار الزوج به أو تصديق بعض الورثة، فيثبتت في حق المقررين". (الدر المختار). (قوله: أو تصدق ببعض الورثة) المراد بالبعض من لا يتم به نصاب الشهادة، وهو الواحد العدل أو الأكثر مع عدم العدالة (قوله: فيثبتت في حق المقررين) الأولى في حق من أقر، يشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعة، ثبت في حق غيرهم أيضاً". (رد المختار: ۳/۵۲۲، ۵۲۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۳/۲۸۲، ۲۸۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال [۹۸۵۵]: ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ ایسی شریعت نے محبوب کو میراث سے کیوں محروم

ٹھہرایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

میراث کیلئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے محبوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے، لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے۔ اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے، مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے۔ یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا (۱)، یہ بات بالکل صاف اور قابلِ قبول ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳/۲/۸۔

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال [۹۸۵۶]: شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں شادی شدہ

(۱) ”ويسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل في قربة الجد إلى الميت“۔ (السراجی). ”لأن قرابته بواسطة الأب، فما دامت الواسطة أهلاً للميراث، فالميراث للواسطة كابن الابن مع الابن“۔ (الشريفية، ص: ۹، باب معرفة الفرض ومستحقها، سعید)

”كل من يدللي: أى ينتهي إلى الميت بشخص، لا يرث مع وجود ذلك الشخص، كابن الابن، فإنه لا يرث مع الابن“۔ (الشريفية، ص: ۲۸، باب الحجب، سعید)
 (وكذا في السراجي، ص: ۷، باب الحجب، سعید)

ہیں، ان دونوں لڑکیوں کا والد کی جانب سیداد میں شرعاً حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں، ان کو ضرور حصہ ملتا ہے (۱)۔ اگر صرف چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، تو بعد ادای حقوقِ متفقہ علی الامیر اث دس سہام بنا کر دوسرا سہام چار لڑکوں کو اور ایک ایک سہام دونوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵ھ / ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء۔

الجواب صحیح: بنده نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال [۹۸۵]: مرزا محمد اسحاق بیگ کا انتقال ہو گیا، پسمندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیگ و مرزا معین الدین بیگ اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیگ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائیداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیگ اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) نقشہ تقسیم ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۱۰

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱

قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَإِن كَانُوا إِخْرَاجًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مُثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَّنَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

اب مفتیان کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائیداد میں سے از روئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا؟ نیز باقی لوگوں میں جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیر منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف لڑکوں کو ہی ملے؟ یہ بھی مطلع سمجھئے کہ بہن کی اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے والے کی کیا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیے کہ حق دینے میں دریکرنا کیسا ہے؟

یہ بھی مطلع سمجھئے کہ عدالتی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور لڑکی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو لوگ مذکورہ بالاحق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے؟ یا جو لوگ مذکورہ حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرزا محمد اسحاق بیگ

مسئلہ ۸، تص ۳۰

زوجہ زہرہ بیگم	ابن فخر الدین بیگ	ابن معین الدین بیگ
بنت سلطانہ بیگم	۳۵	۱۲
۷		۱۲
		۱
		۵

بشرط صحیت سوال عدم موافق ارث بعد تجهیز و تکفین و ادائے دین مهر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از ثلث مال (۱) مرزا محمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام یہود (زہرہ

(۱) حقوق مقدمہ یعنی تجهیز و تکفین، ادائے دین، اگر وصیت کی ہے تو تنفیذ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا:

”تعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفینه وتجهیزه، من غير تبذیر ولا تقتیر، ثم تقضى دیونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وَكَذَا فِي الدِّرَرِ الْمُخْتَارِ، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۶/۲۱، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفتاوِيِ الْعَالَمِكَيْرِيَةِ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما بتعلق بالترکة:

۶/۷، ۳۲، رشیدیہ)

بیگم) کو ملیں گے (۱)، چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین و معین الدین کو ملیں گے، سات سہام لڑکی سلطانہ بیگم کو ملیں گے (۲)۔ روپیہ، زیور، کپڑا، برتن، گھر کا سامان، مکان، باغ، کھیت غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مر جوم کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

بہن کی حق تلفی کرنا سخت ہے، بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔ اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے، اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کی ایک بالشت زمین غصب کر لی تو اس کی سزا میں ساتوں زمینوں کا طوق بن کر گلے میں ڈالا جائے گا (۳)۔ دو تین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں دلائی جائیں گی، جس کا حق واجب ہواں کے ادا کرنے میں بلا وجہ تاخیر کرنا اور ملا ناظم ہے (۴)، خاص کر جب کہ صاحب حق کی طرف سے مطالبه بھی ہو، اگر ادا نہ کیا اور تاخیر ہو گئی تو وہ مطالبه ساقط نہیں ہوگا، یہاں تک کہ قیامت کو دلایا جائے گا (۵)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلْهُنَّ الشَّمْنَ مَا ترَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ تَوَصَّونَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾
(سورة النساء: ۲۱)

(۲) قال الله تبارک و عالي: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (سورة النساء: ۱۱)
(۳) ”عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ”من أخذ شبراً من الأرض ظلم، فإنه يطوق يوم القيمة من سبع أرضين“ . متفق عليه . (مشکوٰۃ المصایب، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۷۵، قدیمی)

(۴) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، قال: ”مظل الغنى ظلم، وإذا اتبع أحد على ملئي فليتبع“ . (سنن أبي داؤد، کتاب البیوع، باب فی المطلع واحسن القضاء: ۳۷۳/۲، دار الحديث ملتان)

(۵) ”الحق لا يسقط بتقادم الزمان“ . (شرح الأشباه والنظائر، کتاب القضاء والشهادات: ۱۹۳/۲، إدارة القرآن کراچی)

”ويضمن المال المسروق؛ لأنَّه حق العبد فلا يسقط بالتقادم“ . (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا: ۳۱/۳، سعید)

”وعنه (ابي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لتودن الحقوق إلى أهلها يوم القيمة حتى يقاد الشاة الجلحاء من الشاة القراء“ . رواه مسلم . (مشکوٰۃ

ظالم کی ظلم میں مذکورنا بھی ظلم ہے (۱)۔ مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسب طاقت وحیثیت مذکورنا لازم ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۸۵۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۸۵۔

بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراہٹ سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۸]: ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے، بعد عدد عقدِ ثانی کرتی ہے۔ عورت کے اولاد نہیں ہے، صرف خسر زندہ ہے۔ شوہر مذکورہ بالا اور اس کے والد سب ایک، ہی ساتھ رہتے تھے۔ عورت مذکورہ زیورات، ملبوسہ جسم و منقولہ جائیداد وغیرہ منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے، یا نہیں پاسکتی علاوہ مہر کے؟ اگر عورت مذکورہ نے مہر معاف کر دیا ہے تو واقعاتِ مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر معاف نہیں کیا تو جائیداد مذکورہ بالا سے مہروضول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شوہر مذکورہ اور اس کے والد ایک، ہی ساتھ رہتے تھے، شوہر کی کوئی علیحدہ جائیداد رقم وغیرہ نہیں ہے۔

المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۷۵، قدیمی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تعاونوا على الإثمِ وَالعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عن أوس بن شرجيل أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: “من مشى مع ظالم يقويه وهو يعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام”. (مشكوة المصابيح، باب الظلم، ص: ۳۳۶، قدیمی)

”فقد خرج من الإسلام“: أي من كمال الإيمان أو من حقيقة الإسلام المقتضي أن يسلم المسلمين من لسانه ويده“. (مرقاۃ المفاتیح، باب الظلم: ۸/۸۵۸، رقم الحديث: ۵۱۳۵)، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَتَعاونوا على البر والتقوى﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً“. فقال رجل: يا رسول الله! أنصره مظلوماً، فكيف أنصره ظالماً؟ قال: “تمنعنيه من الظلم، فذلك نصرك إياه“. متفق عليه“. (مشكوة المصابيح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، ص: ۳۲۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

عقد ثانی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا اوراثت سے محروم نہیں ہوگی (۱)، جواشیاء: زیور، لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں، خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا اخسر نے تمیل گا وہی ہوں، وہ تو بلا شرکت غیر عورت کی ملک ہیں (۲)، اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا، ان میں اوراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ جواشیاء شوہر کی ملک ہو چکی تھیں، خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تمیل گا دیدی ہوں وہ ترکہ شمار ہوں گی (۴)، اولًا قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلِهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا ترَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِهُنَّ الثُّمنُ مِمَّا ترَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”ثم شرع في الحجب فقال: ولا يحرم ستة من الورثة بحال البتة: الأب، والأم، والابن، والبنت: أى الأبوان والوالدان والزوجان“۔ (الدر المختار، کتاب الفرائض، فصل في العصبات: ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب: ۳۵۲/۶، رشیدیہ)

(۲) ”فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك للمرأة، وأنه إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها، ولا يختص بشيء منه“۔ (رد المحتار: ۳/۵۸۵، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، سعید)

(۳) اصل جائید اب پ کی ہے میت یعنی بیٹے کی نہیں ہے اور عورت کو اپنے شوہر کے ترکہ سے میراث ملے گی، نہ کہ سر کے مال سے:

”الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله، لكنه معيناً له وفي الخانية: زوج بنية الخامسة في داره وكلهم في عياله، واختلفوا في المطالع، فهو للأب، وللبنين الثياب التي عليهم لا غير“۔ (رد المحتار: ۳/۳۲۵، کتاب الشرکۃ، فصل في الشرکۃ الفاسدة، سعید)

(وکذا فی تبیح الفتاوی الحامدیۃ: ۲/۷، کتاب الدعوی، مکتبہ میمنیہ، مصر)

(۴) ”یملک الم WooB لہ الم WooB بالقبض، فالقبض شرط لثبت الملك لالصحة الھبة“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱/۳۷۳، رقم المادة: ۸۲۱)، کتاب الھبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۲۹۰، کتاب الھبة، سعید)

چو تھائی حصہ عورت کو ملے گا، هکذا فی الہندیہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود نگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۱۰/شوال/۱۳۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/شوال/۱۳۶۷ھ۔

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۹]: کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کر لے تو اس سے اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد اور ملک سے مہر کا حق نہیں؟ یہاں کی کمیٹی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ جب بعد عددت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حق وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ وہ حقدار رہتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲۹/۱۳۸۸ھ۔

عقد ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال [۹۸۶۰]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقد ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور

(۱) ”الترکة تتعلق بها حقوق أربعة: جهاز الميت ودفنه، والدين، والوصية والميراث، فيبدأ أولاً بجهازه وكفنه وما يحتاج إليه في دفنه ثم بالدين“۔ (الفتاوى العالمكیریۃ: ۲/۷۳، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مَا ترکْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشَّمْنَ مِمَّا ترکْتُمْ مِنْ بَعْدِ وصِيَّةٍ تَوَصَّلْنَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورۃ النساء: ۱۲)

”اما للزوجات فحالتان: الرابع للواحدة فصاعده عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل“.

(السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۷، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے، عقدِ ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی، اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۸۹ھ۔

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال [۹۸۶۱]: مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے، اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے؟ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں پھر بھی اس کی کون (سی) وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مرجائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مرجائے تو بیٹا محروم ہوگا۔ خلاصہ تحریر فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے (۲)، اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔ البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے، مگر حکمت کے سمجھنے کیلئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے (۳) جن غریبوں کو املاکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو، ان کو اس فکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۶/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَهُنَ الرِّبْعُ مَا ترکتم إِن لَمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَ الشَّمْ مَمَاتِرَكُتم مِنْ بَعْدِ وصِيَةٍ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دِينٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”أما للزوجات فحالات: الرابع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل“.

(السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۷، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَاكُمْ مِنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورة الحشر: ۷)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿أَبَا ءُوكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيْهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فِرِیضَةً مِنَ اللَّهِ﴾ الآية =

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق و راثت

سوال [۹۸۶۲]: ہم چار بھائی ہیں، والد صاحب کا انتقال ہو گیا، انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحوم بھائی کے بچے ہیں، ان بچوں کا حق ترکہ میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے اور چوتھے مرحوم بیٹے نے اولاد چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۱)، ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود مملوک ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶۔

= ”جملة معترضة لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى: أن الله تعالى قدّر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ماعلم فيه حكمة ومصلحة. ولو وكلها إليكم لم تعلموا أن آباءكم وأبناءكم الباقيون أيهم أقرب لكم نفعاً وأبعد ضرراً، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير إدراك نفع، فتولى الله ذلك بنفسه فضلاً منه ومنه من عنده، ولم يكلها إلى اجتهادكم لعجزكم عن معرفة المقاصير“۔ (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، ص: ۲۳۳، مكتبة حقانیہ پشاور)

واضح ہے کہ اگر میت کی اولاد موجود ہو تو پوتا اس لئے میراث سے محروم رہے گا کہ وراثت میں قرابتِ قریبہ قرابت بعدہ کو محروم کردیتی ہے تو بیٹا چونکہ قریب ہے پوتے سے تو قریب ہی میراث کا مستحق ہو گا نہ کہ بعيد:

”الأقرب فالأقرب بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم

وإن سفلوا“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ (القول السدید فی تحقیق میراث

الحفید از جواہر الفقة: ۲/۳۷۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) ”الأقرب فالأقرب بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم

بنوهم“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۶/۳۵۲، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث

سوال [۹۸۶۳]: حاجی عبدالرزاق کے دوڑ کے ہیں: سلامت اللہ و عصمت اللہ، اور حاجی صاحب موجود ہیں اور سلامت اللہ کا انتقال ہو گیا، ان کا بڑا رٹکا مشتاق احمد بچا۔ اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجی عبدالرزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک رٹکا موجود ہے اور دوسرے رٹکے کی اولاد موجود ہے اور دوسرا رٹکا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے رٹکے کی اولاد کو حاجی عبدالرزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفاف اللہ عنہ۔

پوتاوارث کیوں نہیں؟

سوال [۹۸۶۴]: پوتے دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں، در آنحالیکہ وہ بے چارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں؟ پتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حکمت کا علم صاحبِ شرع کو ہے، ہم نہیں جانتے (۲)، ہمارا مسلک تو یہ ہے:

(۱) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أَوْلَهُم بِالْمِيرَاثِ جُزءُ الْمَيْتِ: أَى الْبَنُونَ، ثُمَّ بِنُوهُمْ". (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۵۲، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۲، ۳۸۱، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿آباؤكم وأبناءكم لا تدرؤن أقرب لكم نفعا﴾ "جملة معتبرضة لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى: أن الله تعالى قدر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما عالم فيه حكمة ومصلحة. ولو وكلها إليكم، لم تعلموا أن آباءكم وأبناءكم الباقيون أقرب لكم نفعا وأبعد ضرراً، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير إدراك نفع، =

زبان تازہ کردن باقرار تو نینگیختن علت از کارِ ثو

(سعدی)

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان الدمعنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳۶۱/۷/۲۶۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا

سوال [۹۸۶۵]: کیا زیاد کو اپنی جائیداد پر یقین ہے کہ وہ لڑکی اور لڑکے دونوں کو نہ دے کر پتوں کے نام لکھ دے اور تا حیاتِ خود ولی رہے، بعدہ اپنے لڑکے کو ولی بنادے؟

= فتویٰ اللہ ذلک بنفسه فضلاً منه ومنه من عندہ، ولم يكلها إلى اجتهادكم لعجزكم عن معرفة المقاصد". (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية، ص: ۲۳۲، مكتبة حقانيہ پشاور)

تقديرات شرعية رائعة اور خيالات پرمنی نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعلق نقل سے ہے:

”عن أبي إسحاق عن عبد خير عن علي رضي الله تعالى عنه قال: لو كان الدين بالرأى، لكان أسفل الخف أولى بالمسح من أعلىه، وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه“. (سنن أبي داؤد: ۲۲ / ۱، باب كيف المصح، دار الحديث ملتان)

”قال: أى على رضي الله تعالى عنه: ”لو كان الدين بالرأى“: أى بظاهر الرأى ومجرد العقل دون الرواية والنقل“ لكان أسفل الخف أولى بالمسح من أعلىه، وقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه“.

قال القاری رحمه الله عليه: ”اعلم أن العقل الكامل تابع للشرع؛ لأنه عاجز عن إدراك الحکم الإلهية، فعليه التعبد المحض بمقتضى العبودية. وماضل من الكفرة والحكماء المبتعدة وأهل الأهواء إلا بمتابعة العقل وترك موافقة النقل. وقد قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: لو قلث بالرأى لأوجبت الغسل بالبول؛ لأنه نجس متفق عليه، والوضوء بالمعنى؛ لأنه نجس مختلف فيه، ولا أعطى الذكر في الإرث نصف الأنثى؛ لكونها أضعف منه“. (بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد: ۹۹ / ۲)

كتاب الطهارة، باب كيف المصح، مكتبة امدادیہ ملتان

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پتوں کو دیدے یا کسی اور کو دے، لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو (۱) کہ یہ ظلم اور معصیت ہے (۲)۔ بہتر یہ ہے کہ پتوں کو کل جائیداد نہ دے، بلکہ ایک تھائی کے اندر اندر دیدے اور اپنا مال کا نہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کر دے، اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو دیدیا جائے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲۲، ۵۸۸۔

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا

سوال [۹۸۶۶]: ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر پر ہیں۔ اس شخص کی خدمت نواسہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اپنے

(۱) ”ولو وَهَبَ رَجُلٌ شَيْئاً لِأَوْلَادِهِ فِي الصَّحَّةِ وَأَرَادَ تَفْضِيلَ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ فِي ذَلِكَ، لَا رَوَايَةٌ فِي الأَصْلِ عَنْ أَصْحَابِنَا، وَرَوْيٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةَ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَأْسُ بِهِ إِذَا كَانَ التَّفْضِيلُ لِزِيَادَةِ فَضْلٍ لَهُ فِي الدِّينِ . وَإِنْ كَانُوا سَوَاءً، يَكْرَهُهُ . وَرَوْيٌ الْمَعْلُوُّ عَنْ أَبِي يُوسُفِ رَحْمَةَ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَأْسُ بِهِ إِذَا لَمْ يَقْصُدْ بِهِ الْإِضْرَارُ، وَإِنْ قَصَدْ بِهِ الْإِضْرَارَ سُوءٌ بَيْنَهُمْ وَفِيهِ: رَجُلٌ وَهَبَ فِي صَحْتَهِ كُلَّ الْمَالِ لِلْوَاحِدِ، جَازَ فِي الْقَضَاءِ، وَيَكُونُ آثَمًا فِيمَا صَنَعَ“۔ (الفتاوى العالمكیریۃ: ۳۹۱/۲، کتاب الہبة، الباب السادس فی الہبة للصغریں، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي خلاصَةِ الفتاوى: ۳۰۰/۳، کتاب الہبة، جنس آخر فی الہبة من الصغیر، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي فتاوى قاضی خان علی هامش الفتاوى العالمکیریۃ: ۲۷۹/۳، کتاب الہبة، فصل فی هبة الوالد لولده، رشیدیہ)

(۲) ”عَنْ أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مِنْ قَطْعِ مِيراثِ وَارِثَهِ، قَطْعُ اللَّهِ مِيراثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔ (مشکوٰۃ المصایب، ص: ۲۶۲، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی) ”الأفضل فی هبة الابن والبنت الشیث کالمیراث، وعند الثاني التنصیف“۔ (الفتاوى البزاریۃ

علی هامش الفتاوى العالمکیریۃ: ۲۳۷/۲، کتاب الہبة، الجنس الثالث فی هبة الصغیر، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الفتاوى العالمکیریۃ: ۳۰۰/۳، کتاب الہبة، الباب العاشر فی هبة المريض، رشیدیہ)

نواسے کے نام کھیت، مکان لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ واقعہ نواب سے کو حق الخدمت کے طور پر معاوضہ کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲، ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲، ۱۳۸۸ھ

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالیت مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال [۷] ۹۸۶: ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵ ماہ پہلے بحالیت بیماری ایک اقرارنامہ اپنی جائیداد کے متعلق لکھوا کر عدالت میں رજسٹری کرایا ہے، مقرر اور اس کا پس مقرر لہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ مقرر کی وجہ (مقرر کی والدہ) عرصہ دس گیارہ سال پہلے فوت ہو چکی ہے اور مقرر لہ شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان بسعیِ اکثر مقرر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ موروثی ہے۔

وہ اپنے اقرارنامہ میں لکھتا ہے کہ: ”میں زرگی جائیداد پہلے اپنے پسر کے نام کا غذات سرکاری کراچکا ہوں“۔ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا، اس تملیک سے غرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے۔ نقل اقرارنامہ پشت استفتاء ہذا پر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائیداد سے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

دریافت طلب یا امر ہے کہ اس اقرارنامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہو سکتی ہیں؟ یا امر قابل غور ہے کہ مقرأ اقرارنامہ ہذا کے وقت بیمار تھا، اور برابر نویسندگی کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔

المستفتی: حکیم کریم خاں، ۶/ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ۔

خلاصہ نقل اقواد نامہ و جستربی شدہ:

”من کشیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحمٰم، قوم شیخ، سکنه خان پور جہوران، تحصیل خانپور

میں مملوکہ مقر واقع ہیں، تمام مقرر و پرسم حقیقی عبد الغفور کے پیدا کردہ ہیں۔ چونکہ پرسم

(۱) تقدم تحریجہ۔ تحت عنوان: ”بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراشت“۔

عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے، اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے، کسی قدر تو جائیداد پرم کے اپنے نام پر ہے، مگر بہت سی جائیداد جو کہ پرم نے خریدی بوجہ عزت و شانِ پدری کے مقرر کے نام پر خرید کی۔ مکاناتِ مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقرر کے نام قرضہ بھی اس نے ادا کیا ہے۔ اور مقرر کا اکلوتا لڑکا اور بڑا ہی فرمان بردار اور فہیم ہے، مقرر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔

مقرر کے دو دختران: مسماۃ زینب خاتون اور مسماۃ شاہدہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں،

مقرر نے ان کو کافی زیورات و سامان جنیز کے وقت دیئے ہیں، اور گڑھی اختیار خاں وہاں اراضی سکنی و مکان بھی ان کو جدا گانہ۔ جو کہ ان کے قبضہ میں ہے۔ قبل ازیں حکیم عبد الغفور خاں پرم مدنظر رکھتے ہیں۔ تمام اراضیاتِ زرعی واقعہ موضعات: خانپور اور موضع جہوزن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی، عبد الغفور پرم داخل خارج کراچکا اور تاریخ تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پرم کا ہے۔

اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت مبلغ = /۱۰۰۰، بمعہ جملہ حقوق داخلی و خارجی روشناس ہو جو مقرر کو حاصل تھی بوجہ خدمت گذاری و فرمانبرداری پرم کی۔ اپنی زندگی میں بھی عبد الغفور پرم حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے، امروز سے مقرر کو کوئی تعلق جائیداد متصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا، بہتی ذات خاص مقرر کی جائیداد مذکورہ بالا کا مالک و قابض تصور ہوگا۔

نقشہ ہے ہر دو مکانات لف ہذا ہیں، لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اشام پر لکھ دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور ضرورت کے وقت کام آؤے تاکہ بعد میں کوئی جحت پیدا نہ کرنے پاوے۔

۱۶/ ماه صفر المظفر / ۱۳۵۹ھ، ۷/ اپریل / ۱۹۲۹ء۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر غلام محمد ایسے مرض میں متلا تھا کہ جس سے غالباً لوگ صحت یا ب نہیں ہوتے بلکہ اکثر مر جاتے

ہیں، یا وہ صاحب فراش تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا اور ایسی حالت میں یہ تمیلیک نامہ ہبہ نامہ کیا اور پھر صحت یا ب نہیں ہوا، بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو یہ مرض الموت کا ہبہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں۔ پس دیگر ورثہ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر یہ ہبہ نامہ شرعاً ناقابلِ عمل ہے، اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہو گی۔

اور اگر ایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں ہبہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں، بلکہ ہبہ صحیح ہے (۱)۔ جس شی پر موہوب لہ کو قبضہ کرادیا، وہ معتبر ہے، بہرہ و صورت موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے، اور مکان میں قبضہ ہوا نہیں بلکہ جس طرح و اہب کا قبضہ پہلے تھا، اسی طرح بعد میں رہا، خواہ مرض الموت ہو خواہ نہ ہو، دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا ہبہ غیر معتبر ہے۔

لڑکیوں کو شرعی حصہ ملے گا۔ اگر بحالت صحت لڑکے یا لڑکی کو ہبہ کر کے اپنا قبضہ اٹھایتا تو پھر اس میں اور

(۱) ”إذا وَهَبَ وَاحِدٌ فِي مَرْضِ مُوْتِهِ شَيْئًا لِأَحَدٍ وَرَثَتْهُ، وَبَعْدِ وَفَاتِهِ لَمْ يُجْزِ سَائِرُ الْوَرَثَةِ، لَا تَصْحُّ تِلْكَ الْهَبَةُ أَصْلًا؛ لَانَ الْهَبَةُ فِي مَرْضِ الْمُوْتِ وَصِيَّةٌ وَلَا وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ. وَلَكِنَ لَوْ أَجَازَ الْوَرَثَةُ هَبَةُ الْمُرِيْضِ بَعْدِ مُوْتِهِ، صَحَّتْ وَإِنَّمَا تَوَقُّفُ الْهَبَةِ عَلَى إِجَازَةِ الْوَرَثَةِ إِذَا مَاتَ الْمُرِيْضُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْضِ، كَمَا قَيْدَهُ فِي الْمُتَنَّ بِقُولِهِ: ”بَعْدَ وَفَاتِهِ“. وَأَمَّا لَوْ بَرِئَ الْمُرِيْضُ، نَفَذَتِ الْهَبَةُ وَلَوْ لَمْ يُجْزِهَا الْوَرَثَةُ“۔ (شرح المجلة لسابق رستم باز: ۱/۲۸۳، رقم المادة: ۸۷۹)

مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكِيرِيَّةِ: ۲۰۰/۳، کتاب الہبہ، الباب العاشر فی هبہ المريض، رشیدیہ)
 ”عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: “إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“. (مشكوة المصايب، ص: ۲۶۵، کتاب البيوع، باب الوصايا، الفصل الثاني، قدیمی)
 (وَكَذَا فِي الدِّرَرِ الْمُخْتَارِ: ۲۵۹/۲، کتاب الوصايا، سعید)

”عن يonus بن راشد، عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهمَا أَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَجُوزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ الْوَرَثَةُ“۔ (نصب الرایۃ للزیلیعی: ۳۰۳/۳، رقم الحديث: ۸۰)، مؤسسة الریان بیروت لبنان)

کسی کا حصہ نہ ہوتا (۱)، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ ربیع الثانی/۵۹ھ۔

جائز اد. بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال [۹۸۶۸]: میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجا کے نام ہمارا حق دبا کر کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اتنا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بقا یا رہتا ہے اور ان کا بھتیجا نا بالغ ہے۔ میرے چھوٹے چار بھائی بھن ہیں، ان کی پرورش و شادی باقی ہے۔ ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے (۳)، ان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی۔ لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی محبت اور شفقت ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کیلئے انتظام کرتا ہے تاکہ اولاد پر یثاث نہ ہو، پھر موجودہ صورت

(۱) قال ابن عابدین رحمه اللہ تعالیٰ: ”وَهُبْ فِي مَرْضَهِ وَلَمْ يَسْلُمْ حَتَّى مَاتَ، بَطَّلَتِ الْهَبَةُ؛ لَأَنَّهُ وَإِنْ كَانَ وَصِيَّةً حَتَّى اعْتَبَرَ فِيهِ الْثَّلَاثُ، فَهُوَ هَبَةٌ حَقِيقَةٌ، فِي حِتَاجٍ إِلَى الْقَبْضِ“۔ (رِدَالْمُحتَار: ۵/۰۰۷، کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ، سعید)

”تَنْعَدِدُ الْهَبَةُ بِالإِعْجَابِ وَالْقَبْولِ، وَتَتَمَّ بِالْقَبْضِ الْكَاملُ؛ لِأَنَّهَا مِنَ التَّبَرِعَاتِ، وَالتَّبَرِعُ لَا يَتَمَّ إِلَّا بِالْقَبْضِ“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۳۶۲، رقم المادة: ۸۳)، کتاب الہبۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) ”عَنْ أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثَهُ، قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۶، کتاب الفرائض، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۳) راجع الحاشیۃ المتقدمة آنفاً

میں جو والد کرنا چاہتے ہیں تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نافرمان ہوں، یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معدیت میں ضائع کر دے گی (۱)، یا بھتیجا کا یا اس کے مورث کا کوئی مطالبہ ذمہ میں ہوگا، اس کو ادا کرنا مقصود ہو، ورنہ بلاوجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ علیم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۸۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۸۔

باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں

سوال [۹۸۶۹]: محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سوتیلا بھتیجا تھا، اب محمد یامین کی اس کی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھا، باقی سب اولاد محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

۱..... چند اجوکہ محمد علی کا سگا بھتیجا ہے، اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے، اور چھیرے بھائیوں کی نجی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

۲..... بشیرا الرزکی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے، اور بھائیوں کی نجی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

۳..... محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی نجی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے، اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار ہے یا نہیں؟

۴..... محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ حفیظا سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس لئے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے

(۱) ”ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۹۱/۳، کتاب الہبة، الباب السادس في الہبة للصغير، رشیدیہ)

”ولو كان ولد فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه؛ لأن فيه إعانة على المعصية“ (خلاصة الفتاوى: ۳۰۰/۳، کتاب الہبة، جنس آخر في الہبة من الصغير، رشیدیہ)

بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یا مین کی نجی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو۔ جو حیات ہے۔ حق پہنچتا ہے یا نہیں، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۵..... محمد حسن کا حق اور اس کی نجی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اور کو بھی حق پہنچتا ہے، اگر پہنچتا ہے تو کتنا؟

۶..... امیر حسن کا انتقال والدہ کے سامنے ہوا، مگر اس نے نجی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا کس حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... محمد علی کے انتقال کے وقت پری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے بھتیجا محروم رہے گا۔ چند اکو محدث علی کے ترک سے کچھ نہیں ملے گا (۱)۔ جس پچیرے بھائی نے اپنے انتقال پر اپنے والدیا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترک سے بھی چند اکو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔

۲..... محمد علی کے انتقال پر دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی، اس کا ترکہ پانچ حصہ بنایا کر دو دو حصے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک حصہ لڑکی بیشراً کو ملے گا (۳)۔ بھائیوں کے ترک سے اس کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ کسی

(۱) ”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم“۔ (السراجی، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

(وَكذا فِي الدِّرْمُخْتَارِ: ۲/۷۷۳)، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وَكذا فِي الْإِخْتِيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمُخْتَارِ: ۲/۵۶۳)، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) (راجع رقم الحاشية المتقدمة)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أُولَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثِيَنِ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۵

بیٹی

بیٹا

بیٹا

۱

۲

۲

بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا۔ دونوں صورتوں میں بیشراً محروم ہے (۱)۔

۳..... محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہو گیا، وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائزیہ ادھر پھوڑی ہے، خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں (۲)۔

۴..... محمد یا میں کے ترکہ سے محمد اصغر کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا (۳)۔

۵..... اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی، بھتیجا کوئی وارث نہیں (۴)۔

۶..... اس کا وارث باپ محمد علی ہے (۵)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۳/۱۲ھ۔

(۱) ”وبنو الأعيان: أى الإخوة والأخوات لأب وأم، وببنو العلات: أى الإخوة والأخوات لأب كلّهم يسقطون بالابن وإن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق“۔ (الشریفیہ، ص: ۲۸، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۲۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(۲) باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا، كما تقدم في الحاشية المتقدمة آنفاً۔

(۳) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والنسب وهو الزوجية، والولاء“۔

(الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۷، کتاب الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) ”الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أى البنون، ثم بنوهم“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۲۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۵) دوسرے ورثہ مثلاً مام، بیوی، یا بیٹے، وغیرہ، ہوں تو وہ بھی وارث ہو گے:

”ثم يقسم الباقى بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع“۔

(الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

لے پا لک بنانا

سوال [۹۸۷۰]: گودنامہ (۱) شرعی نقطہ نظر سے کیا ہے، اور گودنامہ سے اگر ایک بھائی کی حق تلفی ہو رہی ہو تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے (۲)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریع فرمائی ہے، حصے سب ورثاء کے متعین ہیں۔ کسی ترکیب سے مستحق کو محروم کرنا یا کم دینا اور غیر مستحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں، یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے (۳)، غصب ہے، ظلم ہے (۴)، جو لوگ تیمبوں کا مال ناحق کھائیں، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے (۵)۔

گودنامہ کی وجہ سے ہر گز ہرگز وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا (۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۶/۲۷۔

(۱) ”گودنامہ: متبہنی، لے پا لک بنانا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۲، فیروز سنزا ہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿أَبَاؤُكُمْ وَأَبْناؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيْهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نِفَاعًا فِرِيزَةٌ مِّنَ اللهِ، إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيًّا حَكِيمًا﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) ”عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيمة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۲۶، کتاب البيوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۴) ”وعن أبي حرّة الرّقاشي عن عمّه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا! لاتظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قدیمی)

(۵) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكِلُونَ أَمْوَالَ الْبَيْتَمَى ظَلَمُوا إِنَّمَا يَأْكِلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا، وَسِيَلُونَ سَعِيرًا﴾ (سورة النساء: ۱۰)

(۶) چونکہ استحقاق ارث کے اسباب تین ہیں، وہ اسباب جہاں جہاں پائے جائیں وہ لوگ مستحق وراثت ہوں گے اور جن لوگوں =

نحوں اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال [۹۸۷۱]: ایک شخص عذر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی جائیداد اور ترکہ چھوڑ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا، جس کا وارث مفترور کا بڑا بھائی ہو گیا اور اس کی اولاد دار اولاد اس ماں پر قابض چلی آتی ہے۔ دورانِ سفر میں مفترور کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا، غرضیکہ اس شخص نے باہر ہی پروش پائی اور پھر پھرتا گھرتا ایک جگہ مقیم ہو کر کسی کی ملازمت اختیار کی، حتیٰ کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدی میں سے جائیداد بنائی۔

اب اس کی عمر تقریباً ۵۰/ یا ۶۰ برس کی ہو گی، جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے، وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اس سے مستفیض ہوتے رہے۔ وہ شخص چونکہ لاولد تھا، بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کر دیا۔

چند سال بعد اپنے مرض الموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جو کہ تقریباً دو ہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کر دی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاوں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپے کو میرے بجائے نحوں کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کر دینا، میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دے دو، مگر انہوں نے نہ مانا۔

اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرض فانج یا کا یک ہو گیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کر گئے۔ اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔ شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرمایا کہ عذر میں مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ اور مرحوم حنفی المذہب تھے۔ جواب پشت پر مرحوم فرمایا جائے۔ ایک آنہ کا تکٹ براۓ

= میں وہ اسباب نہ ہوں وہ مسحتی میراث نہیں ہیں:

”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية،

والولاء“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۳۲۷، کتاب الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/ ۲۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/ ۵۵۵، کتاب الفرائض، مكتبة حقانيه پشاور)

جواب ارسال ہے۔

حبيب اللہ سوداگر چرم، محلہ نبون گنخ، مقام دہڑہ دون۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

وصیت ایک ثلث ترکہ میں بھر صورت نافذ ہو جاتی ہے اور اگر ایک ثلث سے زائد کی وصیت کی جاوے تو وہ ورثہ کی اجازت پر موقف ہو جاتی ہے، پس ایک ثلث میں وصیت کو پورا کرنا لازم ہے (۱)، یعنی ایک شخص کو اس کی طرف سے حج کرایا جائے، تمام سفر حج اور ضروریات حج کا خرچ دیا جائے اور یہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے، واپسی کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا۔ اور حج مرنے والے کے وطن سے کرانا چاہئے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہو سکتا ہو وہیں سے کرانا چاہئے:

”يحج عنه من ثلث ماله، سواء قيد الوصية بالثلث بأن أوصى أن يحج بثلث ماله، أو أطلق بأن أوصى أن يحج عنه، هكذا في البدائع. فإن لم يعين مكاناً، يحج عنه من وطنه عند علمائنا. وهذا إذا كان الثلث يكفي الحج من وطنه، فاما إذا كان لا يكفي لذلك فإنه يحج عنه من حيث يمكن الإحجاج عنه بثلث ماله، كذا في المحيط وما فضل في يد الحاج عن الميت بعد النفقة في ذهابه ورجوعه، فإنه يرده على الورثة، لا يسعه أن يأخذ شيئاً مما فضل، اه.“. فتاوى عالمگیری، ص: ۲۶۵ (۲)۔ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳۵۵/۱۱/۶۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار پور، ۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۵۵۔

(۱) ”ثم وصيته: أى تنفذ وصيته من ثلث ما يبقى بعد التجهيز والدين، وفي أكثر من الثلث لا يجوز إلا بإجازة الورثة“. (البحر الرائق: ۹/ ۳۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

”ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما یبقى بعد الکفن والدین إلا أن تجیز الورثة أكثر من الثلث“۔ (الفتاوى العالمگیریہ: ۲/ ۳۳۷، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفیما یتعلق بالترکة، رشیدیہ) (وکذا فی الدر المختار: ۲/ ۹۱، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) (الفتاوى العالمگیریہ: ۱/ ۲۵۹)، کتاب الحج، الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج، رشیدیہ)=

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوال [۹۸۷۲]: زید وہلی کے پنجابی خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہو کر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی، جس سے زید کے ماں باپ رضا مند نہیں ہیں، جس سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جاسیداد سے محروم کر سکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب ہندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرم عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کر دیں، جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو غالب رکھے (۱)، لیکن اگر اس کے قلب میں ہندہ کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے کہ وہ مجبور اور مغلوب ہو گیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گزرنگی اور اثر بھی مرتب ہو گیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

شریعت میں عاق کرنا الغو ہے، اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر والد با ضابطہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فلاں بیٹے کو میراث نہ دی جائے تو شرعاً یہ تحریر بالکل بے کار اور ناقابل عمل ہو گی اور والد کے انتقال کے بعد وہ لڑکا بھی شرعاً اور اشت کا حقدار ہو گا، نافرمانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں

= (وكذا في الدر المختار: ۲۲۲ / ۲ كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۵۵۲، كتاب المناسك، باب الوصيّة، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَقُضِيَ رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَاهُ وَبِالوَالِدِينِ إِحْسَانًا، إِمَا يَلْعَنُ عَنْكُكَ الْكَبِيرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كَلَاهُمَا فَلَا تَقْلِيلٌ لِهُمَا أَقِّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قُوْلًا كَرِيمًا﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

”عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”رضي الله عن رب في رضي الوالد، وسخط الله في سخط الوالد“.“ رواه الترمذى.“ (مشكوة المصابيح، ص:

۲۱۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، قدیمی)

ہوگا، نہ کم ہوگا (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بنده محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۱۳۸۸ھ۔

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال [۹۸۷۳]: زیدا پنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت ناروا اور غیر مناسب سلوک رکھتا ہے جس کی بناء پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ تو جائز ہے یا ناجائز؟

صورت مسئلہ حسب ذیل ہے:

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد سے جو کہ وقف علی الاولاد کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی اس جائیداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کوخت تکالیف اور اذیت پہنچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ سے محروم الارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
قرائیں۔

(۱) "الإرث جرئي لا يسقط بالإسقاط". (تکملة رد المحتار: ۱/۵۰۵، کتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوى، سعید)

(وَكَذَا فِي تَبْيَانِ الْحَقَائِقِ: ۷/۳۷۱، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(وَكَذَا فِي مُجَمِّعِ الْأَنْهَرِ: ۳۹۲/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملك، فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثانى غيره من أسباب الملك". (تبیین الحقائق: ۷/۳۷۱، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

"والثالث إما اختياري وهو الوصية، أو اضطراري وهو الميراث". (مجامع الأنهر: ۳۹۲/۳،

کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

وراثت ملک غیر اختياری ہے (۱)، لہذا باپ کو حق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی کو محروم کر دے (۲)، شریعت نے جو حصہ جس وارث کا متعین کر دیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچے گا، خواہ مورث راضی ہو یا ناراض ہو۔ البتہ اصل مالک کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے: بیع، ہبہ، صدقہ، وقف سب کچھ کر سکتا ہے (۳)۔ اگر اولاد شریہ ہو اور باپ کو خیال ہو کہ میرے بعد تمام جائیداد کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائیداد کو مصارف خیر میں صرف کر دے (۴) اور صورتِ مسئولہ میں تو جائیداد وقف علی الاولاد ہے، لہذا حتی الوضع وقف کی شرائط کا لحاظ

(۱) "الإرث جبرى لا يسقط بالإسقاط". (نکملة رد المحتار: ۱ / ۵۰۵، کتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوى، سعید)

"وهذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملك، فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثانى غيره من أسباب الملك". (تبیین الحقائق: ۷ / ۳۷۱، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

"والثالث إما اختياري وهو الوصية، أو اضطرارى وهو الميراث". (مجمع الأنهر: ۳ / ۳۹۳، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث ورائه، قطع الله ميراثه من الجنة". رواه ابن ماجه". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۲، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۳) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسلیم رستم: ۱ / ۲۵۲، رقم المادة: ۱۱۹۲)، کتاب الشرکة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۴) "وإن كان في ولده فاسق، لا ينبغي أن يعطيه أكثر من ثوته كيلا يصير معيناً له في المعصية ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيراً من تركه". (الفتاوى العالمكیریۃ: ۳ / ۱، کتاب الہبة، الباب السادس في الہبة للصغیر، رشیدیہ)

(وكذا في الفتوى البزارية على هامش الفتوى العالمكیریۃ: ۲ / ۲۳، کتاب الہبة، الجنس الثالث في ہبة الصغیر، رشیدیہ)

رکھنا چاہئے (۱)۔

اگر واقف نے محروم کرنے کی نفی کی ہے، یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جا سکتا ہو تو عمر کو محض اس بناء پر کہ زید اس کوازیت پہنچاتا ہے ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کر دے۔ رہا زید کا اپنے باپ عمر کوازیت اور تکلیف پہنچانا، یہ سخت گناہ ہے، زید کو اپنی ان حرکتوں سے بازاً ناجاہئے اور توبہ کرنی فرض ہے (۲)۔

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال [۹۸۷۲] : جواولاد ۱۲، ۱۲/ بر س کی عمر کی اقسام ذکور ہو اور ہوشیار صاحب شعور ہو، ذی علم اور تعلیم اردو و انگریزی پاتے ہوں، وہ اپنے باپ سے باوجود یہ کہ اس نے ان کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہوا اور نہ اس کے ساتھ اس نے کوئی بدسلوکی کی ہو، وہ اپنے ماں کے ورغلانے سے اس قدر متغیر ہیں کہ کبھی نام بھی نہ لیں، بلکہ نام سن کر لعنت کریں، کبھی پوچھ کرنے دیکھیں کہ مر گیا یا زندہ ہے، اس کے سایہ سے ڈریں۔ پس ایسی اولاد

= (وكذا في البحر الرائق: ۷/ ۳۹۰، كتاب الهمة، رشيدية)

(۱) ”شرط الواقع کنصل الشارع: أى فى المفهوم والدلالة“. (الدر المختار: ۳/ ۳۳۳، كتاب الوقف، مطلب فى قولهم: شرط الواقع کنصل الشارع، سعید)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَاهُ وَبِالوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، أَمَا يَبْلُغُنَّ عَنْدَكَ الْكَبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كُلُّهُمَا، فَلَا تُقْلِنْ لَهُمَا أَقِّ وَلَا تُنْهِرْهُمَا، وَقُلْ لَهُمَا قُلْ لَاَ كَرِيمًا﴾ (سورة الإسراء: ۲۳) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”رغم أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه““. قيل: من يا رسول الله؟ قال: ”من أدرك والديه عند الكبر أحد هما أو كلاهما، ثم لم يدخل الجنة“. (رواه مسلم)

”وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهمَا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”رضيَ الربُّ فِي رضيِّ الْوَالِدَيْنِ، وَسُخْطَ الْرَّبِّ فِي سُخْطِ الْوَالِدَيْنِ““. رواه الترمذى. (مشكوة المصايخ، ص: ۳۱۸، ۳۱۹، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانى، قديمى)

نالائق کیا باپ کی وارث ہو سکتی ہے؟ اور کیا ایسی ناخلف اولاد کو باپ عاق نہیں کر سکتا، اور اگر ایسی اولاد کو وہ عاق کر دے تو کیا جائز اور حق بجانب نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اولاد کی نالائقی یقیناً قابل گرفت اور جرم ہے، مگر اس سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی، نہ باپ کو محروم کرنے کا حق ہے۔ اگر باپ نے کہہ بھی دیا، بلکہ تحریر کر دیا کہ میں نے اپنی اولاد کو محروم کر دیا ہے، میرے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہ یا جائے تب بھی بیکار ہے، اس کو حصہ شرعی ضرور ملے گا (۱)۔

اگر باپ نے اپنا تمام مال اپنی زندگی میں خود خرچ کر دیا، خواہ دوسرے عزیز قریب کو دے دیا، یا غرباء و مساکین کو تقسیم کیا، یا مدارس و مساجد وغیرہ میں لگادیا اور اپنے بعد کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو دوسری بات ہے، لیکن ایسا کرنا جائز نہیں گناہ ہے (۲)۔ ہاں! اگر یہ خیال ہو کہ میرے بعد میری اولاد اس مال کو وراثت میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو ایسا کرو دینا چاہیے تاکہ اس کا مال نافرمانی میں صرف نہ ہو:

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: “من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيمة”. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الوصايا، الفصل الثالث، ص: ۲۶۶، قدیمی)

”سئل فی امرأة ماتت عن أم وأخت شقيقة، وخلفت تركة مشتملة على أمتعة وأوان أشهدت الأخت المذبورة على نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقية إرث أختها وتركتها لأمها المذبورة، فهل لا يصح الإسقاط المذكور؟

الجواب: الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط۔ (تنقیح الفتاوی الحامدیۃ، کتاب الإقرار، مطلب:

الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط: ۵۲/۲، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۲) ”عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك رضي الله تعالى عنه، قلت: يا رسول الله! - صلى الله تعالى عليه وسلم - إن من توبتى أن أخلع من مالي صدقة إلى الله وإلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم. قال: “امسک عليك بعض مالك، فهو خير لك”. الحديث. (صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب: إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو بعض رقیقه أو دوابه فهو جائز: ۱/۳۸۶، قدیمی)

قال الحافظ العسقلانی: ” واستدل به على كراهة التصدق بجميع المال“. (فتح الباری، کتاب الوصایا، باب إذا تصدق أو وقف بعض رقیقه أو دوابه فهو جائز: ۵/۳۸۵، قدیمی)

”ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خيرٌ من تركه، كذا في الخلاصة، اه“۔ عالمگیری (۱)۔ فقط واللهم اعلم۔

حرره العبد محمد بن نگوہی عفان الدعنة، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۱۸/۱۲/۶۰۔

جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۰/ذی الحجه/۶۰۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارپور، ۲۳/ذی الحجه/۶۰۔

ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال [۹۸۷۵]: میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں، میرے باپ کا نام عبداللطیف تھا، میرے باپ کے دو بھائی عبدالبصیر و عبدالعلیم تھے اور میرے دادا کا نام عبدالباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی الگ ہو گئے تھے، کاروبار بھی علیحدہ کر لیا۔ اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی، تو جس حصے میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا، بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہو گیا تھا۔

اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہو جاتا ہے، اب میں عبدالحفیظ بے باپ کے ہو گیا۔ اب کچھ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبدالحفیظ کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے، تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی موصوماً سے یہ سوال کر لیا کرتے تھے کہ حفیظ کا نام مکان میں چڑھاؤ۔ میرا چچا عبدالبصیر یہ کہہ کر برابر کروایا تھا کہ حفیظ کو، ہم ساتھ رکھیں گے اس کو علیحدہ نہیں کریں گے، جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبدالبصیر نے میرے نام خریدنے نہیں دیا اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حفیظ کو نہیں نکالیں گے۔

اب دادا، دادی کا انتقال ہو گیا تو ہمارے چچا عبدالعلیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبدالعلیم اور عبدالبصیر کا اندر ارج میو سپلی میں کیا۔ اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہو گیا اور دونوں

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغرى: ۳۹۱/۲، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوی، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير: ۳۰۰/۲، رشيدية)

(وكذا في البزارية على هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ۲۳۷/۲، رشيدية)

چچا کی اولاد مجھ کو گھر سے نکالتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامدًا ومصلیاً:

دادا، دادی مرحوم چچا نے نہ آپ کو کچھ ہبہ کیا، نہ کوئی حصہ متعین کر کے آپ کے نام پر وصیت کی، صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے، اس سے مکان کی ملکیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں (۱)، لیکن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے، مکان سے نکالانہ جائے تو شرعاً یہ وصیت معتبر ہوگی، ورثاء کو چاہئے کہ اس کی پابندی کریں:

”صحت الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدةً معلومةً وأبداً“ در مختار:

۵/۴۴۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳/۶/۱۲۔

بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق

سوال [۹۸۷۶]: ایک شخص کے پاس اس کی عورت عرصہ دراز تک رہتی رہی، بیماری میں اس کی خدمت بھی کی، اس کی خدمت گزاری اور ازدواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کر کے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی، لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ و دین مہر غصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸ سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے۔

(۱) اس لئے کہ ہبہ نہیں ہوا اور ہبہ میں تصریح اور قبضہ میں دینا ضروری ہے اس کے بغیر ہبہ تامن نہیں:

”تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۲۲۲، (رقم المادة: ۸۳۷)، کتاب الهبة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۲) الدر المختار: ۲/۶۹۱، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالخدمة والسكنی، سعید)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّأْقِ: ۹/۲۹۳، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالخدمة والسكنی، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي تَبَیِّنِ الْحَقَائِقِ: ۷/۳۱۵، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالخدمة والسكنی، دارالكتب العلمیہ، بیروت)

ایسی صورت میں ورثاء کا قول بطلاق قابل سماعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں ورثاء نے شوہر نے آٹھ سال تک اگر طلاق کی شہادت کو چھپایا ہے اور باوجود طلب کے شہادت نہیں دی تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے فاسق ہو گئے:

کتمان الشهادة كبيرة، ويحرم التأخير بعد الطلب». أشباه، ص: ۳۲۹ (۱)۔ ”شاهد

الحسبة إذا أخر شهادته لغير عذر لا يقبل لفسقه، كما في القنية“. أشباه، ص: ۳۱۳ (۲)۔

نیزان کی شہادت قابل قبول نہیں۔ نیز مسلمان کے فعل کو حتی الوع صحیح و حلال محمل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے:

”حمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن“. مبسوط سرخسی:

—/۷۲ (۳)

لہذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا۔ اگر ورثاء نے شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو، اس کے بعد رجوع کر لیا ہو، یا طلاق باشندہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کر لیا ہو جس کا ورثاء نے شوہر کو علم نہ ہوا ہو، لہذا اس صورت میں عورت حصہ شرعیہ و راثت کی مستحق ہو گی۔ اگر مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہو گی اور دین مہر و راثت پر مقدم ہو گا۔

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، کتاب القضاء والشهادات والدعوى، ص: ۲۷۱،

دار الفكر بيروت)

(۲) (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، الفوائد، کتاب القضاء والشهادات والدعوى، ص: ۲۶۰،

دار الفكر بيروت)

(۳) (المبسوط للسرخسی، کتاب الدعوى، باب اختلاف الأوقات فى الدعوى وغير ذلك: ۷/۵۶،

مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

البته اگر ورشاۓ شوہر طلاق مغلظہ عدم حلالہ کی شہادت دیتے ہیں اور ۸ سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اور ان میں شرائط شہادت: عدالت و مرمت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت و راشت کی مستحق نہ ہوگی۔ دین مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہوا اور ورشاۓ شوہر کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفان الدین عنہ، ۱/۶۵۲۔

صحیح عبد اللطیف، ۸/حرام الحرام ۵۲۔



الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟

سوال [۷ ۹۸۷]: میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا لڑکا ہے اور میت کی بیوی لڑکے کی ماں حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافق نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ علیحدہ کر دو۔ یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں، اور عورت بھی عاقلہ نہیں اور میت کے سوتیلا بھائی بھی ہے۔ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳ لڑکیاں نابالغہ کے، ایک طرف سوتیلا بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلا بچپا ہے۔ لہذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا؟
لڑکی کا پچھا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے، لہذا اگر ان کا حصہ الگ کر دیا جائے اور ضائع ہو جائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا؟ اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے، لہذا اگر مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہو تو وہ ولی ہوگا، اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہو تو پھر حاکم وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکم وقت مسلمان ہو تو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے، یا کسی دیندار شخص کو مقرر کر دے۔ اگر حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو پھر سر برآ وردہ چند صلحاء کسی کو مقرر کر دیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ سمجھیں والدہ کو، یا بھائیوں کو، یا بچپا کو:

”والولایة فی مال الصغیر إلی الأب، ثم وصیه، ثم وصی وصیه، ثم إلی أب الأب، ثم

إلى وصيه، ثم إلى القاضى، ثم إلى من نصبه القاضى، اهـ». تنویر(۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ۱۲/ ربیع الاول/ ۱۳۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ربیع الاول/ ۱۳۶۳ھ۔

سفیہ کامال کب اس کے حوالے کیا جائے؟

سوال [۹۸۷۸]: زید کا انتقال چند سال قبل ہوا، اس کے اموال وجایزادہ بین الورثہ اب تک تقسیم نہیں ہوئے، اب تقسیم ہونے والے ہیں۔ وارثین میں ایک اس کی بہن بھی ہے اور وہ سفیہ ہے، یعنی خیر و شر کے امتیاز کی طاقت نہیں رکھتی، وہ اپنی سفاہت اور چند لمحے مندوں کی تحریص کی وجہ سے پورے اموال کو ضائع کر دے گی، اس کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اس کے حصہ کے مال کو اس کے حوالہ کئے بغیر اس کے اولیاء یعنی اس کی اولاد کے حوالہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

سفیہ کے شرعی معنی کیا ہیں، اور کن حالتوں میں مضر ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس سفیہ کامال اس کے حوالہ کر دیں تو پھر اس مال کی خرید و فروخت اور نقل وہبہ کرنے پر مجرم ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرعی طریقہ پر بہن وارث ہے اور وہ سفیہ ہے، اپنے مال کو بے محل ضائع کر دینے کا قوی مظنه ہے تو جو اہل فہم اہل دیانت اس کے حق میں خیرخواہ ہوں اس کی ضروریات کو دیکھ کر سمجھ کر مناسب طور پر انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، خاندانی لوگ باہمی مشورہ سے اس کے حوالہ کر دیں:

”وعنہما يحجر على الحر بالسفة والغفلة، وبه: أى بقولهما يفتى صيانةً لماله“.

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۵۲۸/۵، ۵۲۹، كتاب الوکالة، فصل: لا يعقد وكيل البيع

والشراء، قبيل باب الوکالة بالخصومة والقبض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱/۳۰۱، كتاب الوکالة، باب الوکالة بالبيع والشراء، رشیدیہ)

در مختار۔ ”هو تبذير المال وتضييعه على خلاف مقتضى الشرع أو العقل“: در مختار: ۱۹۳/۵-

اگر مال سفیہ کے حوالہ کر دیا گیا اور اس نے کوئی تصرف بیچ وہبہ کا کیا تو وہ شرعاً معتبر ہو گا، کذا فی رد المحتار (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۲۲ھ۔

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سوال [۹۸۷۹]: ہمارے بیہاں کا جاہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، بلکہ دستور قائم یہ کہ رکھا ہے کہ تمام جانیداد لڑکوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سرال سے گھر آتی ہے (اپنے باپ کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا اور غیرہ ہر سال دیکھا کرو وہ خصت کر دیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ سمجھا جاتا ہے۔

اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے افراد للذ کر مثل حظ الأنثیین کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی صورت کیا ہو گی؟ مل جواب مطلوب ہے۔ بیہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۸/۶، کتاب الحجر، سعید)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۵۳۸، (رقم المادة: ۹۵۸)، کتاب الحجر، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(وکذا فی الہدایۃ: ۳۵۱/۳، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) ”والحاصل أن كل ما يشتوى فيه الهزل والجد، ينفذ من المحجور، وما لا فلا فإن بلغ الصبي غير رشيد، لم يسلم إليه ماله حتى يبلغ خمساً وعشرين سنةً، فصح تصرفه قبله: أى قبل المقدار المذكور من المدة“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۰/۶، کتاب الحجر، سعید)

(وکذا فی الہدایۃ: ۳۵۲/۳، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۱/۵۳۸، (رقم المادة: ۹۸۲)، کتاب الحجر، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رواج اصل میں ہندوانہ رواج ہے، خاص اوقات میں جو لڑکیوں کو دیا جاتا ہے، اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں، میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے (۱)۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے، پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے، اس کی قیمت کا بھی کوئی تجھیٹ نہیں ہوتا، غیرہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خریدا جاتا ہے، نہ ان کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ بہر حال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے، لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے (۲)۔ اپنی بہن کے ساتھ چھوٹی رحمی کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)، لیکن اس میں پابندی رواج یا معاوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، وارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۳۹۱ھ۔

ولی عہد بنانا

سوال [۹۸۸۰]: اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں، اس کو میراث ملے گی

یا نہیں؟

(۱) "وَهُلْ إِرْثُ الْحَسَنِ أَمْ مِنْ السَّمِيتِ؟ الْمَعْتَمِدُ الثَّانِي". (الدرالمختار: ۲/۵۸)، کتاب الفرائض، سعید

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿للرجال نصيب مما ترك الوالدان والأقربون، وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والأقربون مما قل منه أو كثُر، نصيبياً مفروضاً﴾. (سورة النساء: ۷)

وقال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". (مشكوة المصايب، ص: ۳۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كانت له أنشى، فلم يادها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها -يعنى الذكور- أدخله الله الجنة". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصايب، ص: ۳۲۳، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

ولی عہد بنانے کا تو حق ہے مگر اسے حق و راثت نہیں ملے گا، حق و راثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۳۔

بھائی کے وعدے

سوال [۹۸۸۱]: ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہنوں تھے، اب انے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا، لہذا اب انے انہیں بارہ سوروپے کا کاغذ اور ایک ہندی یہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہو گیا، پھر یکے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا، پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی۔ والدہ نے دو بہنوں کی شادی کر دی اور پھر وہ بھی انتقال کر گئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگہ زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہو گئی۔

میرے پاس جو ہندی یا روپیہ والی اور بارہ سوروپے تھا، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حکم کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کر دے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا، مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ لہذا جناب والا سے گذاش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جتنا بھائی کا حصہ ہے، اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے (۲)، سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں (۳)۔

(۱) ”ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسبة وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء“.

(الفتاوى العالمكيرية: ۲/۷۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲/۶۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، مكتبة حقوقیہ پشاور)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلَلَّذِكَرُ مُثْلٌ حَظَ الْأَنْثِيَنَ﴾۔ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۳) ”عن أبي حرة الرفاقى عن عمِه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: “ألا إ-

جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطور قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے (۱)۔ اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادا کروں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے (۲)، کیونکہ حق واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلا وجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۱۳۹۱ھ۔

اگر سوال شیعہ سنتی کے توارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال [۹۸۸۲]: اگر کوئی حنفی، سنتی مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہو تو وہ استفقاء جس میں مورث اعلیٰ شیعہ ہو اور باقی مورث ووارث سنی ہوں، یا مورث اعلیٰ سنتی ہو اور بقیہ مورث ووارث خواہ کل

= لاتظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ (مشکوٰۃ المصایح، ص: ۲۵۵، کتاب البيوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: “من طلب حقاً في طلبه في عفاف واف أو غير واف”. (سنن ابن ماجة، أبواب الصدقات، باب حسن المطالبة وأخذ الحق في عفاف، ص: ۱۷۳، قدیمی)

”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”نفس المؤمن معلقة بدینه حتى يقضى عنه“. (ابن ماجه، المصدر السابق)

”القرض، هو عقد مخصوص يبرد على دفع مال مثلي ليرة مثله“. (الدر المختار: ۵/۶۱، کتاب البيوع، فصل في القرض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مستولاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۷)

(۳) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي، فليس مني . وتزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم“۔ (سنن ابن ماجة: ۱/۱۳۲، کتاب النکاح، باب ماجاء في فضل النکاح، قدیمی)

نکاح کے مصالح اور فوائد سے متعلق احیاء العلوم الدین میں امام غزالی نے بارہ صفحات پر طویل بحث کی ہے، فلیراجع: (احیاء العلوم، کتاب آداب النکاح، آفات النکاح وفوائده: ۲/۳۲-۳۳، قدیمی)

شیعہ ہوں خواہ بعض شیعہ بعض سنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب کس طرح لکھے، آیا ہزن میں اپنے اصول کے موافق لکھے، یا مورث شیعہ کے ترکہ و حصہ کو اصولِ تشیع کے موافق اور مورثِ حنفی و سنی کے ترکہ و حصہ کو اصولِ حنفیت کے مطابق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد سین، مدرسہ احیاء العلوم، عظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے ماتحت ان کو بھی جواب دیا جائے گا:

”الْكُفَّارُ يَتَوَارَثُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ بِالْأَسْبَابِ الَّتِي يَتَوَارَثُونَ بِهَا أَهْلُ الْإِسْلَامِ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنَ النَّسْبِ وَالسَّبْبِ، اهـ“ . عالمگیری: ۶/۴۵، الباب السادس فی میراث اہل الکفر (۱)۔

اور جو فرقہ کافرنہیں بلکہ مسلم ہے، اس کو بھی حنفی سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذهب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذهب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی کے مذهب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذهب کے موافق جواب دے گا۔

علامہ حکیم رحمة اللہ و برکاتہ علیہ نے ”در مختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع“ میں ”كتاب إحياء الموات“ سے کچھ پہلے لکھا ہے:

”فروع: كتب: ما قول الشافعى؟ يكتب جواب أبي حنيفة رحمه الله تعالى.“.

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں:

”قوله: كتب، الخ) مثل الكتابة السوال بالقول، ومثل الشافعى غيره من أصحاب

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۳، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اہل الکفر، رشیدیہ)

(وکذا فی المبسوط للسرخسی: ۳۰/۳۲، کتاب الفرائض، باب مواريث اہل الکفر، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۲۳۷، ۲۳۷، ۳۷۲، کتاب الفرائض، الفصل الخامس

فی موانع الإرث، رشیدیہ)

المذاہب، اہ۔“ رد المحتار: ۲۹۹/۵(۱)-

مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریق اولیٰ مذہب اہل السنۃ کے مطابق جواب دینا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارپور۔

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف

سوال [۹۸۸۳]: ایک شیعہ مذہب عورت کا ایک شخص نے کچھ زیور چوری کر لیا، وہ عورت فوت ہو گئی۔ یہ زیور اس خیال سے رکھا تھا کہ اس سے امام باڑہ بنوائے، یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے۔ مرحومہ نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا۔ اس کے مرنے کے بعد چور کے دل میں خوف پیدا ہوا، اب وہ اس زیور کی رقم کو کسی ایسی جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے جو مالکہ کیلئے باعثِ اجر بنے۔ ازروئے شریعت رہنمائی فرمائیں کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے، مسجد یا مدرسہ یا طلباء کے مصارف وغیرہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کا کوئی نزدیک دور کسی قسم کا وارث نہیں تو وہ روپیہ غرباء پر صدقہ کر دیا جائے، نادر طلبہ بھی مستحق ہیں، بیواؤں، تیکیوں اپا ہجou کو بھی دیا جاسکتا ہے (۳)۔ مسجد مدرسہ اور راستہ وغیرہ کی تعمیر، یا کسی بھی

(۱) (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۳۲۱، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، سعید)

(وکذا فی شرح العقود رسم المفتی، ص: ۱۰۲ - ۱۰۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(وکذا فی البحر الرائق: ۶/۳۵۰، کتاب القضاۃ، رشیدیہ)

(۲) ”وَيَأْخُذُ الْقاضِي كَالْمُفْتَى بِقُولِ أَبِي حَنِيفَةِ عَلَى الإِطْلَاقِ، ثُمَّ بِقُولِ أَبِي يُوسُفِ، ثُمَّ بِقُولِ مُحَمَّدِ رَحْمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَخِيرُ إِلَّا إِذَا كَانَ مُجتَهِدًا، بَلِ الْمُقلَّدُ مُتَى خَالِفٌ مُعْتَمِدٌ مُذَهِّبٍ، لَا يَنْفَذُ حَكْمُهُ“۔ (الدر المختار)۔ ”وَأَمَّا الْمُقلَّدُ فَعَلَيْهِ الْعَمَلُ بِمُعْتَمِدٍ مُذَهِّبٍ، عَلِمٌ فِيهِ خَلَافًا أَوْ لَا“۔ (الدر المختار و رد المحتار: ۵/۳۶۰، ۳۶۱، کتاب القضاۃ، مطلب: یفتی بقول الإمام على الإطلاق، سعید)

(۳) ”إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَحَدٌ مِّنَ الْمَذْكُورِينَ، تَوْضِعُ التِّرَكَةَ فِي بَيْتِ الْمَالِ عَلَى أَنَّهَا مَالٌ ضَائِعٌ، فَصَارَتْ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ، فَيُصْرَفُ إِلَى نَفْقَةِ الْمَرِيضِ وَأَدْوِيَتِهِ إِذَا كَانُوا فَقَرَاءَ“۔ (الشریفیۃ، ص: ۱۱، سعید) =

تخریج میں صرف نہ کیا جائے (۱)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۱۳۹۵ھ۔

کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟

سوال [۹۸۸۲]: ہندہ کے مرنے کے بعد جو عرف یا شرعاً لازمی اخراجات ماتم مثلاً کفن یا خیرات

وغیرہ کئے جاتے ہیں وہ ہندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے؟

المستقی: بندہ محمد عرفان عفاف اللہ عنہ ضلع مظفر آباد اکنامہ: چناری۔ کشمیر، ۳/محرم/۱۴۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا کفن مفتی بقول پر الزوج کے ذمہ لازم ہے:

”واختلف فی الزوج، والفتوى علی وجوب كفنها عليه، اه.“۔ تنویر: ۱/۹۰۵ (۲)-

= ”لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه“. (رد المحتار: ۲/۳۸۵)

کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، سعید

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۲۹، كتاب الكراهة، فصل فی البيع، رشیدیہ)

(۱) ”قوله: لو بماله الحال (أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً وما لا سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله“۔ (رد المحتار: ۱/۲۵۸، كتاب الصلة،

مطلوب: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۱/۲۷۸، كتاب الصلة، دار المعرفة بيروت)

(۲) (تنویر الأ بصار والدر المختار: ۲/۲۰۶، كتاب الصلة، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج، سعید)

”وعلى قول أبي يوسف رحمه الله تعالى يجب الكفن على الزوج وإن تركت مالاً، وعليه الفتوى، هكذا في فتاوى قاضى خان“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲۰، الباب الحادى والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين، رشیدیہ)

(وكذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتوى العالمكيرية: ۱/۱۸۹، باب الجنائز، فصل غسل البيت والتکفين وغير ذالک، رشیدیہ)

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا اور اس سے زائد میں ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ اگر وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد سے تمام تر کہ میت کی ملک سے خارج ہو کر ورثہ کی ملک میں آگیا، ورثہ کا اختیار ہے جس دور چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچائیں (۲) لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں (۳) زوج کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۴)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفان الدین عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۵۶۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

فرائض کے قواعد

عالیٰ جناب مولانا الحفیظ محمود الحسن صاحب!

السلام علیکم

عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جملہ ضرورت ہے۔ وہی ہذا:

سوال [۹۸۸۵]: اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کیلئے سہام

(۱) ”وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلك، لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. المراد أن يكونوا من أهل التصرف“. (الدر المختار: ۲/۲۵۰، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۹۰، كتاب الوصايا، رشیدیہ)

(۲) ”لأن التركة في الاصطلاح ماتر كه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال“.
(رد المختار: ۲/۵۹، كتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع ولا سيما إذا كان في الورثة صغائر أو غائب“. (رد المختار، كتاب الصلة، باب صلوة الجنائزه، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعید)

(۴) ”ويكره اتخاذ الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة“.
(رد المختار، المصدر السابق)

لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحثت تو کچھ آتے بھی ہیں، مگر قاعدہ مسول عنہا سے بالکل مناسب نہیں، شاید مجھے ضعیف الاستعداد تلامذہ کو بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے فائدہ پہنچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا، اس نے اس فن کی مشکل مشکل اصطلاح کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریز فرمائیں گے اور حتی الامکان تسهیل فرمائیں گے۔

خادم: شبیر احمد شاہ پوری، خطیب جامع مسجد کالا، ضلع انبارہ۔ ۱۳۶۰ھ۔

الجواب:

محترم! وعليکم السلام ورحمة الله وبركاته۔

آپ کا سوال نہایت بجمل ہے، حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا، مگر کوئی متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا، بلکہ علی سبیل التحمسین یہ فرمایا کہ ”اگر ورثہ متعدد ہوں اور مختلف اسب کا نام زید ہے تو بوقت تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے؟“ اور میں نے یہ سمجھا کہ: ”اگر ایک قسم کے چندوارث ہوں، مثلاً: چند بیویاں ہوں، یا چند بیٹے ہوں، یا چند بھائی ہوں، ان میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہے؟“

اول صورت میں تو تمیز بذریعہ اول ثانی و ثالث (۱)، یا بذریعہ اضافت الی الاب وغیرہ سہل ہے، مثلاً: زید اول و زید ثانی و زید ثالث وغیرہ، یا زید بن عمر، زید بن بکر، یا زید بن خالد وغیرہ۔ اسی طرح انانث میں بھی آسانی ہے۔ نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہو سکتی ہے۔

ثانی صورت میں سہام میں لگانے کیلئے ضرورت ہے کہ ان ورثہ کی نوعیت معلوم ہو، یعنی ورثہ تین قسم

(۱) ”ويفرز كل نصيب ويلقب الأنقباء بالأول والثانى والثالث، ويكتب أسمائهم ويقرع، فمن خرج اسمه أولًا فله السهم الأول، ومن خرج ثانياً فله السهم الثانى، ومن خرج ثالثاً فله السهم الثالث إلى أن ينتهي إلى الأخير“. (البحر الرائق، ۲۷۲/۸، کتاب القسمة، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار: ۲۴۲/۲، کتاب القسمة، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۲۰۲، کتاب القسمة، الباب الثاني في بيان كيفية القسمة، رشیدیہ)

”إِذَا اجْتَمَعَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعُصَبَةِ فِي درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم لا باعتبار أصولهم، مثلاً: ابن أخي وعشرة بنى آخر المال بينهم على أحد عشرة سهماً لكل واحد سهم“.

(الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیہ)

کے ہوتے ہیں: اول ذوی الفروض، جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے (۱)۔ ثانی عصبات، جن کا حصہ مقرر نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ پختا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب تر کے لے لیتے ہیں (۲)۔

ثالث ذوی الارحام، جو بوقت عدم ذوی الفروض و عصبات مستحق ہوتے ہیں، اور ان دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے (۳)۔

اب میں عصبات کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں، اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں، ایسی صورت میں عدد و رشہ کے مطابق سہام بنا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

زیدمسئلہ ۲

ابن

ابن

ابن

ابن

!

!

!

!

زیدمسئلہ ۵

اخ

اخ

اخ

اخ

اخ

!

!

!

!

!

(۱) ”ذوی الفروض، وهم کل من کان له سهم مقدر فی کتاب الله تعالیٰ او فی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم او بالاجماع“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۳۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”العصبات: وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما باقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفردأخذ جميع المال“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۲۲، کتاب الفرائض باب العصبات، حقانیہ پشاور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۲۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(۳) ”ذوی الأرحام: وهو کل قریب ليس بذی سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة سوى الزوجین“۔ (الدر المختار: ۶/۸۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۳۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

مسئلہ ۳

ع	ع	ع	ع
م	م	م	م
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دو ہر ا حصہ ملے گا، اس کا حصہ بمنزلہ دولڑکیوں کے ہوگا، مثلاً: ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے، دولڑکے کو اور ایک ایک ہر لڑکی کو (۱)، مثلاً:

زیدمسئلہ ۴

بنت	بنت	ابن
۱	۱	۲

زیدمسئلہ ۸

بنت	بنت	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۲	۲	۲

مسئلہ ۷

بنت	بنت	بنت	ابن	ابن
۱	۱	۱	۲	۲

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بھینیں بھی ہوں (۲)، مثلاً:

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذِّكْرِ مُثْلُ حَظِ الْأَنْثَيْنِ﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۲) وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذِّكْرِ مُثْلُ حَظِ الْأَنْثَيْنِ﴾. (سورة النساء: ۱۷۶)

مسئلہ ۵

آخر	آخر	آخر	آخر
۱	۱	۱	۲

مسئلہ ۸ زید

آخر	آخر	آخر	آخر
۱	۱	۲	۲

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثی عصبات ہوں، ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو سہام لگانے میں اول ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی، پھر عصبات کی (۱)، چند مشالیں سمجھئے:

مسئلہ ۲ ہندہ

زوج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے، ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹی عصبات ہیں۔ پس کل چار سہام بنائ کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم کر دے (۲)۔

(۱) ”فَيَدأْ بِذوِي الْفِرْوَضِ، ثُمَّ بِالْعَصَبَاتِ النَّسْبِيَّةِ، ثُمَّ بِالْمُعْتَقِ“ (الدر المختار: ۲۳/۷، کتاب الفرائض، سعید)

”العصبة وهم کل من ليس له سہام مقدر، ويأخذ ما بقى من سہام ذوی الفروض“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، رشیدیہ)
 (۲) قال الله تبارك وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الرُّبْعُ مَا مَاتُوكُنْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مسئلہ ۳

ہندہ

بنت

ابن

زوج

۱

۲

۱

ہندہ

مسئلہ ۸

بنت

ابن

ابن

ابن

زوجہ

۱

۲

۲

۲

۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے، آٹھویں حصہ کی مستحق ہے (۱)، لہذا کل سہام آٹھ بنا کر ایک زوجہ کو دیا، باقی سات رہے، وہ اکھر الڑکی کو اور دو ہر الڑکوں کو تقسیم کر دیا۔

مسئلہ ۶

بنت

ابن

ابن

اب

۱

۲

۲

۱

یہاں اب ذوی الفروض میں سے ہے، چھٹے حصہ کا مستحق ہے (۲)، لہذا کل چھ سہام بنا کر ایک والد کو دیا، باقی پانچ کو بقاعدہ مذکورہ تقسیم کر دیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھئے یا بغیر جملہ ضوابط کو فرداً فرداً سمجھئے دشوار ہے۔

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِهِنَّ الشَّمْنَ مَمَاتِرَ كَتَمٍ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا يُوْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السَّدِسُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”اما الرجال فالاول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض الممحض وهو السادس مع الابن وابن الابن

وإن سفل“۔ (الفتاوى العالمةکیریۃ: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث تحریر کیا ہے (۱)، اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔



(۱) قانون وراثت، مفید الوارثین، تالیف: حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمة الله عليه، سعید

بَابُ

رسالہ آسان فرائض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اما بعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الواقع مسائل و قواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تدقیقات، دلائل، نوادر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے۔ اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردو داں بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کر سکیں اور بوقت حاجت جہاں اشکال ہواں کو علماء سے رجوع کریں۔ وَمَا تَوْفِيقٌ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

علم الفرائض کی فضیلت

علم الفرائض کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

”تعلموا الفرائض وعلموها الناس، فإنها نصف العلم“ (۱)۔

(۱) (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۹۹، أبواب الفرائض، باب الحث على تعليم الفرائض، میر محمد کتب خانہ کراچی)
 ”عن عبد الرحمن بن رافع التنوخي، عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: “العلم ثلاثة، وما سوى ذلك فهو فضل: آية ممحكمة، أو سنة قائمة، أو فريضة عادلة“۔ (سنن أبي داؤد: ۳۹۹/۲، كتاب الفرائض، باب ماجاء في تعليم الفرائض، دار الحديث ملتان)

یعنی: «علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے»۔ اس حدیث شریف میں تنہا علم فرائض کو نصف اعلیٰ فرمایا گیا ہے۔

اصطلاحاتِ فرائض کی وضاحت

فائدہ: جس کا انتقال ہو، اس کو "میت" کہتے ہیں (۱)، اور جو مال وہ چھوڑے اس کو "ترکہ" (۲)، اور اس مال کے بروئے وارثت مُستحقین کو "ورثہ" (۳)، اور ان کے بروئے حساب حصہ شرعیہ کو "سہام" کہتے ہیں (۴)۔

ترکہ میت میں حقوق واجبہ

ترکہ میت میں چار قسم کے حق ہیں:

اول: خود میت کا حق ہے، وہ یہ کہ اس کی تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کی جائے، یعنی کفن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے، نہ بہت ادنیٰ قسم کا، بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔
دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے، یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دین، مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین وہ ادا کیا جائے، اگر کچھ مال بچے۔

تیسرا حق موصیٰ لہ کا ہے، یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو، مثلاً: یہ کہ میرے ذمہ اتنی

(۱) "الموت زوال الحياة عنمن أتصف بها". (قواعد الفقه، ص: ۵۱۳، الصدف پبلشرز، کراچی)

(۲) "الترکة في الاصطلاح: ماترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق الغیر". (رد المحتار: ۷۵۹/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۲۷، کتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بیروت)

(۳) "الإرث في الاصطلاح: حق قابل للتجزى، يثبت لمستحق بعد موت من كان له ذلك لقرابة بينهما، فهو بمعنى المورث. والوارث اصطلاحاً: المنتهي إلى الميت الحقيقي أو الحكمي". (دلیل الوارث حاشیة السراجی، ص: ۲۷، سعید)

(وکذا فی القاموس الفقہی، ص: ۲۷، حرف الواو، إدارۃ القرآن، کراچی)

(۴) "السهم: النصیب". (قواعد الفقه، ص: ۳۳۱، الصدف پبلشرز، کراچی)

نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں، یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادا نہیں کیا، یا میرے ثواب کیلئے اتنا روپیہ غراء و مساکین کو دیا جائے تو ورشہ کے ذمہ ایک تھائی تر کہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے (۱)۔ اگر تھائی تر کہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں، بلکہ ورثاء کی رضاہ و اجازت پر موقوف ہے دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں (۲)۔

تبیہ:

نابالغ وارث کی رضاہ و اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں، لہذا اس کا حصہ ہرگز نہ خرچ کیا جائے (۳)۔ چوتھا حق ورثہ کا ہے، یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے (۴)۔

ورثہ کی فسمیں

ورثہ کی تین فسمیں ہیں: ذوی الفروض، عصبات، ذوی الارحام۔

(۱) ”تعلق برکة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى: يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقدير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصيائمه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنۃ وإجماع الأمة“۔ (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”ولاتجوز (أى الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۹۰، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۵۰، کتاب الوصايا، سعید)

(۳) ”ويشترط أن يكون المُجيز من أهل التبرع بأن يكون بالغاً عاقلاً“۔ (تبیین الحقائق: ۷/۷۳، کتاب الوصايا، دار الكتب العلمیہ، بیروت)

(۴) ”ثم يقسم الباقى بعد ذلك بين ورثته: أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنۃ أو الإجماع“۔ (الدر المختار: ۲/۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

ذوی الفروض: جس کا حصہ معین ہے (۱)۔

عصبات: جن کا حصہ معین نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے حصہ دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے، اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے (۲)۔

ذوی الارحام: وہ ہیں جو اول دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے (۳)۔

حصہ معینہ کی قسمیں

کل فروض (حصہ معینہ) چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن۔ ان تینوں کو فروض کی نوع اول کہتے ہیں۔
ثلثان، ثلث، سدس۔ ان تینوں کو فروض کی نوع ثانی کہتے ہیں (۴)۔

(۱) ”ذوی السهام: وهم کل من کان له سهم مقدر فی کتاب اللہ تعالیٰ، او فی سنۃ رسولہ علیہ السلام، او بالاجماع“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۵۵/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)
(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۷۷، ۲۲۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”العصبات وهم کل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال“۔ (الفتاوى العالمکیریۃ: ۲۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)
(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ کوٹھ)

(۳) ”ذوی الأرحام: هو کل قریب ليس بدی سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة“۔
(الدر المختار: ۶۹/۲، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(۴) ”الفرض المذکورة فی القرآن نوعان: الأول: النصف والربع، والثمن والثانی: الثالث والثان والسدس“۔ (الدر المختار: ۸۰۳/۲، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)
(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲۶۲/۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیہ)

فصلٌ فی ذوی الفروض

ذوی الفروض کی اقسام

ان فروض (حصص معینہ) کے ستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ نفر ہیں، چار ذکور (مرد) ہیں، آٹھ اناث (عورتیں) ہیں۔ تفصیل ذکور: اب، جد، اخیانی بھائی، زوج (ا)۔

پہلے ان کے حالات معلوم ہو جائیں تو پھر اناث اور ان کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذُکور کے حالات

۱۔ اب کے حالات:

میت کے درشہ میں اگر باپ موجود ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

اول: فرض مطلق (سدس) کا مستحق ہوگا، یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹیاپوتا بھی موجود ہو۔

دوم: فرض و تعصیب معاً: یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا، اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا، وہ عصبه ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹیاپوتی موجود ہو۔

سوم: تعصیب محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد عصبه ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا، باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا، اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔ اور یہ اس

(۱) ”وَاصْحَابُ هَذِهِ السَّهَامِ اثْنَا عَشْرَ نَفَرًا، أَرْبَعَةٌ مِنَ الرِّجَالِ، وَهُنَّ: الْأَبُ، وَالْجَدُ، وَالْأَخْ لَأْمُ، وَالزَّوْجُ. وَثَمَانٌ مِنَ النِّسَاءِ، وَهُنَّ: الْزَّوْجَةُ، وَالْبَنْتُ، وَبَنْتُ الْأَبِ..... وَالْأُخْتُ لَأْبُ وَأُمُ، وَالْأُمُ، وَالْجَدَةُ

الصَّحِيحةُ“۔ (السراجی، ص: ۵، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفتاوِيِ الْغَالِمِكِيرِيَّةِ: ۲۳۸/۶، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، رَشِيدِيَّه)

وقت ہے کہ درشدہ مذکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو (۱)۔

۲- جد کے حالات:

دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا..... وہ کا عدم ہو گا (۲)۔

۳- ابن الام کے احوال:

اخیافی بھائی جو صرف ماں میں شرپک ہو، اس کی تین صورتیں ہیں: جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا، جب دو یا زیادہ ہوں تو ملکث ملے گا، جب بیت کی اولاد یا بیٹی کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کا عدم ہو گا (۳)۔

(۱) "اما الرجال: فالاول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض الممحض وهو السادس مع الابن وابن الابن وإن سفل والتعصيب الممحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن. والتعصيб والفرض، وذلك مع البنت وبنت الابن، فله السادس بالفرض والنصف للبنت والباقي له بالتعصيبي".

(الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الثاني، رشیدیہ)

(۲) "والجد الصحيح كالاب ويسقط الجد بالاب؛ لأن الأب أصل في قرابة الجد إلى الميت". (السراحی، ص: ۲، سعید)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) "والثالث: الأخ لأم، وله السادس، وللأثنين فصاعداً الثالث. وإن اجتمع الذكور والإناث، استروا في الثالث. قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورِثُ كِلَالَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أَخْتٌ، فَلَكُلٌّ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا السِّدْسُ﴾". [سورة النساء: ۱۲]. (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۶، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وكذا في الفتوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

۴۔ زوج کے احوال:

شوہر کی دو صورتیں ہیں: اگر میت کی اولاد نہ ہو تو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہو تو ربع کا مستحق ہوگا (۱)، یہاں تک ذکر کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

زوجہ، بنت، بنت الابن، اخت عینی، اخت اخیانی، اخت علائی، ام، جدہ (دادی، نانی)۔

۱۔ زوجہ کے احوال:

بیوی کی دو صورتیں ہیں: اگر اولاد نہ ہو تو ربع کی مستحق ہوگی، اگر اولاد ہو تو شمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی (۲)۔

۲۔ بنت کے احوال:

لڑکی کی تین صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف کی مستحق ہوگی، دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان کی مستحق ہوں گی (۳)۔ اور اگر لڑکا بھی ہو تو عصبه بن جائیں گی، یعنی لڑکی کو اکہرا اور ہر لڑکے کو دو ہر اٹے گا (۴)۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولکم نصف ماترک أزواجاکم إن لم يكن لهن ولد، فإن كأن لهن ولد، فلكم الرابع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين﴾۔ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ولهن الرابع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الشمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين﴾۔ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين، فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترک، وإن كانت واحدة فلها النصف﴾۔ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونساء، فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾۔ (سورة النساء: ۱۷۶)

۳۔ بنت الابن کے حالات:

پوتیٰ کی چھ صورتیں ہیں: تین تو وہی ہیں جو بیٹیٰ کی ہیں۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹیٰ بھی ہو تو پوتیٰ کو سدس ملے گا۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یادو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتیٰ کو کچھ نہیں ملے گا۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہو تو اس صورت میں وہ پوتیٰ اپنے بھائی (پوتے) کے ساتھ عصبه بن جائے گی اور باقی تر کہ میں سے اکھر اپوتیٰ کو اور دوسرے اپوتے کو مل جائے گا (۱)۔

۴۔ اخت عینی کے حالات:

عینی بہن کی پانچ صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف۔ دو یا زیادہ ہوں تو ششان۔ اگر عینی بھائی بھی ہو تو عصبه بن جائے گی، یعنی بھائی کو دوسرًا اور بہن کو اکھرا ملے گا۔ اگر بیٹیٰ یا پوتیٰ بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب عینی بہن کو مل جائے گا، یعنی وہ عصبه بن جائے گی۔ اگر بیٹا، پوتا، باپ، دادا کوئی موجود ہو تو پھر عینی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، وہ کا عدم ہوگی (۲)۔

۵۔ اخت علاتی کے احوال:

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں: پانچ تو وہی ہیں جو عینی بہن کی ہیں۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک عینی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاتی بہن کو سدس ملتا ہے، جیسا کہ بیٹیٰ کے موجود ہونے کی صورت میں پوتیٰ

(۱) ”وبنات الابن كبنات الصلب، ولهن أحوال ست: النصف للواحدة، والثلثان للاثنتين فصاعده عند عدم بنات الصلب، ولهن السادس مع الواحدة الصلبية تكميله للثلثين، ولا يرثن مع الصلبتين إلا أن يكون بحذائهم أو أسفل منهن غلام، فيعصبهن، والباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين، ويسقطن بالابن.“ (السراجي، ص: ۷، سعيد)

(وَكَذَا فِي الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكَرِيرِيَّةِ: ۲/۳۳۸، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، رَشِيدِيَّه)

(۲) ”وَأَمَا الْأَخْوَاتُ لَأَبٍ وَأُمٍ، فَلَلْوَاحِدَةِ مِنْهَا النَّصْفُ، وَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا فَلَهُمَا الثَّلَاثَانُ، وَمَعَ الْأَخْلَاقِ لَأَبٍ وَأُمٍ لِلذِّكْرِ مِثْلُ حَظِّ الْأَنْثَيْنِ وَيَسْقُطُنَّ بِالْأَبِنِ وَابْنِ الْأَبِنِ وَإِنْ سَفْلٌ، وَبِالْأَبِ وَالْجَدِ وَإِنْ عَلَى وَلَهُنَّ الْبَاقِي مِنَ الْبَنَاتِ أَوْ مَعَ بَنَاتِ الْأَبِنِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: “اجْعَلُوهُنَّ الْأَخْوَاتَ مَعَ الْبَنَاتِ عَصِبَةً“ (البَرَازِيَّةُ عَلَى هَامِشِ الْفَتاوِيِ الْعَالَمِكَرِيرِيَّةِ: ۲/۳۵۲، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، الْفَصْلُ الْأُولُ فِي أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، رَشِيدِيَّه)

کو سدس ملتا ہے، اور دو بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ عینی بہن ہوں تو علاقی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کا عدم ہوگی۔ ہاں! اگر اس صورت میں کوئی علاقی بھائی بھی ہو تو باقی تر کہ اکہر اعلاقی بہن کو ملے گا اور دو ہر اعلاقی بھائی کو، یعنی وہ عصبه بن جائے گی (۱)۔

۶۔ اخت اخیافی کے احوال:

ماں شریک بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے (۲)۔

۷۔ ام کے حالات:

ماں کی تین حالتیں ہیں: ایک حالت میں سدس ملتا ہے، وہ اس وقت کہ میت کے اولاد، یا بیٹی کی اولاد ہو، یا دو یادو سے زیادہ بھائی بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے، وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ تیسرا صورت میں ثلث ملتا ہے۔ مگر بعد فرض احد الزوجین، مثلًا: کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ، تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا (۳)۔

(۱) ”الأخوات لأب وهن كالأخوات لأبوين عند عدمهن، فللواحدة النصف، وللأكثر الثالثان عند عدم الأخوات لأب وأم، ولهم السادس مع الأخوات لأب وأم تكملة للثلاثين، ولا يرثن مع الأختين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ لأب، فيعصيّن، فيكون للأختين لأب وأم الثالثان والباقي بين الأولاد للذكر مثل حظ الأنثيين، ولهم الباقى مع البنات أو مع بنات الأبن.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۵۰، كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، رشيدية)

(وكذا فى السراجى، ص: ۱۰، سعيد)

(۲) ”والثالث: الأخ لأم، وله السادس، وللاثين فصاعداً الثالث. وإن اجتمع الذكور والإناث، استروا فى الثالث. قال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ، فَلَكُلٌّ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا السِّادِسُ﴾.“

[سورة النساء: ۱۲]. (الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۵۶، كتاب الفرائض، مكتبة حقانیہ پشاور)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۳۸، كتاب الفرائض، رشيدية)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَأَبْوَيْهِ لِكُلٍّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السِّادِسُ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ =

۸۔ جدہ کے حالات:

داوی، نانی کو سدس ملے گا۔ ماں اگر موجود ہو تو دادی، نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ اگر موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

یہاں تک ذوی الفروض کا بیان ختم ہوا، آگے ورشہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

فصل فی العَصَبَةِ

عصبات کی قسمیں

عصبہ تین قسم پر ہے: عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

قسم اول: عصبہ بنفسہ

عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکور ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے، اس کی

= وورثہ أبواه، فلأمه الثالث، فإن كان له إخوة فلأمه السادس (سورة النساء: ۱۲)

”وأما للأم: فأحوال ثلث: السادس مع الولد، أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الاثنين من الإخوة

والأخوات فصاعداً من أي جهة كانا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث ما بقى بعد فرض

أحد الزوجين“۔ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وكذا في الاختيار لتعليق المختار: ۵۵۹/۲، كتاب الفرائض، مكتبة حفانيه پشاور)

(!) ”عن ابن بريدة عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل للجدة السادس إذا لم

تكن دونها أم“۔ (سنن أبي داؤد: ۱/۲۰۱، كتاب الفرائض، باب في الجدة، دار الحديث ملتان)

(ومشکوة المصايب: ۱/۲۶۳، باب الفرائض، قديمي)

”وللجددة السادس، لأم كانت أو لأب، واحدة كانت أو أكثر إذا كن ثابتات متحاذيات في

الدرجة، ويسقطن كلهن بالأم والأبويات أيضاً بالأب، وكذلك بالجد“۔ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریة: ۲/۳۵۰، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

چار قسمیں ہیں:

اول: جزء میت بیٹا، پوتا وغیرہ۔

دوم: اصل میت باپ، دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جز: بھائی، بھتیجا وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جز: تایا، پچا وغیرہ۔

ان کی وراثت قرب وقوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔

ترتیب مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزء میت کے ہوتے ہوئے اصل میت کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگرچہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا)۔ اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا، یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں تایا، پچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے اور قوت کا مطلب یہ ہے کہ یعنی بھائی کی موجودگی میں علاقی بھائی اور یعنی پچا کی موجودگی میں علاقی پچا کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

قسم دوم: عصبہ بغیرہ

وہ چار عورتیں ہیں جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا

(۱) ”العصبات النسبية ثلاثة: بنفسه، وعصبة بغیره، وعصبة مع غیره العصبة بنفسه وهو كل ذكر لم يدخل في نسبة إلى الميت أنسى ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت، ثم أصله، ثم جزء أبيه، ثم جزء جده. ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب، فيقدم جزء الميت كالابن، ثم ابنه وإن سفل، ثم أصله الأب، ثم الجد الصحيح وهو أبو الأب وإن علا ثم جزء أبيه الأخ لأبويين، ثم لأب، ثم ابنه وإن سفل، ثم جزء جده العم لأبويين، ثم لأب، ثم ابنه وإن سفل، ثم عم الأب، ثم ابنه، ثم عم الجد، ثم ابنه كذلك وإن سفل ويرجحون بقوة القرابة، فمن كان لأبويين مقدم على من كان لأب، لقوله صلى الله عليه وسلم: “إن أعيان بنى الأم يتوارثون دون بنى العلات”. والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدم ذو القرابتين، وعند التفاوت فيها يقدم الأعلى“.

(الدر المختار: ۶/۷۷، کتاب الفرائض، فصل في العصبات، سعید)

زیادہ ہونے کی صورت میں شلائق ملتا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبه ہو جاتی ہیں: بیٹی، بیٹے کے ساتھ اور پوتی، پوتے کے ساتھ، یعنی بہن بھائی کے ساتھ، علاتی بہن، علاتی بھائی کے ساتھ (۱)۔

قسم سوم: عصبه مع غیرہ

وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبه بن جاتی ہے، مثلاً: بہن عصبه بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ (۲)۔

یہاں تک ذوی الفروض اور عصبات کی تقسیم پوری ہو گئی۔ اب بعض امور قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورشہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہو گا۔

فصلٌ فی الحجب والحرمان

حجب

پانچ ورشہ ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورشہ کی موجودگی میں کمی آ جاتی ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاتی بہن، مثلاً: اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں رفع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ (۳)۔

(۱) ”يصير عصبة بغیره البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وإن سفلوا، والأخوات لأبويين أو لأب بأخيهن، فهن أربع: ذوات النصف والثلثين، يصرن عصبة باخوتهن“۔ (الدر المختار: ۲/۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، (شیدیہ))

(۲) ”وأما العصبة مع غيره، فكل أنثى تصير عصبة مع أنثى أخرى كالأخوات مع البنت، لماذكرنا“۔ (السراجی، ص: ۱۲، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۷۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(۳) ”الحجب على نوعين: حجب نقصان، وهو حجب عن سهم إلى سهم، وذلك لخمسة نفر: =

حرمان

چھ ورثہ ایسے ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے، یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کو کچھ نہ ملے: بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثہ ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی، اس کا مدار و قاعدوں پر ہے: اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قرابت کسی واسطے سے ہو، جب وہ واسطہ موجود ہو گا وہ شخص محروم ہو گا، مثلاً: دادا کہ اس سے قرابت بواسطہ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا۔ لیکن اخیانی بھائی بہن اس قاعده سے مستثنی ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے، حالانکہ ان سے رشتہ ماں ہی کے واسطے سے ہے (۱)۔

دوسرًا قاعده یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں بعد محروم رہے گا، جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبة نفس کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

فصل فی مخارج ذوى الفروض

مخارج فرض:

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فرض چھ ہیں جن کی

= الزوجین، والأم، وبنت الابن، والأخت لأب۔ (السراجی، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(۱) ”وحجب حرمان، والورثة فيه فريقان: فريق لا يحجبون بحال البتة وهم ستة: الابن، والأب، والزوج، والبنت، والأم، والزوجة. وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال، وهذا مبني على أصلين: أحدهما هو أن كل من يدل إلى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذلك الشخص سوى أولاد الأم، فإنهم يرثون معها لأنعدام استحقاقها جميع التركة، والثاني الأقرب فالأقرب، كما ذكرنا.“ (السراجی،

ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمية: ۲/۳۵۲، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، رسيدية)

دونوع ہیں: نوع اول: نصف، ربع، شمن۔ نوع ثانی: ثلاث، ثلاث، سدس (۱)۔

جب کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہو تو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو وہ صرف نوع اول کے ہیں یا صرف نوع ثانی کے یا مخلوط۔ اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ، اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو، اس کے موافق عدد سے وراشت تقسیم کر دی جائے، مثلاً: اگر اس کا فرض شمن ہے تو آٹھ عدد کل تر کہ کو قرار دے کر تقسیم کر دیں، اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کر دیں، اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے (۲)۔

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو، اس سے تقسیم کر دیں، مثلاً: ایک کا فرض شمن، ایک کا نصف ہے، آٹھ سے تقسیم کر دیں، مثلاً: زید کا انتقال ہوا، اس نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبه ہے۔ بیوی کا فرض شمن ہے، بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے تو شمن کے موافق آٹھ ہے، لہذا کل تر کہ آٹھ

(۱) ”الفروض المذکورة في القرآن نوعان: الأول: النصف والربع، والشمن والثانى:

الثالث والثلاث والسدس“۔ (الدر المختار: ۲/۸۰۳، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۶۲، کتاب الفرائض، الباب الحادى عشر في حساب الفرائض،

(رشيدية)

(۲) ”اعلم أن الفروض نوعان: الأولى: النصف، والربع، والشمن. والثانى: الثالث، والثلاث، والسدس.

فالنصف من الثين، والربع من أربعة، والشمن من ثمانية، والثلاث والثلاث من ثلاثة، والسدس والسدسان

من ستة، فإذا اخْتَلَطَ النصف من نوع الأولى بكل النوع الثاني أو ببعضه أو باثنين فهو من ستة، وإن

اخْتَلَطَ الشمن كذلك فمن أربعة وعشرين“۔ (الاختيار لتعليق المختار: ۲/۵۹۱، ۵۹۳، کتاب

الفرائض، فصل في حساب الفرائض، مكتبة حقوقية، پشاور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۶۲، کتاب الفرائض، باب حساب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في السراجي، ص: ۱۸، باب مخارج الفروض، سعید)

سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کر دیں گے:

مسئلہ ۸

اخت عینی	بنت	زوج
۳	۲	۱

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوع ثانی کے ذوی الفروض ہوں، مثلاً: اگر کوئی فرض ملٹان یا لٹھ ہوتا تین سے، اگر سدس بھی ہو تو چھ سے، جیسے: زید کا انتقال ہوا، اس نے ماں چھوڑی اور دو عینی بہنیں، ایک پچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ملٹان ہے، باقی پچا کا ہے۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ۶

ام	اخت عینی	اخت عینی	عمر
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوع اول کا نصف مخلوط ہو، نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ، یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

زوج	ام	اخت اخیانی	اخت اخیانی	عمر
نصف	سدس	ثلث	ثلث	۳
	۱		۲	
	۱		۱	۱

اور اگر نوع اول کا ربع مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲

زوجہ	ام	اخت اخیانی	عم
رع	سدس	ثلث	۳
	۲	۲	۲
	۳		

اور اگر نوع اول کا شمن مخلوط ہونو یعنی ثانی کے کل نیا بعض کے ساتھ تو چوبیں سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲۲

زوجہ	ام	بنت	عم
شمن	سدس	ثلثان	عصبه
	۲	۱۶	۸
	۳		۱

بائب فی العول

جس عدد سے کل ورشہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو ”مخرج“ کہتے ہیں۔ ذوی الفروض ہونے کے وقت جب ترک کہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے: $22 = 12 = 6 = 3 = 2 = 8 = 8$ ۔

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمیع ذوی الفروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کر لی جاتی ہے، اس زیادتی کو اہل فرائض کی اصطلاح میں ”عول“ کہتے ہیں۔ چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی: $2 = 3 = 8 = 8$ ۔ تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تین یہ ہیں: $6 = 12 = 22$ ۔

چھ کا عول

چھ کا عول دس تک ہو سکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی، کبھی تین کی، کبھی چار کی۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۶، ع۷

اخت	اخت	زوج
۲	۲	۳

مسئلہ ۶، ع۸

اخت	ام	زوج
۳	۲	۳

(۱) "العول": هو زيادة السهام على مخرج الفريضة، ثم المخارج سبعة: أربعة لا تعلو: الاثنان والثلاثة، والرابعة، والشمانية. وثلاثة قد تعلو بالاختلاط..... فستة تعلو أربع عولات إلى عشرة وترأ وشفعا، فتعول لسبعة كزوج وشقيقتين، ولشمانية كهم (أى المذكورين من قبل) وأم، ولتسعة كهم وأخ لأم، ولعشرة كهم وأخ آخر لأم. واثنا عشرة تعلو ثلاثة إلى سبعة عشرة وترأ لا شفعا، فتعول لثلاثة إلى سبعة عشرة وترأ لا شفعا، فتعول لثلاثة عشر كزوجة وشقيقتين وأم، ولخمسة عشرة كهم وأخ لأم، ولسبعة عشر كهم وأخ آخر لأم. وأربعة وعشرون تعلو إلى سبعة وعشرين فقط كامرأة وبنتين وأبوين".

(الدر المختار: ۶/۸۲، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۲۸، کتاب الفرائض، الباب الثالث عشر في العول، رشيدیہ)

(وكذا في السراجی، ص: ۱۹، باب العول، سعید)

مسئلہ ۶، ع ۹

اختلام	ام	اختنان یعنی	زوج
۱	۱	۳	۳

مسئلہ ۶، ع ۱۰

ام	اختلام	اختنان یعنی	زوج
۱	۲	۳	۳

بارہ کاعول

بارہ کاعول کبھی تیرہ ہو گا کبھی پندرہ، کبھی سترہ، اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، ع ۱۳

ام	بنت	بنت	زوج
۲	۲	۳	۳

مسئلہ ۱۲، ع ۱۵

ام	اب	بنان	زوج
۲	۲	۸	۳

مسئلہ ۱۲، ع ۱۷

جدہ	اختلام	اختنان یعنی	زوجہ
۲	۸	۳	۳

چوبیس کا عوول

چوبیس کا عوول صرف ستائیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے، مثلاً:

مسئلہ ۲۳، ۲۷

ام	اب	بنت	بنت	زوجہ
۳	۲	۸	۱۶	۳



باب الرد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی الفروض موجودہ کے حصہ ذینے کے بعد کچھ فک جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا (اس بچے ہوئے کو فاضل کہتے ہیں) تو یہ فاضل پھر انہیں ذوی الفرض کو ان کے حصہ کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے، اس کو "رو" کہتے ہیں (۱)۔

تو رو گویا کہ عوں کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں مخرج کو کم اور مختصر کرنا

پڑتا ہے۔

تبیہ:

رو کی ضرورت عصہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوگی، کیونکہ وہ فاضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فاضل پختا ہی نہیں (۲)۔

تبیہ:

زوجین پر رو نہیں ہوتا ہے (۳)۔

(۱) "الرد ضد العول: ما فضل عن فرض ذوى الفروض ولا مستحق له، يرد على ذوى الفرض بقدر حقوقهم إلا على الزوجين". (السراجى، ص: ۲۸ باب الرد، سعید)

(۲) "والرد ضده كما مرّ، فإن فضل عنها: أى عن الفرض والحال أنه لاعصبة ثمة، يرد الفاضل عليهم بقدر سهامهم إلا على الزوجين". (الدر المختار: ۶/۷۸، كتاب الفرائض، باب العول، سعید)

"الرد ضد العول فنقول: ما فضل عن فرض ذوى الفرض ولا مستحق له من العصبة ولو كان يحرز". (الشريفية، ص: ۷۲، باب الرد، سعید)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

مسائل رو

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں: پہلی دو قسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دو قسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں (۱)۔

رد کی قسم اول

اول یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رؤس ورثہ کو مخرج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردیہ

بنت

بنت

۱

۱

اس صورت میں دو بنت ٹھلان کی مستحق ہیں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے، ان کو ٹھلان یعنی دو دینے کے بعد ایک فاضل رہا، وہ بھی انہیں دو کو دیا جائے گا اور عدد رؤس یعنی دو کو مخرج بنانا کر ایک ایک دونوں کو ہل جائے گا۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۲، ردیہ

اخت اخیانی

اخت اخیانی

۱

۱

(۱) "ثُمَّ مَسَائِلُ الْبَابِ: أَى الرَّدِ عَلَى أَقْسَامِ أَرْبَعَةٍ: أَحَدُهَا: أَنْ يَكُونَ فِي الْمَسَأَلَةِ جَنْسٌ وَاحِدٌ مَمْنَ يَرْدُ عَلَيْهِ عِنْدَ عَدَمِ مَنْ لَا يُرِدُ عَلَيْهِ، فَاجْعَلِ الْمَسَأَلَةَ مِنْ رُؤْسِهِمْ، كَمَا لَوْ تَرَكَ بَنْتَيْنِ أَوْ أَخْتَيْنِ أَوْ جَدْتَيْنِ، فَاجْعَلِ الْمَسَأَلَةَ مِنْ اثْنَيْنِ". (السراجی، ص: ۲۹، باب الرد، سعید)

کہ یہ دونوں ثلث کی مستحق ہیں تو کل مخرج تین بنائے کرایک دونوں کو ملا اور دو فاضل رہے، عدد روپس دو

سے تقسیم کر دیا۔

تیسرا مثال:

مسئله ۲، ردیہ

جده

جده

۱

۱

کہ یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں تو کل مخرج چھ بنائے کرایک ان دونوں کو ملا، پانچ فاضل رہے، عدد روپس سے تقسیم کر دیا۔ یہی حال اس وقت ہو گا جب کہ بنتان یا اختان ہوں۔

رد کی قسم ثانی

ثانی یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعہ سهام کو مخرج بنائے کر تقسیم کر دیں

گے (۱)۔ مثلاً:

مسئله ۲، ردیہ

اختلام

جده

۱

۱

(۱) ”والثاني: إذا اجتمع في المسألة جنسان أو ثلاثة أجناس ممن يُرث عليه عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من سهامهم، أعني: من اثنين إذا كان في المسألة سدسان، أو من ثلاثة إذا كان فيها ثلث وسدس اه.“ (السراجي، ص: ۲۹، سعید)

”والثاني: إن كان المردود عليه جنسين أو ثلاثة، فمن عدد سهامهم، فمن اثنين لو سدسان، وثلاثة لو ثلث، وأربعة لو نصف وسدس، وخمسة كثلثين وسدس.“ (الدر المختار: ۲/۸۹، كتاب الفرائض، باب العول، سعید)

کہ دونوں کو سدس سدس مل کر چار فاضل رہے، عدد شہام سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل سدس ان کی صورت میں مخرج کو درج کر دیا جائے۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۳، ردیہ

أَخْلَام	أَخْلَام	ام
—	—	—
۱	۲	۱

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، اولاد ام کو ثلث۔ مخرج چھ بنا کر ایک ام کا ہو گیا دواو لا د ام کو مل گئے۔ تین شہام تقسیم ہو گئے، تین فاضل قبل ردر ہے، عدد شہام تین سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو درج کر دیا جائے گا۔

تیسرا مثال:

مسئلہ ۴، ردیہ

بنت	ام
۳	۱

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، بنت کو نصف، کل شہام چھ ہو کر ایک ام کو ملے گا، تین بنت کو۔ یعنی: چار شہام تقسیم ہو گئے، دو فاضل رہے، لہذا عدد شہام چار سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اگر بجائے ام کے بنت الابن ہو، اس وقت بھی یہی عمل ہو گا۔ اگر بنت اور جدہ ہوں، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت علائقی ہو، یا ایک اخت یعنی اور جدہ ہو، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت اخیانی ہو، تب بھی یہی صورت ہو گی۔ الحاصل جب ذوی الفروض نصف اور سدس کے مستحق ہوں گے، اس وقت رد کی صورت میں مخرج چار کو درج کر دیا جائے گا۔

چوتھی مثال:

مسئلہ ۵، ردیہ

ام

بنت

بنت

۱

۲

۲

اس صورت میں اُم کو سدس ملے گا اور بنتان کو ٹیکھا۔ حسب ضابطہ مخرج چھ بنا کر ایک اُم کو ملے گا اور چار بنتان کو۔ پانچ سہماں تقسیم ہو گئے، ایک فاضل رہا تو دو سہماں پانچ ہی سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵، ردیہ

ام

بنت الابن

بنت

۱

۱

۳

کہ بنت نصف کی مستحق ہے اور بنت الابن سدس کی، ام بھی سدس کی۔ حسب ضابطہ چھ سہماں بنا کرتیں بنت کو ملیں گے، ایک بنت الابن کو، ایک اُم کو۔ پانچ سہماں تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ اسی طرح یہ مثال:

مسئلہ ۵

ام

اخت عینی

۲

۳

کہ اخت عینی نصف کی مستحق ہے اور اُم ثلث کی۔ چھ سہماں بنا کرتیں اخت کو ملے اور دو اُم کو، پانچ سہماں تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ الحاصل جب ذوی الفروض ٹیکھا اور سدس، یا

نصف اور سدس، یا نصف اور ثلث کے مستحق ہوں تو رد کی صورت میں مخرج پانچ کو قرار دیا جائے گا۔
 ثالث و رابع ثالث و رابع کا سمجھنا قواعد ^{الصحیح} کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا ان دونوں کا بیان انشاء ^{الصحیح} کے بعد آئے گا اور ^{الصحیح} سے پہلے نبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

فصلٌ فی التماشی والتدخل والتوافق والتباين

دوعدوں کے درمیان چار قسم کی شبیہیں ہوتی ہیں: ۱- تماشی ۲- تدخل ۳- توافق ۴- تباين (۱)۔

(۱) ”إِذَا أَرْدَتْ مَعْرِفَةَ التَّمَاثِيلِ وَالْتَّوَافُقِ وَالْتَّدَاخُلِ وَالتَّبَاعِينَ بَيْنَ الْعَدْدَيْنِ فَتَمَاثِيلُ الْعَدْدَيْنِ كَوْنُ أَحَدِهِمَا مُسَاوِيًّا لِلآخِرِ كُلَّتَّهُ وَثَلَاثَةُ. وَتَدَاخُلُ الْعَدْدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ عَلَى مَا هُنَّا: إِمَّا بِأَنْ يَعْدُ أَقْلَهُمَا أَكْثَرًا: أَيْ يَفْنِيهِ، أَوْ يَكُونَ أَكْثَرُ الْعَدْدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْأَقْلَى قَسْمَةً صَحِيحَةً بِلَا كُسْرٍ كَقَسْمَةِ الْسَّتَّةِ عَلَى ثَلَاثَةٍ أَوْ تَعْيَنٍ. وَتَوَافُقُ الْعَدْدَيْنِ أَنْ لَا يَعْدُ: أَيْ لَا يَفْنِي أَقْلَهُمَا أَكْثَرًا، لَكِنْ يَعْدُهُمَا عَدْدُ ثَالِثٍ كَالشَّمَانِيَّةِ مَعَ الْعَشَرِيْنِ يَعْدُهُمَا أَرْبَعَةً، فَيُوَافِقُانَ بِالرَّبِيعِ. وَتَبَاعِينُ الْعَدْدَيْنِ أَنْ لَا يَعْدُ الْعَدْدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ عَدْدًا ثَالِثًا أَصْلًا كَالتَّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرِ.

إِذَا أَرْدَتْ مَعْرِفَةَ التَّوَافُقِ وَالتَّبَاعِينَ بَيْنَ الْعَدْدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ أَسْقَطَ الْأَقْلَى مِنَ الْأَكْثَرِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَرَارًا، فَإِنْ تَوَافَقَا فِي وَاحِدٍ تَبَاعِينَ، وَإِنْ تَوَافَقَا فِي اثْنَيْنِ فِي النَّصْفِ، أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي الثَّلَاثَةِ، هَكَذَا إِلَى الْعَشَرَةِ“.

(الدر المختار: ۲/۷، ۸۰۸، ۸۰۸، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۶۶، کتاب الفرائض، الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثيل والتدخل، رشيدية)

”تماثل العددین کون أحدہمما مساویاً للاخر، وتدخل العددین مختلفین ان یعد أقلہمما الأکثر: أی یفنه، او نقول: هو أن یکون أکثر العددین منقسماً علی الأقل قسمة صحيحة، او نقول: أن یزید علی الأقل مثله او أمثاله، فیساوی الأکثر، او نقول: هو أن یکون الأقل جزءاً للأکثر مثل ثلاثة وتسعة. وتوافق العددین هو أن لا یعد أقلہمما الأکثر ولكن یعدہمما عدد ثالث كالشمانیّة مع العشرين تعدہمما أربعة، فهمما متواافقان بالربع وتباین العددین لا یعد العددین معاً عدد ثالث كالتسعة مع =

تماثل:

جب دو عدد آپس میں برابر ہوں، ان کو متماثل کہتے ہیں اور ان کے درمیان کی نسبت کو متماثل کہتے ہیں، جیسے کسی جنس کے ورشہ کا عدد چار ہے اور وراشت سے جوان کو حصہ ملا، اس کا عدد بھی چار ہے تو عددِ رؤس اور عددِ سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:

تداخل جب دو عدد برابر نہ ہوں، بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عددِ اقل عددِ اکثر کو فنا کر دے تو ان کو متناخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو متناخل کہیں گے۔

نسبیہ:

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عددِ اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کر دیں تو عددِ اکثر فنا ہو جائے۔ مثلاً: عددِ اکثر ۹/ اور اقل ۳/ ہے تو ۹/ سے ۳/ کو ایک مرتبہ تفریق کیا ۶/ بچ، پھر ۶/ سے ۳/ کو تفریق کیا تو ۳/ بچ پھر ۳/ کو ۹/ سے تفریق کیا تو ۹/ بالکل ختم و فنا ہو گیا تو کہا جائے گا کہ ۹/ اور ۳/ میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے۔

بالفاظِ دیگر تداخل کی تعریف یہ ہے کہ عددِ اکثر جب عددِ اقل پر تقسیم کیا جائے تو بلا کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ بعبارة اُخْری: عددِ اقل میں خود عددِ اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عددِ اکثر کے مساوی ہو جائے۔

توافق:

توافق جب عددِ اقل، عددِ اکثر کو فنا نہ کرے، بلکہ کوئی عددِ ثالث ان دونوں کو فنا کر دے تو ان کو متوافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں، جیسے ۸/ اور ۲۰/ کے ان میں سے اقل یعنی ۸/ اکثر یعنی ۲۰/ کو فنا نہیں کرتا، بلکہ ان دونوں کو ایک عددِ ثالث یعنی چار فنا کر دیتا ہے، چار دو فی آٹھ اور چار پنجھی میں۔ لہذا ان دونوں میں توافق بالربع کی نسبت ہوئی، اس لئے کہ چار مخرج ہے رباع کا، ۸/ کا وفق ۲/ ہے اور ۲۰ کا وفق ۵/ ہے۔

۱۵/ اور ۱۸/ میں توافق بالٹھ ہے، یعنی ۳/ فا کر دے گا ۱۵/ اور ۱۸/ دونوں کو، تین پنجہ پندرہ اور تین چھلکہ ۱۸/ ۱۵/ کا وفق ۵/ ہے، ۱۵/ اور ۲۰/ میں توافق بالخمس ہے، ۱۵/ کا وفق ۳/ ہے، ۲۰/ کا وفق ۳/ ہے۔ ۱۸، اور ۳۰/ میں توافق بالسدس ہے، ۱۸/ کا وفق ۳/ ہے، ۳۰/ کا وفق پانچ ہے۔

اسی طرح باسیع بالشمن، بالشع، بالعشر کو سمجھنا چاہئے۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے: ”الجزء من أحد عشر، بجزء من خمسة عشر وغيره“ مثلاً: ۳۰/ اور ۲۵/ میں توافق بجزء من خمسة عشر ہے۔ پندرہ دونی تیس، پندرہ تیس پینتالیس، ۳۰/ کا وفق ۲/ ہے، پینتالیس کا وفق ۳/ ہے۔

تباین:

تباین جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فنا نہ کرے تو تباہی ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباہی ہوگی، جیسے ۹/ اور ۱۰/ کہ یہ دونوں نہ متماثل ہیں کیونکہ برابر نہیں، نہ متداخل، ہی کیونکہ ۹/ فنا نہیں کر سکتا ۱۰/ کو، نہ متواافق ہے، کیونکہ کوئی عد دیالٹ ان دونوں کو فنا نہیں کرتا، اس لئے یہ تباہی ہیں۔

دلیل حصر:

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ متماثل ہوں گے، اگر برابری نہ ہو تو اگر عدد اقل فا کر دے گا اکثر کو تو وہ متداخل ہوں گے، اگر اقل فنا نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عد دیالٹ (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فا کر دے تو وہ متواافق ہوں گے، اگر کوئی عد دیالٹ (واحد کے علاوہ) فنا نہ کرے (بلکہ واحد فنا کرے) تو وہ تباہی ہوں گے (۱)۔

تبیہ:

واحد عدد نہیں (۲)۔

(۱) (راجع الحاشیۃ المتقدمة آنفاً)

(۲) ”کالتسعہ مع العشرة، فإنه لا يعدهما شيء سرى الوحد الذى ليس بعد“۔ (رد المحتار: ۸۰۸/۲)

كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد

(وكذا في الشريفية، ص: ۵۹، باب العول، فصل في معرفة التوافق والتداخل، سعيد)

معرفتِ نسبت کا طریقہ

تمداخل اور تماثل کی نسبت تو ظاہر ہی ہے، توافق اور تباين معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عدد اقل کو اکثر سے کم (تفريق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے، پس اگر دونوں واحد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق نہیں، بلکہ تباين ہے۔ اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق ہے اس جزء کے اعتبار سے جو اس کا مخرج ہے، جیسے: ایک عدد ”سات“ ہے اور دوسرا عدد ”دس“ ہے، اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی دس سے کم کیا تو تین باقی رہے، پھر سات سے ایک دفعہ تین کم کیا تو چار رہے، پھر چار سے تین کم کئے تو ایک رہا، پھر تین سے ایک دفعہ ایک کم کیا تو دو رہے، پھر دو سے ایک کم کیا تو ایک رہا۔ غرض واحد میں سات اور دس متفق ہو گئے، لہذا ان دونوں میں تباين ہے (۱)۔

ایک عدد بیس ہے دوسرا عدد آٹھ ہے، بیس سے آٹھ کم کیا تو بارہ رہے، پھر بارہ سے آٹھ کم کیا تو چار رہے، پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے۔ اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا، اور اقل بھی چار رہ گیا دونوں اس میں متفق ہو گئے تو ان دونوں میں توافق بالربع ہوا، اس لئے کہ رباع کا مخرج چار ہے، بیس کا وفق پانچ ہو گا اور آٹھ کا وفق دو ہو گا۔ پانچ چوک ۲۰/ دو چوک ۸/ یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا۔ اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

(۱) ”إِذَا أَرْدَتْ مَعْرِفَةَ التَّمَاثُلِ وَالْتَّوَافُقِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّبَاعِينَ بَيْنَ الْعَدْدَيْنِ فَتَمَاثِلُ الْعَدْدَيْنِ كُونَ أَحدهما مساوياً لِلآخر كثلاثة و ثلاثة. وتداخل العدددين المختلفين بأحد أمرين على ما هنا: إما بأن يعد أقلهما الأكثراً: أي يعنيه، أو يكون أكثر العدددين منقسمًا على الأقل قسمة صحيحة بلاكسير كقسمة الستة على ثلاثة أو اثنين. وتوافق العدددين أن لا يعد: أي لا يعني أقلهما الأكثراً، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فيوافقان بالربع. وتباعين العدددين أن لا يعد العدددين المختلفين عدد ثالث أصلًا كالتسعة مع العشرة.“

وإذا أردت معرفة التوافق والتباعين بين العدددين المختلفين أسقط الأقل من الأكثراً من الجانبيين مراراً، فإن توافقاً في واحد تباعينا، وإن توافقاً في اثنين فالنصف، أو ثلاثة وبالثلث، هكذا إلى العشرة“.

(الدر المختار: ۲/ ۸۰۸، ۸۰۷، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۲۶۲، كتاب الفرائض، الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رسيدية)

فصلٌ فی التصحیح

ترک کے اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سهام میں کسر نہ ہو، بلکہ پورے پورے ملیں۔
اگر شروع ہی سے سهام سب کے پورے ہوں تب تو آگے عمل کی ضرورت نہیں (۱)۔

مسئلہ ۶

بنت	بنت	اب	ام
۲	۲	۱	۱

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں ترویں اور سهام میں نسبت دیکھی جاتی ہے:

اصل اول

یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سهام منکسر ہوں اور سهام و رؤس کے درمیان تواافق ہو، اس وقت اس طائفہ کے عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے (۲)۔

(۱) ”إن كانت سهام كل فريق منقسمة عليهم بلا كسر، فلا حاجة إلى الضرب، كأبوين وبنتين“.

(السراجی، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

(وَكذا فِي الْاِخْتِيَار لِتَعْلِيلِ الْمُخْتَار: ۵۹۳/۶، مكتبه حقوقیہ پشاور)

(وَكذا فِي الدِّرَرِ الْمُخْتَار: ۸۰۸/۶، ۸۱۰، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(۲) ”وَإِنْ انْكَسَرَ عَلَى طَافِفَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَكِنْ بَيْنَ سَهَامِهِمْ وَرَءُوسَهُمْ موافقة، فَيُضَرَبَ وَقْقُ عَدْدِ الرَّءُوسِ =

مسئلہ ۶، تص ۳۰

بنات ۱۰	ام	اب
$\frac{۳}{۲۰}$	$\frac{۱}{۵}$	$\frac{۱}{۵}$

طاکفہ بنات کے سہام میں کسر آتی ہے اور عدد دروس دس ہے اور عدد سہام چار، ان میں توافق بالصف ہے، عدد دروس کا وفق پانچ ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج ۶/ میں ضرب دیں گے جس سے تمیں بنیں گے اور چھ سے سہام ملے تھے، ہر ایک کے سہام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دینے۔
اور اگر وہ مسئلہ عائلہ ہو یعنی اس میں عول کی نوبت آتی ہو تو عدد دروس کے وفق کو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، ع ۱۵، تص ۲۵

بنات ۶	اب	ام	زوج
$\frac{۸}{۲۲}$	$\frac{۲}{۲}$	$\frac{۲}{۲}$	$\frac{۳}{۹}$

یہاں بھی بنات پر سہام منكسر ہیں اور عدد دروس ۶/ اور عدد سہام ۸/ میں توافق بالصف ہے، عدد دروس کا وفق تین ہے، اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دیجائے گی جس سے پینتا لیس ہو جائیں گے، پھر ہر ایک کے سہام کو تین تین میں ضرب دیں گے۔

اصل ثانی

یہ کہ ایک طائفہ پر سہام منكسر ہوں اور عدد دروس و عدد سہام میں تباہی ہو، اس وقت اس طائفہ کے کل

= من انکسرت علیهم السہام فی اصل المسئلۃ، وعولها إن کانت عائلةً کابوین وعشرين بنات أو زوج وأبوبين وست بنات". (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

عد دروس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے (۱)۔ اگر وہ مسئلہ عائلہ ہے تو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، نص ۱۸

اخوات لام	جده	زوج
$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{2}{9}$

یہاں اخوات لام پر سہام منکسر ہیں اور ہر دو عدد تباہیں ہے، لہذا عد دروس یعنی تین کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہو جائیں گے، اب ہر اخت لام کو دو دو مل جائیں گے۔ عول کی مثال:

مسئلہ ۲، نص ۳۵

اخوات ۵	زوج
$\frac{2}{20}$	$\frac{3}{15}$

اخوات کے سہام منکسر ہیں، عد دروس پانچ اور عدد سہام چار میں تباہیں ہے، لہذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے، پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اخوات کے سہام میں ہو کر کسر مرتفع ہو جائے گی اور ہر اخت کو چار چار مل جائیں گے۔

تبیہ:

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عد دروس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عد دروس سے دیکھی

(۱) "وَإِن لَا تَكُونْ بَيْنَ سَهَّامِهِمْ وَرَءُوسَهُمْ مُوافِقةً، فَيُضَرَّبَ كُلُّ عَدْرَوْسٍ مِنْ انْكَسْرَتْ عَلَيْهِمْ السَّهَّامُ فِي أَصْلِ الْمَسْأَلَةِ، وَعَوْلُهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَابْ وَأَمْ وَخَمْسَ بَنَاتٍ، أَوْ زَوْجٌ وَخَمْسَ اَخْوَاتٍ لَا بْأَمْ". (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

جاتی ہے (۱)۔

اصل ثالث

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اور ان کے روں کے درمیان تماش ہوا، اس وقت کسی ایک عدد روں کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے (۲)۔ اگر وہ عاملہ ہو تو عولہ میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶، تص ۱۸

اعمام ۳	جدات ۳	بنات ۳
$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{3}{12}$

تین بنات کو چار ملے، تین جدات کو ایک ملا، تین اعمام کو ایک۔ کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے، ہر ایک میں کسر ہے اور جملہ عدد روں میں تماش ہے، لہذا ایک فریق کے روں ۳/کو اصل مسئلہ ۶/ میں ضرب دیا تو اٹھارہ ہو گئے، پھر ہر فریق کے عدد سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔

عولہ کی مثال:

مسئلہ ۶، ع۷، تص ۲۱

اخوات لام ۳	جدات ۳	اخوات لام ۳
$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{3}{12}$

(۱) ”وأربعة بين الرءوس والرؤوس“۔ (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

(۲) ”وما الأربع فأحدها أن يكون الكسر على طائفتين أو أكثر، ولكن بين أعداد الرءوس هم مماثلة، فالحكم فيها أن يضرب أحد الأعداد في أصل المسئلہ، مثل: ست بنات وثلاث جدات وثلاثة أعمام“۔

(السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

اصل رابع

یہ کہ ان روں کے درمیان تداخل ہواں وقت سب سے بڑے عدد روں کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ اگر عاملہ ہوتے عوں میں ضرب دیں گے (۱)۔ جیسے:

مسئلہ ۱۲، تص ۱۲۲

زوجات ۳	جدات ۳	اعام ۱۲
$\frac{3}{36}$	$\frac{2}{22}$	$\frac{7}{82}$

یہاں چار کو بھی بارہ سے تداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی، اور سب سے بڑا عدد روں بارہ ہے، لہذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے، اب کل سہام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک کے سہام کو بارہ میں ضرب دیں گے، جس سے $\frac{1}{36}$ ہو جائیں گے اربع زوجات کے، اور چوبیس ہوں گے ثلث جدات کیلئے، اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعام کیلئے۔ ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کر دیں گے۔ مثلاً:

$$\begin{array}{ccc} 7 & 8 & 9 \\ \overline{82} & \overline{22} & \overline{36} \\ 82 & 22 & 36 \\ \hline XX & XX & XX \end{array}$$

علوں کی مثال:

مسئلہ ۱۲، ع ۱۳، تص ۱۵۶

زوجہ ۶	اخوت ۳	جدات ۱۲
$\frac{3}{36}$	$\frac{8}{96}$	$\frac{2}{22}$

(۱) ”والثانی: أن يكون بعض الأعداد متداخلاً في البعض، فالحكم فيها أن يضرب أكثر الأعداد في أصل المسئلة مثل أربع زوجات وثلث أجداد واثنا عشر عمّا“۔ (السراجی، المصدر السابق)

اصل خامس

یہ کہ ان روں کے درمیان تواافق ہو تو اس وقت ایک طائفہ کے وفق کو دوسرے طائفہ میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تیرے طائفہ کے وفق میں (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ ثالث کے ساتھ تواافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفہ ثالث میں) ضرب دیں گے۔ پھر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے وفق (اگر اس حاصل ضرب کو طائفہ رابعہ کے ساتھ تواافق کی نسبت ہو، ورنہ کل طائفہ رابعہ میں) ضرب دیں گے (۱)۔

علی ہذا القیاس پھر مجموعہ حاصل کو اصل مسئلہ میں اگر عاملہ نہ ہو، ورنہ عوول میں ضرب دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۳۲۰، تص ۲۳۲۰

زوجات ۱۲	بنات ۱۸	جادات ۱۵	اعام ۶
۳	۱۶	۳	۱

یہاں پر چار اور اٹھارہ میں تواافق ہے، اٹھارہ اور پندرہ میں تواافق، پندرہ اور چھ میں تواافق۔ اولاً چار کو اٹھارہ کے وفق ۹/ میں ضرب دیں گے جس کا حاصل ضرب ۳۶/ ہوگا، پھر دیکھا تو ۳۶/ اور ۱۵/ میں تواافق بالٹھی ہے، بارہ تیس ۳۶/ پانچ تیس ۱۵/- کو پانچ میں ضرب دینے سے ۱۸۰/ ہونے۔ پھر دیکھا تو ۱۸۰/ کو چھ میں تواافق بالسدس، ۱۸۰/ کا وفق ۳۰/ ہے اور چھ کا وفق ہے ایک، ۱۸۰/ کو ایک میں ضرب دینا بے سود۔ کل حاصل ضرب یہی ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عددِ روں پر تقسیم کر دیں گے جس سے $= 23 \times 180 =$ کل سہام ہو جائیں گے اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو ۱۸۰/ میں ضرب دیں گے اور عددِ روں پر

(۱) ”والثالث: أن يوافق بعض الأعداد بعضاً، فالحكم فيها أن يضرب وفق أحد الأعداد في جميع الثنائي، ثم ما يبلغ في وفق الثالث إن وافق المبلغ الثالث، وإنما المبلغ في جميع الثالث، ثم المبلغ في الرابع كذلك، ثم المبلغ في أصل المسألة كاربع زوجات، وثمانى عشرة بناتاً وخمس عشرة جدةً وستة أعمام“۔ (السراجي في الميراث، باب التصحیح، ص: ۲۳، سعید)

تقسیم کر دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۳، تص ۲۳۲۰

اعمام ۶	جدات ۱۸	بنات ۱۸	زوجات ۳
۱	۳	۱۶	۳
۱	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
X	X	X	X
۱۷۲	۱۷۲	۱۷۲	۱۷۲
۱۷۲	۱۷۲	۱۷۲	۱۷۲

ہر زوجہ کے ۱۳۵ ہوئے، ہر بنات کے ۱۶۰، ہر جدہ کے ۲۸، ہر عمام کے ۳۰ ہوئے۔

اصل سادس

یہ کہ ایک طائفہ کے عدد رؤس کو دوسرے طائفہ کے عدد رؤس کے ساتھ تباہی کی نسبت ہو، اس وقت ایک عدد رؤس کو دوسرے میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو تیسرا میں، پھر حاصل ضرب کو چوتھے میں علیٰ ہذا القياس، پھر مجموعہ حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔ اگر عائلہ ہوتا عوول میں ضرب دیں گے۔ پھر ہر فریق کے سہام کو اسی مجموعہ حاصل ضرب میں جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی گئی ہے ضرب دیں گے، پھر ہر فریق کے مجموعہ سہام کو اس کے افراد کے رؤس پر تقسیم کر دیں گے (۱)۔

(۱) ”والرابع: أن تكون الأعداد متباعدةً لا يوافق بعضها بعضاً، فالحكم فيها أن يضرب أحد الأعداد في جميع الشانى، ثم ما يبلغ في جميع الثالث، ثم ما يبلغ في جميع الرابع، ثم ما يجتمع في أصل المسألة كامرأتين وست جدات وعشرين بنات وسبعين أعماماً.“ (السراجی، ص: ۲۳، باب التصحیح، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۸۹، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۲/۳۲۵، ۳۲۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیہ)

مشالاً: $210 = 2 \times 3 \times 5 \times 7$

مسئلہ ۲۲، تصے ۵۰۳۰

زوجہ ۲	جده ۶	بنات ا	عم ۷
۳	۲	۱۶	۱

$$\begin{array}{cccc}
 \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}} \\
 \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}} & \boxed{\frac{1}{2}}
 \end{array}$$

دو زوجہ ہیں جن کو تین سهام ملے، عدد روپس اور عدد سهام میں تباہی ہے، لہذا عدد روپس برقرار رکھا۔ چھ جدہ ہیں جن کو چار سهام ملے، یہاں عدد روپس اور عدد سهام میں توافق بالصف ہے، عدد روپس کا وفق تین ہے، دو اور تین میں تباہی ہے، دو کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ضرب چھ ہوا۔ دس بنات ہیں جن کو سولہ سهام ملے، عدد روپس اور عدد سهام میں توافق بالصف ہے، عدد روپس کا وفق پانچ ہے، چھ کو پانچ کے ساتھ تباہی ہے اس لئے چھ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ضرب تمیں ہوا۔

عدد اعمام سات ہے جن کو سہم ایک ملا، جس کو عدد روپس کے ساتھ تباہی کی نسبت ہے، لہذا سات کو برقرار رکھ کر تمیں کے ساتھ نسبت دیکھی تو ان میں تباہی ہے، تمیں کو سات میں ضرب دینے سے مجموع حاصل ضرب $210/5030$ ہوا، اس کو اصل مسئلہ ۲۲ میں ضرب دی گئی تو کل سهام $210/5030$ ہو گئے۔

پھر ہر فریق کے سهام کو $210/5030$ میں ضرب دی گئی جس سے ہر زوجہ کے مجموعی سهام $210/5030$ ہوئے، جن کو عدد روپس زوجہ میں دو میں تقسیم کرنے سے ہر زوجہ کو $210/315$ ملے۔ چھ جدہ کے مجموعی سهام $210/5030$ میں ضرب دینے سے جن کو عدد روپس جدہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدہ کو $210/105$ سهام ملے۔ دس بنات کے مجموعی $210/820$ ہوئے جن کو عدد روپس جدہ یعنی چھ پر تقسیم کرنے سے ہر جدہ کو $210/105$ سهام ملے۔

سہماں ۱۲/۲۱۰ میں ضرب دینے سے ۳۳۶۰/ ہوئے، جن کو عددِ دروس بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو ۳۳۶/ ملے۔ سات اعماں کے ایک سهم کو ۲۱۰/ میں ضرب دینے سے ۲۱۰/ ہوئے جن کو عددِ دروس اعماں یعنی سات پر تقسیم کرنے سے ہر عم کو ۳۰/ سہماں ملے (۱)۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہ تعالیٰ پورا ہو گیا۔ اب مسائلِ رد کے بقیہ وسائل کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسم ثالث

قسم ثالث یہ کہ اصحابِ الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحابِ الرد، یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت اول غیر اصحابِ الرد کا فرض اقل مخارج سے دیا جائے گا، پھر باقی کو عددِ دروس اصحابِ الرد پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ رد کی قسم اول میں شروع ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر اگر یہ پورا پورا غیر کسر تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسئلہ ۳، ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱	۱

یہاں وہ قسم کے ورثہ ہیں: زوج غیر اصحابِ الرد میں سے ہے اور بنات اصحابِ الرد میں سے ہیں اور یہ اصحابِ الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً اس زوج کا فرض ربع اقل مخارج چار سے دیا، باقی رہے تین وہ تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے۔ اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخرج بارہ قرار دے کر ربع ۳/ کا مستحق زوج ہوتا اور ششان ۸/ کی مستحق بنات ہوتیں، ایک باقی بچتا۔

(۱) ”والثالث: إن كان مع الأول: أى الجنس الواحد من لا يرث عليه وهو الزوجان، أعطى من لا يرث عليه فرضه من أقل مخارجيه وقسم الباقى، فهى من أربعة: للزوج واحد، وبقى ثلاثة، وهى تستقيم عليهم، فلا حاجة إلى الضرب“۔ (الدر المختار: ۲/۸۹، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

اگر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی پورا، پورا تقسیم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:
یا تو اس باقی کو عدد دروس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہو گی یا تباہیں کی (۱)۔

تبیہ:

یہاں نسبت تداخل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے، اگر توافق کی نسبت ہو تو فق روس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے:

مسئلہ ردیہ ۲، تص ۸

زوج	بنت	بنت	بنت	$\frac{3}{4}$	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں، زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے، اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً ازواج کا فرض یعنی ربیع اقل مخارج یعنی چار سے دیا، باقی رہے تین وہ چھ بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا، اب نسبت دیکھی، باقی یعنی تین اور دروس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بالٹھ ہے، روس کا وفق دو ہے، اس کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے، دو سہام زوج کے ہوئے، ایک ایک ہر بنت کو ملا۔

اگر رد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخرج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملتے اور آٹھ بنات کو ملتے، ایک باقی رہتا۔ اگر باقی کو عدد دروس اصحاب الرد کے ساتھ تباہیں کی نسبت ہو تو کل عدد دروس اصحاب الرد کو مخرج فرض غیر اصحاب الرد میں ضرب دیا جائے (۲)۔

(۱) ”وَإِنْ لَمْ يَسْتَقِمْ، فَإِنْ وَاقَ رُؤُوسُهُمْ: أَى رُؤُوسُ مَنْ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ كَزَوْجٍ وَسَتَّ بَنَاتٍ، فَاضْرِبْ وَفْقَهَا وَهُوَ هُنَاءٌ، فَبَلْغَ ثَمَانِيَةَ، فَلَلَّزِوجُ ثَانٌ وَاللَّبَنَاتُ سَتَّةٌ“۔ (الدر المختار، المصدر السابق)

(۲) ”وَإِلَّا يَوَافِقُ بَلْ بَأْيَنْ، فَاضْرِبْ كُلَّ عَدْدٍ رُؤُوسُهُمْ فِيهِ الْمَخْرُجُ الْمَذْكُورُ كَزَوْجٍ وَخَمْسَ بَنَاتٍ، فَالْمَخْرُجُ هُنَا أَرْبَعَةٌ لِلزَّوْجِ وَاحِدٌ، بَقِيَ ثَلَاثَةٌ تَبَاهِنَ الْخَمْسَةَ، فَاضْرِبْ الْأَرْبَعَةَ فِي خَمْسَةٍ تَبَلُّغُ عَشْرِينَ، كَانَ لِلزَّوْجِ وَاحِدٌ اضْرِبْهُ فِي الْمَضْرُوبِ يَكْنِي خَمْسَةً، فَهُنَيْ لَهُ، وَالْبَاقِي ثَلَاثَةٌ اضْرِبْهَا فِي الْمَضْرُوبِ تَبَلُّغُ =

مسئلہ ۲، تص ۲۰

زوج	بنت						
			۱۵				
	۳	۳	۳	۳	۳	۳	$\frac{1}{5}$

یہاں باقی یعنی تین کو عددِ روس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ بتایا ہے، لہذا اچار کو پانچ میں ضرب دیا، جس سے بیس ہو گئے، اب پانچ زوج کو ملے اور تین تین ہر بنت کو۔ اگر رد نہ کرتے تو یہاں بھی گذشتہ دونوں مسئللوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے، تین زوج کو ملتے، آٹھ بناں کو، ایک باقی رہتا۔

رد کی فسم رابع

یہ ہے کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقلیٰ مخارج سے دے کر جو باقی رہے، اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے، اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اور نہیں کرنا (۱) اور اس کی فقط ایک صورت ہے، وہ یہ ہے:

مسئلہ ردیہ ۳، تص ۳۸

زوجه	جدہ						
	۳	۳	۳	۳	۳	۳	$\frac{1}{12}$

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بقیہ ورشہ دو جنس کے جدات اور آخراتِ ام اصحاب الرد میں سے

= خمسہ عشر، فلکل بنت ثلاثة۔ (الدر المختار، باب المخارج: ۶/۸۹، سعید)

(۱) ”والرابع لو كان مع الثاني من لا يرد عليه، فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسئلة من يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست آخرات لأم، فمخرج من لا يرد عليه أربعة: للزوجة واحد، بقى ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجيئ۔ (الدر المختار، باب المخارج: ۶/۹۰، سعید)

ہیں زوج کا فرض اقلیٰ مخارج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے، ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا تو پورا تقسیم ہو گیا، وہ اس طرح کہ اصحاب الرد وقت کے ہیں: ایک سدس کے مستحق ہیں، یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اخوات لام، اور جس وقت روکی صورت میں ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ۳۶/میں گذر، لہذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہو گیا، یعنی ایک توجہات کو ملا اور دو اخوات لام کو ملے، تین پورے تقسیم ہو گئے۔

اب دیکھا تو ایک چار پر منكسر ہے اور دو چھ پر، لہذا صحیح کی ضرورت پیش آئی، مگر یہ ضرورت روکنے نہیں، بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں کسر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر زد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے۔ صحیح کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہاں عمل کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو روس، روس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ توافق بالصف ہے، یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات، عدو جدات چار کو فوق عد اخوات لام یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بینیں گے، پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتا لیں ہو جائیں گے۔

پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہونگے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چوبیس اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخوت لام کو چار چار مل جائیں گے۔

تبیہ:

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے، اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین (۱)۔

اگر روکی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنائ کر تین زوجہ کو ملتے، دو جدات کو، چار اخوات

(۱) ”والرابع لو كان مع الثنائي من لا يرد عليه، فاقسم الباقى من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسئلة من يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لام، فمخرج من لا يرد عليه أربعة: للزوجة واحد، بقى ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجيئ“. (الدر المختار، باب المخارج: ۲/۹۰، سعید)

لام کو اور تین باقی رہتے۔ اگر غیر اصحاب الرد کو اقل مخارج سے فرض دینے کے بعد جو باقی رہے وہ مسئلہ اصحاب الرد پر پورا تقسیم نہ ہو سکتے تو مسئلہ اصحاب الرد کو مخرج غیر اصحاب الرد میں ضرب دیں گے (۱) جیسے۔ مثلاً:

		مسئلہ، ع۔ ۱۲۳۰ = ۳۰ \times ۳ \times ۳ \times ۳ = ۲۷۰									
		نہ نہ نہ نہ نہ					نہ نہ نہ نہ نہ				
		$\frac{۱}{۲}$					$\frac{۳}{۸}$				
		$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۳}{۸}$	$\frac{۱}{۵}$							
۳۶	۲۵۲	۲۲	۹	۱۰۰۸	۱۱۲	۱۸۰	۱۲۰	۲۵			
	۲۲	X	۹	۱۰	۹	۱۲۰	۹۰	X			
	۱۲			۱۸	X						
	۱۲	X									

ہر زوجہ کو ۲۵/ سهام ملیں گے، ہر بنت کو ۱۱۲/ سهام ملیں گے، ہر جدہ کو ۳۶/ سهام ملیں گے۔

یہاں زوجات غیر اصحاب الرد ہیں، اور بنتات اور جدات اصحاب الرد ہیں، اولاد زوجات کو اقل مخارج آٹھ سے فرض دیا یعنی ایک، باقی رہے سات جن کو بنتات وجدات پر تقسیم کرنا ہے، ان کا مخرج پانچ ہے کیونکہ بنتات ثلاثان کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی، ایسی صورت میں پانچ کو مخرج قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ۲۸/ میں بیان ہوا۔ سات پانچ پر

(۱) ”إِنْ لَمْ يُسْتَقِمْ، فَاضْرِبْ جَمِيعَ مَسْأَلَةَ مَنْ يَرِدُ عَلَيْهِ فِي مَخْرُجٍ مَّنْ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ، فَالْمُبْلَغُ الْحَاصِلُ بِهَذَا الضَّرِبُ مَخْرُجٌ فَرَوْضٌ لِفَرِيقَيْنِ كَارْبُعٌ زَوْجَاتٌ وَتَسْعَ بَنَاتٌ وَسَتْ جَدَاتٌ، فَمَخْرُجٌ مَّنْ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ ثَمَانِيَّةٌ لِلزَّوْجَاتِ الشَّمْنَ وَاحِدٌ، بَقِيَ سَبْعَةٌ لَا تُسْتَقِيمُ عَلَى مَسْأَلَةِ مَنْ يَرِدُ عَلَيْهِ وَهِيَ هَنَاءُ خَمْسَةٍ؛ لِأَنَّ الْفَرِيقَيْنِ ثَلَاثَانِ وَسَدِسَانِ، فَاضْرِبْ الْخَمْسَةَ فِي الشَّمْنِيَّةِ تَبْلُغُ أَرْبَعِينَ، فَهِيَ مَخْرُجٌ فَرَوْضٌ لِفَرِيقَيْنِ، ثُمَّ اضْرِبْ سَهَامَ مَنْ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ فِي مَسْأَلَةِ مَنْ يَرِدُ عَلَيْهِ وَقِيمًا بَقِيَ مِنْ مَخْرُجٍ فَرَضَ مَنْ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ، يُكَنِّ لِلْبَنَاتِ ثَمَانِيَّةٌ وَعِشْرُونَ، وَلِلْجَدَاتِ سَبْعَةٌ، فَاسْتَقَامَ فَرَضُ كُلِّ فَرِيقٍ، لَكِنَّهُ مُنْكَسِرٌ عَلَى آحَادِ كُلِّ فَرِيقٍ تَصْحُّ مِنْ أَلْفٍ وَأَرْبعمائَةٍ وَأَرْبَعِينَ، وَتَصْحُّ الْأُولَى مِنْ ثَمَانِيَّةٍ وَأَرْبَعِينَ“۔ (الدر المختار: ۶/ ۲۹)

كتاب الفرائض، باب العول، سعيد

(وكذا في السراجي، ص: ۲۱، ۲۲، سعيد)

پورا تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ کو خرچ غیر اصحاب الرد یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پھر سہام غیر اصحاب الرد یعنی ایک کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے۔ اور سہام اصحاب الرد یعنی بنات کے چار اور جدات کے ایک کو غیر اصحاب الرد کے اقلین مخارج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام اٹھائیں ہو جائیں گے، اور جدات کے سہام سات ہو جائیں گے۔

یہاں تک رد کا عمل پورا ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت ہوگی، کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں، بلکہ ہر ایک میں کسر ہے، لہذا تصحیح کے اصول میں سے اصل خامس پر عمل کیا جائے گا: عدد زوجات چار کو عدد جدات چھ کے ساتھ توافق بالنصف ہے، پس چار کو چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بینیں گے، جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق بالثلث ہے، لہذا ابارہ کونو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بینیں گے۔ پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے۔

اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملتے تھے، ان کو ۳/۶ میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے، یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسٹی ہو گئے، جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا، ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے۔ اور بنات کو چالیس میں سے اٹھائیں ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے، جن کو بنات پر تقسیم کر دیا، ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے۔ اور جدات کو چالیس میں سے سات ملے تھے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دوسو باون ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا، ہر جدہ کو بیالیس ملے۔

باب المناستخة

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دو میت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو

مناسخہ کہتے ہیں (۱)۔

صافی الید

یعنی میت اول سے جو تکہ میت ثانی کو ملا ہے، اس کے اور مخرج کے درمیان نسبت کی رعایت کو اس طریق میں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے، اس کے بعد تقسیم میں سہولت ہوتی ہے، پس اگر مافی الید اور مخرج کے درمیان تماثل ہے تو ضرب کی حاجت نہیں (۲)۔ مثلاً:

ہندہ

مسئلہ ۱۲، تص ۳۶

اخ	بنت	بنت	بنت	زوج
$\frac{1}{3}$	$\frac{8}{8}$	$\frac{8}{8}$	$\frac{8}{8}$	$\frac{3}{9}$

اخ مع ۳

تماثل

مسئلہ ۳

بنت

ابن

۱

۲

(۱) ”المناسخة: أن يموت بعض الورثة قبل القسمة“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(وکذا فی الدرالمختار: ۸۰۱/۲، کتاب الفرائض، باب المناسخة، سعید) (وکذا فی السراجی، ص: ۳۵، باب المناسخة، سعید)

(۲) ”والأصل فيه أن تصح مسألة الميت الأول، وتعطى سهام كل وارث من التصحیح، ثم تصح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين ما في يده من التصحیح الأول وبين التصحیح الثاني ثلاثة أحوال: فإن استقام ما في يده من التصحیح الأول على الثاني، فلا حاجة إلى الضرب“۔ (السراجی، ص: ۳۵، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار: ۸۰۱/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، سعید) -

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۸۹/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اس صورت میں اخ کو تین سهام ملے اور ہندہ کا ترک تقسیم ہونے سے پہلے اخ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارث ابن اور بنت ہیں۔ اخ کامانی الید بھی تین ہے اور بوقت تقسیم ترکہ مخرج بھی تین قرار دیا گیا، لہذا اب کسی اور ضرب کی حاجت نہیں۔

اگر مانی الید اور مخرج کے درمیان توافق ہو تو وفق مخرج کو میت اول کے مخرج میں ضرب دیں گے اور میت اول کے ورثہ کے سهام کو بھی میت ثانی کے مخرج کے وفق میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سهام کو مانی الید کے وفق میں ضرب دیں گے (۱)، جیسے کہ:

زید

مسئلہ ۲۳، تص ۷۲، تص ۱۳۳

زوجہ	ابن	بنت	اب
ہندہ	سلمہ		اکرم
$\frac{3}{9}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$
$\frac{1}{18}$	$\frac{1}{32}$	$\frac{1}{32}$	$\frac{1}{12}$

مسئلہ ۸، تص ۲
توافق بالرائع
اب اکرم، مع ۱۲، تص ۳

ابن	ابن	بنت	بنت	اب
$\frac{2}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$

یہاں میت اول کا مخرج اصلیہ چونہس اور ابن و بنت کے سهام میں کسر کی وجہ سے تین میں ضرب دے کر بہتر سے صحیح کی گئی، جس سے اب کو بارہ سهام ملے، پھر اب کا انتقال ہوا، اس کا مخرج آٹھ قرار دیا۔ آٹھ مخرج اور بارہ مانی الید میں توافق بالرائع کی نسبت ہے، آٹھ کا وفق دو ہے۔ تو میت اول کے مخرج بہتر اور اس سے ورثہ کو

(۱) "وَإِنْ لَمْ يُسْتَقِيمْ، فَإِنْ كَانَ بَيْنَ سَهَامَهُ وَمَسَالَتَهُ موافِقةً، ضَرِبَتْ وَفَقَ التَّصْحِيحُ فِي كُلِّ التَّصْحِيحِ
الْأَوَّلِ". (الدر المختار: ۸۰۲/۲، کتاب الفرائض، فصل فی المناسبة، سعید)

(وَكَذَا فِي الشَّرِيفِيَّةِ، ص: ۹۲، بَابُ الْمَنَاسِخَةِ، سعید)

جس قدر سہام ملے تھے، ان سب کو ضرب دی گئی اور میت ثانی کے مافی الیڈ کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

۱۳۲

الأحياء المبدأ

ہندہ	سلمہ	سلمه	احمد	ارشد	امجد	حمدہ	سعیدہ
۳	۳	۶	۶	۶	۳۳	۲۸	۱۸

اگر میت ثانی کے مافی الیڈ اور مخرج کے درمیان تباہی کی نسبت ہو تو میت ثانی کے کل مخرج کو میت اول کے کل مخرج میں اور میت اول کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الیڈ میں ضرب دیں گے (۱) مثلاً:

مسئلہ ۲۳، تص ۱۲۰

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
زینب	حصہ	بکر	شاکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	ظاہر
۳	۳	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۲	۲	۱۵

(۱) ”وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كـل التـصـحـيـحـ الثـانـيـ فـيـ كـلـ التـصـحـيـحـ الـأـوـلـ، فـالـمـبـلـغـ مـخـرـجـ الـمـسـائـلـيـنـ، فـسـهـامـ وـرـثـةـ الـمـيـتـ الـأـوـلـ تـضـرـبـ فـيـ الـمـضـرـوبـ، أـعـنـىـ: فـيـ التـصـحـيـحـ الثـانـيـ أوـ فـيـ وـفـقـهـ، وـسـهـامـ وـرـثـةـ الـمـيـتـ الـثـانـيـ تـضـرـبـ فـيـ كـلـ مـافـيـ يـدـهـ أـوـ فـقـهـ. وـإـنـ مـاتـ ثـالـثـ أـوـ رـابـعـ أـوـ خـامـسـ، فـاجـعـ الـمـبـلـغـ مـقـامـ الـأـوـلـيـ، وـالـثـالـثـةـ مـقـامـ الـثـانـيـ فـيـ الـعـلـمـ، ثـمـ فـيـ الـرـابـعـةـ وـالـخـامـسـةـ كـذـلـكـ إـلـىـ غـيرـ النـهاـيـةـ“.

(السراجی، ص: ۳۵، ۳۶، سعید)

(وَكَذَا فِي الدِّرْرِ المُخْتَارِ: ۸۰۲/۲، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، فَصْلُ فِي الْمَنَاسِخِ، سَعِيدٌ)

(وَكَذَا فِي الْأَخْتِيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمُخْتَارِ: ۵۸۹/۲، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، فَصْلُ فِي الْمَنَاسِخِ، مَكْتَبَه

حقانیہ، پشاور)

مسٹلہ ۲، تص ۲۰ وفق ۵ تداخل خصہ مع ۳

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	زوج
مجید	وحید	سعید	رشید	بکر	
$\frac{3}{5}$	$\frac{3}{5}$	$\frac{3}{5}$	$\frac{3}{5}$	$\frac{1}{5}$	

یہاں میت ثانی کامانی الیڈ چار ہے اور مخزن تقسیم پانچ ہے، دونوں میں تباہیں کی نسبت ہے، لہذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میت اول کے ورثہ کے سہام میں اور میت اول کے مخزن تقسیم یعنی چوبیں میں اور چار کی ضرب یعنی پانچ آئی، یعنی میت ثانی کے ورثہ کے سہام میں (۱)۔

الاحیاء المثلث

نسب بکر شاکر صابر ناصر فاخر عامر طاہر صغیری رشید سعید وحید مجید

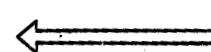
۳	۳	۳	۳	۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۲۵	۱۵
---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----

(۱) درحقیقت مفتی صاحب
رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ
مثال تداخل کی ہے اور
تباین کی مثال یہ ہے:

مسٹلہ ۱۲، تص ۸، نص ۷

بنت	$\frac{3}{4}$	بنت		زوج
نسب	$\frac{3}{22}$	غالدہ	$\frac{3}{22}$	بکر

بکر مع ۲		تباین	۹	تص ۹	مسٹلہ ۳، تص ۹	بنت	بنت	اخت یعنی	$\frac{1}{3}$	اخ یعنی
						غالدہ	غالدہ	نسب	$\frac{1}{3}$	رقبہ
						$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	عمر
						$\frac{2}{3}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{2}{3}$	



الاحیاء المثلث

عمر	رقبہ	نسب	غالدہ
۲	-	۳۳	۳۳

اب ایک ایسی مثال کھی جاتی ہے جس میں توافق، تباین، تمثیل نہیں آ جائیں (۱) :

مسئلہ ۳، بعد الرد، تص ۲، تص ۳۲، تص ۲۸



(۱) ”ولو صار بعض الأنصباء ميراثاً قبل القسمة كزوج وبنت وأم، فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوين، ثم ماتت البنت عن ابنتين وبنت وجدة، ثم ماتت الجدة عن زوج وأخوين، فالاصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول وتعطى سهام كل وارث من التصحیح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتتنظر بين مالی يده من التصحیح الأول وبين التصحیح الثاني، فان استقام بسب المماثلة مالی يده من التصحیح الأول على التصحیح الثاني، فلا حاجة إلى الضرب. وإن لم يستقيم، فانظر إن كان بينهما موافقة، فاضرب وفق التصحیح الثاني في التصحیح الأول . وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحیح الأول، فالمبلغ مخرج المسالتین، فسهام ورثة الميت الأول ضرب في التصحیح الثاني أو في وفته، وسهام ورثة الميت الثاني ضرب في كل مالی يده أو في وفته“ . (السراجی، ص: ۳۶، ۳۵، سعید)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۸۰، كتاب الفرائض، فصل في المنسخة، سعید)

(وكذا في الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۸۹، كتاب الفرائض، فصل في المنسخات، مکتبه حقانیہ پشاور)

(وكذا في الفتاوى العالمة کیریۃ: ۶/۳۷۰، كتاب الفرائض، الباب الخامس عشر في المنسخة، رشیدیہ)

(وكذا في الشریفیۃ، ص: ۹۰، ۹۳، باب المنسخة، سعید)

زید۲

مثال مستقیم

مسئلہ ۲

ام

اب

زوج

حیمه

عمرو

حیمه

 $\frac{1}{2}$
 $\frac{1}{8}$ $\frac{2}{2}$
 $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{2}$
 $\frac{1}{8}$

تیسراً مثال:

کریمہ مع۔ ۹، مع۔ ۳

بالثالث

مسئلہ ۲، مع۔ ۲

جده

ابن

ابن

بنت

عظیمہ

عبداللہ

خالد

رقیہ

 $\frac{1}{3}$ $\frac{2}{2}$
 $\frac{1}{2}$ $\frac{2}{2}$
 $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$
 $\frac{1}{2}$

عظیمہ مع۔ ۹

تبایان

مسئلہ ۲، تصدیق۔ ۲

اخ

اخ

زوج

عبدالکریم

عبدالرحیم

عبد الرحمن

 $\frac{1}{9}$ $\frac{1}{9}$ $\frac{1}{2}$
 $\frac{1}{8}$

۱۲۸

الأحياءشاء

حليمه	عمرو	رجيمه	رقية	خالد	عبدالرحمن	عبدالرحيم	عبدالكريم
٩	٩	١٨	٢٣	٢٣	١٢	٨	٨

فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاف الدین عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تمت بعون اللہ تعالیٰ وتوفیقہ ليلة السبت

۲۳/ جمادی الثانیہ / ۱۴۲۴ھ



تاریخ تکمیلِ کمپوزنگ، سینگاپور ڈیزائنگ از عرفان انور مغل

۱۸/ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ، بمقابلہ ۱۲/ اگسٹ/ ۲۰۰۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم

فتاویٰ محمودیہ سے متعلق چند ضروری باتیں

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانبي بعده، أما بعد!

فتاویٰ محمودیہ کا کام بحمد اللہ تعالیٰ مکمل ہوا، عام طریقہ کے مطابق مقدمہ میں تمام کام کی نوعیت پوری وضاحت سے بیان کی گئی ہے، لیکن چند ایسی چیزیں جو کہ بعد میں کام کے دوران سامنے آئیں۔ اور جن کا مقدمہ میں ذکر نہیں تھا بعد میں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ذکر کی جاتی ہیں:

۱..... فتاویٰ محمودیہ میں کل ۹۸۸۵ سوالات ہیں اور ۲۶۹۲ ذیلی جزئیات ہیں، لہذا کل جزئیات کی تعداد ۷۷۲۵ اور ایک رسالہ "آسان فرائض" اس کے علاوہ ہے۔

۲..... فتاویٰ محمودیہ قدیم میں جلدیں کی تحریج، تبویب، تعلیق اور اس کی کپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تقریباً تین سال کا عرصہ صرف ہوا ہے۔

۳..... اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدد ہم کی دعا میں اور سرپرستی، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا خصوصی اشراف اور حضرت مولانا عبد اللہ خالد صاحب زید مجدد ہم کی کامل جدوجہد، سعی بلیغ، دشکیری اور مسلسل ربط اور حضرت مولانا محمد یوسف افشاںی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی توجہ، کامل نگرانی اور پر خلوص مشاورت کی بركات سے اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ محمودیہ کا بہت بڑا کام بہت ہی مختصر عرصہ میں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرماء کراحتان فرمایا۔

۴..... فتاویٰ محمودیہ کی بندہ نے دو مرتبہ بالاستیعاب پروف ریڈنگ کی، دوسری مرتبہ دیکھنے کے بعد

اساتذہ کرام: حضرت مولانا ناظر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی سعیج اللہ صاحب مدظلہ العالیٰ کے سامنے برائے اشراف پیش کیا، ان حضرات سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالباری مدت فیوضہم نے بالاستیعاب نظر غائر سے دیکھا۔ ان حضرات نے ممکنہ کمیوں کی طرف مفید اشارے فرمائے، خصوصاً حضرت مفتی عبدالباری صاحب نے بعض مسائل کو اپنے موقع محل کے مطابق اپنے ابواب میں رکھنے کی نشاندہی فرمائی۔

۵..... فتاویٰ محمودیہ پر کام کی نوعیت کے سلسلے میں کسی بھی چیز کی تعین بحثہ المشرفین کے باہمی مشورہ سے طے کی گئی ہے۔

۶..... فتاویٰ محمودیہ کی تخریج چونکہ چودہ علمائے کرام نے کی ہے، اور ہر ہر کتاب کے ایک ہی مطبع کے چودہ چودہ نسخہ مہیا کرنا بظاہر مشکل تھا، اور بعض کتب کے چونکہ ہمارے ہاں مختلف مطالع کے متعدد نسخے ہیں، لہذا جس ساتھی کو اس کتاب کا جو نسخہ دستیاب ہوا، اس نے اسی نسخے کا اتزام کر کے تخریج کی، اس وجہ سے تخریج میں بعض کتابوں کے مختلف مطالع کے حوالے بھی ہیں، مثلاً: ”مجمع الأنہر“ کے ہمارے ہاں مکتبہ غفاریہ کوئٹہ اور دار إحياء التراث العربی بیروت کے دو نسخے ہیں، لہذا ان دونوں مطالع کے حوالے مجمع الأنہر سے دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ حوالہ میں ”باب، فصل اور مطلب“، وغیرہ کا اتزام کیا گیا ہے، اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ استفادہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

۷..... چونکہ ہماری کوشش تھی کہ ہر ہر بات باحوالہ اور مستند ہو، اس لئے ہم نے اردو، ہندی اور انگریزی مشکل الفاظ کے معانی لکھتے وقت اردو، انگریزی لغات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

۸..... کسی فتاویٰ یا عام کتاب کی تبویب، ترتیب اور تخریج سے مطلوب اہل مطالعہ اور مستفیدین کی سہولت ہوتی ہے، اسی سہولت کی بنیاد پر ہم نے ایک جیسے مسائل کی تخریج کے لئے گذشتہ یا آئندہ مسائل کی طرف مراجعت کے لئے بہت کم نشاندہی کی ہے، بجائے مراجعت کے ہم نے تقریباً ہر صفحہ پر جواب کی مستقل تخریج کی ہے اگرچہ گذشتہ یا آئندہ مسئلہ میں اسی عبارت کی تخریج کی گئی ہو۔

۹..... اکثر مصنفین و مؤلفین کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں کے آخر میں مصادر و مراجع مستقل ذکر

کرتے ہیں، چونکہ ہم نے حوالہ پیش کرتے وقت ہر کتاب کے لوازمات: باب، فصل، مطلب اور مطبع ہر جگہ ذکر کیا ہے، لہذا مصادر و مراجع مستقل ذکر کرنے کی بظاہر ضرورت نہیں۔

۱۰.....فتاویٰ محمودیہ میں حتیٰ الوع کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سوال شامل کئے بغیر نہ رہے، اسی غرض سے اصل نسخہ کی مکرر مراجعت کی گئی ہے، بہر حال فتاویٰ محمودیہ کی کثرت جزئیات و سوالات اور بڑی ضخامت سے کیا ہے کہ کوئی مسئلہ شامل کئے بغیر رہ گیا ہو، لہذا اگر اہل مطالعہ کی نظر سے کوئی سوال اس نوعیت کا گذرے تو گذارش ہے کہ ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ اس مسئلہ کو آئندہ کے ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔

۱۱.....خالص عربی و فارسی سوال و جواب کا ترجمہ التزام کے ساتھ حاشیہ میں رکھا گیا ہے، اور بعض اردو جوابات میں لمبی عربی عبارتوں کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے، بعض جگہوں پر حسب ضرورت برقرار رکھا گیا ہے۔
۱۲.....سوال پر ”رقم المسلسل“ لگاتے وقت بعض دفعہ کوئی مسئلہ بغیر نمبر کے بھی رہ گیا ہے، ایسی جگہیں اگرچہ نہ ہونے کے برابر ہیں، لیکن پھر بھی ہم نے ”الف، ب“ سے اس کو نمبر دیا ہے۔

۱۳.....چونکہ فتاویٰ محمودیہ پر کام تجارتی بنیاد پر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کتاب کی خدمت کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، اس وجہ سے تبویب، ترتیب اور تخریج کے علاوہ کتاب کی تزیین کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مختلف رسم الخط اور مختلف فونٹ سائز متن اور حاشیہ میں رکھے گئے ہیں۔

۱۴.....بنیادی طور پر تخصص سال دوم ۱۳۲۲ھ کے ساتھیوں کو فتاویٰ محمودیہ کی تخریج بطور مقالہ حوالے کی گئی تھی، جن ساتھیوں کو یہ مقالہ دیا گیا تھا، ان حضرات کے نام اور مفہومہ ابواب یہ ہیں:

مولوی عبید اللہ شاہواني صاحب، جمعہ، عیدین اور جنازہ۔ مولوی نور الدین
پانیزی صاحب، بیوی، ایمان و نذور، صید و ذباح اور اضحیہ۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب،
مسائل طلاق۔ مولوی حضرت علی صاحب، وقف مدارس، اجارہ اور فرائض۔ مولوی حضرت
حسن صاحب، کتاب الصلوۃ از ابتداء تا امامت۔ مولوی محمد یوسف وزیرستانی صاحب،
حضر وابا حابتدائی حصہ۔ مولوی صلاح الدین غدری صاحب، حضر وابا ح آخری حصہ۔ مولوی
غلام اللہ گل صاحب، حج اور نکاح۔ مولوی عمر ان اشراق صاحب، ایمان و عقائد اور فرق

باطلہ۔ مولوی سید فخر الدین صاحب، وقف از ابتداء تا مساجد و مقابر۔ مولوی اسد اللہ صاحب، سلوک، تاریخ، سیاست، تعبیر الرویا اور علم۔ مولوی عبدالجید صاحب، زکوٰۃ اور صوم۔ مولوی عبداللہ ہزاروی صاحب، صلوٰۃ درمیانی حصہ۔ اور (مولوی) فضل مولیٰ (رقم الحروف)، تبلیغ، تقلید، الفاظ کفر اور بدعاٰت۔

۱۵..... چونکہ فتاویٰ محمودیہ کی تحریج کے بعد اگلا مرحلہ کمپوزنگ کا تھا اور کمپوزنگ میں پروف ریڈنگ ایک اہم جزو ہے، اس لئے حضرات اساتذہ کے مشورہ سے بندہ کا تقریباً غرض سے کیا گیا، لیکن چونکہ تصحیح اور پروف ریڈنگ کا سلسلہ بہت طویل تھا، نیز اصل سے الٹا کرنے کی ضرورت تھی اور اس میں چند معاونین کی ضرورت تھی، اس لئے بجتنا المشر فین نے ۱۳۲۵ھ میں تخصص سال دوم کے چھ ساتھیوں کا پہلے سال انتخاب کیا، اور ان حضرات کو فتاویٰ محمودیہ کی پروف ریڈنگ اور امام بطور مقالہ دی گئی، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

۱- مولوی محمد حیات زرہ حیلوی صاحب، ۲- مولوی جلال الدین صاحب،

۳- مولوی ضیاء الرحمن صاحب، ۴- مولوی محبوب شیرخان صاحب ٹبھی، ۵- مولوی محمد واحد

صاحب، ۶- مولوی محمد طاہر شاہ صاحب، راولپنڈی۔

دوسرے سال ۱۳۲۶ھ میں بھی چھ ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور اماء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے

نام یہ ہیں:

۱- مولوی احمد جان صاحب، ۲- مولوی محمد عمر صاحب، ۳- مولوی احمد خان

صاحب، ۴- مولوی عبدالاحد سعید صاحب، ۵- مولوی عبدالغنی صاحب، ۶- مولوی زاہد

صاحب۔

پروف ریڈنگ کے تیسرا سال ۱۳۲۷ھ میں کام ہلکا ہونے کی بناء پر چار ساتھیوں کو پروف ریڈنگ

اور اماء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱- مولوی حق نواز صاحب، ۲- مولوی محمد ہاشم صاحب، ۳- مولوی عبدالغنی

صاحب، ۴- مولوی وزیرزادہ صاحب۔

فتاویٰ محمودیہ کے مسائل کی کثرت اور وقت کی تنگی کا تقاضا تھا کہ اصل اور بنیادی تخریج کرنے والے چودہ ساتھیوں سے مشکل ترین جزئیات یا غیر دستیاب کتابوں کی تخریج رہ جاتی، اس لئے معاون ساتھیوں کا کام دو طرح کا تھا: ایک یہ کہ اصل کے ساتھ پروف کی الملاکرتے تھے، اور دوسرا کام یہ تھا کہ جہاں جہاں تخریج رہ گئی تھی اور مشرف اساتذہ اس کی نشاندہی کرتے تھے، وہاں پر مناسب تخریج کرتے تھے۔ یہ تمام حضرات قابل صد تحسین ہیں۔ جزء احسن اللہ تعالیٰ خیر اور زادہ احسن علماء و عرفان۔

۱۶..... فتاویٰ محمودیہ پر بطور اشراف کام کرنے والے حضرات اساتذہ کرام کو افقاء کے باب میں اور بطور تخریج کام کرنے والے ساتھیوں، اسی طرح پروف ریڈنگ و املاء کرنے والے ساتھیوں کو بحمد اللہ تعالیٰ علمی اور فقہی میدان میں بہت عظیم فائدہ ہوا، جس کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ وہ تمام حضرات اپنے اپنے مقام پر علمی و فقہی میدان میں ترقی کرتے جا رہے ہیں۔

۱۷..... اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے بھائی محمد یوسف رانا صاحب (انچارج الفاروق کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ) کو کہ انہوں نے ہر مشکل گھری میں ہمارا ساتھ دیا، ہم ان کے اس احسان عظیم پر ان کے ممنون ہیں۔

۱۸..... فتاویٰ محمودیہ کی اول سے لے کر آخر تک پیٹنگ کا کام جناب محمد اصغر طور صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

۱۹..... فتاویٰ محمودیہ پر ٹائپنگ کا ابتدائی کام مولانا الطیف اللہ زکریا صاحب نے کیا اور اس کے بعد آخر تک کمپوزنگ، سینگ اور ڈیزائنگ کا کام بڑی عمدگی کے ساتھ جناب عرفان انور مغل صاحب نے کیا، جو کہ قابل داد ہے۔ جزء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

فصلِ مولیٰ امین القاضی المرحوم

سپیس تعبیہ افتاء جامعہ فارسیہ قیمیہ کی احمدی

